سیرت چہاردہ معصومین علیہم السلام

تذکرۃ الخواص

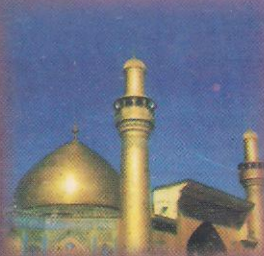
تالیف

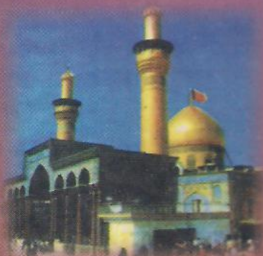
العلامہ سبط ابن جوزی

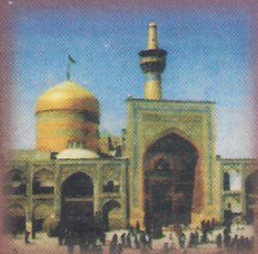
ترجمہ

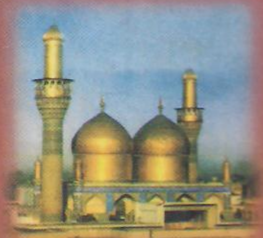
مولانا صفدر حسین نجفی

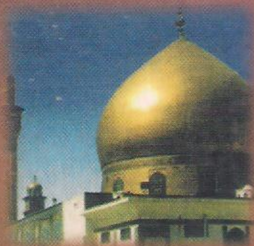












سیرت چہاردہ معصومین علیہم السلام

تذکرۃ الخواص

تالیف

العلامہ سبط ابن جوزی

ترجمہ

مولانا صفدر حسین نجفی

ناشر: علی پبلی کیشنز لاهور

عرض ناشر

تذکرۃ الخواص کا اردو ترجمہ آپ کے پیش نظر ہے۔ اس کتاب کے مؤلف جناب یوسف بن فرغلی بن عبداللہ البغدادی سبط الحافظ ابی الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی الحنفی کو سواد اعظم میں امام کا درجہ حاصل ہے۔ آپ ۵۸۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۵۴ھ میں رحلت فرما گئے۔ اصل کتاب کو العلامہ الکبیر السید محمد صادق بحر العلوم نے نجف اشرف (عراق) میں شائع کیا۔ ہم ان کی اجازت سے اس کتاب کا اردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

فاضل مؤلف علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی اس لافانی کتاب میں چہاردہ معصومین علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا ہے۔ بالخصوص حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی حیات طیبہ پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ بلاشبہ اس کتاب میں فضائل معصومین علیہم السلام کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام کے لیے اس کا مطالعہ یقیناً ایمان افروز ہوگا۔

ہم جناب عماد الاعلام ثقۃ الاسلام جناب مولانا سید صفدر حسین صاحب قبلہ نجفی مدظلہ العالی کے سپاس گزار ہیں کہ انھوں نے ہماری استدعا کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے اس کتاب کا ترجمہ فرمایا جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

امید ہے کہ ہماری یہ پیشکش بھی شرف قبولیت حاصل کرے گی!

(ناشر)

ترتیب

عرضِ مترجم

تذکرۃ الخواص اور اس کے مصنف کو علمی دنیا میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔
اکثر مومنین کرام نے مجھے متوجہ کیا کہ افادہ اہل اسلام کے لیے اس کتاب کا ترجمہ کیا جانا چاہیے۔ چنانچہ میں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس ذمہ داری کو قبول کیا اور نہایت قلیل مدت میں اس کا ترجمہ کرڈالا۔ اس سلسلے میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ مؤلف تذکرۃ الخواص حنفی المذہب ہیں اس لیے مترجم کا ہر واقعہ کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ اگر کوئی واقعہ یا روایت شیعی عقائد کے خلاف ہو تو اس سے چشم پوشی کی جائے۔

۳۔ سلسلہ اسناد کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ ان کا ذکر عوام بلکہ خواص کے لیے بھی مفید نہیں ہے۔

۴۔ کسی حدیث یا روایت پر مؤلف کی تنقیدی بحث کو اس لیے چھوڑ دیا گیا ہے کہ اکثر مواقع پر جواب واحد ہے۔

۵۔ غیر مناسب روایات اور واقعات کو حذف کر دیا گیا ہے۔

آخرت میں دعا ہے کہ میری یہ حقیر خدمت بارگاہ اہلبیت عصمت وطہارت میں شرفِ قبولیت حاصل کرے۔

احقر
سیّد صفدر حسین نجفی



سوانح......علامہ سبط ابن جوزی

شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن فرغلی ابن عبداللہ بغدادی سبط حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن جوزی حنفی ۵۸۱ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ محمد عبدالحی لکھنوی نے اپنی کتاب الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ کے صفحہ ۲۳۰ پر ان کے مفصل حالات درج کیے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ یوسف نے علم فقہ میں کمال حاصل کیا اور اپنے نانا ابن جوزی سے احادیث کی سماعت کی اور اپنے نانا ہی کی تربیت کی وجہ سے بچپن میں مذہب حنبلی کے پیرو ہوئے پھر موصل اور دمشق کی طرف چلے گئے اور جمال الدین محمود حصیری سے علم فقہ کی تعلیم لی اور حنفی مذہب اختیار کیا۔ سبط ابن جوزی عالم' فقیہ اور واعظ تھے۔ لوگ ان کے پاس بیٹھنا پسند کرتے۔ زبان میں انتہائی مٹھاس تھی۔ بحث ومباحثہ کے مرد میدان اور انتہائی ذہین تھے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے شرح الجامع الکبیر۔ کتاب ایثار الانصاف۔ تفسیر قرآن' منتہی السوٗل فی سیرۃ الرسول۔ اللوامع فی احادیث المختصر والجامع اور مراۃ الزمان ہیں۔ اکیسویں ذی الحجہ ۶۵۴ھ میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے عبدالعزیز نے اپنے باپ سے تعلیم فقہ حاصل کی اور درس وتدریس میں مشغول رہے۔ ماہ شوال ۶۶۶ھ میں وفات پائی۔ اس کے بعد لکھنوی کہتے ہیں کہ ابن خلکان نے عون الدین یحییٰ ابن ہبیرہ متوفی ۵۷۰ھ کے حالات میں لکھا ہے کہ ''فرغلی عون الدین ابن ہبیرہ کا غلام تھا اور اس نے شیخ جمال الدین جوزی کی بیٹی سے شادی کی تو اس کے ہاں شمس الدین ابوا مظفر یوسف ابن فرغلی سبط ابن جوزی پیدا ہوئے۔ جنھوں نے تاریخ کی ایک کتاب لکھی

جس کا نام مراۃ الجنان ہے۔ میں نے دمشق میں اسے بیس جلدوں میں دیکھا ہے۔ اور وہ کتاب مولف کے اپنے خط کی لکھی ہوئی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اسی کتاب مراۃ الجنان میں ہے کہ علامہ واعظ مورخ شمس الدین ترکی ثم بغدادی سبط شیخ جمال الدین ابن جوزی کو ان کے نانا نے خود بھی تعلیم دی اور ایک اور جماعت علماء سے تعلیم دلوائی۔ اور ۶۰۰ھ سے کئی سال بعد دمشق کو انھوں نے اپنا وطن بنالیا۔ وہاں انہیں انتہائی مقبولیت حاصل ہوئی اور ان کی ایک تفسیر کی کتاب انتیس جلدوں میں ہے اور شرح الجامع الکبیر اور ایک جلد مناقب ابو حنیفہ میں ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ مجد الدین شیرازی نے کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ سبط ابن جوزی کا والد وزیر عون الدین ابو ہبیرہ کا غلام تھا لیکن بمنزلہ بیٹے کے رکھتا تھا اس لیے اسے آزاد کر دیا اور اس کے لیے شیخ جمال الدین کی بیٹی کی خواستگاری کی۔ شیخ سے انکار ہو گیا۔ پس اس عورت کے بطن سے یوسف مذکور پیدا ہوئے۔ انھیں نانا نے تعلیم دلائی اور مسلک حنفیہ کا پیرو بنایا۔ وہ وعظ و نصیحت میں اپنے زمانہ کے منفرد شخص تھے۔ ان کے وعظ و پند سے دل رقیق ہو جاتے۔ ان کا کلام سن کر آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے وہ اپنے معاصرین سے بڑھ گئے بلکہ بہت سے گزشتہ واعظین سے بھی سبقت لے گئے۔ ان کی مجلس وعظ دلوں اور آنکھوں کے لیے پاکیزگی کا باعث ہوتی۔ ان کے وعظ میں صلحاء حاکم وقت اور وزراء حاضری دیتے ان کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی جس میں لوگوں کی ایک خاص تعداد ان کے وعظ و پند سے متاثر ہو کر توبہ نہ کرتی۔ بہت سی مجالس میں ذمی کفار مشرف بہ اسلام ہوتے مسجد دمشق میں جس صبح کے لیے ان کے وعظ کا اعلان ہوتا رات ہی سے لوگ جگہ حاصل کرنے کے لیے مسجد میں آنا شروع ہو جاتے۔ موصوف حنبلی مذہب کے پیرو تھے لیکن ملک معظم عیسیٰ کی ہم نشینی کی وجہ سے بادشاہ نے انھیں اپنی طرف مائل کر لیا اور مذہب ابوحنیفہ کا پیرو بنا دیا۔ ملک معظم مذہب حنفی میں غلو کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔

نیز محی الدین ابو محمد عبدالقادری ابن ابو الوفا قرشی حنفی مصری نے اپنی کتاب الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ کی جلد ۲ ص ۲۳۵ پر مولف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ موصوف نے اپنے نانا سے بغداد میں حدیث روایت کی اور ابو الفرج ابن کلیب اور ابو

حفص ابن طبرزد سے علم حاصل کیا۔ موصل اور دمشق میں تعلیم حاصل کی اور دمشق و مصر میں سلسلہ بیان حدیث شروع کیا۔ ملوک' امراء' علماء اور عوام سے وعظ وغیرہ میں قبولیت کی سند حاصل کی۔ وہ اپنی کتاب مراۃ الزماں میں لکھتے ہیں کہ شیخ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی ان کے وعظ میں حاضر ہوتے تھے۔ موصوف کی تصنیف شرح جامع الکبیر اور ایثار الانصاف میں جبل قالیون میں اکیسویں ذی الحجہ ۶۵۴ھ بروز منگل بوقت شب وفات پائی۔ جبل قالیون شمالی کی جامع مسجد کے سامنے ان کی نماز جنازہ سلطان ملک الناصر صلاح الدین یوسف ابن محمد ابن ملک طاہر غازی ابن یوسف ابن ایوب نے پڑھائی۔

ابن عماد حنبلی نے کتاب شذرات الذہب جلد ۵ ص ۲۶۶ حوادث ۶۵۴ھ میں لکھا ہے کہ اسی سال سبط ابن جوزی علامہ واعظ مورخ شمس الدین ابو المظفر یوسف ابن فرغلی ترکی ثم بغدادی ہبیر ی حنفی سبط شیخ ابو الفرج ابن جوزی نے وفات پائی' اسے اس کے نانا نے خود بھی تعلیم دی اور ابن کلیب اور دیگر لوگوں سے تعلیم دلوائی۔ ۶۰۰ھ کے چند سال بعد دمشق میں پہنچا اور وہاں وعظ شروع کیا۔ ان کے لطیف خصائل اور عمدہ وعظ کی وجہ سے انھیں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان کی تفسیر انتیس جلدوں میں ہے جو الجامع الکبیر کے نام سے موسوم ہے اور ان کی کتاب مراۃ الزماں ہم بامسمیٰ ہے اور ایک جلد مناقب ابو حنیفہ میں ہے۔ تدریس اور فتوی دیا کرتے تھے۔ بادشاہوں کی نظر میں قابل احترام تھے۔ ملک معظم نے انھیں مذہب ابو حنیفہ کی طرف پھیر لیا۔ اس بارے میں بہت سے لوگوں نے ان پر تنقید کی یہاں تک کہ ایک دفعہ جب وہ منبر پر تھے تو ایک صاحب حال فقیر نے ان سے کہا کہ کسی بڑی شخصیت سے انسان اس وقت تک اعتراض نہیں کرتا جب تک اس میں کوئی عیب نہ دیکھے۔ تمھیں امام احمد میں کون سا عیب نظر آیا کہ تم اس سے روگردان ہوئے تو سبط ابن جوزی نے اس سے کہا کہ خاموش ہو جاؤ' وہ فقیر کہنے لگا۔ میں تو خاموش ہو جاتا ہوں لیکن آپ کوئی کلام فرمایئے۔ موصوف نے جواب دینا چاہا لیکن نہ دے سکے اور منبر سے اتر آئے۔ اگر ان کی کتاب مراۃ الزماں کے علاوہ کوئی اور کتاب نہ بھی ہو تو ان کی عظمت کے لیے کافی ہے۔ اپنی تالیف میں انھوں نے عجیب و غریب طریقہ اختیار کیا ہے۔ اوّل زمانہ سے لے کر ۶۵۴ھ

کے اوائل تک کے حالات لکھے ہیں اور اسی سال ان کی وفات ہوئی ہے۔ بیس ذی الحجہ منگل کی رات اپنے مکان واقع جبل الصالحیہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے ان کے دفن کے وقت ملک ناصر بادشاہ شام موجود تھا۔

نیز اسمٰعیل پاشا بغدادی نے ہدیۃ العارفین واسماء المؤلفین وآثار المصنفین کی جلد ۲ ص ۵۵۴ پر ان کے حالاتِ زندگی درج کیے ہیں اور اس کی تصانیف میں کتاب انتصار الامام آئمۃ الامصار (یعنی ابوحنیفہ) ایثار الانصاف' ایضاح القوانین' الاصطلاح اور تذکرۃ الخواص من الامۃ فی ذکر مناقب الائمہ (زیر نظر کتاب) تفسیر القرآن ۲۹ جلد۔ تلخیص الجامع الکبیر الشیبانی فی الفرع۔ مصرۃ الزمان۔ شرح صحیح مسلم۔ کنز الملوک فی کیفیۃ الملوک مراۃ الزمان فی تاریخ الاعیان ۴۰ جلد۔ معاون الابریز ۱۹ جلد۔ مختصر الامع فی احادیث المختصر والجامع۔ منتھی السؤل فی سیرۃ الرسول۔ نہایۃ الصنائع فی شرح المختصر والجامع کی دوسری شرح کو شمار کیا ہے جیسا کہ مقدم الذکر بغدادی نے اپنی کتاب ایضاح المکنون ذیل کشف ظنون جلد ۱ ص ۲۷۴ پر ان کی کتاب تذکرۃ الخواص الامۃ بہ ذکر فی مناقب الائمہ کا ذکر کیا ہے۔

نیز یوسف الیان سرکیس نے معجم المطبوعات جلد ۱ ص ۶۸ اور ص ۶۹ پر اس کے حالات نقل کیے ہیں اور اس کی کتب مطبوعہ میں تذکرۃ خواص الامۃ بذکر خصائص الائمہ کو ذکر کیا ہے۔

نیز جرجی زیدان نے اپنی کتاب تاریخ آداب اللغۃ العربیہ میں اس کی کتب میں سے تذکرۃ خواص الامۃ کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ کتاب حضرت علیؑ اور آئمہ اثنا عشر کے حالات میں ہے اور ایران میں ۱۲۸۸ھ میں طبع ہوئی ہے۔

اور بہت سی کتب رجال میں مؤلف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض مؤلفین اور ان کی کتب حسب ذیل ہیں۔ ابن تغری بردی نے النجوم الزاہرہ میں' ذہبی نے میزان الاعتدال میں' ابوالفدا نے مختصر فی اخبار البشر میں' مقریزی نے الملوک میں' ابن حجر نے لسان المیزان میں' ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں' یافعی نے مراۃ الجنان میں'

نعیمی نے الدارس میں' ابن عماد نے شذرات الذہب میں' قرشی نے الجواہر المضیۃ میں' ابن قطلوب غا نے تاج التراجم میں' طاش کبریٰ نے مفتاح السعادۃ میں حاج خلیفہ نے۔ کشف الظنون میں لکھنوی ہندی نے' فوائد بہیہ میں' بغدادی نے' ہدیۃ العارفین نیز ایضاح المکنون میں حلبی نے' فہرس مخطوطات الموصل میں کورکیس عواد نے' المخطوطات التارغیہ میں' عباس عزادی نے' التعریف بالمورخین میں کوبرلی زادہ محمد بادشا نے' کتب خانہ سندھ میں لطفی عبدالبدیع نے' فہرس المخطوطات الصورہ میں کتانی نے' فہرس الفہارس میں' سید نے المخطوطات المصورہ میں اور المکتبہ البدیہ فی فہرس الطب میں اور اصحاب فہرس الخدیویہ میں اور جعفر حسنی نے مجلد المجمع العلمی والعربی میں صلاح الدین المنجد نے مجلّہ معمد المخطوطات میں' صاحب تاریخ علماء بغداد ابن خلکان نے وفیات الاعوان میں' صاحب فہرس التمہیدی جرجی زیدان نے آداب اللغۃ العربیہ اور دائرۃ المعارف اور اسلامیہ میں زرکلی نے اعلام میں' کحالۃ نے معجم المومنین میں' یعقوب الیان سرکیسی نے معجم المطبوعات میں خوانساری نے روضات الجنات میں اور ہمارے شیخ بزرگ طہرانی نے کتاب ذریعہ میں اور محدث شیخ عباس قمی نے الکنی والالقاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

مؤلف نے اس کتاب میں جن علام سے اجازۃً قراءۃً سماعۃً روایت لی ہے ان کے نام اس ترتیب سے درج ذیل ہیں جس طرح کتاب میں ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن ابی مجد حربی سے بغداد میں سماعاً ۵۹۶ھ (ص ۴)

۲۔ ابوالفرج ابن جوزی جد مادری مولف (ص ۸)

" " " " (ص ۱۱)

۳۔ علامہ زید ابن الحسن بن زید کندی (ص ۱۱)

۴۔ ابومحمد عبدالعزیز بن محمود بزاز (ص ۲۳)

۵۔ عمرو ابن صافی موصلی استاد مؤلف (ص ۲۳)

۶۔ ابوالفرج ابن جوزی جد مادری مولف سے بغداد میں سماعاً ۵۹۲ھ (ص ۴۹)

۷۔ ابوالقاسم عبدالمحسن بن عبداللہ بن احمد طوسی (ص ۴۹)

۸۔ عبدالوہاب (ابن عبداللہ) مقری (ص ۹۲)

۹۔ ابومحمد بزاز (ص ۱۰۴)

۱۰۔ ابوطاہر خزیمی (ص ۱۱۰)

۱۱۔ عبدالملک بن مظفر بن غالب جزی (ص ۱۱۲)

۱۲۔ احمد بن جعفر (ص ۱۱۳)

۱۳۔ عبدالوہاب بن علی حوضی (ص ۱۱۶)

۱۴۔ عبدالرحمٰن بن ابی حامد حربی (ص ۱۱۷)

۱۵۔ ابوالفرج ابن جوزی جد مادری مولف (ص ۱۱۸)

۱۶۔ سید شریف ابوالحسن علی ابن محمد حسینی (ص ۱۲۰)

۱۷۔ ابوحفص عمر ابن معمر دار قطنی قراۃ علیہ (ص ۱۲۰)

۱۸۔ علی ابن الحسین (ص ۱۲۲)

۱۹۔ ابوالقاسم لقیس ابناری استاد مؤلف (ص ۱۲۴)

۲۰۔ عبداللہ ابومجد حربی (ص ۱۲۷)

۲۱۔ ابوطاہر خزیمی (ص ۱۲۸)

۲۲۔ عبدالوہاب بن عبداللہ مقری (ص ۱۴۰)

۲۳۔ عبداللہ بن علی حوضی (۱۴۱)

۲۴۔ ابوالحسن بن نجار مقری (ص ۱۵۰)

۲۵۔ ابوالفرج بن جوزی جد مادری مؤلف (ص ۱۷۳)

۲۶۔ ابوالفرج بن جوزی جد مادری مؤلف (۲۱۳)

۲۷۔ ابومحمد جوہری (ص ۲۳۳)

۲۸۔ قاضی اسعد ابوالبرکات عبدالقوی بن ابوالمعالی بن جبار سعدی سے دیار مصریہ میں ماہ جمادی الاولیٰ ۶۰۹ھ میں سماعاً (ص ۲۶۳)

۲۹۔ زید ابن حسن نعری (ص ۲۶۸)

۳۰۔ ابوعبداللہ محمد بن بندیجی بغدادی (ص ۳۰۸)

۳۱۔ ابوالفرج ابن جوزی جد مادری مولف (ص ۳۰۸)

۳۲۔ ابوالمجد محمد ابن ابوالمکارم قزوینی سے دمشق میں ۶۲۲ھ (ص ۳۱۳)

۳۳۔ ابوالفرج ابن جوزی سے سماعاً بغداد میں ۵۹۶ھ (۳۱۷)

۳۴۔ عمر بن معمر کاتب (ص ۳۳۶)

۳۵۔ عبدالوہاب ابن علی حوضی (ص ۳۴۴)

۳۶۔ ابومحمد بزاز (ص ۳۴۸)

۳۷۔ ابوالفرج ابن جوزی (ص ۳۶۲)

۳۸۔ عبدالملک بن مظفر بن غالب جزی (۳۶۷)

۳۹۔ ابومحمد عبدالوہاب مقری (۳۶۸)

۴۰۔ ابوالفرج ابن جوزی (۳۶۹)

۴۱۔ عبداللہ بن احمد مقدس قراۃ علیہ ۶۰۴ھ (ص ۳۷۰)

عبداللہ بن احمد مقدس قراۃ علیہ ۶۰۴ھ (ص ۳۷۱)

۴۲۔ عبداللہ بن احمد مقدس قراۃ علیہ (ص ۳۷۱)

۴۳۔ ابوالفرج ابن جوزی (۳۷۱)

۴۴۔ ابوالفرج ابن جوزی (۳۷۳)

اور مؤلف اپنی دیگر کتب میں اپنے اساتذہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ان کتب کی طرف رجوع کریں۔ محدث ابومحمد عبدالقادر بن ابوالوفا قرشی حنفی مصری نے اپنی کتاب الجواہر المضیہ کی جلد ۲ ص ۲۳۱ پر مؤلف کے اشعار نقل کیے ہیں لکھتے ہیں کہ مجھے امام شرف الدین ابویوسف یعقوب ابن احمد حلبی نے خبر دی کہ میں نے اپنے استاد امام حافظ کمال الدین ابی حامد محمد بن علی بن محمود محمودی صابونی کے سامنے یہ اشعار پڑھے اور کہا کہ یہ اشعار امام بقیۃ السلف ابومظفر یوسف بن قزغلی بن عبداللہ بغدادی نے اپنے متعلق بروز جمعرات ۲۰ شعبان ۶۳۲ھ اپنے مکان مرج الرجاج جو دمشق کی پشت پر واقع ہے

سنائے۔ ترجمہ اشعار درج ذیل ہے:

۱۔ میری مصیبت کو دور کرنے والے تجھ پر میرا بھروسہ ہے اور اے وہ جو میری سختی کے وقت تنہائی میں میرا مونس و مددگار ہے۔

۲۔ اور اے وہ کہ میں نے جس کے عہد کو کئی بار توڑا جو میرے اور اس کے درمیان ہے باوجود اس کے میری رسوائی ظاہر نہ ہوئی۔

۳۔ میری فریاد رسی کر کیونکہ میں نے جہالت کی وجہ سے تیری نافرمانی کی تھی میری فریاد کو پہنچ کیونکہ میرے گناہوں کے سبب میری مصیبت طویل ہوگئی ہے۔

۴۔ اگر میری آنکھ آنسو کی سخاوت کرتی تو میں اپنے اوپر نوحہ کرتا اور میرا نوحہ اور زاری طویل ہوتے۔

۵۔ لیکن میرے گناہوں کے زخموں نے مجھے گھیر رکھا ہے۔ پس میری بدبختی اور قساوت قلبی کی وجہ سے آنسو کم ہوگئے ہیں۔

۶۔ میں اپنے گناہوں کا قیدی ہوگیا ہوں پس کتنا برا حال ہے میرا اپنی مصیبت اور غفلت کی وجہ سے۔

مولف کا بیٹا عبدالعزیز بن یوسف بن فرغلی اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کی جگہ (مدرسہ عربیہ میں جو میدان الکبیر کے نام سے مشہور تھا) درس دیا کرتا تھا اور ماہ شوال کے آخر میں ۶۶۹ھ میں اس نے وفات پائی اور باپ کے پہلو میں دفن ہوا۔ اس کے حالات محی الدین قرشی نے اپنی کتاب الجواہر المضیہ جلد اص ۳۲۲ پر درج کیے ہیں۔

محمد صادق بحرالعلوم

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدایا رحمت اور سلامتی نازل فرما ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شیخ امام عالم علامہ فاضل فہامہ وحید عصر فرید دہر جمال دنیا و دین بقیہ علما عاملین برکت ملوک سلاطین یوسف نواسہ شیخ امام عالم زاہد وکامل لسان عرب ترجمان ادب سید المتکلمین ابو الفرج عبدالرحمٰن بن جوزی خدا اس کی روح کو مقدس اور قبر کو منور فرمائے کہتے ہیں۔

حمد ہے اس خدا کے لیے جو چھوٹی بڑی نعمتوں کا بخشنے والا ہے اور ہر مصیبت کا دور کرنے والا ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور بہترین اعتدال میں رکھا۔ اور اسے تمام ذی روح چیزوں پر تکریم وشرف کے لحاظ سے فضیلت دی فصاحت لسانی اسے عطا فرمائی اور بہترین کتب اس پر نازل کیں۔ اس کو کلماتِ ظاہرہ کی معرفت اور مشکل حکمتوں کی پوشیدگیوں اور لطیف تاویلات سے مخصوص فرمایا اور رحمت خدا ہو ہمارے سردار حبیب اور شفیع محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو اعدل طریق کے ہادی بہترین راستے اور واضح ترین سبیل کے داعی ہیں جو کہ کلمہ حق کی طرف ارشاد کرنے والے عظیم ترین برہان اور روشن ترین دلیل سے تمام مخلوق کے ناصح ہیں۔ قدیم زمانہ سے جن کی نعت توراۃ میں اور اوصاف انجیل میں موجود ہیں۔ توقیر وتعظیم اور بزرگی کے ساتھ کریم بنا کر تمام لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور رحمت خدا ہو آپ کی آل اصحاب عترت اور آپ کی ملت میں سے مخصوص اصحاب پر جو روشن پیشانیوں والے ہیں جنھوں نے آپ کے دین کے قیام پر ہر زمانہ میں نصرت کی۔

(مؤلف)

تذکرۃ الخواص

تذکرۃ الخواص

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام

بعد حمد وثنا پس یہ کتاب امام علیم، پیکر حلیم، سید کریم برادر رسول زوج بتول، سیف اللہ المسلول سید حنفاء ابن عم مصطفیٰ، امام و عالم دین، قاضی و حاکم شرع متین، منصف ہر مظلوم، از ظالم، مصدق در جلوۃ بخاتم مفرق کتائب مظہر العجائب اسد اللہ الغالب ابو الحسنین علی ابن ابی طالب خداوند عالم آپ سے اور آپ کی زوجہ محترم سے راضی رہے اور سیدہ عالم کے پدر بزرگوار پر رحمت نازل کرے اور ہمیں حضورؐ کے گروہ میں محشور فرمائے اور خداوند عالم باقی صحابہ اور اہلبیتؑ سے راضی رہے کے تذکرہ میں ہے۔

نسب مبارک

علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نزار بن معد بن عدنان ہیں آپ کا سلسلہ عدنان تک متفق علیہ ہے اور عدنان سے لے کر حضرت آدمؑ تک چونکہ اختلاف ہے لہٰذا ہم نے عدنان تک ہی اختصار کیا ہے۔ جناب ابو طالب کا نام عبد مناف تھا۔ اور جناب عبداللہ (والد سرکار رسالتؐ) کے سگے بھائی تھے۔ دونوں کی والدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ ہیں۔ عبدالمطلب کا لقب شیبۃ الحمد ہے کیونکہ ان کے سر پر سفید بالوں کا ایک گچھا تھا۔ آپ کی کنیت ابو البطحا ہے کیونکہ اہل مکہ ان کی وجہ سے پانی سے سیراب ہوتے تھے لہٰذا وہ اس کنیت سے آپ کو

پکارنے لگے۔ آپ کو عبدالمطلب اس لیے کہا گیا کہ مکہ میں حاجیوں کے لیے پانی کا انتظام اور مہمانداری آپ کے چچا عبدالمطلب کے ذمے تھی اور یہ مطلب ہاشم کے بھائی تھے اور ہاشم نے مدینہ میں بنی نجار کے گھرانے کی ایک خاتون سے شادی کرلی تھی۔ جس کا نام سلمٰی بنت عمر تھا۔ اس کے شکم سے شیبۃ الحمد مدینہ میں پیدا ہوئے اور مکہ میں جناب ہاشم وفات پاگئے۔ شیبہ کی نشوونما مدینہ میں ہوئی۔ اہل مکہ میں سے ایک شخص وہاں سے گزرا جہاں شیبۃ بچوں کے ساتھ تیراندازی میں مصروف تھے اور کہتے تھے میں سردار قریش اور ابوالبطحا کا بیٹا ہوں۔ اس شخص نے ان کے متعلق لوگوں سے سوال کیا تو بتایا گیا کہ یہ ہاشم کے فرزند ہیں۔ جب وہ مکہ میں پہنچا تو مطلب کو اس واقعہ سے باخبر کیا وہ فوراً روانہ ہوگئے اور مدینہ میں پہنچ کر انھیں بچوں میں کھیلتا دیکھا تو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ جب مکہ میں پہنچے تو لوگ کہنے لگے کہ یہ مطلب کا غلام ہے۔ مطلب کہنے لگے تمہارا برا ہو یہ تو میرے بھائی ہاشم کا فرزند ہے لیکن یہ نام مشہور ہوگیا۔ جب مطلب فوت ہوئے تو ان کے قائم مقام عبدمناف (ظاہراً عبدالمطلب) ہوئے اور جناب ہاشم کا نام عمرو اور ہاشم لقب ہے۔ اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ مکہ میں قحط سالی ہوگئی اور تمام اہل مکہ سخت مصیبت میں مبتلا ہوگئے تو جناب ہاشم ان کے لیے روٹی کے ٹکڑوں کا چورا بناتے اور انھیں کھلاتے تھے۔ اس سلسلے میں شاعر کہتا ہے:

عمرو العلی هشم الثرید لقومه
ورجال مكة مستنون عجاف

(اور بلند ترین عمرو نے اپنی قوم کے لیے ثرید بنایا درآنحالیکہ مکہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا تھے)

اور عبدمناف کا نام مغیرہ تھا اور قصی کا نام زید تھا۔ قصی انھیں اس لیے کہا گیا چونکہ ان کی ماں انھیں مکہ سے دور شام لے گئی تھیں۔ ان کا نام مجمع اور اس کے علاوہ اور نام بھی تھے۔

قصی کی والدہ فاطمہ بنت سعد تھیں' کلاب بن مرۃ نے ان سے شادی کی وہ

فوت ہوئے تو قصی ابھی بچہ تھے تو فاطمہ سے ربیعہ بن حزام بن ضبہ نے شادی کر لی اور اسے شام لے گیا۔ قصی بھی ساتھ تھے جب قصی بڑے ہو گئے تو واپس مکہ لوٹ آئے اور مکہ پر ان کا تسلط ہو گیا اور انھوں نے قبائل قریش کو مکہ میں جمع کر لیا۔

کلاب کی والدہ ہند بنت سوید بن ثعلبہ تھی اور مرۃ کی ماں کا نام مخشیہ بنت شیبان تھا اور کعب کی والدہ مادیہ بنت کعب تھیں۔ لوی کی والدہ کا نام عاتکہ بنت خالد بن نضر بن کنانہ تھا۔ غالب کی ماں کا نام لیلیٰ بنت حرث اور فہر کی والدہ جندلہ بنت عامر جرہمیہ تھی۔ قصی کے بعد فہر ہی تھے جنھوں نے قریش کو دوبارہ مجتمع کیا بعض کہتے ہیں کہ نضر بن کنانہ کا لقب قریش ہے اور جو اولاد نضر میں سے نہیں اسے قریشی نہیں کہا جا سکتا۔ اور پہلے قول کی بنا پر جو قصی کی اولاد سے نہیں وہ قرشی نہیں ہو سکتا اور قرش کے معنی جمع کرنا اور لبیک کہنا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قریش ایک سمندری جانور کا نام ہے جو دیگر سمندری جانوروں کو کھا جاتا ہے اسی کے نام پر قریش کا یہ نام پڑا۔

مالک کی ماں عرابۃ بنت سعد بن قیس غیلان تھیں اور خزیمۃ کی سلمہ بنت اسلم قضاعیہ اور مدرکۃ کا نام عمرو تھا۔ ان کی والدہ حنذف اور بعض کے نزدیک لیلیٰ بنت حلوان قضاعیۃ تھیں اور الیاس کی والدہ رباب بنت جیدت بن معد ہیں اور مضر کی والدہ کا نام سودہ بنت عسک اور نزار کی معانۃ بنت جوشم اور معد کی ہوزہ سلمیۃ۔

اسم گرامی

علماء میں اختلاف ہے کہ آپ کا نام علی کیسے رکھا گیا۔ مجاہد کا قول ہے کہ ولادت کے وقت آپ کی والدہ نے یہ نام رکھا اور عطا کہتا ہے کہ والدہ نے نام تو حیدر رکھا تھا اور اس کی دلیل آپ کا خیبر کے دن کا یہ قول ہے کہ میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ پس جب آپ نے رسول اکرمؐ کے دوش مبارک پر سوار ہو کر بت توڑے تو بہ سبب علو رفعت و شرف کے نام علی ہوا۔ مجاہد کا قول زیادہ واضح ہے کیونکہ روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی والدہ نے ولادت کے وقت ہی یہ نام رکھا تھا اور والدہ علی کا علی نام رکھنا حیدر کے ساتھ بھی منافات نہیں رکھتا کیونکہ حیدر شیر کا ایک نام

ہے۔ اس کی گردن اور بازوؤں کی درشتی اور سختی کی وجہ سے۔ اور اسی طرح امیر المومنین کا اصلی نام تو علی ہے اور حیدر آپ کی صفت ہے رسول اللہؐ نے آپ کا نام ذوالقرنین بھی رکھا۔ (حزف سند کے ساتھ) سلمہ ابن طفیل نے حضرت علیؑ سے روایات کی ہے کہ آپ کہتے ہیں مجھ سے رسول اللہؐ نے فرمایا یقیناً تیرے لیے جنت میں ایک قصر ہے اور تو اس امت کا ذوالقرنین ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنے مسند میں ذکر کیا ہے۔ نیز اس کتاب میں بھی ذکر کیا ہے کہ جس میں فضائل امیر المومنینؑ جمع کیے ہیں۔ نسائی نے بھی مسند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

آپ کو بطین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ میں علم لبریز تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے اگر میرے لیے مسند علم بچھا دی جائے تو میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر اتنی بیان کروں کہ جس سے ایک اونٹ کا بار ہو جائے۔

آپ کو انزع بھی کہا جاتا تھا کیونکہ آپ کو کبھی شرک نے مس نہیں کیا۔ بعض کہتے ہیں چونکہ آپ کے سر کے اگلے حصے میں خود پہننے کی وجہ سے بال نہیں تھے اس لیے نزع کہا گیا۔

آپ کو اسد اللہ اور اسد الرسول بھی کہا جاتا ہے۔ یعسوب المومنین بھی آپ کو کہتے ہیں۔ یعسوب شہد کی مکھیوں کے سردار کو کہتے ہیں۔ وہ سب مکھیوں میں زیادہ سمجھدار ہوتا ہے چھتے کے دروازہ پر کھڑا ہو جاتا ہے جب کوئی مکھی وہاں سے گزرتی ہے تو وہ اس کے منہ کو سونگھتا ہے اگر اس سے بوئے بد آئے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ کسی بدبو دار پودے سے رس لے کر آئی ہے۔ پس اس مکھی کو دو ٹکڑے کر دیتا ہے اور چھتے کے دروازہ پر پھینک دیتا ہے تاکہ دوسروں کے لیے عبرت کا باعث ہو اسی طرح حضرت علیؑ جنت کے دروازہ پر کھڑے ہو جائیں گے اور لوگوں کو سونگھیں گے جس سے اپنے بغض کی بو آئے گی اسے جہنم کی آگ میں ڈال دیں گے۔

کتاب صحاح میں ہے کہ یعسوب شہد کی مکھیوں کا بادشاہ ہے اور اسی لیے سردار کو یعسوب کہا جاتا ہے۔ اور مومنین شہد کی مکھیوں کے مشابہ ہیں۔ کیونکہ شہد کی مکھی پاک و

طیب چیز کھاتی ہے اور پاک وپاکیزہ چیز اس سے نکلتی ہے۔ علیؑ مومنین کے امیر ہیں اور آپکو ولی، وصی، تقی، قاتل الناکثین والقاسطین، مثل ہارون، صاحب لواء خاصف النعل، کاشف الکرب، ابوالریحانتین، بیضۃ البلد اور بہت سے القاب سے آپ کو یاد کیا جاتا ہے۔

کنیت

آپ کی کنیت ابوالحسن، ابوالحسنین، ابوالقاسم، ابوتراب اور ابومحمدؑ ہے اور نبی کریمؐ نے آپ کی کنیت ابوتراب رکھی اور یہ حدیث مسند، بخاری اور مسلم میں موجود ہے اور امام احمد نے ابی حازم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص سہل ابن سعد کے پاس آیا اور کہنے لگا فلاں شخص منبر پر علیؑ کا ذکر کرتا ہے۔ سہل نے کہا وہ کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا وہ آپ کو ابوتراب کہتا ہے اور ابوتراب پر (معاذ اللہ) لعنت کرتا ہے۔ سہل غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے خدا کی قسم یہ کنیت تو آپ کی رسولؐ اللہ نے ہی رکھی تھی۔ کوئی نام بھی علیؑ کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب نہیں تھا۔

زہری کا بیان ہے کہ اس وقت علیؑ کو سب کرنے والا مردان بن الحکم تھا کیونکہ یہ (خبیث) معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا۔

حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری کا کہنا ہے کہ بنی امیہ اس نام کے ساتھ علیؑ کی تنقیص کیا کرتے تھے حالانکہ یہ نام تو رسول اللہؐ نے رکھا تھا اور امیر المومنینؑ پر خطبہ کے بعد یہ (ملاعین) اپنی حکومت کے زمانہ میں لعنت کرتے تھے اور اس نام سے آپ کا مذاق اڑاتے تھے لیکن درحقیقت یہ تو اس کا مذاق اڑاتے تھے جس نے آپ کا نام رکھا تھا اور خداوند عالم فرماتا ہے کہہ دواے رسولؐ کیا تم لوگ، اللہ اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کرتے ہو۔ تم عذر تراشی نہ کرو بیشک تم لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہو اور جو کچھ حاکم نے ذکر کیا ہے یہ درست ہے کیونکہ یہ لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جو مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے کی ہے کہ وہ معاویہ بن ابی سفیان کے دربار میں حاضر ہوئے تو معاویہ کہنے لگا تمھیں ابوتراب کو سب وشتم کرنے سے

کیا چیز روکتی ہے الخ۔ اس روایت کو ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔ یہ کیفیت (سب علی) عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک بدستور رہی۔ پس اس نے سب کی جگہ یہ آیت مقرر کی۔ ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان (اللہ عدل ونیکی کا حکم دیتا ہے) جب عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد یزید بن عبدالملک بادشاہ ہوا تو وہ بھی سب وشتم سے احتراز کرتا رہا۔ جب لوگوں نے اس کے متعلق پوچھا تو کہنے لگا کہ ہمیں اس سے کیا سروکار ہے! اور پھر یہ کیفیت یونہی رہی اور بعض کہتے ہیں کہ ولید بن یزید نے دوبارہ سب وشتم علیؑ پر شروع کرا دیا تھا۔

شکل وشباہت

آپ متوازن جسم، کشادہ آنکھیں، مضبوط بازو، میانہ قد، اور عریض اللحیۃ تھے۔ آپ خضاب نہیں لگاتے تھے اور ایک روایت ہے کہ آپ داڑھی پر پہلے مہندی لگایا کرتے تھے پھر اسے ترک کر دیا۔

والد گرامی

ہم آپ (ابوطالب) کا نسب بیان کر آئے ہیں اور یہ کہ آپ عبدالمطلب کے فرزند تھے۔ اور جب عبدالمطلب کا وقت وفات قریب آیا تو انھوں نے ابوطالب کو اپنا وصی مقرر کیا اور رسولؐ اللہ کے معاملہ میں ان سے عہد ووصیت کی اور محمد بن سعد نے کتاب الطبقات میں علماء کی ایک جماعت سے جن میں ابن عباس مجاہد عطا زہری ہیں اس سلسلے کے کچھ واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے ان علماء کا بیان ہے کہ عبدالمطلب نے اس وقت وفات پائی جبکہ رسول اللہ کی عمر آٹھ سال تھی اور عبدالمطلب کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال تھی اور وہ مقام حجون میں دفن ہوئے۔ ام ایمن فرماتی ہیں۔ میں نے رسولؐ اللہ کو دیکھا کہ وہ عبدالمطلب کے تابوت کے نیچے روتے ہوئے جا رہے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ عبدالمطلب کی عمر وقت وفات اسی سال تھی لیکن پہلا قول اظہر ہے۔

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بنی مذحج کے قیافہ شناس لوگوں کی

ایک جماعت نے عبدالمطلب سے کہا جب کہ انھوں نے رسول اللہؐ کے قدموں کے نشان دیکھے کہ اے ابوالبطحا اس کی حفاظت کیجیے کیونکہ ہم نے اس کے قدم سے زیادہ مشابہہ کوئی قدم نہیں دیکھے اس قدم کے ساتھ جو مقام ابراہیم میں موجود ہے تو عبدالمطلب نے ابوطالب سے کہا کہ سنتے ہو یہ لوگ کیا کہتے ہیں یقیناً میرے اس بیٹے کے لیے ایک خاص ملک ہے۔ پھر (یعنی عبدالمطلب کی وفات کے بعد) ابوطالب نے رسول اللہؐ کی مدد اور کفالت کے لیے بہترین قیام کیا۔ آپ ہمیشہ ان کے ساتھ رہتے اور جدا نہیں ہوتے تھے اور حد سے زیادہ محبت کرتے تھے اور اپنی اولاد سے انھیں مقدم رکھتے اور آپ کو اپنے پہلو ہی میں سلاتے اور رسول اللہؐ سے فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا تمہارا چہرہ بابرکت ہے۔

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ ابوطالب مقام ذی المجاز میں تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ رسول اکرمؐ بھی تھے۔ جناب ابوطالبؑ کو پیاس لگی تو کہنے لگے اے میرے بھتیجے مجھے پیاس لگی ہے اور پانی موجود نہیں۔ جناب رسالت مآبؐ سواری سے اترے اور زمین پر ایڑی ماری تو پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ ابوطالبؑ نے پانی پیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب ابوطالبؑ نصرتِ رسولؐ میں کھڑے ہوئے اور بہترین طریقے سے آپ کی حفاظت و مدافعت کرنے لگے۔ تو قریش ابوطالبؑ کے پاس جمع ہو کر آئے اور کہنے لگے آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا۔ ہمیں بیوقوف بناتا اور ہمارے آبا و اجداد کو گمراہ کرتا ہے۔ پس اسے یا تو ہمارے سپرد کر دیجیے ورنہ تمھارے اور ہمارے درمیان جنگ ہو جائے گی تو ابوطالبؑ نے کہا تمھارے منہ میں خاک ہو خدا کی قسم میں اسے کبھی بھی تمھارے سپرد نہیں کروں گا۔ تو وہ کہنے لگے یہ عمارہ ابن ولید ابن مغیرہ سب سے جمیل اور خوبصورت نوجوان ہے اس کو لے لیجیے اور ان کے عوض اپنا بیٹا بنا لیجیے اور محمدؐ ہمارے سپرد کر دیجیے کہ ہم اسے قتل کر دیں تو ابوطالبؑ نے کہا خدا تمھارے چہروں کو تباہ کرے اور تم پر ہلاکت نازل ہو۔ خدا کی قسم تم نے بہت بری بات کہی تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو کہ میں تمھارے لیے اس کی تربیت کروں اور اپنا بیٹا تمھیں دوں کہ تم اسے قتل کر دو (ایسا کروں) تو خدا کی قسم میں برا شخص ہوں۔ پھر فرمایا کہ اونٹوں اور ان کے بچوں کو الگ کر لو۔ اگر کوئی اونٹنی اپنے بچے کے

علاوہ کسی کی طرف مائل ہوتو میں بھی محمدؐ کو تمھارے سپرد کر دوں گا۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے:

والله لن یصلوا الیک بجمعهم
حتی ارسه فی التراب دفینا
فاصدع بامرک ما علیک غضاضة
وابشر و قر بذاک عیونا
وعرضت دینا لامحالة انه
من خیر ادیان البریة دینا الخ

ترجمہ: خدا کی قسم یہ لوگ اپنی پوری جمیعت کے ساتھ تم تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب تک کہ میں مٹی کے نیچے نہیں دفن ہو جاتا۔

آپ اپنا امر واضح کر کے بیان کیجئے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور آپ خوش رہیے اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچایئے۔

اور آپ نے ایسا دین پیش کیا ہے جو تمام لوگوں کے ادیان سے بہتر دین ہے۔

ابو طالب نے رسول اللہؐ کی مدد کے لیے آپ کی ولادت کے آٹھویں سال سے لے کر اعلانِ نبوت کے دسویں سال تک قیام کیا اور یہ بیالیس سال بنتے ہیں۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ مجھ سے واقدی نے بیان کیا حضرت علیؑ نے کہا جب ابو طالبؑ نے وفات پائی تو میں نے جناب رسول خداؐ کو جا کر اطلاع دی۔ آپ بہت شدت سے روئے پھر مجھ سے فرمایا کہ جاؤ انھیں غسل و کفن پہناؤ اور دفن کرو خدا ان پر اپنی مغفرت نازل فرمائے۔ عباسؓ نے کہا اے رسولؐ خدا کیا آپ ان کے لیے بخشش کی امید رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم میں یقیناً ان کی بخشش کی امید رکھتا ہوں اور رسول خداؐ ابو طالبؑ کے لیے کئی دن تک دعا و استغفار کرتے رہے اور گھر سے باہر نہیں نکلے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے سامنے سے ابو طالبؑ کا جنازہ گزرا تو

آپ نے فرمایا اے چچا آپ نے صلہ رحمی کی خدا آپ کو بہترین جزا دے۔

نیز ابن سعد نے ہشام بن عروہ سے نقل کیا ہے کہ قریش اس وقت تک رسول اللہؐ کو اذیت دینے سے رکے رہے جب تک ابو طالبؑ کی وفات نہیں ہوئی۔

سدی کہتا ہے کہ وقت وفات ابو طالبؑ کی عمر اسی سے چند سال اوپر تھی۔

حضرت علیؑ نے ان کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

ابـا طـالـب عـصـمة المستجير

وغيـث المـحـول و نـور الظلم

لـقـد هـد فـقـدک اهل الحفـاظ

فـصـلـى عليک ولـى الـنـعـم

ولـقـاک ربک رضـوانـه

فـقـد كـنـت للطهر من خير عم

ترجمہ: اے ابو طالب آپ پناہ ڈھونڈھنے والے کی پناہ قحط زدہ کے لیے ابر باراں تاریکیوں کے لیے روشنی تھے۔ آپ کے مفقود ہونے سے محافظین رسول کی کمر ٹوٹ گئی۔ آپ پر نعمتوں کا مالک رحمت کرے اور آپ کا رب اپنی رضا آپ کو دے کیونکہ آپ طاہر و مطہر رسول کے بہترین چچا تھے۔

(اس کے علاوہ امیر المومنین کے اور اشعار بھی ابو طالب کے مرثیہ میں موجود تھے لیکن اختصار کے پیش نظر ان کا ذکر نہیں کیا جاسکا)

والدۂ ماجدہ

آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ وہ اسلام لائیں مدینہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ میں ۴ھ میں وفات پائی ان کے جنازہ پر سرکار رسالتؐ حاضر ہوئے۔ نماز جنازہ پڑھی ان کے لیے دعائے خیر کی اپنی قمیص عنایت فرمائی۔ اور وہ قمیص بطور کفن انھیں پہنائی گئی۔

زہری کہتا ہے کہ رسول اکرمؐ فاطمہؓ کی زیارت کے لیے جایا کرتے اور ان کے گھر میں قیلولہ فرماتے۔ وہ نیک وصالحہ خاتون تھیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت **یا ایھا النبی اذا جاء ک المومنات یبا یعنک الخ** (اے نبی جب مومن عورتیں آپ کے پاس آ کر بیعت کریں) فاطمہؓ بنت اسد کی شان میں نازل ہوئی۔ ابن عباس کہتے ہیں یہ پہلی خاتون ہیں جنھوں نے مکہ سے پا برہنہ چل کر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور یہ پہلی مخدرہ ہیں جنھوں نے خدیجہ کے بعد محمد رسول اللہ کی مکہ میں بیعت کی۔

زہری کا بیان ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے رسولؐ اللہ کو یہ کہتے سنا کہ لوگ قیامت کے دن ننگے محشور ہوں گے تو فاطمہ نے کہا ہائے رسوائی! تو جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ میں خدا سے سوال کروں گا کہ آپ کو لباس کے ساتھ محشور کرے۔

زہری کہتا ہے کہ فاطمہ بنت اسدؓ نے ایک مرتبہ رسولؐ اللہ کو عذابِ قبر کے متعلق بیان کرتے سنا تو کہا کہ ہائے کمزوری۔ تو آپ نے فرمایا میں خدا سے سفارش کروں گا کہ وہ اس سے بھی آپ کو محفوظ رکھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ فاطمہ بنت اسد خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھیں جبکہ علیؑ ان کے شکم میں تھے۔ انھیں دردِ زہ شروع ہوا تو ان کے لیے دیوار کعبہ شق ہوئی پس وہ اندر داخل ہوئیں اور وہیں علیؑ پیدا ہوئے۔

تذکرۂ اولاد

آپ کی تمام اولاد ابو طالبؑ سے ہے وہ چھ افراد پر مشتمل ہے چار بیٹے اور دو بیٹیاں۔ بیٹے یہ ہیں طالبؑ۔ عقیلؓ۔ جعفرؓ اور علیؑ اور ہر ایک کے درمیان دس سال کا وقفہ ہے۔ ابو طالبؑ کی اولاد میں طالب سب سے بڑے ہیں اور انھیں سے آپ کی کنیت ابو طالب ہے۔ طالب اور عقیل کے درمیان دس سال، عقیل اور جعفر کے درمیان دس سال اور جعفر اور علیؑ کے درمیان دس سال کا وقفہ ہے پس علی اولاد ابو طالبؑ میں سب سے چھوٹے اور طالب سب سے بڑے ہیں۔

طالب کی کنیت ابو یزید تھی وہ انساب قریش کے عالم تھے۔ جنگ بدر کے دن مشرکین انھیں جبراً رسول اللہ سے جنگ کے لیے لائے تھے۔ جب جنگ بدر میں مشرکین کو شکست ہوئی تو طالب کا کوئی پتہ نہ چلا نہ وہ مقتولین میں ملے اور نہ قیدیوں میں۔ ان کے کوئی حالات معلوم نہ ہو سکے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

عقیل کو بھی جنگ بدر میں مشرکین جبراً لائے تھے وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گئے۔ کوئی مال ان کے پاس نہ تھا۔ ان کے چچا عباس نے ان کا فدیہ پیش کیا۔ پھر عقیل مکہ میں واپس چلے گئے تھے اور ۷ھ تک وہیں رہے۔ پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور جنگ موتہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہؐ نے خیبر کے خراج میں سے ہر سال کے لیے ایک سو چالیس وسق انھیں بطور اخراجات کے عطا کیے۔

واقدی کہتا ہے کہ عقیل ۵۰ھ تک زندہ رہے اور اسی سال وفات پائی ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔ ابن اسحٰق راوی ہے کہ رسول اللہؐ نے عقیل سے کہا اے ابو یزید! مجھے تم سے دو قسم کی محبت ہے۔ ایک تو قرابت کی وجہ سے اور دوسری اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ میرے چچا تم سے محبت کرتے تھے۔

عقیل کی اولاد میں سے ایک بیٹا یزید ہے کہ جس سے آپ کی کنیت ہے اور دوسرا سعید ہے۔ ان دونوں کی والدہ ام سعید بنت عمرو ہیں۔ جو بنی صعصعہ میں سے تھیں۔ اور دو بیٹے جعفر اکبر اور ابو سعید ہیں ان دونوں کی ماں ام البنین کلابیہ ہیں اور مسلم ہیں کہ جن کو حسینؑ نے کوفہ کی طرف بھیجا تھا اور ابن زیاد نے انھیں شہید کیا تھا اور عبداللہ عبدالرحمٰن، علی جعفر، حمزہ، محمد ہیں۔ رملہ، ام معانی، فاطمہ، ام القاسم، زینب، ام النعمان، جعفر اصغر یہ سب مختلف کنیزوں سے پیدا ہوئے۔

باقی رہی ابو طالب کی دو بیٹیاں تو ایک ام ہانی ہے ان کا نام جعدہ تھا اور بعض کے نزدیک فاختہ اور بعض نے ہند کہا اور یہ وہی ہیں کہ فتح مکہ کے دن جن کے گھر میں رسول اللہؐ نے آٹھ رکعت نماز عید قربان کی پڑھی تھی۔ بخاری اور مسلم نے صحیحین میں انھیں ام ہانی سے روایت کی ہے کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہؐ کی خدمت میں گئی۔

آپ غسل فرما رہے تھے اور جناب فاطمہؑ کی چادر سے پردہ کیے ہوئے تھے۔ میں نے آپ پر سلام کیا۔ آپؐ نے فرمایا کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں ام ہانی بنت ابو طالبؑ ہوں۔ فرمایا مرحبا! جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آٹھ رکعت نماز پڑھی اور آپ نے ایک ہی کپڑا لپیٹا ہوا تھا الخ۔

ام ہانی کے شوہر کا نام ابو وہب ہبیرہ بن عمرو بن عائد مخزومی تھا۔ ام ہانی نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور جب (ظاہری) خلافت حضرت علیؑ کی طرف منتقل ہوئی تو آپ نے جعدہ بن ہبیرہ کو ایک جگہ کا گورنر بنایا۔ ابوطالبؑ کی دوسری بیٹی کا نام جمانہ ہے اس کے ساتھ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے شادی کی' جمانہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہؐ کی زندگی ہی میں وفات پائی۔ اور جعفر بن ابی طالب کی سیرت بعد میں انشاءاللہ ذکر کریں گے۔

فضائل امیر المومنینؑ
(قرآنِ مجید کی روشنی میں)

آپ کے فضائل آفتاب و ماہتاب سے زیادہ مشہور اور بہت زیادہ ہیں۔ میں نے آپ کے صرف وہ فضائل بیان کیے ہیں جو ثابت اور مشہور ہیں۔ وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم کے فضائل تو کتاب خدا سے مستنبط ہیں اور دوسری قسم کے فضائل ان احادیث مشہورہ میں سے ہیں جن میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔

مجاہد نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس سے سوال کیا کہ علیؑ ابن ابی طالب کے فضائل اس قدر زیادہ ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ تین ہزار ہیں تو ابن عباس نے کہا کہ علیؑ کے فضائل تین ہزار کی بہ نسبت تیس ہزار سے زیادہ قریب ہیں۔ پھر ابن عباس نے کہا اگر درخت قلمیں بن جائیں اور دریا سیاہی ہو جائیں انسان اور جنات لکھنے اور حساب کرنے میں مشغول ہو جائیں تو بھی امیر المومنین حضرت علیؑ کے فضائل کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ خدا نے قرآن میں کوئی آیت فضیلت نازل نہیں فرمائی مگر یہ کہ علیؑ اس کے راس و رئیس ہیں۔

قرآن مجید کی وہ آیات جو آپ کی شان میں نص ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ ان میں سے سورۂ بقر میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔ **واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین** یعنی نماز کو قائم کرو زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ پہلا شخص جس نے رسول اللہؐ کے ساتھ رکوع

کیا وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ پس یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی۔

۲۔ اوران آیات میں سے نیز سورہ بقر میں خدا کا یہ ارشاد ہے: **الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سراً و علانیۃ** یعنی وہ لوگ جو اپنا مال رات اور دن میں چھپ کر اور علانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں۔

عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے ابن عباسؓ نے کہا کہ حضرت علیؑ کے پاس چار درہم تھے۔ ایک درہم آپ نے رات کے وقت ایک دن کو ایک پوشیدہ طریقے سے اور ایک علانیہ طور پر صدقہ دیا تو یہ آیت آپ کی شان میں نازل ہوئی۔

۳۔ ان آیات میں سے سورہ آل عمران میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے۔ **قل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم و نسائنا و نساء کم و انفسنا و انفسکم** الخ کہہ دے اے رسول آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں جیسا کہ مورخین نے ان سے روایت کی ہے کہ اہل نجران کا ایک وفد سرکار رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جن میں عبدالمسیح۔ عاقب اور پادریوں کی ایک جماعت تھی۔ وہ لوگ آپ سے کہنے لگے موسیٰ کا باپ کون تھا آپؐ نے فرمایا عمران۔ انھوں نے پوچھا آپ کا باپ فرمایا میرا باپ عبداللہ بن مطلب ہے۔ وہ کہنے لگے پھر حضرت عیسیٰؑ کا باپ کون ہے؟ آپ انتظار وحی کے لیے خاموش ہو گئے۔ تو خداوند عالم کا یہ ارشاد نازل ہوا **ان مثل عیسی عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب** الخ یعنی بیشک عیسیٰؑ کی مثال تو آدمؑ ایسی ہے کہ اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ وہ کہنے لگے ہمارے انبیاء کی طرف خدا نے جو وحی کی ہے اس میں تو یہ موجود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ جھوٹ بولتے ہو پس یہ آیت نازل ہوئی۔ **فمن حاجک من بعد ماجاء ک من العلم فقل تعالو اندع ابنائنا و ابناء کم** یعنی جو شخص

تیرے ساتھ کج بحثی کرے تیرے پاس علم آ جانے کے بعد تو اسے کہہ دے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ الخ وہ کہنے لگے آپ نے انصاف کیا ہم کب مباہلہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا انشاء اللہ کل ہوگا۔ وہ لوگ واپس چلے گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ اگر یہ اپنے اصحاب کی ایک جماعت لے کر آئے تو ان سے مباہلہ کر لیجئے کیونکہ (اس سے معلوم ہوگا) کہ یہ نبی نہیں ہے اور اگر اپنے اہلبیت لے کر نکلے تو پھر مباہلہ نہ کرنا کیونکہ یہ سچا نبیؑ ہے۔ اور اگر پھر اس سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤ گے۔

اور رسول اللہؐ اس شان سے نکلے کہ علیؑ آگے آگے تھے حسنؑ رسولؐ کی دائیں طرف حسینؑ بائیں طرف اور فاطمہؑ پیچھے پیچھے۔ پھر آپ نے ان سے کہا آؤ۔ جب انھوں نے یہ کیفیت دیکھی تو ڈر گئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے، ہمیں معاف کیجئے خدا آپ کو معاف رکھے تو نبی اکرمؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ لوگ مقابلے کے لیے نکلتے تو ساری وادی میں آگ لگ جاتی۔

ابواسحٰق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صبح کے وقت اس شان سے روانہ ہوئے کہ حسینؑ کو اٹھائے ہوئے تھے اور حسنؑ کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فاطمہؑ آپ کے عقب میں چل رہی تھیں اور حضرت علیؑ سب کے پیچھے تھے اور رسول اللہؐ نے فرمایا جب میں دعا مانگوں تو تم آمین کہنا۔ تو اسقف نجران کہنے لگا اے نصاریٰ بتحقیق میں ایسا چہرہ دیکھ رہا ہوں کہ اگر اللہ سے سوال کریں کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو ہٹا دے گا ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر مسلمانوں کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہے گا۔ تو وہ رسول اللہؐ سے دو ہزار حلوں پر مصالحت کر کے اپنے ملک کی طرف واپس چلے گئے۔

۴۔ ان آیات میں سے سورہ مائدہ میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے۔ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا وھم راکعون تک۔ یعنی بس تمہارے اولیٰ وحاکم

اللہ اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے نماز ادا کرتے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں سدی عتبہ ابن ابی حکیم غالب ابن عبداللہ سے ذکر کیا ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی۔ آپ کے قریب سے ایک سائل گزرا آپ مسجد میں حالت رکوع میں تھے تو آپ نے اسے اپنی انگوٹھی عطا فرمائی۔

اور ثعلبی نے یہ واقعہ سند کے ساتھ ابوذر غفاری سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے نماز ظہر مسجد میں ادا کی۔ رسولؐ اللہ بھی موجود تھے۔ ایک سائل کھڑا ہو گیا اس نے سوال کیا لیکن کسی نے اسے کچھ نہ دیا۔ علیؑ حالت رکوع میں تھے۔ آپ نے اپنی انگلی کا اشارہ کیا اس نے آپ کی اس انگلی سے انگوٹھی اتار لی۔ جناب رسالت مآبؐ یہ کیفیت دیکھ رہے تھے۔ آپؐ نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا اے میرے اللہ تحقیق میرے بھائی موسیٰؑ نے تجھ سے سوال کیا تھا اور کہا تھا کہ پالنے والے میرے سینے کو کھول دے اور میرے کام کو مجھ پر آسان کر دے۔ موسیٰ کے اس قول تک کہ ہارونؑ کو میرے امر میں میرا شریک قرار دے۔ پس اس پر قرآن نے گواہی دی کہ عنقریب ہم تیرے بازوؤں کو مضبوط کریں گے تیرے بھائی سے اور تم دونوں کے لیے سلطنت قرار دیں گے۔ پس تم دونوں تک وہ (تمھارے دشمن) نہیں پہنچ سکیں گے۔ خدایا میں (محمدؐ) تیرا منتخب نبی ہوں پس میرے لیے میرا شرح صدر کر دے۔ میرے امر کو مجھ پر آسان کر دے اور میرے اہل میں سے میرے بھائی کو میرا وزیر قرار دے اور اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے۔ ابوذر کہتے ہیں خدا کی قسم آپ کی دعا ابھی تمام نہیں ہوئی تھی کہ جبرئیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے نازل ہوئے اور کہنے لگے اے محمدؐ پڑھیے انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین امنوا وھم راکعون الخ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ نکلے اور علیؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ مسجد میں ایک سائل تھا جس کے پاس انگوٹھی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا کسی نے تجھے کچھ دیا اس نے کہا اس نمازی نے یہ انگوٹھی حالت رکوع میں مجھے دی پس رسول اللہؐ نے آواز تکبیر بلند کی اور جبرئیل یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے

نازل ہوئے۔

اس پر حسان بن ثابت نے یہ شعار کہے:

ابا حسن تعدیک روحی و سهتجی

وکل بطئ فی الهدیٰ و مسارع

فانت الذی اعطیت اذکنت راکعا

ندتک نفوس الخلق یاخیر راکع

بخاتمک ایمعون باخیر سید

ویاخیر شارثم یاخیر بائع

فانزل نیک اللّٰه خیر ولایته

ربتینها فی محکمات الشرائع

(اے ابوالحسن تجھ پر میری روح اور جان قربان ہو جائے اور راہ ہدایت میں ہر سستی اور جلدی کرنے والا فدا ہو جائے۔ یہی تو وہ ہے کہ تو نے عطا کی جب کہ تو رکوع میں تھا تجھ پر تمام مخلوق کی جانیں فدا ہوں۔ اے بہترین رکوع کرنے والے اپنی مبارک انگوٹھی دینے والے اور اے بہترین بیچنے اور خریدنے والے پس اللہ نے تیری شان میں بہترین ولایت نازل کی اور اسے آیات محکمات میں بیان کیا۔

نیز حسان نے یہ اشعار بھی کہے:

من ذابخاسمه تصدق راکعًا

واسرهانی نفسه اسراراً

من کان بات علی فراش محمد

ومحمد اسری یوم النهارا

من کان فی القران سمئی مومناً

فی تسع ایات تسلین غزاراً

(کون ہے وہ جس نے حالت رکوع میں انگوٹھی صدقہ کے طور پر دی اور یہ راز

اپنے دل میں رکھا۔ کون ہے وہ جو محمدؐ کے بستر پر سویا جبکہ محمدؐ رات کے وقت غار کی طرف جا رہے تھے۔ کون ہے جس کو قرآن کی نو آیات میں مومن کہا گیا ہے جو آیات کثرت سے پڑھی جاتی ہیں)

۵۔ ان آیات میں سے سورہ برأت میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے۔ **یا ایها الذین امنوا اتقوا اللّٰه و کونوا مع الصادقین** (یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔ علماء تاریخ کا بیان یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ علیؑ اور ان کے اہلبیتؑ کے ساتھ ہو جاؤ)

ابن عباس کہتے ہیں کہ علیؑ سیّد الصادقین ہیں۔

۶۔ ان آیات میں سے سورہ ھود میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے: **افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه** یعنی کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہے اور اس کے پیچھے ہے اس کا گواہ جو اسی میں سے ہے۔ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے ذکر کیا ہے کہ وہ علیؑ ہیں اور **یتلوه شاهد منه** کا معنی یہ ہے کہ وہ رسول اللہؐ سے تمام لوگوں کی نسبت زیادہ قریب ہیں۔

اور نیز ثعلبی نے اپنی اسناد سے زاذان کی روایت سے حضرت علیؑ کا ذکر کیا ہے زاذان کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور نفس انسانی کو پیدا کیا اگر میرے لیے مسند بچھا دی جائے تو میں اہل توراۃ کے درمیان ان کی توراۃ سے فیصلہ کروں، اہل انجیل کے درمیان ان کی انجیل سے، اہل زبور کے درمیان ان کی زبور سے اور اہل فرقان کے درمیان ان کے فرقان سے اور قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قریش میں سے کوئی شخص نہیں مگر میں جانتا ہوں اس کے لیے آیت قرآنی جو اسے لیے جنت کی طرف سے جاتی ہے یا جہنم کی طرف تو ایک شخص نے عرض کی اے امیر المومنین آپ کی شان میں کون سی آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا **افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه**۔ پس رسول اللہؐ **علی بینة** ہیں اور میں **شاهد منه** ہوں۔

۷۔ اوران میں سے سورہ مریم کے آخر میں خدا کا یہ ارشاد ہے ان الذین امنوا و عملوا الصالحت سیجعل لھم الرحمن ودًا یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل صالح کیے تو بیشک خدائے رحمٰن ان کے لیے مودت قرار دے گا۔ ابن عباسؓ نے نے کہا یہ مودت و محبت علیؑ کی ہے جو خدا نے مومنوں کے دل میں قرار دی ہے۔

ابو اسحٰق ثعلبی نے اسی چیز کو اپنی تفسیر میں سند کے ساتھ براء بن عازب سے روایت کیا ہے۔ براء کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے یہ کہا کہ دعا کرو خدایا میرے لیے اپنے پاس ایک عہد قرار دے اور مومنین کے سینے میں میری مودت قرار دے۔ تو خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔

۸۔ اوران میں سے سورہ احزاب میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر یعنی بعض ان میں سے وہ ہیں جو اپنے وعدہ کو پورا کر چکے اور بعض وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں۔

عکرمہ کہتا ہے جو انتظار کر رہے ہیں وہ امیر المومنینؑ ہیں آیت تطہیر کا تذکرہ انشاءاللہ بعد میں کیا جائے گا۔

۹۔ ان میں سے سورہ صٰفٰت میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے۔ وقفوھم انھم مسئولون یعنی اوران کو روک لو بیشک ان سے سوال کیا جائے گا۔ مجاہد کہتا ہے یعنی محبت علیؑ کا سوال کیا جائے گا۔

۱۰۔ ان میں سے سورہ جاثیہ میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے۔ ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلھم کالذین امنوا و عملوا الصلحت سواء یعنی کیا وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ جنھوں نے برے اعمال کیے ہیں ہم انھیں ان لوگوں کے برابر قرار دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت جنگ بدر کے دن حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی اور الذین اجترحوا السیات سے مراد عتبہ۔ شیبہ اور ولید بن مغیرہ

ہیں۔اور الذین امنوا و عملو الصالحات سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔

۱۱۔ سورہ واقعہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔و السابقون السابقون یعنی اور جنھوں نے سبقت کی اور سبقت کی۔سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے جس نے رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے وہ حضرت علیؑ ہیں اور انھیں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

۱۲۔ سورہ مجادلہ میں خداوند عالم کا ارشاد ہے۔یا ایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقد موا بین یدی نجوایکم صدقة" یعنی اے ایمان والو جب رسول سے سرگوشی کرنے لگو تو سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دو۔علماء تاویل نے کہا یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی۔آپ نے ایک دینار صدقہ دیا پھر رسولؐ سے سرگوشی کی۔ابواسحٰق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔وہ کہتے ہیں ابن عباس سے ہے کہ لوگ رسول اللہؐ سوال کرتے تھے اور بہت پریشان کرتے تھے۔تو خداوند عالم نے اس آیت کے ذریعے ان کی تادیب کی۔

ثعلبی نے مجاہد سے حکایت کی ہے کہ لوگوں کو سرگوشی کرنے سے منع کر دیا گیا جب تک کہ صدقہ نہ دے لیں۔تو سوائے علیؑ کے کسی نے سرگوشی نہ کی۔آپ نے ایک دینار پہلے صدقہ دیا اور پھر سرگوشی کی۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا قرآن مجید میں ایک ایسی آیت ہے کہ جس پر نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا ہے اور نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کرے گا۔پھر آپ نے یہی آیت تلاوت کی۔

ابن عمر کہا کرتے تھے کہ حضرت علیؑ کے لیے تین فضائل ہیں اگر ان میں سے مجھے ایک بھی میسر آجاتا تو مجھے سرخ بالوں والے اونٹوں سے زیادہ محبوب تھا۔فاطمہؑ کے ساتھ شادی۔۲۔جنگ خیبر کے دن علم کا عطیہ۔۳۔آیہ نجویٰ۔

۱۳۔ اور ان میں سے سورہ لم یکن (یعنی سورہ بینہ) میں خداوند عالم کا یہ ارشاد اولئک ھم خیر البریة یعنی وہ ہی بہترین مخلوق ہیں۔مجاہد کہتا ہے اس سے مراد حضرت

علیؑ ان کے اہل بیت اور ان کے محبّ ہیں اور قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں ہم نے مختصراً ہی پیش کی ہیں۔ بعض آیات کا تذکرہ مختلف ابواب میں بھی کریں گے کہ جس سے مقصد کتاب خارج نہ ہونے پائے۔ مثلاً سورہ سجدہ میں ارشاد ہے۔ **افمن کان مومنا کمن کان فاسقا الایستوون** یعنی کیا جو مومن ہے وہ مثل فاسق کے ہے (نہیں) یہ برابر نہیں ہو سکتے۔ **اما الذین امنوا و عملوا الصالحات فلھم جنات الماویٰ نزلا بما کانوا یعملون** یعنی بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے جنات ماوی ہیں۔ یہ عطیہ بہ سبب ان کے عمل کرنے کے ہے۔ باقی رہیں احادیث تو ہم ان روایات سے شروع کرتے ہیں جو صحاح اور کتب مشہورہ میں نقل ہوئی ہیں۔

فضائل امیر المومنینؑ
احادیث کی روشنی میں

۱۔ امام احمد نے مسند میں سعد بن وقاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ حضرت علیؑ کو جنگ تبوک کے موقع پر اپنے گھر والوں پر خلیفہ بنا کر چلے تو علیؑ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ مجھے بچوں اور عورتوں پر خلیفہ بنا چلے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا تم راضی نہیں کہ تمہاری قدر و منزلت مجھ سے وہ ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس حدیث کو مسلم و بخاری نے صحیحین میں درج کیا ہے اور اس پر دونوں کا اتفاق ہے۔

۲۔ مسلم نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے سعد سے کہا کہ تجھے ابوتراب پر سب و شتم کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ تو سعد نے کہا جب تک مجھے تین باتیں یاد رہیں گی جو میں نے رسول کو کہتے سنی تھیں میں ہرگز علیؑ پر سب نہیں کروں گا۔ اگر میرے لیے ان میں سے ایک بھی ہوتی تو وہ مجھے سرخ رنگ والے اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔ ان میں سے ایک تو سعد نے حدیث رایۃ بیان کی جسے ہم بعد میں انشاء اللہ بیان کریں گے اور دوسری بات یہ ہے کہ جب خداوند عالم کا یہ کلام نازل ہوا کہ **ندع ابنائنا و ابنائکم الخ** تو رسول اللہؐ نے علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ کو بلایا اور عرض کی خدایا یہ میرے اہلبیت ہیں اور تیسری بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا جب آپ ایک جنگ میں جاتے ہوئے علیؑ کو خلیفہ بنا کر گئے تو حضرت علیؑ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ مجھے آپ عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑے جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا

کیا تم راضی نہیں کہ تمہاری نسبت مجھ سے وہ ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۳۔ مسعودی نے کتاب مروج الذہب اور معاون الجواہر میں ذکر کیا ہے کہ سعد نے جب معاویہ سے یہ بات کہی تو معاویہ کہنے لگا تو میرے نزدیک اس وقت سے پہلے زیادہ قابل ملامت نہ تھا پس تو نے علیؑ کی پیروی کیوں نہ کی اور ان کی بیعت ترک کر کے کیوں بیٹھ گیا؟ پھر معاویہ نے کہا اگر میں نے رسول اللہؐ سے یہ باتیں سنی ہوتیں جو تو نے علی ابن ابی طالبؑ کی شان میں سنی ہیں تو مرتے دم تک ان کی چاکری کرتا۔

۴۔ امام احمد نے یہ حدیث کتاب فضائل میں جسے امیر المومنینؑ کے فضائل میں تصنیف کی ہے ذکر کی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابی بردہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نبی اکرمؐ کے ساتھ ثنیۃ الوداع تک نکلے اور وہ رو رہے تھے اور کہتے تھے کہ آپ مجھے اپنی معیت سے رہ جانے والوں کے ساتھ چھوڑے جا رہے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ کسی طرف جائیں اور میں آپؐ کے ساتھ نہ ہوں تو آپ نے فرمایا کیا تم راضی نہیں کہ تمھیں نبوت کے علاوہ وہی قدر و منزلت ہو جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی اور تم میرے خلیفہ ہو۔

۵۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ جب جنگ تبوک میں جانے لگے تو حضرت علیؑ کو اپنے اہلبیت اور ازواج پر خلیفہ بنا کے چلے کیونکہ مدینہ مردوں سے خالی ہو چکا تھا۔ اور منافقین نے یہ بات بنائی کہ رسول اللہؐ حضرت علیؑ کے ساتھ جانے کو پسند نہیں کرتے۔ جب یہ خبر حضرت علیؑ کو ملی تو آپ مقام ثنیہ پر رسول اللہؐ سے جا ملے اور علیؑ رو رہے تھے اس کے بعد حدیث منزلت کا ذکر ہے۔

۶۔ محمد بن شہاب زہری نے کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے گھر والوں پر اسی طرح خلیفہ بنایا جس طرح موسیٰؑ نے اپنے بھائی کو بنایا تھا۔ جب کہ حضرت موسیٰؑ میقات کی طرف گئے تھے۔ باقی رسول اکرمؐ کا یہ فرمان کہ لا نبی بعدی

میرے بعد کوئی نبی نہیں تو یہ اس لیے کہ تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ علماء تاریخ کا اتفاق ہے کہ تبوک کے علاوہ کوئی ایسا غزوہ نہیں جس میں حضرت علیؑ جناب رسالت مآبؐ کے ساتھ شریک نہ ہوئے ہوں۔ اور یہ بھی اتفاق ہے کہ تبوک میں جنگ ہی نہیں ہوئی جب اس کے متعلق عدی سے سوال کیا گیا تو وہ کہنے لگا جنگ شجاع اور بہادروں کو مفقود کر چکی تھی۔ کون جنگ کرتا۔ میں کہتا ہوں۔ (مؤلف)

۷۔ احمد بن حنبل نے کتاب فضائل میں حدیث مواخات نقل کی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) مجروح بن زید باہلی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مہاجرین و انصار میں مواخات (بھائی چارہ) قائم کی تو حضرت علیؑ رونے لگے رسول اللہؐ نے فرمایا تم کیوں روتے ہو؟ عرض کی کہ آپ نے میرا کسی کے ساتھ بھائی چارہ معین نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا تمھیں تو میں نے اپنی ذات کے لیے محفوظ رکھا ہے۔ پھر حضرت علیؑ سے فرمایا تمھیں مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ اس کے بعد فرمایا یا علیؑ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جسے بلایا جائے گا وہ میں ہوں گا پس میں عرش کی دائیں جانب عرش کے سایہ میں کھڑا ہو جاؤں گا اور مجھے جنت کے لباسوں میں سے سبز رنگ کا لباس پہنایا جائے گا پھر انبیاء کو یکے بعد دیگرے بلایا جائے گا پس وہ عرش کے دائیں بائیں قطار میں کھڑے ہو جائیں گے اور انھیں بھی جنت کے سبز لباس پہنائے جائیں گے اور میری امت قیامت کے دن سب سے پہلے حساب و کتاب کے لیے بلائی جائے گی۔ پھر تجھے میری قرابت اور میرے نزدیک جو تیری قدر و منزلت ہے اس کی وجہ سے سب سے پہلے پکارا جائے گا اور میرا علم تمھارے سپرد کیا جائے گا اور وہ لواء الحمد ہے۔ پس تم آدمؑ اور ان کے بعد کے انبیاء اور تمام مخلوق کے درمیان اس علم کو لے کر چلو گے اور یہ سب لوگ قیامت کے دن اس علم کے سائے میں ہوں گے۔ علم کا طول ہزار سال کی مسافت کے

برابر ہوگا۔ اس علم کا پھر یرا سرخ یاقوت اور اس کی لکڑی سبز موتی سے ہوگی اور اس کے تین نورانی پھریرے ہوں گے۔ ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا وسط دنیا میں ہوگا۔ ہر پھریرے پر ایک سطر لکھی ہوگی۔ ایک پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دوسرے پر الحمد للہ رب العالمین تیسرے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تم اس جھنڈے کو لے کر چلو گے حسنؑ تمھاری دائیں طرف اور حسینؑ تمھاری بائیں طرف ہوں گے۔ یہاں تک کہ تم میرے اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان عرش کے سایہ میں آ کے کھڑے ہو جاؤ گے۔ اور تمھیں جنت کے لباسوں میں سے سبز رنگ کا لباس پہنایا جائے گا۔ اور مجھے عرش کے نیچے سے منادی کی آواز آئے گی کہ بہترین باپ تمہارا باپ ابراہیمؑ ہے اور بہترین بھائی تمہارا بھائی علیؑ ہے۔ پس تمھیں بشارت ہو اے علیؑ کہ بیشک عنقریب تمھیں لباس پہنایا جائے گا۔ جب مجھے پہنایا جائے گا اور تمھیں بھی بلایا جائے گا جب مجھے بلایا جائے گا اور تجھے تحیہ و سلام کیا جائے گا اور تو میرے حوض کے پانی پلانے کی جگہ پر کھڑا ہوگا۔ اور اسے سیراب کرے گا جسے تو پہچانے گا۔ پس حضرت علیؑ کہا کرتے تھے کہ قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں رسول اللہؐ کے حوض سے کچھ جماعتوں کو دور کر دوں گا جو منافق ہوں گے جس طرح اجنبی اونٹوں کو حوض سے دور کیا جاتا ہے۔

۸۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں جابر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا یا علیؑ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ جنت کے دروازہ پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابی طالبؑ اخو رسول اللہ آسمان و زمین کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سے لکھا ہوا ہے۔

۹۔ امام احمد نے فضائل میں لکھا ہے (حذف اسناد سے) راوی کہتا ہے میں نے اسما بنت عمیس سے سنا وہ کہتی ہیں میں نے رسول اللہؐ سے سنا آپ فرما رہے تھے خدایا میں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰؑ نے کہی تھی اور میرے اہلبیت میں

سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر بنادے اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے میرے امر میں شریک قرار دے تا کہ ہم تیری زیادہ تسبیح کریں اور تجھے زیادہ یاد کریں۔الخ

۱۰۔ اور امام احمد نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) سعید بن مسیّب سے روایت ہے جب جناب رسالت مآبؐ نے اصحاب کے درمیان صیغہ مواخات و بھائی چارہ جاری کیا تو فرمایا علی ابن ابی طالبؑ کہاں ہیں پس حضرت علیؑ آئے تو فرمایا اے علیؑ تو میرا بھائی اور میں تیرا بھائی ہوں پس جب کوئی تیرے مقابلے میں آئے تو کہنا کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول اللہ کا بھائی ہوں تیرے علاوہ جو بھی یہ دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔

۱۱۔ اور امام احمد نے کتاب فضائل میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد سے) عبداللہ بن روفی کہتا ہے۔ میں رسول اللہ کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا فلاں اور فلاں کہاں ہیں؟ آپ صحابہ کی طرف دیکھتے اور ہر ایک سے پوچھتے اور اسے بلا بھیجتے یہاں تک کہ سب آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ پس آپؐ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور صحابہ کے درمیان مواخات جاری کی۔ یوں حضرت علیؑ نے عرض کی کہ میں نہ سمجھ سکا کہ آپ نے صحابہ کے ساتھ کیا جو کچھ کیا پس رسول اللہؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے تجھے اپنے ہی لیے موخر کیا ہے اور تجھ سے مجھے وہی نسبت ہے جو موسیٰؑ کو ہارون سے تھی اور تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے حضرت علیؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ میں آپ کا کس چیز میں وارث ہوں آپؐ نے فرمایا جس چیز کے وارث مجھ سے پہلے انبیاء ہوئے۔ تو عرض کیا کس چیز کے وارث ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا خدا کی کتاب اور احادیث انبیاء اور جنت میں تم میرے قصر میں میری بیٹی فاطمہؑ زہرا اور میرے بیٹے حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ ہو گے اور تم میرے رفیق ہو گے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اخوانا علی سرر متقابلین یعنی بھائی ایک دوسرے کے

مد مقابل تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

۱۲۔ (حذف اسناد کے ساتھ) عبداللہ بن عمر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ پس حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ آئے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور کہا اے رسول اللہؐ خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا لیکن میرے ساتھ کسی کو بھائی نہیں بنایا۔ تو رسول اللہؐ نے ان سے کہا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ بعض کہتے ہیں گزشتہ حدیث احمد نے کتاب فضائل میں زید بن ابی رونی سے نقل کی ہے۔

حدیث رایۃ (علم)

۱۳۔ امام احمد نے مسند میں اور مسلم و بخاری نے صحیحین میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث سہل بن سعد سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے جنگ خیبر کے دن فرمایا۔ البتہ ضرور علم دوں گا یا یہ علم کل دوں گا اس مرد کو جو اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ خدا اس کے ہاتھ پر فتح دے گا پس لوگوں نے پشت پر لیٹ کر رات گزار دی (یہ سوچ کر) کس کو علم دیا جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو سب رسولؐ کی خدمت میں گئے۔ ہر ایک یہ آرزو رکھتا تھا کہ علم اسے ملے تو آپ نے فرمایا کہ علی ابن ابی طالبؑ کہاں ہیں عرض کیا گیا کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں یا یہ کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں آپ نے فرمایا کسی کو بھیجو جو انھیں لے آئے۔ جب علیؑ آئے تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور دعا کی پس وہ صحیح و سالم ہو گئے گویا انھیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ تو آپ نے انھیں علم عنایت فرمایا۔ حضرت علیؑ نے عرض کی اے اللہ کے رسول کس طریقہ سے ان سے جنگ کروں؟ آپ نے

فرمایا جیسے جنگ میں جایا کرتے ہو اسی طرح جاؤ اور ان کے میدان میں داخل ہو جاؤ پھر انھیں اسلام کی طرف دعوت دو اور انھیں بتاؤ کہ اسلام کی رو سے کون سے اللہ کے حقوق ان پر واجب ہیں۔ پس قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تیرے ہدایت کرنے سے ایک آدمی ہدایت حاصل کر لے یا فرمایا خدا تیرے ہدایت کرنے سے اگر کسی کو ہدایت دے تو وہ تیرے لیے سرخ بالوں والے اونٹوں سے بہتر ہے اور مسلم میں ہے کہ عمر بن خطاب اس دن کہتے تھے کہ مجھے امارت کا شوق کبھی دامنگیر نہیں ہوا سوائے اس دن کے میں اونچا اونچا ہوتا تھا اس امید پر کہ مجھے بلایا جائے۔ پس رسول اللہؐ نے علیؑ کو بلایا اور وہ علم انھیں دیا اور فرمایا جاؤ یہاں تک کہ خدا تمھیں فتح دے اور پیچھے کی طرف مڑ کر نہ دیکھنا۔ پس علیؑ تھوڑی دور چلے پھر رک گئے اور پیچھے کی طرف ملتفت ہوئے بغیر کہنے لگے اے اللہ کے رسول کب تک ان سے جہاد کروں۔ فرمایا جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ اور ان محمد رسول اللہ کی گواہی نہ دیں۔ اور جب یہ گواہی دے دیں تو انھوں نے اپنے خون اور اموال تجھ سے محفوظ کر لیے مگر کسی حق کی وجہ سے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

۱۴۔ امام احمد نے یہ حدیث کتاب فضائل میں ذکر کی ہے اور مزید لکھا ہے کہ پس رسول اللہ نے علم کو اٹھایا اور اسے حرکت دی پھر فرمایا کون اس کو اٹھائے گا جو حق ہے اس کے اٹھانے کا۔ پس فلاں شخص نے کہا میں، فرمایا دور رہو۔ پھر دوسرا آیا اور کہنے لگا میں، فرمایا دور رہو۔ آپ نے کئی مرتبہ اس گروہ سے ایسا کیا پھر فرمایا قسم ہے اس کی جس نے محمدؐ کے چہرے کو مکرم بنایا البتہ میں یہ علم اسے دوں گا جو بھاگے گا نہیں۔ پس علیؑ علم لے کر گئے اور خدا نے ان کے ہاتھ پر فتح دی۔

علیؑ کہتے ہیں کہ اس روز سے میری آنکھیں کبھی نہیں دکھیں، نہ کبھی سردی کی تکلیف محسوس ہوئی اور نہ گرمی کی شدت جب سے کہ رسول اللہؐ نے میرے لیے دعا فرمائی۔ آپ گرمیوں کا لباس سردیوں میں اور سردیوں کا گرمیوں میں پہنا کرتے

تھے۔

۱۵۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) بن بریدہ سے روایت ہے کہ ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا۔ پس ابوبکر نے علم کو اٹھایا لیکن فتح نہ ہو سکی۔ دوسرے دن عمر نے اٹھایا وہ پلٹ آئے اور فتح نصیب نہ ہوئی۔ لوگ بہت سختی اور شدت محسوس کر رہے تھے تو رسول اکرمؐ نے فرمایا کل میں علم ایسے مرد کو دوں گا جس کو اللہ اور اس کا رسولؐ دوست رکھتے ہیں وہ فتح کیے بغیر نہیں لوٹے گا۔ یا فرمایا اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا پس ہم نے خوشی سے رات گزاری کہ کل فتح ہو گی۔ پس جب حضورؐ نے صبح کی نماز پڑھائی تو کھڑے ہو گئے۔ علم منگوایا لوگ صفوں میں بیٹھے تھے۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کو بلایا۔ پھر صاحب کتاب نے گزشتہ واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ امام احمد کہتے ہیں پس علیؑ کے مقابلے میں خیبر سے مرحب نکلا اور یہ رجز پڑھ رہا تھا:

قد علمت خیبر انی مرحب

شاکی السلاح بطل مجرب

اذا اللیوث اقبلت تلھب

اطعن احیانا وحینا اضرب

ترجمہ: اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں مکمل ہتھیاروں والا تجربہ کار بہادر ہوں۔ جب شیر شعلہ جوالہ بن کر آگے بڑھتے ہیں تو میں کبھی نیزہ اور کبھی تلوار سے مارتا ہوں۔ پس علیؑ نے اس کے جواب میں کہا:

انا الذی سمتنی امی حیدرة

کلیث غابات کریه المنظرة

بمهل الذراعین شدید القصورة

اجرب بالسیف وجوه الکفرة

ضرب غلام ماجد مزورة

اکیلکم بالسیف کید السندرة

ترجمہ: میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ میں بیشوں میں رہنے والا شیر ہوں۔ میری طرف میدان جنگ میں کوئی دیکھ نہیں سکتا' مضبوط بازوؤں والا ہوں۔ سخت قسم کا شیر ہوں۔ کفار کے چہروں پر تلوار مارتا ہوں۔ وہ وار ایک بزرگ قسم کے نوجوان کا ہوتا ہے۔ اور تلوار سے وسیع پیمانہ پر تم سے جنگ کروں گا۔

پھر آپ نے مرحب کے سر پر تلوار سے وار کیا اور اس کے سر کو چیر ڈالا۔ علیؑ کہتے ہیں کہ میں مرحب کا سر لے کر رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور میرے لیے دعا فرمائی۔

نیز امام احمد نے کتاب فضائل میں ذکر کیا ہے کہ لوگوں نے اس دن آسمان سے تکبیر کی آواز سنی اور کہنے والے کو یہ کہتے سنا:

لاسیف الا ذوالفقار ولافتی الا علی

ترجمہ: ذوالفقار کے علاوہ کوئی حقیقی تلوار نہیں اور علیؑ کے علاوہ کوئی جوان نہیں۔

حسان بن ثابت نے سرکارؐ سے شعر کہنے کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی تو اس نے یہ اشعار کہے:

جبریل نادی فعلنا والنقع لیس بمنجلی

والمسلمون قد احدقوا حول النبی المرسل

لاسیف الا ذوالفقار ولافتی الا علی

ترجمہ: جبرئیل نے علی الاعلان ندا کی در آنحالیکہ ابھی غبار جنگ نہیں پھٹا تھا۔ مسلمان نبی مرسل کے ارد گرد حلقہ ڈالے ہوئے تھے۔ ذوالفقار کے علاوہ تلوار نہیں اور علیؑ کے سوا کوئی جوان نہیں۔

۱۶۔ جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اکیلے خیبر کا دروازہ اٹھایا اور اسے ایک طرف پھینک دیا۔ پھر لوگوں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی تو چالیس آدمی بمشکل اٹھا سکے۔

۱۷۔ ابوجعفر محمد بن جریر طبری صاحب تاریخ نے اپنی تاریخ میں ابو رافع غلام سرکار

رسالت مآبؐ سے ذکر کیا ہے۔ ابو رافع کہتا ہے کہ جب ہم خیبر کے قلعہ کے قریب اترے تو وہاں کئی قلعے تھے۔ حضرت علیؑ آگے بڑھے اور جنگ شروع کی۔ علیؑ کے مقابلے میں ایک شخص نکلا جس کی تلوار کے وار سے حضرت علیؑ کے ہاتھ سے ڈھال گر پڑی تو آپ نے قلعہ کا دروازہ اٹھالیا اور اسے ڈھال بنالیا وہ آپؑ کے ہاتھ میں رہا اور آپ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ خداوند عالم نے آپ کے ہاتھ پر فتح دی۔ پھر انھوں نے اس دروازہ کو پھینک دیا تو سات آدمیوں نے کہ جن کا آٹھواں میں تھا کوشش کی کہ اس دروازہ کو الٹ دیں لیکن ہم سے نہ الٹا جاسکا۔

بعض نے کہا ہے کہ اس قلعہ کا نام قموص تھا اور اس قلعہ میں سے صفیہ کو لے کر حضرت علیؑ لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

بت شکنی

۱۷۔ امام احمد کہتے ہیں (حدیث اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ میں اور رسول اللہؐ چلے یہاں تک کہ کعبہ کے قریب پہنچے۔ رسول اللہؐ مجھ سے کہنے لگے بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ میرے شانے پر سوار ہوئے میں نے اٹھنا چاہا لیکن نہ اٹھ سکا۔ آپ نے بھی میری کمزوری کا احساس کیا آپ اتر آئے اور میرے لیے بیٹھ گئے' پھر فرمایا کہ میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ پھر میں آپ کے دونوں کندھوں پر سوار ہوا۔ آپ میرے سمیت کھڑے ہو گئے اور مجھے ایسا گمان ہوتا تھا اگر چاہوں کہ آسمان کو چھولوں تو چھوسکوں گا۔ میں کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا' وہاں پیتل اور تانبے کی بنی ہوئی ایک مورت تھی' میں اسے دائیں بائیں آگے اور پیچھے کی طرف سے ہلانے لگا۔ جب مجھے اس پر اچھی طرح قبضہ حاصل ہو گیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اسے پھینک دو تو میں نے اسے اس طرح پھینکا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا جس طرح شیشہ چکنا چور ہو جاتا ہے۔

۱۸۔ سعید بن میسّب کہتا ہے اسی لیے تو علیؑ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے آسمانوں کے راستے پوچھو بیشک میں آسمانوں کے راستوں کو زمین کے راستوں سے بہتر جانتا ہوں اور اگر پردے ہٹا دیے جائیں تو میرے یقین میں زیادتی نہ ہو۔ ابن میسّب کہتا ہے کہ اصحاب پیغمبر میں علیؑ کے علاوہ یہ بات کوئی نہیں کہتا تھا۔

حُبِ علیؑ

۱۹۔ امام احمد مسند میں کہتے ہیں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے خدا کی قسم مجھ سے یہ عہد کیا تھا کہ تجھ سے نہیں محبت کرے گا مگر مومن اور تجھ سے نہیں بغض رکھے گا مگر یہ حدیث مسلم نے منفرداً نقل کی ہے اور ترمذی نے ام سلمہ سے نقل کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا کہ علیؑ سے محبت نہیں رکھے گا مگر مومن اور علیؑ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

۲۰۔ نیز ترمذی نے یہ کہا ہے کہ ابو دردا کہا کرتے تھے کہ ہم جماعت انصار میں منافقین کو نہیں پہچانتے تھے مگر علی ابن ابی طالبؑ کے بغض سے۔

۲۱۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں مطلب بن عبداللہ بن حنظلہ سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا میں تمھیں امت کے ذوالقرنین اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے علی ابن ابی طالبؑ کی محبت کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اس سے صرف مومن محبت اور منافق ہی بغض رکھے گا اور ایک روایت میں ہے جو اس سے محبت کرے گا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جو مجھ سے محبت کرے گا خداوند عالم اسے جنت میں اور جو مجھ سے بغض رکھے گا اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

من کنت مولا

۲۲۔ امام احمد نے مسند میں کہا ہے۔ زاذان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے

مقام رحبہ میں علی ابن ابی طالب کو یہ کہتے ہوئے سنا اور وہ لوگوں کو قسم دے کر فرماتے تھے کہ میں اس شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے رسول اللہ کو غدیر خم کے دن کہتے ہوئے سنا ہو کہ **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ پس صحابہ میں سے تیرہ افراد کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی کہ بیشک ہم نے رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا اور ترمذی نے بھی یہ حدیث کتاب سنن میں نقل کی اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس میں مزید یہ بھی ہے (کہ رسول اللہؐ نے فرمایا) خدایا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو علیؑ سے دشمنی رکھے اور پھیر دے حق کو علیؑ کے ساتھ۔ جدھر بھی علیؑ پھرے اور نیز امام احمد نے کتاب فضائل میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ ابن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا جس کا میں مولا اور ولی ہوں علیؑ اس کے ولی ہیں۔

۲۳۔ ایک روایت میں ہے کہ جب علیؑ نے مقام رحبہ میں لوگوں کو قسم دے کر سوال کیا تو بہت لوگ کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ تیس آدمی کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی۔

۲۴۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ریاح بن حرارث سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک گروہ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا السلام علیک یا مولانا یعنی آپ پر سلام ہو اے ہمارے آقا اور اس وقت آپ مقام رحبہ میں تھے۔ تو آپ نے فرمایا میں تمہارا کس طرح مولا ہوں حالانکہ تم لوگ تو عرب ہو وہ کہنے لگے ہم نے رسول اللہؐ کو غدیر خم میں کہتے ہوئے سنا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ ریاح کہتا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ لوگ گروہ انصار ہیں کہ جن میں ابوایوب انصاری جیسے صحابی رسول بھی ہیں۔

۲۵۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ ہم میں سے نمیر بن عبدالملک بن عطیہ عوفی نے بیان کیا وہ کہتا ہے میں زید بن ارقم کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ میرا ایک داماد ہے اس نے آپ سے حضرت علیؑ کی شان میں غدیر خم کے دن کی ایک حدیث بیان کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ کی زبانی خود سن لوں تو وہ کہنے لگے اے اہل عراق تم میں ہے جو کچھ ہے میں نے کہا میری طرف سے آپ فکر نہ کیجئے تو زید بن ارقم کہنے لگے ہاں ہم مقام جحفہ میں تھے کہ ظہر کے وقت رسول اکرم تشریف لائے اور انھوں نے علیؑ ابن ابی طالب کا بازو تھاما ہوا تھا' فرمانے لگے اے لوگو کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں مومنین پر ان کے نفوس سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں تو سب نے کہا بیشک ایسا ہی ہے تو فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں اور یہ بات آپ نے چار مرتبہ دہرائی۔

۲۶۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ ہمیں عفان نے حماد بن سلمہ' علی بن زید نے عدی بن ثابت سے اس نے براء بن عازب سے حدیث بیان کی کہ ہم جب رسول اللہؐ کے ساتھ خم غدیر پر اترے تو ہم میں منادی کی گئی کہ نماز جماعت کے لیے جمع ہو جاؤ اور رسول اللہؐ کے لیے درختوں کے درمیان جگہ صاف کر دی گئی۔ آپ نے نماز ظہر پڑھائی اور حضرت علیؑ کا بازو پکڑ کر فرمایا خدایا جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے۔ براء کہتے ہیں اس کے بعد عمر بن خطاب حضرت علیؑ سے ملے تو کہنے لگے اے ابو طالب کے بیٹے تم میرے اور ہر مومن کے اور ہر مومنہ کے مولا ہو گئے۔

۲۷۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے یہ بھی فرمایا خدایا مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے اور چھوڑ دے اسے جو علیؑ کا ساتھ چھوڑ دے اور دوست رکھ اس کو جو علیؑ سے محبت کرے اور بغض رکھ اس سے جو علیؑ سے بغض رکھے۔ ان تمام روایات کو امام احمد نے اپنی کتاب فضائل میں کچھ زیادتی کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اس حدیث پر گفتگو

علماء سیر و تواریخ کا اتفاق ہے کہ واقعہ غدیر خم حجۃ الوداع سے رسول اکرمؐ کے لوٹنے کے بعد اٹھارویں ذی الحجہ کو ہوا۔ آپ نے صحابہ کرام کو جمع کیا کہ جن کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی اور فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں اس بات پر نص صریح فرمائی نہ کہ کنایہ واشارۃ سے کام لیا۔

اور ابو اسحٰق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اپنی مسند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے جب یہ اعلان فرمایا تو یہ خبر تمام اطراف میں پھیل گئی اور بلاد وامصار میں مشہور ہوگئی اور حارث بن نعمان فہری تک پہنچ گئی۔ تو وہ اپنے ناقہ پر سوار ہوکر حضورؐ کی خدمت میں مدینہ آیا اس نے ناقہ کو مسجد کے دروازہ پر بٹھایا اور اس کے پاؤں باندھنے کے بعد مسجد کے اندر داخل ہوا اور رسول اکرمؐ کے سامنے گھٹنے ٹیک کے بیٹھ گیا اور کہنے لگا اے محمدؐ! آپ نے ہمیں حکم دیا کہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے رسول ہیں۔ ہم نے یہ بات قبول کرلی۔ آپ نے ہمیں رات دن میں پانچ نمازیں پڑھنے کا اور رمضان کے روزے رکھنے بیت اللہ کے حج کرنے اور اپنے مالوں کی زکوۃ دینے کا حکم دیا۔ ہم نے یہ بھی آپ سے قبول کیا پھر بھی آپ اس پر راضی نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ نے اپنے چچا کے بیٹے کے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور اس کو تمام لوگوں پر فضیلت دے دی اور کہا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے یہ بات آپ کی اپنی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟ تو رسول اللہؐ نے فرمایا۔ آپ کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ قسم ہے اس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں بیشک یہ بات اللہ کی طرف سے ہے نہ کہ میری طرف سے۔ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا تو حارثؓ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا خدایا جو بات محمدؐ کہتا ہے اگر سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر بھیج۔ یا دردناک عذاب نازل کر۔ راوی کہتا ہے خدا کی قسم وہ (خبیث) اپنے ناقہ تک بھی نہ پہنچا تھا کہ خدا نے آسمان کی طرف سے ایک ایسا پتھر پھینکا جو اس کی کھوپڑی پر پڑا اور نیچے سے نکل گیا۔ اور وہ مر گیا۔ اور خداوند

عالم نے یہ آیت نازل کی **سئال سائل بعذاب واقع للکافرین لیس له دافع** یعنی ایک سوال کرنے والے نے کافرین پر واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا کہ جسے کوئی روکنے والا نہیں۔ باقی رہا آپ کا ارشاد **من کنت مولاہ** تو علماء عربی نے مولا کے متعلق کہا ہے کہ یہ کئی معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے ا۔ مالک۔ ۲۔ آزاد کرنے والا آقا۔ ۳۔ آزاد ہونے والا غلام۔ ۴۔ مددگار۔ ۵۔ چچا کا بیٹا۔ ۶۔ حلیف ہم قسم۔ ۷۔ ضامن جریرہ۔ ۸۔ پڑوسی۔ ۹۔ وہ سردار جس کی اشاعت کی جائے (مطلق حاکم)۔ ۱۔ اولیٰ بالتصرف۔ مؤلف کہتے ہیں کہ گزشتہ معانی میں سے کوئی معنی بھی مناسبت نہیں رکھتا سوائے آخری معنی کے اور وہ اولیٰ بالتصرف والا ہے تو حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ میں جس پر اس کی ذات سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں پس علیؑ بھی رکھتے ہیں اور اسی معنی کی حافظ ابو الفرح یحییٰ بن سعید ثقفی اصفہانی نے اپنی کتاب مرج البحرین میں تصریح کی ہے۔ اس نے یہ حدیث اپنے اسناد سے اپنے اساتذہ سے روایت کی ہے اور اس میں کہا ہے کہ پس رسول اللہ نے علیؑ کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا جس کا میں ولی ہوں اور اس پر سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں پس علیؑ اس کا ولی ہے پس معلوم ہوا کہ تمام احادیث کے الفاظ کی بازگشت اسی دسویں معنی کی طرف ہے۔

اور نیز اسی پر دلالت کرتا ہے حضورؐ کا ارشاد کہ کیا میں مومنین کے نفوس پر ان سے اولیٰ نہیں ہوں اور یہ نص صریح ہے علیؑ کی امامت کے اثبات اور آپ کی اطاعت قبول کرنے کے لیے اور اسی طرح آپ کا یہ ارشاد کہ حق کو علیؑ کے ساتھ پھیر جدھر وہ پھرے یا جیسے وہ پھرے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ جو اختلافات حضرت علیؑ اور دیگر صحابہ کے درمیان جاری ہوئے ان سب میں حق علیؑ کے ساتھ تھا اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ باغیوں کے احکام جنگ جمل اور صفین سے ہی علماء نے استنباط کیے ہیں۔

اور شعراء نے غدیر خم کے دن کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں پس حسان بن ثابت کہتے ہیں:

ینادیهم یوم الغدیر بینهم

نجم والسمع بالرسول منادیا

وقال فمن مولاکم و ولیکم

فقالوا ولم یبدوهناک التعامیا

الهک مولانا وانت ولینا

ومالک منافی الولایة عاصیا

فقال له قسم یا علی نانی

رضیتک من بعدی اماما وهادیا

فمن کنت مولاه فهذا ولیه

فکونوا له انصار صدق موالیا

هناک دعا اللهم وال ولیه

وکن للذی عادا علیا معادیا

ترجمہ: غدیر کے دن مقام خم غدیر پر مسلمانوں کے نبی انھیں پکار رہے تھے اور میں رسولؐ کی پکار کو سن رہا تھا۔

تو آپ نے فرمایا پس تمہارا ولی اور مولا کون ہے تو انھوں نے اقرار کیا اور وہاں کسی نے جہالت کا اظہار نہ کیا۔

تیرا اللہ ہمارا مولا ہے اور تو ہمارا ولی ہے اور اس ولایت میں ہم میں سے کوئی بھی آپ کی نافرمانی کرنے والا نہیں۔

پس رسول نے علیؑ سے کہا کھڑے ہو جاؤ اے علیؑ پس بیشک میں اپنے بعد تمھیں امام اور ہادی انتخاب کرتا ہوں۔

پس جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ ولی ہے پس اس کے سچے مددگار اور موالی بن جاؤ۔ وہاں آپ نے دعا کی خدایا دوست رکھ اس کو جو اس کا دوست ہو اور دشمن ہو جا اس کا جو علیؑ کے ساتھ دشمنی کرے۔

روایت ہے کہ جب رسول اللہؐ نے حسان کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا اے حسان اس وقت تک روح القدس کے ذریعے موئدر ہو گے جب تک ہماری مدد کرتے رہو گے یا اپنی زبان سے ہمارے دشمنوں کو دفع کرتے رہو گے۔

قیس بن عبادہ انصاری نے کہا اور اسنے جنگ صفین میں علیؑ کے سامنے یہ اشعار پڑھے:

قلت: لمابغی العدو علینا	حسبنا ربنا و نعم الوکیل
وعلی امامنا و امام	لسواناجه اتی التنزیل
یوم قال النبی من کنت مولاه	فهذا مولاه خطب جلیل
وان ماقاله النبی علی الامة	حتم مافیه قال وقیل

ترجمہ: میں نے کہا جبکہ دشمن نے ہمارے خلاف بغاوت کی کہ ہمارا پالنے والا ہمیں کافی اور بہترین وکیل ہے۔

علیؑ ہمارے اور ہمارے علاوہ سب کے امام ہیں اس بارے میں قرآن نازل ہوا ہے۔ اس دن جبکہ نبی کریمؐ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں پس یہ اس کا مولا ہے اور یہ بہت عظیم واقعہ تھا۔

اور جو بات نبی نے کہہ دی وہ امت پر حتمی اور لازمی ہے اس میں قیل وقال کی کوئی گنجائش نہیں۔

حدیث شب ہجرت

۲۸۔ امام احمد بن حنبل نے کتاب فضائل میں عمرو بن میمون سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس ایک گروہ آیا جو علیؑ کی عیب جوئی کرنے لگا تو ابن عباس نے ان کی تردید کی اور کہنے لگے جب رسول اللہؐ نے ہجرت کی تو علیؑ ان کی چادر اوڑھ کر ان کے بستر پر سو گئے اور مشرکین رسول اللہؐ کی اذیت کے درپے تھے پس ابوبکر آئے جب کہ علیؑ سوئے ہوئے تھے

تو انھوں نے سمجھا کہ رسول اللہؐ ہیں تو وہ کہنے لگے اے اللہ کے نبی یا تو علیؑ نے ان سے کہا کہ رسول اللہؐ صیمون کے کنویں کی طرف تشریف لے گئے ہیں تم بھی ان سے جا ملو۔ پس ابو بکرؓ ادھر تشریف لے گئے اور رسول اللہؐ سے جا ملے اور کفار رات بھر علیؑ کو پتھر مارتے رہے اور وہ پہلو بدلتے تھے اور صبح تک اپنے سر کو چادر سے لپیٹے رہے۔

۲۹۔ ابو اسحٰق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں جب رسول اللہؐ نے ارادہ کیا کہ مدینہ کی طرف ہجرت کریں تو علیؑ ابن ابی طالب کی مکہ میں اپنے قرضوں کی ادائیگی اور لوگوں کی جو امانتیں آپ کے پاس تھیں ان کی واپسی کے لیے خلیفہ بنا کر چلے اور انھیں حکم دیا کہ آج کی رات میرے بستر پر سو جاؤ اور ان سے کہا کہ سبز رنگ کی حضرمی چادر اوڑھ کر سو جاؤ تم تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکے گا اور نہ تمھیں کسی قسم کی تکلیف پہنچا سکے گا۔ حالانکہ لوگوں نے گھر کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں پس خداوند عالم نے جبرئیل و میکائیل کی طرف وحی نازل کی کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور ایک کی عمر دوسرے سے طویل قرار دی ہے۔ پس تم میں سے کون ہے جو اپنی زندگی دوسرے پر نثار کرے۔ دونوں نے اپنی ہی زندگی پسند کی۔ پس خداوند عالم نے ان کی طرف وحی کی کہ کیا تم علی ابن ابی طالب جیسے نہیں بنتے کہ میں نے اس کے اور محمدؐ کے درمیان اخوت و بھائی چارہ قائم کیا ہے۔ پس علیؑ محمدؐ کے بستر پر اپنی جان قربان کر کے سو گیا اور اپنی زندگی اس پر نثار کر دی۔ پس تم دونوں زمین پر جاؤ اور دشمن سے اس کی حفاظت کرو۔ پس دونوں نازل ہوئے جبرئیل سرہانے اور میکائیل پائینتی۔ اور باقی ملائکہ پکارنے لگے۔ کیا کہنے تمھارے اور کون آپ کا مثل ہو سکتا ہے۔ اے ابو طالبؑ کے فرزند آپ کے ذریعہ تو خداوند عالم آپ پر فخر و مباہات کر رہا ہے۔ پھر رسول اللہؐ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے علیؑ کی شان میں یہ آیت نازل کی ومن الناس من یشری نفسه ابتغا

مرضات اللّٰہ واللّٰہ رؤف بالعباد یعنی اور لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو اپنے نفس کو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے فروخت کر دیتے ہیں اور خدا بندوں پر مہربان ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے اللہ کی رضا کی چاہت میں اپنا نفس بیچا وہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔

اور ابن عباس کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے مجھے وہ اشعار سنائے جو آپ نے ہجرت کی رات کہے تھے۔

وقیت بنفس خیر من وطی الحصا

ومن طاف البیت العتیق وبالحجر

رسول الالٰہ خاف ان یمکروا بہ

فنجاہ ذوالطول العلی من المکر

وبات رسول اللّٰہ فی الغار امنا

موقا وفی حفظ الالٰہ وستر

وبت اراعیھم وما یثبترننی

وقد وطنت نفسی علی القتل والاسر

ترجمہ: میں نے اپنے نفس کے ساتھ بچایا اس شخص کو جو زمین پر چلنے والوں اور خانہ کعبہ کا طواف کرنے والوں میں سے بہتر تھا۔ وہ اللہ کا رسول تھا جسے یہ ڈر تھا کہ کہیں وہ اس سے مکروفریب کریں پس اسے بلند بخشنے والے خدا نے مکر سے نجات دی۔ رسول اللہؐ نے غار میں امن اور محفوظ رہ کر رات گزاری۔ وہ اللہ کی حفظ وامان میں تھے۔ اور میں نے کفار کو دیکھ کر رات گزاری جبکہ انھیں میرے ہونے کا علم نہ تھا اور میں اپنے نفس کو قتل اور قید کے لیے تیار کر چکا تھا۔

حدیث قربانی

۳۰۔ امام احمد نے مسند میں نیز کتاب فضائل میں بھی اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے

روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہؐ نے حکم دیا تھا کہ ہمیشہ آپ کی طرف سے قربانی دیا کروں۔ پس آپ رسول اکرمؐ کی طرف سے دو موٹے تازے مینڈھوں کی قربانی دیا کرتے تھے یہاں تک کہ شہید ہوئے۔

محمد بن شہاب زہری کہتا ہے کہ آپ نے علیؑ کو اس کام کے لیے اس لیے مخصوص کیا بجائے اور اقارب اور رشتہ داروں کے کیونکہ حضرت علیؑ رسولؐ کے زیادہ مقرب تھے گویا کہ یہ کام خود رسالت مآب انجام دے رہے تھے۔

۳۱۔ رسولؐ اللہ کا علیؑ کے حق میں سلامتی کی دعا کرنا اور یہ کہ علیؑ خدا کی مغفرت میں ہیں۔ ترمذی نے ام شراحیل سے اس نے ام عطیہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک لشکر کسی طرف بھیجا جس میں علیؑ بھی تھے تو ام عطیہ کہتی ہے کہ میں نے ہاتھ اٹھا کر آپ کو یہ کہتے سنا کہ خدایا مجھے اس وقت تک موت نہ آئے جب تک میں علیؑ کو نہ دیکھ لوں۔ امام احمد نے بھی اسی مفہوم کی روایت زید بن ارقم سے کتاب فضائل میں نقل کی ہے۔

۳۲۔ امام احمد کتاب فضائل میں جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ مسجد میں موجود تھے کہ آپ نے فرمایا کہ تم پر اہل جنت میں سے ایک مرد وارد ہوگا۔ پس علیؑ داخل ہوئے۔ جابر کہتے ہیں کہ ہم نے علیؑ کو بعد میں مبارکباد پیش کی۔

حدیث علیٌ منی

۳۳۔ ترمذی کہتا ہے (حذفِ اسناد سے) عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک لشکر بھیجا جس کا سپہ سالار حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو بنایا پس آپ اس دستہ فوج کے ساتھ گئے تو قیدیوں میں سے ایک کنیز اپنی خدمت کے لیے رکھ لی۔ ان میں سے چار اشخاص نے آپ کے خلاف معاہدہ کیا۔ جب یہ لوگ رسول اللہؐ کی خدمت میں حضرت علیؑ کو پیچھے چھوڑ کر حاضر ہوئے تو ایک شخص کھڑا ہوا اور

کہنے لگا اے رسول خدا کیا آپ نہیں دیکھتے کہ علیؑ نے ایسا ایسا کیا۔ آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا تو اس نے بھی وہی بات کہی آپ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔ تیسرا اور چوتھا بھی کھڑا ہوا۔ انھوں نے بھی وہی کہا تو آپ نے ان سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے درانحالیکہ آثارِ غضب آپ کے چہرہ سے نمایاں تھے اور فرمایا علیؑ سے تم کیا چاہتے ہو؟ یہ بات تین مرتبہ کہی علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے پیغام کو علیؑ ہی پہنچائے گا۔ ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن وغریب ہے۔ اور امام احمدؒ نے فضائل میں اسی مفہوم کی روایت نقل کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ میرے قرض کو صرف علیؑ ہی پورا کرے گا۔

"میرے پیغام کو علیؑ ہی پہنچائے گا"

۳۴۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ ۹ھ میں ابوبکر کو امیر حج بنا کر بھیجا اور ان سے فرمایا کہ مشرکین ایام حج میں حاضر ہوتے ہیں اور خانہ کعبہ کے گرد برہنہ ہو کر طواف کرتے ہیں جب تک یہ رسم ختم نہ ہو جائے میں حج کرنا نہیں چاہتا۔ آپ نے اسے سورہ برات کی ابتدائی چالیس آیتیں دیں تاکہ وہ حج کرنے والوں کے سامنے انھیں تلاوت کریں جب ابوبکر روانہ ہو گئے تو حضرت علیؑ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ سورہ برأت کی یہ ابتدائی آیتیں لے کر جاؤ اور جب لوگ موسم حج میں جمع ہوں تو بلند آواز سے انھیں پڑھ کر سناؤ اور اپنا ناقہ عضباء بھی انھیں عنایت فرمایا۔ حضرت علیؑ مقام جحفہ میں ابوبکرؓ سے جا ملے اور ان سے وہ آیات لے لیں۔ ابوبکرؓ پلٹ کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا میرے بارے میں یا میری شان میں کوئی چیز نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں لیکن میری طرف سے تبلیغ سوائے میرے یا اس شخص کے جو مجھ سے ہے کوئی نہیں کرسکتا۔

۳۵۔ امام احمد نے فضائل میں لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے ابوبکرؓ سے فرمایا۔ تحقیق جبرئیل میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ علیؑ کو بھیجو۔ جب قربانی کا دن ہوا تو علیؑ لوگوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے سورہ برأت کی آیات پڑھیں جیسا کہ رسول اللہؐ نے انھیں حکم دیا تھا۔

۳۶۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں اپنی اسناد سے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علیؑ نے سورہ برأت کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی جو راستے میں آپ نے ابوبکرؓ سے لی تھیں تو آپ نے بلند آواز سے کہا یاد رکھو جنت میں مسلمان کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد کے قریب نہیں آئے گا اور کوئی شخص بھی کعبہ کا برہنہ طواف نہ کر پائے گا اور جس کا رسول اللہؐ کے ساتھ معاہدہ تھا اس کی اجل مدت معیّنہ ہے تو کسی کافر نے کہا کہ ہم تیرے اور تیرے چچا زاد بھائی کے معاہدہ سے بری ہیں تو علیؑ نے کہا کہ اگر رسول اللہؐ نے مجھے یہ حکم نہ دیا ہوتا کہ جب تک ان کے پاس نہ پلٹ جاؤں ان سے کوئی نئی بات نہ کروں۔ تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا۔

۳۷۔ بعض نے کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے ''حضرت علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں'' کا ارشاد جنگ احد کے دن فرمایا تھا۔

۳۸۔ امام احمد کتاب فضائل میں نقل کرتے ہیں کہ جب مشرکین کے علمدار نے احد کے دن رسولؐ اللہ پر حملہ کرنا چاہا تو علیؑ نے اپنی جان کی قربانی دیتے ہوئے اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ جبرئیل نازل ہوئے اور کہنے لگے اے محمدؐ! اسے مواسات کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں پس جبرئیل نے کہا میں تم دونوں سے ہوں۔

۳۹۔ محمد بن اسحٰق نے کتاب مغازی میں ذکر کیا ہے کہ زہری کہتا ہے کہ جبرئیل نے یہ کلمہ کہ بیشک اسے ہی مواسات کہتے ہیں اس لیے کہا تھا کیونکہ لوگ جنگ احد کے دن رسول اللہؐ کو چھوڑ بھاگ گئے تھے اور مدینہ میں جا گھسے تھے یہاں تک عثمان

بن عفان بھی کیونکہ وہ تو سب سے پہلے بھاگے تھے اور مدینہ میں چلے گئے تھے انھیں کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ ان الذین قولو ایوم التقی الجمعان الخ یعنی وہ لوگ جو پشت پھیر کر چلے گئے دونوں گروہوں کی ٹڈ بھیڑ کے دن اور ایک روایت ہے کہ یہ ارشاد آپ نے حجتہ الوداع میں فرمایا۔

۴۰۔ اسی لیے امام احمد نے فضائل میں کہا ہے کہ سلومی سے روایت ہے وہ حجتہ الوداع میں حاضر تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو اس دن کہتے ہوئے سنا کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور میرا قرض اس کے علاوہ کوئی ادا نہیں کرے گا اور بعض کہتے ہیں یہ ارشاد اس دن فرمایا جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی۔

حدیث طیر

۴۱۔ اس حدیث کو امام احمد نے کتاب فضائل میں اور ترمذی نے سنن میں ذکر کیا ہے امام احمد نے تو اس کی اسناد سفیان کی طرف دی ہے جو کہ رسول اللہؐ کا خادم تھا اور اس کا نام مہران تھا۔ وہ کہتا ہے کہ انصار کی ایک خاتون نے رسول اکرمؐ کی خدمت میں ایک پرندہ جو دو روٹیوں کے درمیان رکھا ہوا تھا ہدیۃً پیش کیا۔ میں اسے آپ کی خدمت میں لے گیا اور ایک روایت میں ہے کہ دو بھنے پرند دو روٹیوں کے ساتھ تھے۔ پس رسول اکرمؐ نے عرض کیا خدایا تیری مخلوق میں جو تجھے سب سے محبوب ہو اسے میرے پاس بھیج دے۔ اچانک دروازہ کھلا حضرت علیؑ داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ تناول کیا۔

۴۲۔ ترمذی بھی کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ کے پاس ایک پرندہ تھا تو آپ نے کہا خدایا اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص کو لے آ جو میرے ساتھ یہ پرندہ تناول کرے۔ پس حضرت علیؑ آئے اور انھوں نے آپ کے ساتھ کھایا۔ حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری کہتے ہیں کہ حدیث

طیر صحیح ہے۔ بخاری اور مسلم پر لازم تھا کہ وہ اس حدیث کو اپنی اپنی صحیح میں نقل کرتے کیونکہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

حدیث خاصفِ نعل

۴۳۔ امام احمد نے اس حدیث کو فضائل میں اور ترمذی نے سنن میں درج کیا ہے۔ احمد نے (حذف اسناد سے) انس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا بنو ولیعہ کو اپنی حرکتوں سے باز آ جانا چاہیے ورنہ میں ان کی طرف ضرور ایسے شخص کو بھیجوں گا جو میرے نفس کی مثل ہے اور جو ان میں میرے حکم کو جاری کرے گا۔ ان کے مردوں کو قتل اور بچوں کو قید کرے گا۔ ابوذر کہتے ہیں مجھے تو پیچھے سے عمر کی ہتھیلی کی ٹھنڈک نے گھبراہٹ میں ڈال دیا۔ پس عمر نے کہا تمہاری رائے میں حضورؐ کی مراد کون ہے۔ میں نے کہا آپ کی مراد حضور نہیں ہیں بلکہ آپ کی مرادؐ خاصف نعل (جو جوتی کی اصلاح میں مشغول ہے) علی ابن ابی طالبؑ ہے۔

۴۴۔ روایت میں ہے حضرت عمرؓ کہتے ہیں خدا کی قسم مجھے امارت کی خواہش کبھی نہ ہوئی مگر اس دن میں اپنے سینے کو اس امید پر تان کر آگے ہوتا تھا کہ شاید یہ کہہ دیں کہ وہ شخص یہ ہے (یعنی عمر) پس آپ حضرت علیؑ کی طرف ملتفت ہوئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے یہ ہے وہ یہ ہے وہ دو مرتبہ فرمایا۔

۴۵۔ ترمذی نے (حذف سند کے ساتھ) ربعی بن حراش سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ نے مقام رحبہ میں ہم سے بیان کیا کہ جب صلح حدیبیہ کا دن آیا تو ہمارے پاس سہیل بن عمرو رؤساء قریش کے ایک گروہ کے ساتھ آیا اور کہنے لگا اے محمدؐ تمھاری طرف ہمارے بیٹوں بھائیوں اور غلاموں میں سے کچھ لوگ جنھیں دین کی سمجھ نہیں ہمارے مال و جائیداد کو چھوڑ کر بھاگ آئے ہیں انھیں ہماری طرف واپس پلٹا دیں تو آپ نے فرمایا اگر انھیں دین کی سمجھ بوجھ نہیں تو ہم

انھیں سمجھا دیں گے پھر فرمایا اے گروہ قریش تم اپنے افعال بد سے رک جاؤ ورنہ خداوند عالم تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجے گا جو مخالفت دین کی وجہ سے تمہاری گردنیں تلوار سے اڑا دے گا۔ پس انھوں نے کہا وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ وہی ہے جس کے دل کا خدا نے ایمان کے ساتھ امتحان کرلیا ہے اور وہ خاصف النعل ہے۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں اس وقت رسول اللہؐ کے جوتے کو پیوند لگا رہا تھا۔

حدیث سدّ ابواب

۴۶۔ اس حدیث کو امام احمد نے کتاب الفضائل میں اور ترمذی نے سنن میں ذکر کیا ہے امام احمد نے (حذف سند) زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت کے دروازے مسجد کی طرف کھلے ہوئے تھے تو رسول اللہؐ نے فرمایا علی ابن ابی طالب کے دروازہ کے علاوہ سب دروازے سے بند کردو پس لوگوں نے اس بارے میں چہ میگوئیاں کیں تو سرکار رسالت کھڑے ہو گئے اور حمد و ثناء الٰہی کے بعد فرمایا نہ کسی چیز کو میں نے بند کیا ہے اور نہ کھولا ہے بلکہ مجھے تو ایک شے کا حکم ہوا ہے جس کی میں نے اتباع کی ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے خداوند عالم نے ایک چیز کا حکم دیا ہے پس میں نے اس حکم کا اتباع کیا ہے۔

۴۷۔ ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے سب دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا سوائے علیؑ کے دروازہ کے۔

۴۸۔ ترمذی نے (حذف سند سے) ابی سعید حذری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اے علیؑ میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ مسجد میں حالت جنب میں داخل ہو۔

حدیث سرگوشی اور وصیت

۴۹۔ ترمذی نے (حذف اسناد کے ساتھ) جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے جنگ طائف کے دن حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو بلایا۔ اور ان سے طویل سرگوشی کی پس لوگوں نے کہا ان کی سرگوشی اپنے چچازاد بھائی سے طویل ہوگئی ہے یہ بات حضرت تک پہنچی تو آپ نے فرمایا میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے کی ہے۔

۵۰۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں (حذف سند سے) ام سلمہ سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں وہ بات جو میں قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں یہ ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ زیادہ قریب العہد تھے باقی لوگوں کی نسبت رسول اللہؐ سے۔ آپ مرض الموت میں بیمار ہوئے تو آپ نے حضرت علیؑ کو بلایا اور کافی وقت تک ان سے سرگوشی کی اور بہت سی راز کی باتیں کیں پھر اسی دن آپ کی وفات ہوگئی لہٰذا وہ رسول اللہؐ سے تمام لوگوں کی نسبت قریب العہد تھے۔

احمد نے کتاب الفضائل میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) انس سے روایت ہے وہ کہتا ہے ہم نے سلمان فارسی سے کہا کہ تم حضورؐ سے ان کے وصی کے متعلق سوال کرو پس سلمان نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ موسیٰ بن عمران کا کون وصی تھا سلمان نے کہا کہ یوشع بن نون تو آپ نے فرمایا کہ میرا وصی میرا وارث اور میرے وعدہ کا پورا کرنے والا علی ابن ابی طالبؑ ہے۔

حدیث اذیت

۵۱۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حذف سند سے) عمرو بن شاس سے روایت ہے میں حضرت علیؑ کے ساتھ قبیلہ نمیر کی طرف گیا تو علیؑ نے مجھ پر سختی کی جب میں واپس مدینہ پہنچا تو میں نے مسجد میں بیٹھ کر ان کی شکایت کی، یہ بات رسول اللہؐ تک پہنچی۔ میں ایک دن مسجد میں گیا جبکہ رسول اکرمؐ صحابہ کی ایک

جماعت کے ساتھ وہاں رونق افروز تھے پس آپ میری طرف تیز نگاہ سے دیکھنے لگے۔ پھر فرمایا خدا کی قسم تو نے مجھے اذیت دی۔ میں نے عرض کی کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ آپ کو تکلیف دوں تو آپ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ جو علیؑ کو اذیت دے اس نے مجھے اذیت دی۔

اور سعید بن مسیب نے عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص سے سنا کہ وہ علی کی بدگوئی کر رہا تھا تو عمر نے کہا تجھ پر ہلاکت وارد ہو جانتا ہے کہ اس قبر میں کون ہے؟ رسول اللہؐ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ وہ شخص خاموش ہو گیا۔ عمر نے کہا اس میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ جب تو نے علیؑ کو اذیت دی تو بیشک ان کو اذیت دی۔

قضایائے امیرالمومنینؑ

۵۲۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں (حذفِ اسناد سے) حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ مجھے رسول اللہؐ نے بنی نمیر کی طرف بھیجا جب کہ میں نوجوان تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے آپ ایک قوم کی طرف بھیج رہے ہیں تا کہ میں ان کے درمیان قضایات و فیصلے کروں۔ حالانکہ میں جوان ہوں اور قضا سے بہرہ ور نہیں تو آپ نے فرمایا مجھ سے قریب ہو جاؤ۔ میں آپ سے قریب ہوا تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور عرض کی خدایا اس کے دل کو ہدایت پر برقرار اور اس کی زبان کو ثبات عنایت فرما۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں اس کے بعد دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مجھے کبھی شک عارض نہیں ہوا۔

حدیث ناقہ

۵۳۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں (حذفِ اسناد سے) انس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ قیامت کے دن جنت کے ناقوں میں سے ایک ناقہ لایا جائے گا پس تم اس پر سوار ہو گے اور میں بھی تمھارے ساتھ

اپنی سواری پر سوار ہوں گا یہاں تک کہ ہم اکٹھے جنت میں داخل ہوں گے۔

حدیث باغ

۵۴۔ امام احمد نے الفضائل میں کہا ہے (حذف سند کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ مدینہ کے ایک کوچہ میں چل رہا تھا۔ پس ہم ایک باغ سے گزرے تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ یہ کس قدر خوبصورت باغ ہے آپ نے فرمایا جنت میں تمھارے لیے ایسا ہی باغ ہے۔ یہاں تک کہ ہم سات باغوں سے گزرے۔

حدیث سلام ملائکہ

۵۵۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں لکھا ہے (حذف اسناد سے) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب جنگ بدر کی رات آئی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص ہمارے لیے پانی لیے آتا ہے۔ سب لوگ رک گئے۔ علیؑ کہتے ہیں میں کھڑا ہو گیا اور مشک کندھے پر اٹھائی اور اس کنویں کے پاس گیا۔ جو کافی گہرا اور تاریک تھا۔ میں اس میں اتر گیا۔ خداوند عالم نے جبرئیل' اسرافیل اور میکائیل سے وحی کی کہ محمدؐ کی نصرت اور ان کی معیت میں جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جب اس کنویں کے سامنے پہنچے تو رک گئے اور سب نے میرے اکرام' بزرگی اور عظمت کو لحاظ رکھتے ہوئے سلام کیا۔ یہ روایت غزوات کے نامہ نگاروں نے تحریر کی ہے۔

حدیث خلقت امیر المومنینؑ

۵۶۔ امام احمد نے الفضائل میں کہا ہے (حذف اسناد سے) سلمان فارسی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں اور علی ابن ابی طالبؑ خلقت آدم سے چار ہزار سال پہلے خداوند عالم کی بارگاہ میں نور تھے۔ جب آدم بنائے گئے تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ایک جز میں ہوں اور ایک علیؑ ہے اور دوسری

روایت میں ہے کہ میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے اور ہم آدم کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے عرش کی دائیں طرف تھے۔ پس ہم اصلابِ رجال سے عبدالمطلب تک منتقل ہوتے رہے۔

حدیث شاخِ سُرخ

۵۷۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں کہا ہے (حذف اسناد سے) زید بن ارقم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص اس شاخ سرخ (سرخ لکڑی) سے تمسک چاہتا ہے جو خداوند عالم نے اپنے ید قدرت سے جنت عدن میں بوئی ہے تو اسے علی ابن ابی طالب کی محبت سے منسلک ہونا چاہیے۔

حدیث مدینۃ العلم

۵۸۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں (حذف اسناد سے) حضرت علیؑ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے اور ایک روایت میں ہے میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں فقہ کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے پس جو شخص علم چاہتا ہے اسے دروازہ سے آنا چاہیے۔

حدیث سیادت

۵۹۔ امام احمد نے باب الفضائل میں کہا ہے (حذف سند سے) ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھے علی ابن ابی طالبؑ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ ان سے جا کر کہو کہ تم دنیا میں سیّد ہو اور آخرت میں بھی سیّد ہو جو تم سے محبت کرے اس نے مجھ سے محبت کی اور جو تم سے بغض رکھے اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

حدیث: علیؑ اہل جنت سے ہیں

میرے نانا ابوالفرج نے خبر دی (حذف اسناد کے ساتھ) کہ اے علیؑ تم جنت میں ہو یہ بات تین دفعہ فرمائی۔

حدیث قتل عمالقہ

۶۱۔ ابن عظریف نے کہا ہے (حذفِ اسناد سے) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے اس خطبہ میں فرمایا جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر دیا کہ میں ایک لشکر کے ساتھ عمالقہ سے جہاد کروں گا۔ جبریل نے کہا یا علی ابن ابی طالبؑ آپ نے فرمایا یا علی ابن ابی طالبؑ۔

حدیث: ردّ شمس

۶۲۔ ہمیں ابوالقاسم عبدالمحسن نے خبر دی (حذف اسناد سے) اسماء بنت عمیس سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ کا سر مبارک حضرت علیؑ کی گود میں تھا اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی پس حضرت علیؑ نے عصر کی نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو رسول اللہؐ نے عرض کی خدایا علیؑ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ پس اس کے لیے سورج پلٹا دے اسماء کہتی ہیں پس اللہ تعالیٰ نے سورج واپس لوٹا دیا۔

اس سلسلے میں ایک عجیب حکایت ہے مجھ سے عراق کے اساتذہ کی ایک جماعت نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ ہم نے ابو منصور مظفر بن اردشیر عبادی واعظ کو دیکھا وہ مدرسہ تاجیہ میں (جو بغداد کے محلہ ابرز کے دروازہ پر ہے) بیٹھا ہوا تھا اور یہ نماز عصر کے بعد کا واقعہ ہے اور وہ حضرت علیؑ کے لیے ردشمس کی حدیث کو بہترین عبادات اور عمدہ الفاظ کے ساتھ بیان کر رہا تھا پھر اس نے اہلبیتؑ کے فضائل ذکر کیے تو اچانک ایک بادل اٹھا اور اس نے سورج کو ڈھانپ لیا۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ سورج غروب ہو گیا۔ پس ابو منصور

منبر پر کھڑا ہو گیا اور سورج کی طرف منہ کر کے یہ اشعار پڑھنے لگا۔

لا تغربی باشمس حتی ینتھی

مدحی لآل المصطفیٰ وسنجله

واثنی عنانک ان اردث ثنائھم

انیت ان کان الوقوف لاجله

ان کان للمولیٰ وقوفک فلیکن

ھذالوقوف لخیله ولرجله

ترجمہ: اے سورج جب تک مصطفیٰ کی آل اور ان کی فرزند کی مدح ختم نہ ہو جائے غروب نہ کرنا اور اپنی مہار کو روک لے اگر ان کی تعریف سننا چاہتا ہے کیا تو بھول گیا ہے اپنے ٹھہرنے کو ان کے لیے اگر مولیٰ کے لیے تو ٹھہر گیا ہے تو اس کے نوکروں کے لیے بھی ٹھہرا رہ۔

وہ لوگ کہتے ہیں آفتاب کے سامنے سے بادل چھٹ گیا اور آفتاب طلوع کر آیا۔

حدیث: شیعیان امیر المومنینؑ

۶۳۔ ابن عطریف کہتا ہے (حذف اسناد سے) ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ سرکار رسالت نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا یہ اور اس کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہیں۔

انھیں احادیث پر اکتفا کیا گیا ہے تاکہ کتاب اختصار سے خارج نہ ہو۔

تذکرہ اولاد اطہار

علماء سیر و تواریخ کا اتفاق ہے کہ آپ کی ۳۳ اولادیں ہیں۔ چودہ فرزند اور انیس بیٹیاں۔ ۱۔ حسنؑ ۲۔ حسینؑ ۳۔ زینب کبریٰؑ ۴۔ ام کلثوم کبریٰؑ۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں۔ عام متاخرین کا یہی نظریہ ہے۔ زبیر بن بکار نے ذکر کیا ہے

کہ جناب فاطمہ بنت رسولؐ سے ایک اور فرزند بھی پیدا ہوا جن کا نام محسن تھا جو بچپن ہی میں شہید ہو گئے۔

جناب فاطمہؑ آپ کی پہلی زوجہ ہیں۔ ان کی وفات تک آپ نے کسی اور خاتون سے شادی نہیں کی۔

(آپ کے فرزند) ۵۔ محمد اکبر ہیں اور وہی ابن حنفیہ ہیں ان کی ماں خولہ بنت جعفر ہیں جو بنی حنفیہ کے قیدیوں میں سے تھیں بعض کا خیال ہے کہ وہ کنیز تھیں ہم محمد کے حالات کسی اگلے باب میں بیان کریں گے۔ اسی طرح حسنؑ و حسینؑ کے حالات بھی۔ اور آپ کے فرزند ۶۔ عبداللہ ان کو مختصار ابن ابی عبید نے قتل کیا تھا۔ ان کی ماں لیلیٰ بنت مسعود ہیں جو بنی تمیم میں سے تھیں۔ ۷۔ ابوبکر ہیں جو امام حسینؑ کی معیت میں شہید ہوئے۔ ان کی ماں بھی لیلیٰ بنت مسعود ہیں۔ ۸۔ عباس اکبر۔ ۹۔ عثمان۔ ۱۰۔ جعفر اور ۱۱۔ عبداللہ ہیں جو امام حسینؑ کی معیت میں شہید ہوئے' ان کی والدہ ام البنین بنت حزام اور بعض کے نزدیک بنت خلہ ہیں۔ ان سے آپ کی شادی جناب فاطمہؑ کے بعد ہوئی ۱۲۔ محمد اصغر ہیں یہ بھی امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے ان کی ماں کنیز ہیں اور ۱۳۔ یحییٰ اور ۱۴۔ عون ہیں' ان دونوں کی والدہ اسماء بنت عمیس ہیں۔ جعفر بن ابی طالب نے اسماء سے شادی کی تھی۔ وہ شہید ہوئے تو اسماء نے ابوبکر سے شادی کر لی۔ ان کے انتقال کے بعد علیؑ نے ام البنین سے شادی کے بعد اسماء سے نکاح کیا پس اسماء سے اولاد پیدا ہوئی۔ ۱۵۔ عمر اکبر اور ۱۶۔ رقیہ ان دونوں کی ماں صہبا تھی جو کہ تو عمر تھی اس سے اسماء کے بعد آپ نے شادی کی۔ صہبا کو ام حبیب بنت ربیعہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ بنی وائل سے تھیں جب خالد بن ولید نے بنی غالب پر غارت گری کی عین التمر کے پاس تو یہ صہبا اس کے ہاتھ آئی تھیں۔ اس عمر اکبر کا ذکر بعد میں کریں گے۔ یہ عمر راوی حدیث اور فاضل تھے اور انھوں نے اسماء بنت عقیل بن ابی طالب سے شادی کی اور پچاسی سال تک زندہ رہے۔

۱۷۔ محمد اوسط ہے۔ ان کی ماں امامہ بنت عاص بن ربیع تھی اور ان کی ماں

زینب بنت رسول اللہ (ربیبہ رسول) تھیں۔ ان سے صہبا کے بعد شادی کی۔

۱۸۔ ام حسن۔ ۱۹۔ ام حسین اور ۲۰۔ رملہ تھیں۔ ان کی ماں ام سعید بنت عروہ ہیں۔ ان سے شادی اخیر میں ہوئی۔ ۲۱۔ ام ہانی۔ ۲۲ میمونہ۔ ۲۳۔ زینب صغریٰ۔ ۲۴۔ رملہ صغریٰ۔ ۲۵۔ ام کلثوم صغریٰ۔ ۲۶۔ فاطمہ۔ ۲۷۔ امامہ۔ ۲۸۔ خدیجہ۔ ۲۹۔ ام الکرام۔ ۳۰۔ ام جعفر۔ ۳۱۔ جمانہ۔ ۳۲۔ نفیسہ ان سب کی مائیں مختلف کنیزیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک اور (۳۳) بیٹی تھی جو صغر سنی میں ہی فوت ہوگئی۔ اس کا نام کسی نے نہیں لکھا۔ ان میں سے نسل صرف پانچ سے چلی۔ وہ حسنؑ و حسینؑ محمد بن حنفیہ عمر اور عباس ہیں۔ بعض کہتے ہیں محمد اصغر سے بھی نسل چلی۔ ان کا تذکرہ بھی کیا جائے گا۔

زبیر بن بکار کہتا ہے کہ عباس بن علی کی اولاد میں سے عبید اللہ بن علی بن ابراہیم بن عبید اللہ بن عباس بن علی ہیں۔ علماء سیر کہتے ہیں کہ عبید اللہ بغداد میں گئے اور وہاں احادیث بیان کرتے رہے۔ مصر میں بھی رہے، عالم اور سخی تھے۔ ان کے پاس کتابیں تھیں جنھیں جعفریہ کہا جاتا ہے۔ ان میں فقہ اہلبیت تھی۔ انھوں نے ۳۱۲ھ میں مصر میں وفات پائی۔ ابوبکر خطیب نے تاریخ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ جناب عباسؑ بن علی کی اولاد میں سے عباس بن حسن بن عبید اللہ بن عباسؑ بن علی تھے۔ ہارون رشید کے زمانہ میں بغداد تشریف لائے اس کے ساتھ رہے پھر مامون کے ساتھ وقت گزرا۔ عالم اور شاعر فصیح تھے۔ اولاد علی کا خیال ہے کہ ابوطالبؑ کی اولاد میں سب سے عظیم شاعر تھے۔ ایک دن مامون کے دربار میں گئے۔ بہترین کلام کیا تو مامون کہنے لگا خدا کی قسم تم جب بات کرتے ہو تو بہترین گفتگو کرتے ہو۔ جب مجلس میں موجود ہوتے ہو تو مجلس کو باغ و بہار کرتے ہو اور جب غائب ہوتے ہو تو تم سے کوئی خدشہ نہیں ہوتا۔ ایک دن مامون کے دروازہ پر آئے تو دربار نے سر نیچا کر لیا۔ تو عباس کہنے لگے اگر ہمیں مامون اجازت دے تو ہم اندر داخل ہوں گے اگر عذر کرے تو اس کا عذر قبول کریں گے اور اگر ہمیں پلٹا دے تو ہم پلٹ جائیں گے لیکن یہ اعراض کرنا تیر نظر کے بعد اسے میں نہیں جانتا اور یہ شعر پڑھنے لگے:

ماعن رضی کان الحمار مطینی
ولکن من یمشی سیرضی بمارکب

ترجمہ: میری گدھے کی سواری خوشی سے نہیں ہے لیکن جو پیدل چل رہا ہوا سے جو سواری مل جائے اس پر راضی ہو جاتا ہے۔

ان عباسؓ کے اور بھائی بھی علماء وفضلاء میں سے تھے۔ وہ محمد عبید اللہ فضل اور حمزہ ہیں یہ سب حسن ابن عبید اللہ بن عباس کے بیٹے ہیں۔ جناب امام حسنؑ امام حسینؑ اور محمد بن حنفیہ کے الگ الگ ابواب میں حالاتِ زندگی تحریر کریں گے۔

خلافت ظاہرہ

علماء سیر و تاریخ کا بیان ہے مثلاً طبری، واقدی، ہشام بن محمد وغیرہ کو حضرت علیؑ کی بیعت خلافت قتل عثمان کے ساتھ ہوئی اور وہ ہفتہ ۱۸۔ ذی الحجہ کا دن تھا بعض تیرہ کہتے ہیں اور بعض جمعہ کا دن اور پچیس ذی الحجہ کہتے ہیں اور یہ ۳۵ھ کی بات ہے آپ کی بیعت پر تمام مہاجرین وانصار نے اتفاق کیا۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ خدا کی قسم خلافت نے علیؑ کو زینت نہیں دی بلکہ علیؑ نے خلافت کو زینت دی ہے۔ سب سے پہلے آپ کی بیعت طلحہ نے کی پھر زبیر اور تمام صحابہ نے۔

ابن جریر نے کہا ہے مجھے یہ خبر محمد بن حنفیہ سے پہنچی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ تھا جب عثمان قتل ہوئے آپ اپنے گھر میں تشریف لائے تو اصحاب رسول آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یہ شخص (عثمان) قتل ہو گیا ہے لوگوں کے لیے ایک امام کا ہونا ضروری ہے جو ان کے معاملات کو قائم رکھے اور آج کے دن ہم آپ سے زیادہ کسی کو اس کا حقدار نہیں پاتے جو کارناموں میں آپ سے بڑھا ہوا اور رسول اللہ کا زیادہ قریبی ہو آپ نے فرمایا یہ بات اب نہ کرو میں تمھارے لیے امیر کی بجائے وزیر رہوں تو بہتر ہوگا وہ کہنے لگے نہیں خدا کی قسم ہم اس وقت تک کوئی کام نہیں

کریں گے۔ جب تک آپ کی بیعت نہ کرلیں تو آپ نے فرمایا اگر اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تو پھر مسجد میں چلو کیونکہ میری بیعت تمام مسلمانوں کی رضا و رغبت کے بغیر نہیں ہوگی۔ آپ مسجد میں تشریف لائے پہلے مہاجرین وانصار نے آپ کی بیعت کی۔ پھر باقی لوگوں نے نیز ابن جریر نے ابی بشیر عابدی سے روایت کی ہے کہ علیؑ نے ان سے کہا کہ مجھے تمہاری ضرورت نہیں تم جسے اپنا حاکم بنالو میں راضی ہوں اور اختلاف نہیں کروں گا انھوں نے آپ ہی کو پسند کیا اور کہنے لگے ہم آپ کے علاوہ کسی کو انتخاب نہیں کرتے۔ آپ بنی عمرو بن مبذول کے باغ میں چلے گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ پس وہ لوگ آپ کے پاس آئے جن میں طلحہ اور زبیر بھی تھے اور دیوار پھاند کر آپ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے ہاتھ کھولیے پہلے طلحہ نے بیعت کی اور پھر زبیر نے۔

زہری کہتا ہے تعجب ہے کہ عبداللہ بن عمر اور سعد بن ابی وقاص نے حضرت علیؑ کی بیعت تو نہ کی اور یزید بن معاویہ کی کرلی۔

اور سیف وابن جریر کے علاوہ دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ قتل عثمان کے بعد چالیس راتیں برابر لوگ مع مہاجرین وانصار کے حضرت علیؑ کے پاس آتے جاتے رہے اور کہتے تھے کہ آپ بیعت لیجئے اور آپ فرماتے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں کسی اور کو انتخاب کرلو اور جس کو انتخاب کرلوگے میں اختلاف نہیں کروں گا اور وہ کہتے تھے آپ کے علاوہ کوئی اس کی قابلیت نہیں رکھتا تو آپ نے فرمایا میں تمھیں نماز پڑھاؤں گا اور بیت المال کی چابی میرے ہاتھ میں ہوگی اور مجھے تمھارے کسی معاملہ میں دخل نہیں ہوگا تو وہ راضی ہوگئے۔ آپ نے فرمایا میں کسی کو دوسرے سے ایک درہم بھی زیادہ نہیں دوں گا۔ وہ کہنے لگے بجا ہے پس لوگوں نے آپ کی بیعت کرلی۔ آپ جب منبر سے اترے تو ہر صاحب حق کو اس کا حق دیا اور لوگوں میں سکون پیدا ہوگیا۔ تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ طلحہ و زبیر آئے اور کہنے لگے اے امیر المومنینؑ ہمارے اہل وعیال زیادہ ہیں اور ہماری زمین سخت ہے۔ آپ نے فرمایا کیا میں نے شرط نہیں کی تھی کہ کسی کو دوسرے سے ایک درہم بھی زیادہ نہیں دوں گا۔ کہنے لگے ہمارے ذمہ اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ آپ نے [illegible] اپنے

ساتھیوں کو بلاؤ اگر وہ راضی ہو جائیں تم دونوں کو ان کے بغیر دے دوں تو میں ایسا کروں گا اور اگر یہ کام تم نہیں کر سکتے تو پھر میں اپنے حصہ میں سے تمہیں دوں گا وہ اس پر راضی نہ ہوئے اور کہنے لگے ہمیں عمرہ کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم تمھارا مقصد عمرہ نہیں بلکہ دھوکا و فتنہ و فساد ہے۔ وہ کہنے لگے نہیں خدا کی قسم آپ نے فرمایا میری طرف سے اجازت ہے جو چاہے کرتے پھرو۔ یہ آپ کی خلافت (ظاہریہ) کے چار مہینے کی بات ہے۔

شعبی کہتا ہے کہ ولید بن عقبہؑ سعد بن ابی وقاص اور مروان بن حکم مکہ کی طرف بھاگ گئے۔ مکہ میں عائشہ اور ام سلمیٰ موجود تھیں اور طلحہ وزبیر بھی مکہ کی طرف گئے اور ام سلمیٰ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے شکایت کی اور کہنے لگے کہ ہمیں علیؑ کی بیعت پر مجبور کر دیا گیا تھا اور ام سلمیٰ سے سوال کیا کہ ہم خروج کرنا چاہتے ہیں ام سلمیٰ نے انھیں منع کیا اور کہنے لگیں کہ تم دونوں فتنہ برپا کرنا چاہتے ہو۔ جب ام سلمیٰ سے مایوسی ہوئی اور حضرت عائشہ کے پاس گئے اور حضرت عائشہ سے وہی باتیں کیں اور ان سے کہنے لگے تم ہمارے ساتھ خروج کرو تا کہ ہم اس شخص (علیؑ) سے جنگ کریں انھوں نے اس کی پیشکش قبول کر لی۔

اس باب میں ایک واقعہ ہے جسے بیت مال العلوم اور نیز علاء المجانین کے مولفین نے ابی ہذیل علاف سے ذکر کیا ہے۔ ابی ہذیل کہتا ہے کہ میں مامون کے ساتھ رقہ کی طرف سفر پر گیا۔ ہم فرات میں سیر کر رہے تھے کہ ہمارا گزر ایک دیر (گرجا) سے ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ اس میں ایک مجنون رہتا ہے جو حکمت کی باتیں کرتا ہے۔ میں اس گرجا میں گیا۔ اچانک مجھے ایک خوبصورت اور وجیہ شخص نظر آیا جو بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ میں نے اس پر سلام کیا اس نے مجھے جواب سلام دیا۔ پھر کہنے لگا میرا دل کہتا ہے کہ تو اس شہر یعنی رقہ کا رہنے والا نہیں کہ جس کے باشندے کم عقل ہیں میں نے کہا ہاں میں اہل عراق سے ہوں تو وہ کہنے لگا میں تجھ سے ایک بات پوچھتا ہوں تم سمجھنے کی کوشش کرنا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں میں نے کہا پوچھو اس نے کہا بتاؤ کیا نبی اکرمؐ نے کسی کو اپنا وصی بنایا تھا؟ میں

نے کہا کہ نہیں اس نے کہا کہ پھر ابوبکرؓ آپ کی جگہ پر بغیر وصی بنائے آپ کی جگہ کس طرح بیٹھ گئے؟ میں نے کہا انھیں مہاجرین و انصار نے منتخب کیا تھا اور لوگ ان کی خلافت پر راضی ہو گئے تھے۔ وہ کہنے لگا۔ مہاجرین نے کس طرح ان کا انتخاب کیا تھا؟ جبکہ زبیر بن عوام نے تو یہ کہہ دیا تھا کہ میں علیؑ کے علاوہ کسی کی بیعت نہیں کروں گا۔ اور اسی طرح عباس نے بھی کہا۔ انصار نے کیسے انھیں منتخب کیا جبکہ وہ تو کہتے تھے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے ہو اور انھوں نے تو سقیفہ کے دن سعد بن عبادہ کو اپنا حاکم بنا بھی لیا تھا اور عمر نے کہا تھا کہ سعد کو قتل کر دو خدا اسے قتل کرے اور تو کیسے کہتا ہے کہ لوگ راضی ہو گئے تھے حالانکہ سلمان فارسی نے کہا تھا (کردی نہ کردی) یعنی تم نے کیا کیا تو اس کی گردن پر گھونسے مارے گئے اور ابوسفیان بن حرب نے علیؑ سے کہا تھا ہاتھ بڑھاؤ میں آپ کی بیعت کرتا ہوں اور اگر چاہو تو مدینہ کو سواروں اور پیادوں سے پُر کر دوں گا۔ پھر بنی ہاشم نے چھ ماہ تک ابوبکر کی بیعت نہ کی تو اجماع کیا ہوا؟ پھر جب ابوبکر خلیفہ بن گئے تو انھوں نے حمد الٰہی کے بعد کہا کہ میں تمہارا حاکم بن گیا ہوں لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں تو کس طرح مفضول فاضل پر مقدم کیا جا سکتا ہے؟

اور جب عمر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے کہا میں دوست رکھتا ہوں کہ میں ابوبکر کے سینے کا ایک بال ہوتا پھر بعد میں کہا کہ ابوبکر کی خلافت تو ایک بے سوچا سمجھا کام تھا۔ خدا نے اس کے شر سے بچا لیا جو کوئی پھر ایسا کام کر سکے اسے قتل کر دو۔ پھر عمر نے وہ قیدی واپس کر دیے جنھیں ابوبکر کے زمانہ میں خالد بن ولید نے قید کیا تھا۔ خالد بن ولید نے مالک بن نویرہ کی بیوی سے شادی رچالی تھی۔ عمر نے اسے بھی واپس کر دیا جبکہ خالد کے ہاں بچے بھی پیدا کر چکی تھی۔ پھر عمر نے صہیب کو اصحاب رسول پر حاکم بنایا۔ حالانکہ وہ ثمر بن قاسط کا غلام تھا اور ان سب باتوں میں تناقض ہے اور مجھے عبدالرحمٰن بن عوف کے متعلق بتاؤ کہ جب انھوں نے عثمان کو خلیفہ بنایا تو ان کو پہچانتے تھے کہ نہیں! کہنے لگا تو عبدالرحمٰن بن عوف نے بعد میں کہا میں نہیں چاہتا تھا کہ زندہ رہوں۔ یہاں تک کہ عثمان مجھ سے کہیں کہ اے منافق تو عثمان کی معرفت عبدالرحمٰن کے متعلق جب ان کی طرف نفاق

کی نسبت دی ویسی تھی جس طرح حضرت عثمان کی معرفت عبدالرحمٰن کو تھی جب انھیں خلیفہ بنایا جارہا تھا۔

اور مجھے حضرت عائشہ کے متعلق بتاؤ کہ جب عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتی تھیں۔ جس دن لوگوں نے عثمان کے گھر کو گھیر رکھا تھا اور کہتی تھیں نعثل کو قتل کر دو خدا اسے قتل کرے' یہ کافر ہو گیا ہے اور جب علیؑ خلیفہ ہوئے تو کہتی تھی میں دوست رکھتی ہوں کہ آسمان زمین پر گر پڑے۔ پھر اپنے گھر سے نکل پڑیں اور طلحہ و زبیر کی معیت میں علیؑ سے جنگ کرنے لگیں اور ناجائز خون بہانے لگیں حالانکہ خداوند عالم کہتا ہے کہ تم اپنے گھروں میں رہو۔ جاہلیت کی طرح باہر نہ نکلو۔ یہ اللہ کی کھلی ہوئی مخالفت تھی اور جب عثمان قتل ہو گئے تو مسلمان اور صحابہ حضرت علیؑ کی طرف سیلاب کی طرح آئے تاکہ ان کی بیعت کریں۔ علیؑ نے قبول نہ کیا تو کہنے لگے اگر خدا کی قسم آپ نے بیعت نہ لی تو آپ کو عثمان کے ساتھ ملحق کر دیں گے۔ پس مجھے بتاؤ کہ کون سی بیعت میں زیادہ زور تھا کیا جس نے سعد کو پیٹا اور سلمان کی گردن پر گھونسے مارے یا جس کے پاس لوگ آئے اور اسے بیعت لینے پر مجبور کرنے لگے۔ ابوہذیل کہتا ہے کہ میں کوئی جواب اسے نہ دے سکا الخ۔

ابو حامد غزالی نے کتاب سر العالمین وکشف ما فی الدارین میں اسی قسم کی ایک حکایت نقل کی ہے (مزید اس میں ہے) کہ وہ کہنے لگا رسول اللہؐ نے غدیر خم کے مقام پر حضرت علیؑ کے متعلق فرمایا تھا جس کا میں مولا ہوں علیؑ اس کے مولا ہیں تو عمر بن خطاب نے کہا تھا کیا کہنے تمھارے اے ابوالحسن آپ میرے اور ہر مومن مرد و عورت کے مولا ہو گئے۔ کہنے لگا یہ تسلیم و رضا اور فیصلہ ہے پھر بعد میں خواہشات کا غلبہ' جھنڈوں کی حرکت شہروں کی فتح کے لیے لشکروں کا جمگھٹا' خلافت میں اوامر و نواہی ان سب چیزوں نے مخالفت پر اکسایا تو رسول کے حکم کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے تھوڑا سا مال خرید لیا اور بڑی تجارت کی۔ کہنے لگا اور جب رسول اللہ کی رحلت کا وقت آیا تو وفات سے تھوڑی دیر پہلے آپ نے فرمایا کہ کاغذ اور دوات لاؤ میں تمھیں تحریر لکھ دوں تاکہ میرے بعد اس میں اختلاف نہ کرو۔ حضرت عمرؓ نے کہا چھوڑو اس شخص کو اسے تو ہذیان ہو گیا ہے۔

اور کہنے لگے کہ عباس، علیؑ ان کی اولاد اور بنی ہاشم بیعت کے وقت حاضر نہیں تھے۔ اس کے علاوہ سقیفہ میں انصار نے بھی ان کی مخالفت کی اور محمد بن ابی بکر اپنے باپ کے مرض الموت میں اپنے باپ کے پاس گئے تو کہنے لگے اپنے چچا عمر کو بلاؤ تا کہ میں اس کی خلافت کی وصیت کر جاؤں۔ تو محمد کہنے لگے اے بابا آپ حق پر ہیں یا باطل پر تو کہنے لگے حق پر ہوں۔ پھر محمدؑ نے کہا اگر حق پر ہیں تو اپنے بیٹے کے لیے بھی وہی پسند کیجئے جو اپنے لیے کیا ہے۔ پھر ابوبکر نے منبر رسول پر کہا کہ مجھے معاف کرو میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ یہ بات انھوں نے بری کی تھی یا حقیقت کے ساتھ یا بطور امتحان کہہ رہے تھے۔ اگر بری بات تھی تو خلفاء اس سے منزہ ہوتے ہیں۔ اور اگر حقیقت کہی تھی تو اس سے ان کی خلافت ختم ہو جاتی ہے اور اگر یہ بطور امتحان کہا تھا تو امتحان ہو نہیں سکتا کیونکہ خداوند عالم کہتا ہے ہم نے ان کے دلوں سے کینے کو نکال دیا ہے۔

میں کہتا ہوں پھر تعجب یہ ہے کہ معاویہ نے خلافت میں علیؑ کے ساتھ کیسے نزاع کی حالانکہ رسولؐ نے خلافت میں طمع کرنے والے کے طمع کو قطع کر دیا تھا۔ اپنے اس قول سے کہ جب دو خلیفہ ہو جائیں تو ان میں سے آخری کو قتل کر دو اور تعجب ہے کہ ایک حق دو اشخاص میں کیسے تقسیم ہو سکتا ہے اور خلافت کوئی جسم تو نہیں کہ جس کا تجزیہ کیا جا سکے اور ابو حازم کہتا ہے پہلا مقدمہ جو قیامت کے دن بندوں میں جاری ہو گا وہ علیؑ اور معاویہ کا ہو گا پس اللہ تعالیٰ علیؑ کے حق میں معاویہ کے خلاف فیصلہ کرے گا اور باقی مشیت الٰہی کے تابع ہوں گے۔

اور رسول اکرمؐ نے عمار سے فرمایا تھا کہ تمھیں باغیوں کی ایک جماعت قتل کرے گی امام تو باغی نہیں ہو سکتا اور نہ امامت کے لباس میں دو شخص سما سکتے ہیں جیسے کہ ربوبیت میں دو خدا نہیں ہو سکتے۔

نیز غزالی کہتا ہے ایک گروہ کا خیال ہے کہ یزید بن معاویہ قتل حسینؑ پر راضی نہیں تھا اور وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ کا قتل غلطی سے ہو گیا۔ حالانکہ قتل حسینؑ کو غلطی پر محمول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ کے ساتھ جنگ ہوئی اور یزید و ابن زیاد کے درمیان اس

معاملہ میں خط و کتابت ہوئی اور یزید نے آپ کے قتل، پانی بند کرنے اور انھیں پیاسا شہید کر کے ان کے سر کو نیزہ پر سوار کرنے اور ان کے اہلبیت کو قید کر کے ننگے سر اونٹوں پر سوار کر کے بھیجنے پر اکسایا اور آپ کے دندانِ مبارک کو چھڑی لگا تا رہا اور جب علی بن الحسین سیّد سجادؑ یزید کے دربار میں گئے تو کہنے لگا تم اسی کے بیٹے ہو جس کو اللہ نے قتل کیا۔ آپ نے فرمایا میں اس کا بیٹا ہوں جسے تو نے قتل کیا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی **من قتل مومنا متعمدا فجزائه جهنم خالدين فيها ابداً** جو کسی مومن کو عمداً قتل کرے اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ پھر ہزار مہینے تک منبر پر حضرت علیؑ پر لعنت کی گئی اور یہ معاویہ کے حکم سے ہوا کیا تو سمجھتا ہے کہ کتاب خدا نے انھیں یہ حکم دیا تھا یا سنت رسول نے یا اجماع امت نے یہ امام غزالی کا کلام تھا۔

روانگی بصرہ

علماء سیر و تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ شام کی طرف معاویہ سے جہاد کرنے کے لیے تیار تھے اور جانے ہی والے تھے کہ آپ کے پاس حاکم مکہ کا خط پہنچا کہ طلحہ و زبیر یہاں آئے اور حضرت عائشہ کو ساتھ لے گئے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ پس آپ منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! تحقیق کہ طلحہ، زبیر اور عائشہ کو میری خلافت بری لگی ہے اور وہ بصرہ کی طرف چلے گئے ہیں پس ان کی طرف جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

سیف بن عمر نے ذکر کیا ہے کہ جب عثمان قتل ہو گئے اس وقت مکہ کا حاکم عبداللہ بن عامر حضرمی تھا اور بی بی عائشہ ان دنوں مکہ میں موجود تھیں اور وہ محرم عمرہ بجالانا چاہتی تھیں۔ تو بنی امیہ بھاگ کر مکہ چلے گئے اور انھوں نے بی بی عائشہ کو قتل عثمان کی اطلاع دی اور یہ نہ بتایا کہ حضرت علیؑ خلیفہ بنا لیے گئے ہیں۔ جب بی بی عائشہ عمرہ سے فارغ ہو چکیں تو مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ جب مقام سرف پر پہنچیں تو بنی لیث کا ایک شخص جو ان کے اخوان میں سے تھا ملا۔ جس کا عبید اللہ بن ابی سلمہ تھا تو کہنے لگیں کیا خبر

ہے تو وہ گنگنانے لگا اور اظہار غیظ وغضب کرنے لگا تو عائشہ نے کہا خدا تجھے ہلاک کرے تو ہمارا مخالف ہے کہ موافق تو اس نے کہا عثمان قتل ہو گئے اور لوگ پانچ دن تک بغیر امام کے رہے۔ کہنے لگیں پھر کیا ہوا؟ اس نے کہا اہل مدینہ اور وہ لوگ جن کا مدینہ پر غلبہ تھا وہ علی ابن ابی طالب کی خلافت پر جمع ہو گئے تو بی بی عائشہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور مکہ میں لوٹ آئیں۔ جب لوگوں کو یہ اطلاع ملی تو وہ ان کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ بی بی عائشہ مسجد الحرام میں حجر اسود کے پاس آئیں اور پردہ کا انتظام کرایا لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے تو انھوں نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! پست قسم کے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے جو کل ظلم سے مارا گیا ہے۔ انھوں نے ناحق جلد بازی سے کام لیا ہے اور انھوں نے وہ خون بہایا جو ان کے لیے حرام تھا۔ محترم مہینے میں محترم شہر میں انھوں نے اس چیز کو حلال سمجھ لیا۔ تمھارا ان کے خلاف اجتماع دوسرے لوگوں کو ان سے دور کر دے گا اور ان کے پیچھے جو لوگ ہیں وہ بھی ان کا ساتھ دینے سے پہلو تہی کریں گے۔ عبداللہ بن عامر نے کہا میں پہلا شخص ہوں جو خون عثمان کا مطالبہ کرتا ہوں۔ ابن جریر نے صیدانی سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے عائشہ مدینہ سے مکہ کی طرف اس وقت گئیں جب عثمان محصور تھے۔ عائشہ کے پاس ایک شخص پہنچا جسے اخضر کہتے تھے بی بی عائشہ نے اس سے سوال کیا کہ لوگوں نے کیا کیا اس نے کہا کہ مصری عثمان کے خلاف جمع ہو گئے اور انھیں قتل کر دیا تو کہنے لگیں انا للہ وانا الیہ راجعون یہ قوم حق کا مطالبہ کرنے آئی تھی اور ظلم کو پسند نہیں کرتی تھی اس نے انھیں قتل کیا اور خدا کو یہ قتل زیادہ پسند تھا۔ پھر دوسرا آیا اس سے سوال کیا کہ لوگوں نے کیا کیا؟ اس نے کہا مصریوں نے عثمان کو قتل کر دیا۔ کہنے لگی عثمان مظلوم مارا گیا ہے میں اس کے خون کا مطالبہ کروں گی تم لوگ میرا ساتھ دو۔ عبید بن ام کلاب نے کہا۔ تم اب یہ بات کیوں کہتی ہو حالانکہ خدا کی قسم تمھیں تو اس کے قتل پر لوگوں کو بھڑکاتی تھیں اور کہتی تھیں نعثل کو قتل کر دو خدا اسے قتل کریں بیشک وہ کافر ہو گیا ہے۔ کہنے لگیں پہلے ان لوگوں نے اس سے توبہ کرائی پھر قتل کیا ہے۔ تو عبید بن ام کلاب کہنے لگا:

منک البکاء و منک العویل   و منک الریاح و منک المطر

وانت امرت بقتل الامام	وقلت لنا انه قد کفر
فهبنا اطعناک فی قتله	وقاتله عندنا من امر
ولم یسقط السقف من فوقنا	ولم تنکسف شمسنا والقمر
وقد بایع الناس ذاتدرع	یزیل اشیاء ویقیم الصحر
ویلبس للحرب اوزارها	وما من وفی مثل من قدعشر

ترجمہ: تیری طرف سے رونا اور واویلا تھا اور تیری ہی طرف سے ہوائیں چلیں اور بارش برسی اور تو نے ہی امام (عثمان) کے قتل کا حکم دیا اور تو نے ہی کہا کہ تحقیق وہ کافر ہو گیا ہے پس فرض کرو کہ ہم نے اس کے قتل کرنے میں تمہاری اطاعت کی اور ہمارے نزدیک تو اس کا قاتل وہی ہے جس نے قتل کا حکم دیا تھا اور نہ ہم پر آسمان اوپر سے گرا ہے اور نہ آفتاب و ماہتاب کو گرہن لگا ہے اور لوگوں نے اس شخص کی بیعت کی ہے جسے تم جانتی ہو جو کانٹوں کو دور کرتا ہے اور سخت چیزوں کو سیدھا کرتا ہے اور جنگ کے لیے جنگ کے ہتھیار زیب تن کرتا ہے اور جو شخص غلط کاریوں سے محفوظ رہا ہو اس کے مثل ہیں جس نے ٹھوکریں کھائی ہوں۔

پھر بنی امیہ بی بی عائشہ کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے ہم سب خون عثمان کا مطالبہ کرتے ہیں اور ان کے سرگروہ عبداللہ بن عامر حضرمی اور مروان بن حکم تھے اور جنھیں سردار تسلیم کیا گیا۔ وہ طلحہ و زبیر تھے۔ ان سب کا اتفاق ہوا کہ بصرہ جانا چاہیے کیونکہ ابن عامر نے انھیں کہا تھا کہ معاویہ تمہارے لیے شام میں کافی ہے اور میں بصرہ میں اپنی تدابیر دکھاؤں گا کیونکہ یہ وہاں کا حاکم تھا اور ابن عامر نے مال و اسباب ان کے لیے مہیا کر دیا تھا۔ جب عائشہ نے جانے کا قصد کیا تو ام سلمہ نے انھیں منع کیا اور ام سلمہ نے ان سے کہا اے عائشہ خدا کا حجاب نہیں اٹھا تمھیں اس معاملہ سے کیا سروکار ہے اس میں لوگوں کے ہاتھ چل رہے ہیں اور مرد ایک دوسرے کا مقابلہ کر رہے ہیں اور اس معاملہ کا سکون پذیر ہو جانا مسلمانوں کی بہبود کا سبب ہے۔ پس رسول اللہ کی عزت کا خیال کرتے ہوئے اس سے پرہیز کرو تا کہ انھیں اپنی بیوی کے متعلق رسوائی نہ ہو اور ڈرو اس خون سے

جو خدا نے تمھارے لیے مباح نہیں کیا۔

اور بعض مورخین کہتے ہیں کہ ام سلمہ اس وقت مدینہ میں تھیں اور انھوں نے وہیں سے عائشہ کو خط لکھا اور اس اقدام سے منع کیا کیونکہ جب حضرت علیؑ نے بصرہ جانے کا قصد کیا تو ام سلمہ نے ان سے عرض کی اے امیر المومنین اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میں خدا کی نافرمانی کر رہی ہوں تو میں ضرور آپ کے ساتھ جاتی لیکن یہ میرا بیٹا عمر ہے جو مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ پھر وہ شخص اس قوم سے الگ ہو گیا اور بخاری نے بھی اس واقعے کے کچھ حصے نقل کیے ہیں اور یہ بات ابن بکرۃ سے نقل کی ہے وہ کہتا ہے کہ جنگ جمل میں مجھے ایک بات نے فائدہ پہنچایا جو میں نے رسول اللہؐ سے سنی تھی۔ بعد اس کے قریب تھا کہ میں اصحاب جمل کے ساتھ مل جاؤں اور ان کی معیت میں جنگ کروں۔ وہ کہتا ہے جب رسول اللہؐ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا بادشاہ بنا لیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ قوم کبھی بھی فلاح و بہبود حاصل نہیں کرے گی جس نے اپنا حاکم عورت کو بنا لیا۔ میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ یہ کسریٰ کی بیٹی جو تھی اس کا نام بوران تھا۔ جب وہ بادشاہ بنی تو ان لوگوں کا نظام حکومت مختل ہو گیا۔ اس طرح جو عورت بھی حاکم بنے گی وہ استفسار اور رائے کی محتاج ہو گی اسی لیے تو عورت کی حکومت، قضاوت اور امامت وغیرہ نہیں سونپی جاتی۔

پھر طلحہ و زبیر نے ایک تاریک رات عثمان بن حنیف کو دھوکا دیا۔ وہ ایک جماعت کے ساتھ مسجد میں تھا انھوں نے پاؤں کے نیچے اسے روندا اور اس کے چہرہ کے بال نوچے یہاں تک کہ اس کے چہرے پر کوئی بال باقی نہ رہا۔ پھر انھوں نے کسی آدمی کو عثمان کے متعلق مشورہ لینے کے لیے عائشہ کے پاس بھیجا وہ کہنے لگیں اسے قتل کر دو تو عائشہ سے ایک عورت نے کہا میں عثمان کے بارے میں تجھے واسطہ دیتی ہوں وہ رسول اللہ کا صحابی ہے تو عائشہ نے کہا اچھا اسے قید کر دو اور اسے چالیس کوڑے لگاؤ۔ اور اس کے سر داڑھی اور پلکوں کے بال نوچ کر صاف کر دو۔ پس انھوں نے ایسا ہی کیا اور بصرہ کا بیت المال لوٹ لیا اور ستر مسلمانوں کو بغیر کسی جرم کے قتل کر دیا۔ اور وہ اسلام میں پہلے لوگ

تھے جنھیں اس طرح قتل کیا گیا۔

اور ابن سعد نے ہشام بن محمد سے روایت کی ہے کہ انھیں قتل عثمان سے صرف یہ بات مانع تھی کہ انصار ناراض ہو جائیں گے۔ یہ عثمان حضرت علیؑ کے پاس مقام ذی قار میں پہنچے اور ان کے چہرہ اور سر پر کوئی بال باقی نہیں رہا تھا۔ جب امیر المومنینؑ نے یہ دیکھا تو آپ کو بہت شاق گزرا اور آپ نے اناللہ پڑھا!

سیف بن عمر کا بیان ہے کہ جب حضرت علیؑ مدینہ سے نکلے اور یہ ماہ ربیع الاوّل کے آخر ۳۶ھ کی بات ہے۔ آپ نے اہل کوفہ کو خط لکھا اور انھیں اپنے ساتھ لے جانے کا حکم دیا۔ ابو موسیٰ اشعری اس وقت وہاں کا حاکم تھا۔ لوگ اس کے پاس بصرہ جانے کے لیے مشورہ کرنے آئے تو اس نے کہا اگر دنیا چاہتے ہو تو جاؤ اور اگر آخرت چاہتے ہو تو اپنے گھروں میں قیام کرو۔ جب حضرت علیؑ کو اس کی یہ بات پہنچی تو آپ نے اسے خط لکھا کہ ہماری حکومت سے الگ ہو جاؤ درآنحالیکہ تم مذمت کیے گئے ہو اور دھتکارے گئے ہو۔ اے جولاہہ کے بیٹے یہ ہمارے متعلق تمہاری برائی کا پہلا موقع ہے۔

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے ابو موسیٰ کو لکھا کہ حکومت سے الگ ہو جا درانحالیکہ تو مذمت کیا گیا ہے اور دھتکار دیا گیا ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں نے حکم دیا ہے اس شخص کو جو تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اے جولاہہ کے بیٹے یہ تیرا پہلا قبیح فعل نہیں بلکہ تیرے اور بھی بہت سے قبیح افعال ہیں۔ پھر حضرت علیؑ نے امام حسنؑ اور عمار کو کوفہ کی طرف بھیجا۔ ان کی ابو موسیٰ سے ملاقات ہوئی تو امام حسنؑ نے فرمایا تو نے لوگوں کو ہماری نصرت سے کیوں روکا ہے؟ خدا کی قسم ہمارا مقصد صرف اصلاح ہے۔ کہنے لگا آپ سچ کہتے ہیں لیکن میں نے رسول اللہؐ سے سنا تھا وہ فرما رہے تھے عنقریب ایک فتنہ کھڑا ہو گا جس میں بیٹھا ہوا کھڑے سے بہتر اور پیدل چلنے والا سوار سے بہتر ہو گا۔ اس پر عمار غضبناک ہو گئے اور ابو موسیٰ کو لعنت ملامت کی، عمار نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا اے لوگو یہ رسول کا چچازاد بھائی ہے جو تمھیں عائشہ کی طرف جانے کو کہہ رہا ہے اور مجھے بھی علم ہے وہ دنیا اور آخرت میں رسول کی بیوی ہیں اور امام

حسنؑ نے بھی اسی قسم کا کلام فرمایا اور فرمایا کہ اس معاملہ میں ہمارا ساتھ دو کہ جس میں ہم مبتلا ہو گئے ہیں۔ پس آپ کے ساتھ نو ہزار اہل کوفہ نکلے۔ کچھ خشکی کے راستے اور کچھ پانی کے راستے اور بخاری نے بھی اس مضمون کو ابی وائل شقیق بن سلمہ سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتا ہے جب حضرت علیؑ نے عمار اور اپنے بیٹے حسنؑ کو کوفہ روانہ کیا تا کہ لوگوں کو جنگ بصرہ کے لیے تیار کیا جائے تو عمار نے خطبہ دیا میں جانتا ہوں کہ دنیا اور آخرت میں وہ رسول کی بیوی ہیں لیکن خدا تمہارا امتحان لے رہا ہے کہ تم علیؑ کا ساتھ دیتے ہو یا عائشہ کا! اور ایک روایت میں ہے کہ امام حسنؑ منبر پر تشریف لے گئے۔ وہ اوپر کی سیڑھی پر بیٹھے اور عمار نیچے کی سیڑھی پر اور فرمایا اس واقعے کو بخاری نے بھی ابی وائل سے ذکر کیا ہے۔ پھر جب حضرت علیؑ بصرہ پہنچے تو آپ نے طلحہ' زبیر' عائشہ اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ تھے ایک خط لکھا تا کہ اس پر حجت قائم ہو جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط اللہ کے بندے امیر المومنین علیؑ کا ہے۔ طلحہ' زبیر اور عائشہ کی طرف سلام علیکم۔ اما بعد اے طلحہ و زبیر تمھیں معلوم ہے کہ میں بیعت لینا نہیں چاہتا تھا جب تک کہ مجھے اس پر مجبور نہیں کیا گیا اور تم ان لوگوں میں سے ہو جو میری بیعت پر راضی تھے' اگر تم نے میری بیعت اطاعت کرتے ہوئے کی تھی تو اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور جس حالت میں ہو اس سے پلٹ آؤ اور اگر تم نے میری بیعت ناپسندیدگی کی حالت میں کی تھی تو تم نے میرے لیے اپنے اوپر ایک راستہ ہموار کیا کہ تم نے اطاعت کا اظہار کیا اور معصیت و منافقت کو چھپاتے رہے۔ حالانکہ اے طلحہ تم مہاجرین کے بزرگ ہو اور تم اے زبیر شاہسوار قریش ہو' حالانکہ تمھارے لیے اس معاملے میں داخل ہونے سے پہلے اس کو دفع کر دینا زیادہ آسان تھا اس سے پہلے کہ تم اقرار کرنے کے بعد اس سے خارج ہو جاؤ۔

اور اے عائشہ! اس میں شک نہیں کہ تم اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمان ہو کر نکلی ہو۔ تم ایسی چیز کو طلب کرتی ہو جس سے تمھیں کوئی سروکار ہی نہیں پھر یہ بھی گمان کرتی ہو کہ تم مسلمانوں کے درمیان اصلاح چاہتی ہو۔ پس مجھے بتاؤ کہ عورتوں کا

کیا کام کہ لشکروں کی قیادت کرتی پھریں اور مردوں کے سامنے ظاہر ہوں اور مسلمانوں میں کود پڑیں اور محترم خون بہائیں۔ پھر تم اپنے گمان میں خون عثمان کا مطالبہ کر رہی ہو تمھیں اس سے کیا نسبت؟ عثمان بنی امیہ میں سے ہیں اور تم قبیلہ تیم میں سے ہو۔ پھر کل تم صحابہ رسول کی ایک جماعت کے سامنے کہتی تھیں کہ نعثل کو قتل کر ڈالو خدا اسے قتل کرے۔ تحقیق وہ کافر ہو گیا ہے۔ پھر آج اس کے خون کا مطالبہ کر رہی ہو پس خدا سے ڈرو اور اپنے گھر کو لوٹ جاؤ اور پردہ میں بیٹھو۔ والسلام۔ اس خط کا انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر جب اسی سال ماہ جمادی الاولیٰ کی پندرہ تاریخ کو دونوں گروہ آمنے سامنے ہو گئے تو زبیر اپنے گھوڑے پر ہتھیار لگا کر نکلے اور طلحہ بھی تو حضرت علی بھی ان کی طرف آئے اور ان کے قریب ہوئے یہاں تک کہ ان کے گھوڑوں کی لگامیں ایک دوسرے سے مل گئیں حالانکہ حضرت علیؑ نے صرف ایک قبا پہنی ہوئی تھی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا مجھے اپنی جان کی قسم تم نے گھوڑے اور ہتھیار تو جمع کر لیے ہیں کیا خدا کے سامنے جواب دہی کا عذر بھی تیار کر لیا ہے۔ خدا سے ڈرو اور اس عورت کی مانند نہ ہو جاؤ جس نے اپنے کاتے ہوئے سوت کو مضبوط ہو جانے کے بعد توڑ دیا ہو۔ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں تھا۔ کہ تم میرے خون کو ناجائز سمجھتے تھے جیسے میں تمھارے خون بہانے کو حلال سمجھتا تھا۔

طلحہ نے کہا آپ نے عثمان کے خلاف لوگ جمع کیے۔ آپ نے فرمایا خدا لعنت کرے اس شخص پر جس نے عثمان کے خلاف لوگوں کو جمع کیا ہو لیکن اے طلحہ تمھیں خون عثمان سے کیا تعلق ہے؟

اور اے زبیر کیا تمھیں وہ دن یاد ہے جب تم رسول اللہؐ کے ساتھ بنی غنم کے پاس سے گزر رہے تھے۔ تو حضورؐ نے میری طرف دیکھا اور ہنس پڑے میں بھی ان کی طرف دیکھ کے ہنسنے لگا۔ تو تم نے کہا ابو طالبؑ کا بیٹا مزاح کو ترک نہیں کرتا تو رسول اللہؐ نے تم سے فرمایا کہ یہ مذاق نہیں کرتا اور البتہ تم اس سے جنگ کرو گے حالانکہ تم اس پر ظلم کرنے والے ہو گے اور ایک روایت میں ہے کہ کیا تمھیں وہ دن یاد ہے جس دن تم نے

بنی بیاضہ میں حضورؐ سے ملاقات کی جبکہ آپ خچر پر سوار تھے اور مذکورہ واقعہ بیان کیا۔ زبیر کہنے لگا بیشک ایسا ہی ہوا تھا اور اگر مجھے یہ بات یاد رہتی تو میں مدینہ سے نہ نکلتا۔ اور خدا کی قسم میں آپ سے جنگ نہیں کروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ زبیر نے کہا تو اب میں کیا کروں اب تو تنگ کے دونوں حلقے مل چکے ہیں۔ اب میرا پلٹ جانا میرے لیے باعث ننگ ہے۔ آپ نے فرمایا ننگ و عار کے ساتھ پلٹ جاؤ۔ ننگ و عار اور جہنم کی آگ کو جمع نہ ہونے دو اور وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

اخترت عارا علی نار موججةٍ

انی یقوم لحما خلق من الطین

ناولی علی بامر لست اجهله

عادلعمرک فی الدنیا و فی الدین

فقلت جسک من یوم اباحسن

مبغض هذا الذی قدقلت یکفینی

ترجمہ: میں نے جہنم کی آگ پر ننگ و عار کو اختیار کرلیا اور مٹی سے پیدا شدہ مخلوق کب اس آگ کی طاقت رکھتی ہے۔ علیؑ نے پکار کر مجھے ایک چیز بتائی کہ جس سے میں جاہل نہ تھا جو کہ تیری جان کی قسم دنیا اور آخرت میں ننگ تھی تو میں نے کہا کہ ابوالحسن اتنی ہی ملامت کافی ہے بلکہ جو باتیں آپ نے بتائیں ان میں سے بعض بھی میرے لیے کافی ہیں۔ پھر طلحہ و زبیر واپس چلے گئے۔ زبیر عائشہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے ہر جگہ میں اپنے معاملہ کو سمجھ لیتا تھا سوائے اس معاملے کے عائشہ کہنے لگیں پھر کیا کرنا چاہتے ہو۔ کہنے لگے میں تو انھیں چھوڑ کر جاتا ہوں تو ان کا بیٹا عبداللہ کہنے لگا دونوں گروہوں کو تم نے جمع کیا۔ جب ایک دوسرے کے خلاف سختی پر اتر آئے اب تم انھیں چھوڑ کر جا رہے ہو۔ تم نے ابن ابی طالب کے نشانہائے جنگ کو محسوس کیا اور ان میں سرخ موت تمھیں نظر آنے لگی جن نشانوں کو بہادر جوانوں نے اٹھایا ہوا ہے جن کی تلواریں تیز ہیں۔ زبیر غصے میں آئے اور کہنے لگے تو ہلاک ہو میں قسم کھا چکا

ہوں کہ جنگ نہیں کروں گا تو عبداللہ نے کہا کہ اپنی قسم کا کفارہ دے دو تو زبیر نے اپنے غلام کو بلایا کہ جس کا نام مکحول تھا اور اسے آزاد کر دیا۔ پس عبدالرحمٰن بن سلمان تیمی نے کہا:

لم ارکا الیوم اخا اخوان　　　اعجب من لکفر الایمان

بالعتق فی معصیة الرحمٰن

ترجمہ: میں نے زیادہ تعجب خیز بھائی چارہ آج کے دن سے نہیں دیکھا کہ جو قسم کے کفارہ دینے والے نے خدا کی نافرمانی میں کفارہ دے کر پورا کیا ہے۔

دوسرے شاعر نے کہا:

یعتق سکحولاً لعئون دینه　　　کفارۃ للّٰه عن یمینه

والنکث قد لاح علی جبینه

یعنی اپنے دین کو بچانے کے لیے مکحول کو آزاد کر رہا ہے اپنی قسم کے کفارہ میں حالانکہ بیعت کا توڑنا اس کی پیشانی سے واضح تھا ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ کی زبیر سے ملاقات ہو گئی تو آپ نے فرمایا کہ ہم تمھیں اولادِ عبدالمطلب کے اچھے لوگوں میں سے شمار کرتے تھے جب تک کہ تمہارا بڑا بیٹا جوان نہیں ہوا کہ جس نے تمھارے اور ہمارے درمیان جدائی ڈال دی ہے کیا تم نے رسول اللہ سے یہ یہ باتیں نہیں سنی تھیں اور گزشتہ حدیث نقل کی۔

اور ایک روایت میں ہے پھر حضرت علیؑ نے طلحہ سے فرمایا تم نے رسول اللہؐ سے انصاف نہیں کیا۔ تم رسول کی بیوی کو لے آئے تا کہ ان کے ساتھ مل کر جنگ کرے اور اپنی بیوی کو گھر میں چھپا رکھا۔

اس کے بعد حضرت علیؑ نے (اپنے لشکر سے) فرمایا تم میں سے کون ہے جو قرآن مجید کو ان کے سامنے پیش کرے۔ ایک نوجوان نے کہا میں حاضر ہوں۔ اس نے قرآن اٹھایا اور دونوں فوجوں کے درمیان کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو تمھارے اور ہمارے درمیان اللہ کی کتاب منصف ہے۔ انھوں نے اس کا ایک ہاتھ

کاٹ دیا اس نے قرآن دوسرے ہاتھ میں لے لیا تو انھوں نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی قطع کر دیا۔ تو اس نے قرآن کو دانتوں سے سنبھالا۔ پس انھوں نے اسے مار ہی ڈالا۔ تو حضرت علیؑ نے اپنے لشکر سے بآواز بلند کہا کہ اب خوشی سے ان سے جنگ کرو۔ پس آپ کے لشکر نے حملہ کر دیا۔

اور ابن سعد نے ہشام بن محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اس نوجوان کا نام مسلم تھا جس نے قرآن اٹھایا ہوا تھا۔ اس کی ماں نے یہ اشعار کہے:

یارب انا مسلماً اتاهم — یتلو کتاباً لا یخشاهم

فخضرا بدمه لحاهم — وامه قائمة تراهم

ترجمہ: اے پالنے والے مسلم ان کے پاس آیا ان سے ڈرے بغیر وہ قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔ پس ان لوگوں نے اس کے خون سے اپنی داڑھیاں خضاب کیں حالانکہ اس کی ماں کھڑی ہوئی ان کی یہ حرکت دیکھ رہی تھی۔

پھر عمار لشکر سے باہر نکلے اور پکار کر کہنے لگے اے قوم! تم نے رسول اللہؐ سے انصاف نہیں کیا جبکہ تم نے اپنی بیویاں تو پردہ میں چھپا رکھی ہیں اور رسولؐ کی بیوی کو تلواروں کے سایے میں لا کھڑا کیا ہے اور ایک روایت میں ہے (عمار نے زبیر سے کہا) اے زبیر تم نے رسول اللہ سے انصاف نہیں کیا کہ حضورؐ نے تو تمھاری بیوی کو موت سے بچا لیا تھا اور تم نے آپؐ کی بیوی کو تلواروں کے سامنے کر دیا ہے اور یہ واقعہ یوں تھا کہ اسماء (زبیر کی بیوی) ایک دن مدینہ کی گلی میں رسول اللہؐ کے سامنے آ گئی جبکہ آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی تو آپ اس سے منہ پھیر کے ایک طرف کھڑے ہو گئے اور صحابہ نے بھی منہ پھیر لیا یہاں تک کہ اسماء گزر گئی اور بعض نے کہا ہے کہ آپ نے اس کے لیے پردہ بنا دیا' زبیر کی غیرت کی وجہ سے!

عمار نے پکار کر کہا اے عوام کے بیٹے رسول اللہؐ نے تو تیری بیوی کے لیے پردہ بنایا تھا پھر وہی بات کہی۔

پھر عمار ہودج کے قریب آئے اور کہنے لگے تم کیا چاہتی ہو؟ بی بی عائشہ نے کہا

خونِ عثمان تو عمار نے کہا آج خدا اس باغی کو رسوا کرے گا جو بغیر حق کے مطالبہ کرے اور یہ اشعار پڑھے فمنک البکاء (یہ اشعار گزر چکے ہیں) پس ان لوگوں نے عمار پر تیر برسائے تو عمار واپس آ گئے اور حضرت علیؑ نے پکار کر کہا اے لوگو! اس وقت تک رکے رہو جب تک ان کی طرف سے ابتدا نہ ہو۔ کسی پشت دکھانے والے کو قتل نہ کرنا، کسی زخمی کو ختم نہ کرنا اور ان کے مال کو حلال نہ سمجھنا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ نے طلحہ سے فرمایا میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے رسول اللہؐ سے نہیں سنا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ کہنے لگا ہاں خدا کی قسم۔ پھر واپس چلا گیا!

یہ جنگ جمادی الاولیٰ میں جمعرات کے دن صبح سے لے کر ظہر تک ہوئی تھی۔ ایسی جنگ نہ اس سے پہلے دیکھی گئی اور نہ اس کے بعد۔ قبیلہ مضر کے شہسوار اس میں فنا و برباد ہوئے۔ اور اونٹ کی مہار صرف وہی شخص پکڑتا تھا جو کہ شجاعت میں مشہور ہوتا پس مالک اشتر نخعی نے شاہسواروں کی ایک جماعت کے ساتھ حملہ کیا۔ اس وقت اونٹ کی مہار زفر بن حرث کے ہاتھ میں تھی پس انھوں نے زفر کو زخمی کر دیا اور اونٹ کے پاؤں بھی کاٹ دیے گئے۔ یہ کام ایک شخص دلجہ نامی نے کیا۔ مہار کے پکڑنے میں بنی ضبہ کے ستر آدمی قتل ہوئے کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر آخری شخص تھے جس نے مہار تھامی پس عائشہ نے چیخ ماری کہ اسماء کا بیٹا مارا گیا۔ پس عبداللہ زخمی ہوا اور اس نے اپنے آپ کو زخمیوں میں ڈال دیا۔ جب اونٹ گرا تو محمد بن ابی بکر اور عمار نے آ کر ہودج کو اٹھایا۔ محمد بن ابوبکر نے اپنا ہاتھ ہودج میں داخل کیا تو عائشہ نے کہا یہ کون ہے؟ محمد نے کہا تیرا احسان کرنے والا بھائی۔ کہنے لگیں نہیں بلکہ مذمت کا مستحق اور نافرمان۔ پھر حضرت علیؑ آئے اور عائشہ کے لیے ایک خیمہ نصب کیا اور فرمایا تو نے لوگوں کو بھڑکایا اور ایک دوسرے کے خلاف جمع کیا یہاں تک کہ بعض نے بعض کو قتل کر دیا۔ عائشہ نے کہا آپ کو غلبہ حاصل ہوا ہے پس معاف کر دیجیے۔

اور ایک روایت میں ہے آپ نے عائشہ کے ہودج پر چھڑی ماری اور فرمایا کہ

اے حمیرہ کیا رسول اللہؐ نے تمھیں اس امر کا حکم دیا تھا' حالانکہ اللہ نے تو تمھیں گھر میں رہنے کا فرمان جاری کیا تھا۔ خدا کی قسم تمھارے ساتھ ان لوگوں نے انصاف نہیں کیا جو تمھیں باہر نکال لائے اور اپنی بیویوں کو پردہ میں بحفاظت چھوڑ آئے۔ پس عائشہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

مروان اس جنگ میں قید ہو گیا تھا۔ پس حسنین علیہما السلام نے اس کی سفارش کی تو حضرت علیؑ نے اسے چھوڑ دیا۔ شہزادوں نے کہا کیا یہ آپ کی بیعت نہ کرے۔ فرمایا جس دن عثمان قتل ہوئے تھے اس نے میری بیعت نہیں کی تھی؟ مجھے اس کی بیعت کی ضرورت نہیں۔ یہ یہودی ہتھیلی ہے۔ یاد رکھو خدا کی قسم اس کے لیے بھی حکومت ہے جس طرح کتا اپنی ناک کو چاٹتا ہے اور عنقریب امت کو اس سے اور اس کی اولاد سے سخت دن کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس دن کتنے آدمی قتل ہوئے تھے ایک گروہ کہتا ہے کہ عائشہ کے لشکر سے اٹھارہ ہزار اور بعض کہتے ہیں کہ بارہ ہزار قتل ہوئے اور حضرت علیؑ کے لشکر سے پانچ ہزار یا بقولے ایک ہزار قتل ہوئے۔

علمائے سیر و تاریخ نے لکھا ہے کہ اس جنگ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علیؑ منبر بصرہ پر تشریف لے گئے اور آپ نے لوگوں سے خطبہ ارشاد فرمایا۔ تحقیق عورتیں ناقص الایمان' ناقص الحصہ اور ناقص العقل ہوتی ہیں۔ ان کے ایمان کا ناقص ہونا یہ ہے کہ یہ اپنی عمر کے ایک حصہ میں نماز اور روزہ سے رہ جاتی ہیں اور ان کے حصہ کا ناقص ہونا یہ ہے کہ میراث میں مردوں کے مقابلے میں ان کا حصہ آدھا ہوتا ہے اور ان کی عقلوں کا نقص یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی ہے ان میں سے بری عورتوں سے ڈرو اور اچھی عورتوں سے بھی بچ کر رہو' اچھی چیز میں بھی ان کی اطاعت نہ کرو تاکہ بری چیز کی طمع ان میں پیدا نہ ہو۔ اے عورت کا لشکر اے ہر چیخنے والے کی اتباع کرنے والے تمہارا پانی گندلا ہے۔ تمہارا دین منافقت ہے تمھیں شیطان نے پکارا تم نے اس کی دعوت قبول کی' اس کے پاؤں کاٹے گئے تم پریشان ہو گئے گویا کہ میں تمہاری مسجد کو دیکھ رہا ہوں کہ اس پر اوپر نیچے سے خدا عذاب بھیج رہا ہے وہ مسجد ایسے ہے جس طرح کشتی کا سینہ

یا بیٹھا ہوا شتر مرغ یا مثل پرندہ کے سینے کے جو دریائی لہر میں ہو تمہاری زمین آسمان سے دور اور پانی سے قریب ہے۔ تمہاری عقلیں خفیف اور بے شعور ہیں تم ہر تیر مارنے والے کا نشانہ کھانے والے کا لقمہ اور حملہ کرنیوالے کا شکار ہو۔ سیف کہتا ہے کہ اہل مدینہ کو جمعرات کے دن ہی جنگ جمل کا واقعہ معلوم ہو گیا تھا اور یہ ایک گدھ کی وجہ سے ہوا جو مدینہ کے گرد منڈلا رہا تھا۔ اس کے پنجوں میں ایک چیز لٹکی ہوئی تھی لوگوں نے غور سے دیکھا تو وہ ایک آدمی کی ہتھیلی تھی۔ جس میں ایک انگوٹھی تھی وہ گری تو اس پر عبدالرحمٰن بن عقاب بن اسید کا نام کندہ تھا۔

واپسی حضرت عائشہ

علماء سیر کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے جناب عبداللہ ابن عباس کو حضرت عائشہ کی طرف یہ حکم دے کر بھیجا کہ وہ مدینہ کی طرف واپس جائیں۔ عبداللہ ابن عباس اجازت لیے بغیر ان کے پاس چلے گئے تو عائشہ نے کہا تو نے سنت کی خلاف ورزی کی کہ ہمارے پاس اجازت لیے بغیر چلا آیا۔ تو عبداللہ نے ان سے کہا اگر تم اسی گھر میں ہوتیں جس میں رسول اللہ تمھیں چھوڑ گئے تھے تو ہم تمہاری اجازت کے بغیر داخل نہ ہوتے۔ پھر عبداللہ نے کہا امیر المومنین تمھیں حکم دے رہے ہیں کہ اس گھر میں چلو جس میں رہنے کا خدا نے تمھیں حکم دیا ہے۔ عائشہ نے انکار کیا۔ ابن عباس نے سختی سے کہا کہ وہ امیر المومنین ہیں جنھیں تم جانتی ہو۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ نے حضرت عائشہ کے لیے بہترین اسباب سفر تیار کیا اور بہت سا مال بھی انھیں دیا۔ ان کے بھائی عبدالرحمٰن کو تیس مردوں، اشراف بصرہ، قبیلہ ہمدان اور عبدالقیس کی بیس دیندار عورتوں کو ساتھ کیا۔ ان عورتوں کو مردوں کے لباس عمامہ وغیرہ پہنا دیا گیا تلواریں حمائل کرادی گئیں اور ان سے فرمایا کہ عائشہ کو نہ بتانا کہ تم عورتیں ہو اور چہروں پر ڈھاٹے باندھ لو اور اس کے گرد رہو اور کسی مرد کو اس کے نزدیک نہ آنے دو۔ وہ اسی طرح عائشہ کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ جب وہ مدینہ میں پہنچیں

تو ان سے پوچھا گیا کہ واپسی کا سفر کیسا رہا۔ کہنے لگی خدا کی قسم بہت اچھا رہا۔ البتہ اس نے (علیؑ) دیا اور کافی دیا۔ لیکن غیر مردوں کو میرے ساتھ کر دیا جو میری جان پہچان والے نہ تھے۔ یہ بات ان عورتوں تک پہنچ گئی تو وہ عائشہ کے پاس آئیں اور بتایا کہ ہم تو عورتیں ہیں مرد نہیں ہیں تب حضرت عائشہ نے سجدہ شکر ادا کیا اور کہنے لگیں خدا کی قسم اے ابوطالب کے بیٹے تیرا کرم زیادہ ہی ہوتا رہا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے عائشہ کو رسول اللہؐ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے مدینہ کی طرف واپس بھیجا تھا اور ہشام کا اشارہ امام احمد بن حنبل کی اس روایت کی طرف۔ ہے جو انھوں نے (حذف اسناد) ابی رافع سے کی ہے کہ رسول اللہؐ نے علی ابن ابی طالبؑ سے فرمایا کہ عنقریب تمھارے اور عائشہ کے درمیان ایک واقعہ ہوگا تو آپ نے فرمایا تو کیا اس وقت میں امت کا بد بخت ہوں گا۔ فرمایا نہیں لیکن جب ایسا ہو تو انھیں ان کے سونے کی جگہ کی طرف واپس کر دینا۔ مختصراً قصہ جنگ جمل ختم

جنگ صفّین

علماء سیر کا بیان ہے کہ جب آپ جنگ جمل سے فارغ ہوئے تو بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور اسی سال ۱۲ رجب ۳۶ھ کو کوفہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے جریر بن عبداللہ بجلی کے ذریعے معاویہ سے خط و کتابت کی اور اس سے بیعت کا مطالبہ کیا لیکن معاویہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس سال کے متعدد ایام آپ نے کوفہ میں گزارے اور اسی سال صفین کی طرف متوجہ ہوئے اور معاویہ کے ساتھ مڈبھیڑ ہوئی اور دونوں کے درمیان مجادلہ اور حوادث رونما ہوئے اور حضرت علیؑ صفین کی طرف نوے ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ معاویہ ایک لاکھ بیس ہزار کے ساتھ آیا تھا۔ اہل عراق میں سے بیس ہزار قتل ہوئے جن میں عمار بن یاسرؓ ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص اور خزیمہ بن ثابت بھی تھے۔ آخری مقتولین میں اویس قرنی اور اصحاب بدر میں سے پچیس آدمی شہید ہوئے۔

زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ ستاسی

اشخاص بدری تھے جن میں سے سترہ مہاجر اور ستر انصار تھے اور باقی صحابہ میں سے آپ کے ساتھ ایک ہزار آٹھ سو صحابی تھے جن میں ستر آدمی وہ تھے جنھوں نے رسول اللہ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے "بیعت رضوان" کی تھی۔ اہل شام میں سے ستر ہزار مارے گئے۔ جانبین کے درمیان ستر جنگیں ایک سو بیس دن میں ہوئیں پس ان میں سے جتنی ہماری کتاب سے مناسبت رکھیں گی ہم ان کا انتخاب کریں گے۔

مؤلف کہتا ہے کہ جب حضرت علیؑ بصرہ سے واپس آئے تو جریر بن عبداللہ کو معاویہ کی طرف بھیجا اور اپنی اطاعت کی اسے دعوت دی۔ اس خط کی عبارت یہ تھی۔

"امابعد۔ بعد اس کے کہ تو شام میں تھا۔ مدینہ میں میری بیعت تجھ پر لازم ہو گئی ہے کیونکہ میری بیعت انھیں لوگوں نے کی ہے جنھوں نے ابوبکر و عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی۔ اسی طریقے پر جیسے ان کی بیعت کی تھی (بیعت کرنے والوں کا دستور یہ تھا) کہ حاضر کو دوبارہ انتخاب کا حق نہیں اور غائب اسے رد نہیں کر سکتا بلکہ شوریٰ صرف مہاجرین و انصار کے لیے ہے پس یہ سب جب کسی شخص پر اتفاق کر لیں اور اسے امام بنا لیں تو یہی اللہ کی رضا ہوتی ہے۔ پس اگر کوئی شخص ان کے اس حکم سے نکلنا چاہے تو اسے اس کی طرف لوٹا دیتے اور اگر انکار کرتا تو اسے قتل کر دیتے۔ اس بنا پر کہ اس نے مومنین کے رستے کے علاوہ دوسرے راستے کی اتباع کی ہے۔ اور خدا بھی اسے اسی حالت پر چھوڑ دیتا ہے جس کو اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔ اور وہ جو بری بازگشت ہے اور تحقیق طلحہ اور زبیر نے میری بیعت کی تھی اور اسے توڑ بھی دیا پس میں نے ان سے جہاد کیا بعد اس کے کہ میں نے ان پر کوئی عذر پوشیدہ نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ حق آ گیا اور باطل ختم ہو گیا۔ اگرچہ وہ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ پس تم بھی اسی امر میں داخل ہو جاؤ جس میں تمام مسلمان داخل ہوئے ہیں کیونکہ میرے متعلق میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ امر عافیت ہے اور یہ کہ تو اپنے کو بلاد مصیبت میں نہ ڈال اور اگر تو نے مصیبت مول لینا ہی ہے تو میں تجھ سے (مجبوراً) جنگ کروں گا اور اس معاملہ میں اللہ سے اعانت طلب کروں گا۔ اور تحقیق مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تو قاتلین عثمان کے متعلق بہت باتیں

کرتا ہے تو پہلے اس چیز میں داخل ہو جا جس میں سب مسلمان داخل ہوئے ہیں پھر ان کا مقدمہ میرے سامنے پیش کرو میں کتاب خدا کے مطابق فیصلہ کروں گا لیکن یہ تدابیر جنھیں تم چاہتے ہو یہ تو بچے کو دودھ سے روکنے کی ہیں اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے اگر تو اپنی عقل کی آنکھ سے دیکھے نہ خواہش نفسانی سے تو مجھے قتل عثمان اور خونِ عثمان سے سب لوگوں کی نسبت زیادہ بری الذمہ پائے گا۔ اور تجھے علم ہے کہ تو ان طلقاء (جنھیں رسول اللہؐ نے فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہؐ نے آزاد کیا تھا) میں سے ہے کہ جن کے لیے خلافت حلال نہیں اور نہ وہ شوریٰ میں داخل ہو سکتے ہیں اور میں نے تیری طرف جریر کو بھیجا ہے پس اس کے ہاتھ پر بیعت کر لے۔ اور کوئی قوت و طاقت نہیں مگر اللہ کی طرف سے۔ والسلام!''

جب جریر معاویہ کے ہاں پہنچا تو معاویہ ٹال مٹول کرتا رہا اور عمرو بن عاص سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ عمرو بن عاص نے کہا خون عثمان علیؑ کے سر تھوپو اور اہل شام کو لے کر علیؑ سے جنگ کرو۔ معاویہ نے دمشق کی جامع مسجد کے منبر پر عثمان کی قمیص لٹکا رکھی تھی جس کے ساتھ زوجہ عثمان کی انگلیاں بھی تھیں تو اہل شام نے قسم کھالی تھی کہ وہ فرش پر نہیں سوئیں گے اور نہ اپنی بیویوں کے پاس جائیں گے جب تک قاتلین عثمان کو قتل نہیں کر لیں گے۔

پس معاویہ نے حضرت علیؑ کو خط لکھا: ''اما بعد پس تحقیق اگر آپ کی بیعت کرنے والوں نے اس حال میں کی ہوتی کہ آپ خون عثمان سے بری ہوتے پھر تو آپ ابو بکر و عمر اور عثمان کی طرح ہوتے لیکن آپ نے تو مہاجرین و انصار کو عثمان کے خلاف ابھارا اور انھیں اس کی مدد نہ کرنے دی یہاں تک کہ جاہل اشخاص نے آپ کی اطاعت کی اور کمزور لوگوں نے آپ سے قوت حاصل کی اہل شام آپ سے جنگ کا عزم کر چکے ہیں مگر یہ کہ آپ عثمان کے قاتل ان کے حوالے کر دیں۔ پھر تو وہ آپ سے تعرض نہ کریں گے اور یہ امر مسلمانوں کے شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے اور شوریٰ کا حق بھی صرف اہل شام کو دیا جائے نہ کہ اہل حجاز کو۔ باقی رہی آپ کی فضیلت اور قریش میں منزلت دینی اور آپ کی قدر و منزلت رسول اللہؐ کے ساتھ تو میں اس کا انکار نہیں کرتا۔ الخ۔''

پس جریر معاویہ کا خط لے کر حضرت علیؑ کے پاس پہنچا اور آپ کو اطلاع دی کہ معاویہ لڑنا چاہتا ہے اہل شام بھی اس کے ساتھ ہیں اور وہ معاویہ پر گریہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کر دیا ہے اور اس کے قاتلوں کو پناہ دے رکھی ہے اور وہ نہیں رکیں گے جب تک آپ انھیں یا وہ آپ کو قتل نہ کر دیں۔

حضرت علی نے معاویہ کو خط لکھا۔ ''امابعد پس تحقیق تیرے پاس ایسے شخص کا خط آیا کہ جس میں نہ بصیرت ہے جو اسے ہدایت کرے اور نہ کوئی فائدہ پہنچانے والی چیز ہے جو اس کی رہبری کرے۔ اسے خواہش نفس نے بلایا تو اس نے لبیک کہی اور اپنی طرف کھینچا تو وہ تابع ہو گیا۔ تو نے یہ گمان کیا ہے کہ میں نے عثمان کی مدد سے روکا مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ میں تو مہاجرین و انصار میں سے ایک شخص تھا' وہاں وارد ہوتا تھا جہاں وہ وارد ہوتے اور وہاں سے نکلتا جیسے وہ نکلتے اور میں عثمان کے قاتلوں کے ساتھ نہیں تھا۔ باقی رہا تیرا یہ قول کہ اہل شام کو شوریٰ کا حکمراں بنایا جائے تو کون ہے اہل شام میں جو خلافت کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اگر تو کسی کا نام لے بھی تو مہاجرین و انصار تیری تکذیب کریں گے اور تیرا میرے سوابق و فضائل کا اعتراف کر لینا تو اگر تجھ میں ان کے انکار کی قدرت ہوتی تو ضرور انکار کر ڈالتا' لیکن تو اس سے عاجز ہے۔ آپ نے اس خط کے آخر میں یہ اشعار لکھے:

معاوی دع عنک مالا یکونا	وقتلة عثمان اذتد عونا
اتاکم علی باهل العراق	واهل الحجاز فما تصنعونا
علی کل جرداء خیفانة	واجرد صلب یقر الحیونا
علیها فوارس من شیعة	کاسد العرینا تحامی العرینا
یرون الطعان حلال العجاج	وضرب الفوارس فی النقع دینا
هم هزموا الجمع یوم الزبیر	وطلحه و غیرهم الناکشینا
فان تکرهوا الملک ملک العراق	فقد کره القوم ماتکرهونا
فقل للمضلک من وائل	ومن جعل الغث یوماً سمینا

جعلت بن هندو اشياعه نظيز علی اماتستحونا
علی ولی الحميد المجيد وصی النبی من العالمينا

ترجمہ: اے معاویہ چھوڑ اس بات کو جو ہونے والی نہیں ہے اور قاتلین عثمان کو جس کا تو مدعی ہے۔ علیؑ اہل عراق اور اہل حجاز کو لے کر آ گیا۔ پس تم کیا کرو گے؟ ہر کم مو گھوڑے پر سوار ہو کر ٹڈی دل ہیں جن کی پشت بالوں سے صاف ہے جنھیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں جن پر شیعہ شہسوار سواری کر رہے ہیں جو بیشہ کے شیر کی طرح اپنے بیشہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ جو غبارِ جنگ کے درمیان نیزہ زنی اور تلوار سے شاہسواروں کو قتل کرنا عین دین سمجھتے ہیں۔ انھوں نے ہی طلحہ و زبیر وغیرہ بیعت توڑنے والوں کی جماعت کو شکست دی تھی۔ پس اگر تم اہل عراق کی حکومت کو ناپسند کرتے ہو تو یہ لوگ بھی تمھاری طرح تمھاری حکومت کو ناپسند کرتے ہیں۔ قبیلہ وائل کے گمراہ کرنے والے اور جو شخص پتلی چیز کو موٹا کرتا ہے سے کہہ دو کہ تم نے ہند کے بیٹے اور اس کے گروہ کو علیؑ کی مثل قرار دیا ہے کیا تمھیں حیاء شرم نہیں آتی۔ علیؑ تو لائق حمد و بزرگی، خدا کا ولی اور نبی اکرمؐ کا پورے عالمین میں وصی و جانشین ہے۔

پھر آپ نے یہ خط اصبغ بن بناتہ تمیمی کے سپرد کیا اور حضرت علیؑ لشکر کی اصلاح کے لیے مقام نخیلہ کی طرف تشریف لے گئے۔

اصبغ شام کی طرف روانہ ہوئے وہ کہتے ہیں کہ میں جب معاویہ کے دربار میں پہنچا تو یہ حالت تھی کہ عمرو بن عاص اس کے دائیں طرف، ذوالکلاع اور حوشب بائیں طرف تھے اور اس کے پہلو میں اس کا بھائی عتبہ، ابن عامر، ولید بن عقبہ، عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید اور شرجیل بن سمط تھے اور اس کے سامنے ابوہریرہ، ابودرداء، نعمان بن بشیر اور ابو امام باہلی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے خط معاویہ کے سپرد کیا۔ جب معاویہ نے خط پڑھا تو کہنے لگا حضرت علیؑ عثمان کے قاتل ہمارے حوالے نہیں کرتے۔ اصبغ نے کہا اے معاویہ قاتلین عثمان کے بہانے کو چھوڑ دو تم تو صرف ملک و سلطنت کے طلبگار ہو۔ اور اگر تم اس کی زندگی میں اس کی مدد کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے۔ لیکن تم تو اس کی تاک میں تھے اس

لیے اس کی مدد کو نہ پہنچے تا کہ اس سلسلے میں تمھیں دنیا کا اقتدار مل جائے۔ معاویہ غضب ناک ہو گیا۔ میں نے چاہا کہ اس کے غصے کو مزید بھڑکاؤں تو میں نے ابو ہریرہ سے کہا تم رسول اللہؐ کے صحابی ہو میں تمھیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اس کے رسولؐ کے حق کی قسم دیتا ہوں کیا تو نے رسول اللہؐ کو غدیر خم کے دن یہ کہتے سنا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں کہنے لگا ہاں خدا کی قسم میں نے آپکو یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ اصبغ کہتے ہیں میں نے کہا پھر تو تم نے اس کے دشمن کو دوست بنالیا اور اس کے دوست سے دشمنی گانٹھ لی تو ابو ہریرہ نے ایک لمبی سانس لی اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پس معاویہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور کہنے لگا یہ کیا ہے اپنے کلام کو روک دو تم اہل شام کو خون عثمان کا مطالبہ کرنے میں دھوکا نہیں دے سکتے کیونکہ وہ مظلوم ہو کر محترم مہینے میں حرم رسول میں تیرے صاحب کے سامنے مارا گیا ہے اور اسی (علیؑ) نے ہی لوگوں کو ابھارا یہاں تک کہ انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور آج وہی لوگ علیؑ کے اعیان و انصار ہاتھ اور پاؤں بنے ہوئے ہیں۔ عثمان ایسا نہیں کہ جس کا خون رائیگاں جائے۔ پس ذوالکلاع' حوشب اور معاویہ بن ضریح نے کہا اے معاویہ ہم ضرور تیری مدد کریں گے یہاں تک کہ تیری مراد حاصل ہو یا ہم سب قتل ہو جائیں۔ پس اصبغ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے:

معادی للّٰہ من خلقہ	عباد قلوبھم قاسیۃ
وقلبک من شر تلک القلوب	ولیس المطبقہ کالعاصۃ
دع ابن خدیج ودع حوشب	وذاکلع و اقبل عافیۃ

ترجمہ: اے معاویہ اللہ کی مخلوق میں سے کچھ ایسے بندے ہیں جن کے دل سخت ہیں۔ اور تیرا دل ان دلوں میں سے بدترین دل ہے اور اطاعت کرنے والا دل حقیقت کار کی طرح نہیں ہو سکتا۔ ابن خدیج' حوشب اور ذوالکلاع کی باتوں کو چھوڑ اور عافیت کی طرف بڑھ!

تو معاویہ چیخ کر کہنے لگا تو قاصد بن کر آیا ہے یا نفرت پھیلانے۔ پھر اصبغ عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔

تو معاویہ چیخ کر کہنے لگا تو قاصد بن کر آیا ہے یا نفرت پھیلانے۔ پھر اصبغ عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔

۳۶ھ میں معاویہ اور عمرو بن عاص نے حضرت علیؑ کے خلاف جنگ کرنے پر اتفاق کر لیا اور قبل اس کے کہ حضرت علیؑ مقام نخیلہ میں جاتے جنگ جمل کے دنوں ہی معاویہ اور عمرو بن عاص کی صلح ہو چکی تھی۔ بعد اس کے کہ معاویہ عمرو سے مایوس ہو چکا تھا اور عمرو کا ارادہ تھا کہ بصرہ جا کر حضرت علیؑ کی نصرت و مدد کرے پس معاویہ نے اس کو مصر کی حکومت عطا کی جس کی اسے آرزو تھی اس لیے وہ معاویہ کی طرف مائل ہو گیا اہل تاریخ کا بیان ہے کہ جب عثمان محصور ہو گئے تو عمرو بن عاص مدینہ سے شام چلا گیا اور فلسطین میں مقیم ہو گیا۔ وہ لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکاتا تھا کیونکہ وہ عثمان سے منحرف تھا۔ اس لیے کہ جب عثمان خلیفہ ہوئے تو انھوں نے عمرو بن عاص کی طرف کوئی توجہ نہ دی نہ اسے کہیں کی حکومت دی۔ جب مصر سے اسے معزول کیا تو عمرو بن عاص فلسطین میں مقیم ہو گیا یہاں تک کہ عثمان قتل ہو گئے۔ پھر معاویہ سے لوگوں نے کہا تیری حکومت عمرو کے بغیر نہیں جم سکتی۔ کیونکہ وہ عرب کا سب سے زیادہ چالباز انسان ہے پس معاویہ نے عمر عاص کو ایک خط لکھا اس میں اسے دعوت دی اور اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی اس سے بڑے بڑے وعدے وعید کیے گئے بشرطیکہ وہ امیر المومنینؑ کے ساتھ جنگ کرنے میں معاویہ کا ساتھ دے اور ذکر کیا کہ عثمان پر کیا گزری تو عمرو عاص نے اس کے خط کے جواب میں لکھا۔ اما بعد میں نے تیرا خط پڑھا اور اسے سمجھا۔ پس یہ بات کہ تو مجھے دعوت دیتا ہے کہ میں اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال ڈالوں اور تیرے ساتھ گمراہی کے گڑھے میں جا گروں اور باطل پر تیری مدد کروں اور امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے مقابلے میں تلوار کھینچ کر آ جاؤں حالانکہ وہ رسول اللہؐ کے بھائی ان کے ولی ان کے وصی ان کے وارث ان کے قرض کو ادا کرنے والے ان کے وعدوں کو پورا کرنے والے اور ان کے اس بیٹی کی وجہ سے داماد جو عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں اور دونواسوں حسنؑ و حسینؑ کے باپ ہیں جو جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

باقی رہی تیری یہ بات کہ تو عثمان کا جانشین ہے پس تم اس کے مرنے سے معزول ہو گئے اور تمہاری جانشینی ختم ہو گئی اور تیرا یہ کہنا کہ امیر المومنینؑ نے صحابہ کو عثمان کے خلاف بھڑکایا تو یہ تیرا کذب وافترا ہے اور گمراہی ہے۔ تجھ پر وائے ہوائے معاویہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ ابوالحسنؑ نے اللہ کے لیے اپنی جان کا سودا کیا اور بستر رسولؐ پر رات بھر سوتے رہے اور حضور اکرمؐ نے ان کے متعلق فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں پس تیرا خط کسی صاحب عقل اور دیندار شخص کو دھوکا نہیں دے سکتا والسلام!

جب معاویہ نے عمر عاص کا یہ خط پڑھا تو عتبہ بن سفیان نے اس سے کہا کہ اس سے مایوس نہ ہو۔ پس معاویہ نے اسے خط لکھا اور حکومت کا لالچ دیا اور اپنی بادشاہت میں اسے شریک قرار دیا۔ خط کے آخر میں یہ اشعار لکھے:

جهلت وما تعلم محلک عندنا

فارسلت شيئاً من عتاب وما تدری

فثق بالذی عندی لک اليوم انفا

من العز والاکرام والجاه والقدر

واکتب عهداً ترتضيه موکداً

واشفعه بالبذل منی وبياجر

ترجمہ: تو جہالت کی باتیں کرتا ہے تو نہیں جانتا کہ ہمارے نزدیک تیری کیا قدر و منزلت ہے پس تو نے ایک عتاب آمیز خط بھیجا ہے اور سمجھا نہیں۔ پس وثوق و اطمینان رکھ اس پر جو آج کے دن فوری طور پر عزت و اکرام اور قدر و منزلت تیری میرے نزدیک ہے۔ اور میں ایک تاکیدی عہدنامہ تجھے لکھ کر دوں گا جس پر تو راضی ہو گا اور اس کے ساتھ ساتھ تجھ پر بخشش و احسان بھی کروں گا۔

عمرو عاص نے اس کے جواب میں لکھا:

ابی القلب منی ان یخادع بالمکر — بقتل بن عفان اجرانی الکفر

وانی لعمری ذو دهاء وفطنة — ولست ربیع الدین بالاشح والوفر

الیس صغیراً ملک مصر ببیعة　　　　هی العار فی الدنیا علی الال من عمر

ترجمہ: میرے دل نے انکار کیا کہ اسے مکروفریب سے دھوکا دیا جائے اور یہ کہ عفان کے بیٹے کے قتل کی وجہ سے میں کفر کی طرف کھینچ جاؤں۔ میری جان کی قسم میں چالباز اور زیرک ہوں۔ میں دین کو تھوڑے اور بہت مال پر نہیں بیچوں گا۔ کیا مصر کی حکومت اس بیعت کے مقابلے میں ہیچ نہیں جو عمرو کی آل کے لیے رہتی دنیا تک عار ہے۔

اور سیف نے ہشام بن محمد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ عمرو نے یہ اشعار بھی معاویہ کو لکھے۔

معاویہ لا اعطیک دینی ولم افل　　　　بہ منک دنیا فانظرن کیف تضع

فان تعطنی مصراً فاربح بصفقة　　　　اخذت بھا شیخاً یضر و ینفح

ترجمہ: اے معاویہ میں تجھے اپنا دین نہیں دوں گا حالانکہ اس کے بدلے میں تو تجھ سے کوئی دین و مذہب نہیں لے رہا دیکھو تم کیا کر رہے ہو پس اگر تو نے مجھے مصر دے بھی دیا اور تجھے اس خرید و فروخت میں نفع حاصل ہوا کہ اس کے بدلے تو نے ایک ایسے پرانے شخص کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے جو جسے چاہے ضرر پہنچا سکتا ہے اور جسے چاہے نفع۔

پس معاویہ نے اسے لکھا کہ مصر کا علاقہ میں تجھے بطور جاگیر تیرے اخراجات کے لیے دیتا ہوں اور اس پر گواہوں کی گواہیاں بھی ثبت کرالیں۔ عمرو نے ساری رات اس فکر میں گزار دی۔ اس نے اپنے غلام کو بلایا جس کا نام وردان تھا مصر میں سوق وردان اسی کی طرف منسوب ہے۔ اس سے پوچھنے لگا اے وردان تمہاری کیا رائے ہے تو اس نے کہا علیؑ کے ساتھ آخرت ہے دنیا نہیں اور معاویہ کے ساتھ دنیا ہے آخرت نہیں لیکن وہ جو علیؑ کے ساتھ ہے باقی رہنے والی ہے اور جو معاویہ کے ساتھ ہے فنا ہونے والی ہے۔ جب صبح ہوئی تو عمرو اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا عبداللہ بن عمرو بھی تھا وہ اس سے کہتا تھا کہ معاویہ کے پاس نہ جاؤ اور اپنی آخرت کو فنا ہونے والی دنیا کے مقابلے میں نہ بیچو۔ عمرو اس معاملہ میں حیران تھا۔ یہاں تک کہ وہ ایک ایسے دوراہے

پر پہنچا جہاں ایک راستہ مدینہ کی طرف جاتا تھا اور دوسرا دمشق کی طرف وہ وہاں آ کر رکا' لیکن پھر اس نے اپنے گھوڑے کا رخ دمشق کی طرف پھیرتے ہوئے کہا کہ معاویہ حضرت علیؑ کی نسبت ہم سے زیادہ نرمی برتتا ہے۔ اور وہ سیدھا معاویہ کے پاس پہنچ گیا۔

علماء سیر و تواریخ کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ اسی سال نخلیہ سے شام کی طرف روانہ ہوئے اور کوفہ کی حکومت ابو مسعود انصاری کے سپرد کی۔ یہ واقعہ ۵ شوال کا ہے۔ آپ مدائن میں اترے اور مدائن سے چلتے وقت مدائن کا حاکم سعد بن مسعود ثقفی کو بنا گئے جو کہ مختار بن ابی عبید کا چچا تھا۔ آپ مقام رقہ پر پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کہا کہ دریا پر پل بناؤ تا کہ ہم اسے عبور کر کے شام کی طرف جائیں تو انھوں نے انکار کیا اور فرات کی مغربی جانب اپنی کشتیاں جمع کر لیں۔ اس پر مالک اشتر نے انھیں پکار کر کہا اے اہل رقہ اگر تم نے پل نہ بنایا تو خدا کی قسم میں تلوار سے تمہاری خبر لوں گا اور تمھارے سب مردوں کو قتل کر دوں گا۔ پس وہ لوگ ڈر گئے اور انھوں نے پل بنا دیا۔ لشکر نے دریا عبور کیا۔ آپ کا مقدمۃ الجیش جس میں مالک اشتر تھے آگے آگے چلا۔ ان کی ڈبھیڑ ابو اعور اسلمی سے ہو گئی۔ اس کا نام عمر بن سفیان تھا جو اہل شام کے ایک دستہ کے ساتھ تھا۔ انھوں نے ابو اعور پر حملہ کیا اور اسے شکست ہوئی۔ معاویہ آیا اور صفین کے ایک مقام پر اتر پڑا۔ حضرت علیؑ تشریف لائے اور اس کے مدمقابل نزول اجلال فرمایا لیکن اصحاب علیؑ کے قبضہ میں دریا کا کوئی گھاٹ نہ تھا۔ تمام گھاٹوں پر معاویہ کے لشکر کا قبضہ تھا اور انھوں نے پانی لینے سے روک دیا۔ آپ نے مالک اشتر صعصعہ بن صوحان کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہمارے اور پانی کے درمیان رکاوٹ نہ ڈالو۔ معاویہ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے عقبہ کہنے لگا انھیں پانی سے روکے رکھو جس طرح انھوں نے عثمان پر چالیس دن پانی بند کیا تھا اور عبداللہ بن سعد سے کہا کہ پانی بند رہے تا کہ یہ واپس چلے جائیں اور یہی ان کی کمزوری کا سبب بنے گا اور خدا بھی قیامت کے دن ان پر پانی بند کرے گا!

صعصعہ بن صوحان نے کہا قیامت کے دن خداوند عالم فاسق و فاجر اور شراب پینے پر جو تیرے اور اس فاسق یعنی ولید جیسے لوگوں پر پانی بند کرے گا پس وہ صعصعہ کو برا

بھلا کہنے لگے اور صعصعہ کہنے لگا خدا تم سب پر لعنت کرے۔ پھر وہ وہاں سے چلے آئے۔

عمرو عاص نے معاویہ سے کہا اے معاویہ پانی کا راستہ کھول دو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ابو طالب کا بیٹا پیاس سے مر جائے گا۔ حالانکہ اس کے ساتھ نیزوں کی نوکیں، عراق کے بہادر اور مہاجرین و انصار کے بزرگ موجود ہیں۔ خدا کی قسم ان کے پیاسا مرنے سے پہلے سروں کے پیالے کھوپڑیوں سے اڑیں گے۔ ماہ محرم کے گزرنے تک صلح وصفائی سے کام لو اور برائی کی طرف جلدی نہ کرو انجام برا ہے لیکن معاویہ نے انکار کیا اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ پہلی کامیابی ہے۔ خداوند عالم ابوسفیان بن حرب کو رسول اللہ کے حوض سے پانی کا ایک قطرہ نہ پلائے اگر یہ لوگ اس پانی کا ایک قطرہ پی سکے۔

فیاض بن حرث ازدی نے کہا اے معاویہ خدا کی قسم تو نے اس قوم کے ساتھ انصاف نہیں کیا اگر یہ روم کی فوج ہوتی تو بھی انھیں پانی سے روکنا جائز نہیں تھا چہ جائیکہ وہ بدری اصحاب رسول مہاجرین و انصار ہیں۔ ان میں رسول اللہؐ کے چچا زاد بھائی، رازدان ان کے محبوب اور داماد ہیں۔ اے معاویہ کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ خدا کی قسم یہ تو عین بغاوت ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ ہم سے پہلے پانی پر قبضہ کر لیتے تو یقیناً ہمیں منع نہ کرتے۔ یہ شخص عمرو عاص کا دوست تھا۔ معاویہ نے عمرو سے کہا اپنے دوست کو مجھ سے روکو پس فیاض کھڑا ہو گیا اور وہ یہ اشعار کہنے لگا:

اتحمون الفرات علی اناس	وفی ایدیهم الاسل الظماء
وفی الاعناق اسیاف حداد	کان القوم عندکم نساء
الا اللّٰه درک یابن هند	لقد ذهب الحیاء فلاحیاء
وقد ذهب العتاب فلا عتاب	وقد ذهب الولاء فلا ولاء
ولست بتابع دین بن هند	طوال الدهر ماوفی احراء
وقولی فی حوادث کل امر	علی عمرو و صاحبه العفاء

ترجمہ: کیا تم فرات کا پانی ایسے لوگوں پر بند کرتے ہو جن کے ہاتھوں میں چمکدار تیز نیزے ہیں۔ اور ان کی گردنوں میں تیز تلواریں لٹک رہی ہیں۔

گویا تمھارے نزدیک وہ عورتیں ہیں۔ خبردار خدا ہی تمھیں سنبھالے اے ہند کے بیٹے اب حیا و شرم ختم ہوگئی ہے اور کوئی حیا باقی نہیں رہی۔ اب تجھ پر عتاب و سرزنش کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا اور مروت بھی ختم ہوگئی ہے کوئی مروت نہیں رہی اور میں تو ہند کے بیٹے کے دین کے تابع نہیں جب تک دنیا باقی ہے اور میں ہر معاملے کے حوادثات میں یہ کہوں گا کہ عمرو اور اس کے ساتھی پر خاک ہو۔

پھر اس نے اپنا گھوڑا حضرت علیؑ کے لشکر کی طرف موڑ دیا۔

اور جب معاویہ اور اس کے ساتھیوں نے حضرت علیؑ اور ان کے اصحاب پر پانی بند کر دیا۔ تو مالک اشتر نے عرض کی اے امیر المومنینؑ کیا ہم پیاس سے مرتے رہیں حالانکہ تلواریں ہمارے کندھوں پر اور نیزے ہمارے ہاتھوں میں ہیں اور پانی کے گھاٹوں پر ابواعور اسلمی اہل شام کے لشکر کے ساتھ تعینات ہے۔ پس حضرت علیؑ نے مالک اشتر اور قیس بن اشعث کو بارہ ہزار کا لشکر دے کر اس کی طرف بھیجا۔ ان لوگوں نے ابواعور پر حملہ کیا اور مالک اشتر نے تمام گھاٹوں پر قبضہ کر لیا اور یہ پہلی جنگ تھی جو صفین میں ہوئی اور یہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ تھی۔ اس میں اور جنگ جمل میں سات مہینے اور کچھ دنوں کا وقفہ تھا اور ذی الحجہ کی چھٹی تاریخ کو عبداللہ بن عمر بن خطاب مالک اشتر کے مقابلے میں آیا تو اشتر نے اسے کہا کہ اے بیچارے تجھے اس بات پر کس نے مجبور کیا ہے تو کیوں نہیں الگ ہوگیا۔ جس طرح تیرا بھائی اور سعد بن مالک الگ ہو گئے تھے۔ کہنے لگا مجھے ہرمزان کے دن کے قصاص کا ڈر تھا تو مالک نے کہا پھر مکہ ہی میں قیام کیا ہوتا تو عبداللہ کہنے لگے اس عتاب و خطاب کو چھوڑو پس مالک اشتر نے اس پر حملہ کیا اور عبیداللہ کو شکست نصیب ہوئی۔

ہشام بن محمد کہتا ہے جب صفین میں رہتے ہوئے اٹھارہ دن گزر گئے تو معاویہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور کہنے لگا ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے باپ یا بھائی یا بیٹے کو ابو طالبؑ کے بیٹے نے قتل نہ کیا ہو۔ اے ولید بدر کے دن علیؑ نے تیرے باپ کو قتل کیا اے ابواعور اُحد کے دن علیؑ نے تیرے چچا کو قتل کیا۔ اور اے طلحہ طلحات جمل کے دن علیؑ نے تیرے بھائی کو قتل کیا اور بدر کے دن میرے بھائی کو قتل کیا۔ پس سب اس کے

خلاف جمع ہو جاؤ تا کہ ہم اس سے اپنے بدلے چکا سکیں۔ (جب معاویہ نے یہ بات کہی) تو ولید بن عقبہ ہنس پڑا اور کہنے لگا:

فقلت لـه اتلعب یابن هند	كـانک بیتـا رجل غریب
اتـامـرنـا بـحیة بطن واد	اذا نهشت فلیس لها لحبیب
فسد عـمر واوسل عن خصیة	نـجاولقلـه منها و حبیب
كـان الـقـوم لـمـا عـانیوه	خلال النقع لیس لهم قلوب
وقد نـادی مـعاویه بن حرب	فـاسمعـه ولكن ما یحیب

ترجمہ: میں نے اس سے کہا اے ہند کے بیٹے کیا تم لہو ولعب کی باتیں کرتے ہو کیا تم ہم میں اجنبی ہو کیا تو ہمیں اس کے مقابلے میں جانے کا حکم دیتا ہے جو وادی کا سانپ ہے۔ کہ جسے ڈس لے پھر اس کا کوئی علاج کرنے والا نہیں ہوتا۔ پس عمرو اور اس کے خصیتین سے پوچھ لو یہ بچ تو گیا لیکن اس واقعہ سے اب تک اس کے دل میں دھڑکن باقی ہے گویا قوم جب اسے غبار جنگ کے درمیان دیکھ لیتی ہے تو ان کے دل ان کے پاس نہیں رہتے ...... اس نے معاویہ کو پکارا اور اس نے معاویہ تک اپنی آواز پہنچائی لیکن معاویہ اسے جواب نہ دے سکا۔ پھر ولید عمرو عاص کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ اگر میری بات کی تصدیق تمھیں نہیں تو پوچھ لو اس سے۔ اس کا مقصد عمرو عاص کو خراب کرنا تھا۔

ہشام کہتا ہے اس کلام کا اشارہ اس واقعہ کی طرف تھا کہ حضرت علیؑ جنگ صفین میں ایک دن میدان میں نکلے تو آپ کو دوسرے لشکر کی طرف عمرو عاص نظر آیا آپ نے اسے نیزہ مارا تو وہ زمین پر گر پڑا اور اس کی شرمگاہ ظاہر ہوئی۔ اس نے آپ کی طرف پشت کر دی۔ آپ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اے نابغہ کے بیٹے تو عمر بھر اپنی دبر کا آزاد کردہ ہے اور یہ فعل شنیع اس سے کئی مرتبہ ہوا۔

اور سدی نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے اسی دن کمیل بن زیاد سے کہا کہ معاویہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم نے تجھے اطاعت اور جماعت

مسلمہ کو لازم پکڑنے کی طرف بلایا تو تو نے انکار کیا۔ اب اس امت میں بہت لوگ قتل ہو چکے ہیں پس تم میرے مقابلے میں نکل آؤ تا کہ لوگ جس مصیبت میں مبتلا ہیں اس سے خلاصی حاصل کرلیں۔ پس معاویہ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ تمھاری کیا رائے ہے سب نے کہا علیؑ کے مقابلے میں نہ جاؤ سوائے عمرو عاص کے، وہ کہنے لگا علیؑ کے مقابلے میں نکلو کیونکہ علیؑ نے تیرے ساتھ انصاف کیا ہے اور وہ بھی تو تیرے ہی جیسے انسان ہیں۔ تو معاویہ نے کہا یہ کیسی دشمنی ہے کیا تو گمان کرتا ہے کہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو تم خلافت حاصل کرلو گے! عمرو عاص کہنے لگا کہ تجھے ایسے آدمی نے مقابلہ کے لیے بلایا ہے جو عظیم القدر اور کثیر الشرف ہے تم اس کے مقابلے میں دو اچھائیوں میں سے ایک کو پا لو گے۔ اگر تم نے اسے قتل کرلیا تو ایک سردار کو قتل کرلو گے۔ اگر تم قتل ہو گئے تو خداوند عالم تمھیں جزائے خیر دے گا۔ تو معاویہ کہنے لگا یہ آخری بات تو میرے لیے بہت ناگوار ہے تو عمرو عاص نے کہا کہ اگر تمھیں اس جہاد میں شک ہے تو پھر تو یہ کرو اور واپس لوٹ جاؤ۔ پھر حضرت علیؑ نے اسی ٹیلے کا قصد کیا جس پر معاویہ تھا تو معاویہ ڈر گیا اور بُسر بن ارطاۃ سے کہا۔ میں تمھیں قسم دیتا ہوں کہ علیؑ کو مجھ سے مشغول رکھو۔ پس بُسر حضرت کی طرف چلا آپ نے اس کو نیزہ لگایا تو وہ گر پڑا اور اپنی دبر حضرت کی طرف کر دی، آپ نے منہ پھیر لیا۔

پھر حضرت امیرؑ نے پکار کر کہا اے اہل شام! خدا کی قسم میں نے کسی امت کے متعلق نہیں سنا کہ وہ کسی نبی پر ایمان لائی ہو اور پھر انھوں نے اس نبی کے اہلبیت سے جنگ کی ہو۔ سوائے تمھارے!

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ کتاب "بیت مال العلوم" کے مؤلف نے لکھا ہے کہ جب معاویہ دن کے آخری حصے میں اپنے مرکز پر واپس آیا اور اس کے ساتھی اس کے گرد آ کر بیٹھے تو معاویہ نے عمرو عاص کی طرف دیکھا اور ہنس پڑا۔ عمرو نے کہا کیوں ہنستے ہو تو معاویہ نے کہا وہی بات جو ولید نے کہی تھی اور تعجب ہے کہ اس وقت تیرا ذہن کس طرح حاضر تھا کہ تو نے ابوتراب کی طرف اپنی شرمگاہ کر دی۔ عمرو عاص کہنے لگا اگر تجھے میری

اس حالت نے ہنسایا ہے تو میں بھی تیری حالت پر ہنستا ہوں۔ خدا کی قسم اگر تیرے ساتھ یہ واقعہ پیش آتا جو میرے ساتھ آیا ہے تو علیؑ تیرے پچھلے حصے کو درد پہنچاتا تیری بیوی کو بیوہ اور تیرے بچوں کو رُلاتا لیکن تو ان لوگوں کی وجہ سے بچا ہوا ہے۔ جن کے ہاتھوں میں گندم گوں نیزے ہیں۔ اور آج میں نے تو تجھے ان کے مقابلے میں جانے کا مشورہ دیا تھا لیکن تیری تو آنکھیں پھرنے لگیں اور رگیں پھولنے لگیں اور تجھ سے وہ کچھ ظاہر ہوا جسے میں اور میرا غیر برا سمجھتا ہے۔ پس اگر تو اپنے عیوب چھپائے رکھے تو تیرے سے بہتر ہے۔

واقدی کا کہنا ہے کہ ذی الحجہ کے پورے مہینے میں جنگ ہوتی رہی اور ۳۷ھ داخل ہوا تو حضرت علیؑ اور معاویہ کے درمیان جنگ معطل کر دی گئی۔ اس خیال سے کہ شاید صلح ہو جائے اور ماہ محرم اس حالت میں گزرا کہ قاصد آتے جاتے رہے لیکن معاویہ نے کوئی بات قبول نہ کی اور جنگ دوبارہ صفر کی پہلی تاریخ سے شروع ہو گئی۔ حضرت علیؑ نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! اس قوم سے جنگ کرنے میں پہل نہ کرنا جب تک وہ ابتدا نہ کریں، پشت پھیرنے والے کو قتل نہ کرنا، زخمی کا کام تمام نہ کرنا، کسی کو برہنہ نہ کرنا، کسی کا مثلہ (اعضائے رئیسہ) نہ کاٹنا، ان کی قیام گاہ میں نہ داخل ہونا، کسی عورت پر خوف طاری نہ کرنا اور کسی کو سب و شتم نہ کرنا۔

جب صفر کی تیسری تاریخ آئی تو عمرو عاص شامیوں کی فوج کے کچھ دستے لے کر اس پرچم کے سایہ میں نکلا کہ جس کے سایہ میں جاہلیت کے زمانہ میں جنگ کیا کرتا تھا۔ تو عمار اس کے مقابلے میں نکلے اور کہنے لگے اے لوگو! کیا ایسا شخص دیکھنا چاہتے ہو جو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے۔ جس نے مسلمانوں کے ساتھ بغاوت کی تھی اور جس نے دشمنانِ دین کی پشت پناہی کی اور جس وقت اس نے دیکھا کہ خدا نے اپنے دین کو غلبہ دیا ہے اور اپنے رسول کو عزت بخشی ہے تو خوشی سے نہیں بلکہ ڈرتے ہوئے اسلام میں داخل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنی بارگاہ میں بلا لیا اس وقت سے یہ شخص ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ عداوت کے لیے مشہور ہے۔ پس اس سے جہاد کرو کیونکہ یہ ان لگوں

میں سے ہے کہ جو نورِ خدا کو بجھانے کی کوشش اور دشمنانِ دین کی پشت پناہی میں لگے رہتے ہیں۔ عمار نے عمرو کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اور یہ وہ شخص ہے اس سے جنگ کرو خدا اسے مارے۔ پھر عمار پکار کر کہنے لگے۔ اے عمرو یہ تو وہی جھنڈا ہے تا کہ اکثر اوقات اس کے ساتھ رسول اللہؐ سے جنگ کرتا رہا۔ تو نے اپنی آخرت مصر کی حکومت کے بدلے بیچ ڈالی ہے نا' ہلاکت ہو تیرے لیے یہ باتیں سن کر عمرو واپس پلٹ گیا۔

جب صفر کی چوتھی تاریخ ہوئی تو محمد بن حنفیہ فوج لے کر میدان میں نکلے اور ان کے مقابلے میں عبید اللہ بن عمر بن خطاب آیا۔ جب یہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے مبارز طلب ہوئے تو ہشام بن محمد کہتا ہے کہ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت علیؑ نے عبید اللہ سے مبارزت چاہی اور پکار کر فرمایا اے محمد رک جاؤ اور عبید اللہ سے فرمانے لگے اے فاسق تیرے لیے تو میں ہوں۔ عبید اللہ پشت پھیر کر بھاگا اور صفر کی ساتویں تاریخ جمعرات کے دن عمار بن یاسر شہید ہوئے۔ یہ دن سخت لڑائی کا دن تھا۔ عمار قاریانِ قرآن کے سپہ سالار بنائے گئے تھے۔

شہادت عمار بن یاسرؓ

(حذف اسناد کے ساتھ) ابی سنان دولی صحابی رسول سے مروی ہے میں نے عمار کو دیکھا کہ وہ پینے کے لیے کچھ مانگ رہے ہیں۔ انھیں دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ وہ انھوں نے نوش فرمایا پھر کہنے لگے اللہ اکبر! اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا مجھے رسول اللہؐ نے خبر دی تھی کہ تیرا دنیا میں آخری رزق یا آخری توشہ دودھ کا پیالہ ہوگا کہتے ہیں کہ دودھ لانے والی بنی شیبان میں سے ایک عورت تھی!

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ عمار حملہ کرتے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ ہمیں تلواریں مارتے مارتے مقام ہجر کے نخلستان تک پہنچا آئیں تب بھی ہمیں یقین ہے کہ ہم حق پر اور یہ باطل پر ہیں۔ پھر فرمایا:

الیوم ابقی الاحبّة محمداً و حزبه۔

(آج کے دن میں اپنے دوستوں سے جا ملوں گا وہ محمد مصطفیٰؐ اور ان کی جماعت ہے)

پھر عمار نے عمرو عاص پر حملہ کیا اور فرمایا تو ہلاک ہو جائے اے عمرو تو نے مصر کے بدلے دین بیچ دیا ہلاکت ہو تیرے لیے اکثر اوقات تو نے اسلام کو ٹیڑھا کرنے کی کوشش کی۔ خدا کی قسم تیرا مقصد اور خدا کے دشمن اور دشمن کے بیٹے یعنی معاویہ بن ابی سفیان کا مقصد خون عثمان کے بہانے دنیا کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

اور ابن سعد کہتا ہے کہ عمار نے عمرو عاص کو دیکھا جبکہ اس کے ہاتھ میں نشان تھا۔ پس اس سے پکار کر کہا تو ہلاک ہو جائے اے عاص کے بیٹے یہ وہی نشان ہے کہ جس کے ساتھ تو نے تین دفعہ رسول اللہ سے جنگ کی اور یہ چوتھی دفعہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ عمار نے حملہ کیا اور وہ بوڑھے تھے اور بڑھاپے کی وجہ سے ہتھیار پر ان کے ہاتھ کانپتے تھے اور وہ کہہ رہے تھے:

نحن ضربنا بکم علی تنزیله	فالیوم نضربکم علی تاویله
ضربنا یزید الهام من مقیله	ویذهل الخلیل عن خلیله
او یرجع الحق الی سبیله	یارب انی مومن بقیله

ترجمہ: ہم نے تمہیں تنزیل قرآن پر ضربیں لگائیں اور آج تمہیں تاویل قرآن پر تلواریں لگا رہے ہیں۔ ایسی ضرب جو کھوپڑی کو اپنی جگہ سے ہٹا دے گی اور ایک دوست کو دوسرے دوست سے غافل کر دے گی۔ مگر یہ کہ حق اپنے راستے پر آ جائے۔ پالنے والے میں تیرے رسول کے قول پر ایمان رکھتا ہوں۔

ابن سعد نے طبقات میں عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنے باپ سے کہا تم لوگوں نے عمار کو شہید کیا حالانکہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا تھا کہ آپ عمار سے کہہ رہے تھے تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ معاویہ نے یہ بات سن لی تو اس سے کہنے لگا تو ایک بیوقوف بڈھا ہے ہمیشہ کوئی نہ کوئی بری بات ہمارے پاس لاتا ہے جسے اپنے پیشاب میں دبائے ہوئے ہوتا ہے کیا ہم نے عمار کو قتل کیا ہے۔ عمار کو تو اس نے قتل

کیا ہے جس نے اسے میدانِ جنگ میں بھیجا۔

ایک روایت میں ہے جب یہ بات حضرت علیؑ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا پھر جناب حمزہؑ کو بھی ہم نے ہی قتل کیا ہے کیونکہ جنگ احد میں ہم ہی انھیں لے گئے تھے۔

ابن سعد نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب ذوالکلاع کو یہ خبر پہنچی تو اس نے عمرو عاص سے کہا۔ ہم باغی گروہ ہیں اور ارادہ کیا کہ علیؑ کے لشکر کی طرف چلا جائے اور اس کے قبضے میں ساٹھ ہزار فوج تھی لیکن ذوالکلاع قتل کر دیا گیا۔ تو معاویہ نے کہا اگر ذوالکلاع زندہ رہتا تو ہمارے لشکر کو علیؑ کی طرف میلان رکھنے کی وجہ سے ورغلا دیتا۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ یہ حدیث مسلم نے ابی قتادہ اور ام سلمہ کی سند سے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے۔ ابی قتادہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں وہ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے عمار سے اس وقت کہا جب عمار خندق کھود رہا تھا۔ آپ نے اس پر سے مٹی صاف کی اور فرمایا اے بیچارہ ابن سمیہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

اور ام سلمہ کی روایت بھی ابی قتادہ کے ہم معنی ہے اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں ابی سعید حذری سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم مسجد نبوی کی بنا کے سلسلے میں ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے پس آپ عمار کے جسم سے مٹی جھاڑتے اور فرماتے تھے افسوس ہے عمار کے لیے کہ یہ انھیں نجات کی طرف بلائے گا اور وہ اسے آگ کی طرف بلائیں گے اور عمار کہتے تھے میں فتنوں سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

علماء تاریخ نے عمار کے قتل کے بارے میں اختلاف کیا ہے زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپ کا قاتل ابو غایہ مزنی ہے اور بعض کے نزدیک آپ کا قاتل ابو عادیہ عادل ہے۔ جیسا کہ ابن سعد سے واقدی نے ذکر کیا ہے اور اسی دن ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص بھی شہید ہوئے۔ حضرت علیؑ نے دونوں پر گریہ کیا اور دونوں کی نماز جنازہ پڑھائی۔ عمار کی میت نماز کے وقت آپ نے اپنی طرف اور ہاشم کی قبلہ کی طرف رکھی اور انھیں غسل کے بغیر دفن کیا۔

واقدی کہتا ہے کہ جب ابو عادیہ نے عمار کو نیزہ مارا اور وہ گر پڑے تو دوسرا شخص

آپ پر جا پہنچا اور آپ کا سر قلم کر لیا۔ دونوں جھگڑتے ہوئے معاویہ کے پاس پہنچے۔ ہر ایک کہتا تھا کہ میں ان کا قاتل ہوں تو عمرو عاص دونوں سے کہنے لگا تم تو آتش جہنم میں لڑ رہے ہو تو معاویہ نے کہا کیا ہے اس قوم نے جنھوں نے اپنی جانیں ہماری حفاظت میں خرچ کی ہیں کہ تم انھیں یہ بات کہتے ہو تو عمرو عاص نے کہا خدا کی قسم یہ ایسا ہی ہے اور تم بھی جانتے ہو اور میں تو خدا کی قسم دوست رکھتا ہوں کہ کاش اس دن سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا!

ابن سعد کہتے ہیں کہ عمار جب شہید ہوئے تو ان کی عمر ستر سال تھی۔

ابن سعد کہتا ہے کہ جب عمار شہید ہوئے تو ان کے قاتل کو پیاس محسوس ہوئی اس نے پانی مانگا تو اسے شیشے کے پیالہ میں پانی دیا گیا تو اس نے پینے سے انکار کیا اور ابن سعد کے علاوہ مورخین نے لکھا ہے کہ چاندی کے پیالہ میں پانی دیا گیا تو اس کے ساتھی کہنے لگے اس احمق کی طرف دیکھو کہ اس پیالہ میں تو پینے سے انکار کرتا ہے حالانکہ وہ یہ بھول گیا ہے کہ اس نے عمار جیسے شخص کو شہید کیا ہے کہ جس کے متعلق رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ جب عمار اور ہاشم شہید ہو گئے تو حضرت علیؑ نے قبیلہ ربیعہ اور ہمدان سے کہا کہ تم لوگ میری زرہ اور نیزہ ہو پس بارہ ہزار آدمی ان کے آپ کے بلانے پر حاضر ہوئے اور انھوں نے حملہ کیا تو معاویہ کے لشکر کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ حضرت علیؑ اس دن رسول اللہ کا علم باہر لائے اور اس سے پہلے وہ علم میدان میں نہیں لایا گیا تھا۔ آپ نے وہ قیس بن سعد بن عبادہ کے سپرد کیا جس وقت مسلمانوں نے اس علم کو دیکھا تو ان کی چیخیں نکل گئیں اور وہ رونے لگے اور اس علم کے نیچے اہل بدر، انصار اور مہاجرین جمع ہو گئے۔ قیس بن عبادہ نے اس وقت یہ اشعار کہے:

هذا اللواء الذی کنا نحف به　　　دون النبی وجبریل لنا مدد

ماضر من کانت الانصار عیبته　　　ان لا یکون به من غیرهم عضد

ترجمہ: یہ وہ علم ہے کہ رسولؐ کی حفاظت کے لیے ہم اس کے گرد و پیش رہتے

تھے اور جبریل ہمارے مددگار تھے جس شخص کے انصار رازداں ہو کسی دوسرے کا اس کی مدد نہ کرنا اس کے لیے مضر نہیں ہے۔

پھر جنگ رات تک ہوتی رہی وہ جمعہ کی رات تھی۔ ساری رات جنگ جاری رہی اور اسی کو "لیۃ الحریر" کہتے ہیں۔ یہ اٹھائیسویں صفر کی رات تھی۔ نیزہ بازی ہوتی رہی یہاں تک کہ نیزے ٹوٹ گئے، تلواریں کند ہو گئیں، تیر ختم ہو گئے آوازیں خاموش ہو گئیں اور حضرت علیؑ و معاویہ اور دیگر امراء کی کسی کو خبر نہیں تھی بس ہتھیاروں کے چلنے کی آوازیں آتی تھیں کہ بعض بعض کو مار رہے تھے۔ صبح ہوئی تو جنگ ابھی جاری تھی۔ ابن عباس میمنہ پر تھے اور مالک اشتر میسرہ پر اور حضرت علیؑ قلب لشکر میں تھے پس آپ نے مالک اشتر کی پیغام بھیجا کہ آگے بڑھو اور مالک کی مدد کے لیے کچھ لوگ ساتھ کیے۔ پس مالک نے ایسا حملہ کیا کہ معاویہ کی صفیں ٹوٹ گئیں اور اسے مرنے کا یقین ہو گیا۔ وہ عمرو کی طرف ملتفت ہوا اور کہنے لگا کوئی حیلہ و تدبیر ہے پس یہی وقت تمھاری چالبازی اور فریب کاری کا ہے۔ کہنے لگا نیزوں پر قرآن بلند کر دو اور منادی کر دو کہ تمھارے اور ہمارے درمیان کتاب خدا ہے۔ یہ بات ان کے افتراق اور ہمارے اجتماع کو بڑھا دے گی۔ پس انھوں نے قرآن نیزوں پر بلند کر دیے اور چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ ہمارے اور تمھارے درمیان قرآن ہے ہم تمھیں اس کی طرف بلاتے ہیں تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔ جب اہل عراق نے یہ دیکھا تو کہنے لگے ہم کتاب خدا کے حکم کو قبول کرتے ہیں اور تمام لوگوں میں سے زیادہ سخت اس بات میں اشعث بن قیس تھا۔ حضرت علیؑ نے پکار کر کہا اے لوگو تم اپنی حالت پر چلتے رہو۔ خدا کی قسم تمھیں ابن نابغہ مکار نے دھوکا دیا ہے تو سعد بن فدکی تمیمی اور زید بن حصین طائی اور وہ گروہ جس نے (بعد میں) آپ پر خروج کیا اور نہروان میں آپ سے جنگ کی۔ کہنے لگے کیسے ہم ان سے جنگ کریں، حالانکہ انھوں نے کتاب اللہ کا فیصلہ طلب کیا ہے اور اگر آپ نے انکار کیا تو ہم آپ کو ان کے سپرد کر دیں گے۔ یا آپ سے بھی وہی سلوک کریں گے جو عثمان سے کیا تھا پس آپ مالک اشتر کی طرف کسی کو بھیجیے کہ وہ واپس آ جائے۔ پس حضرت علیؑ غضب ناک ہوئے اور آپ نے فرمایا تعجب ہے

کہ معاویہ کی اطاعت اور میری نافرمانی کی جارہی ہے۔ اناللہ خدا بھلا کرے ابن عباس کا وہ غیب کی طرف ایک باریک کپڑے کے پیچھے سے دیکھتا ہے اور ابن عباس نے ابتدا میں عرض کی تھی آپ مجھے معاویہ کی طرف بھیجیں خدا کی قسم میں اس کے لیے ایسی رسی بٹوں گا کہ جس کا نہ درمیان ٹوٹ سکے گا نہ اس کے اطراف تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ خدائے بزرگ کی قسم میں معاویہ کو تلوار کا عطیہ دوں گا یہاں تک کہ حق باطل پر غالب آ جائے گا۔ ابن عباس نے کہا یہاں کچھ اور ہوگا آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ ابن عباس کہنے لگے (اس کی وجہ یہ ہے) معاویہ کی لوگ اطاعت کریں گے اور نافرمانی نہیں کریں گے اور عنقریب آپ کی نافرمانی ہوگی۔ اور اطاعت نہیں ہوگی۔ جب اختلاف کرنے لگے تو آپ نے فرمایا خدا بھلا کرے ابن عباس کا:

میں (مؤلف کتاب) کہتا ہوں کہ وہ چیز جو ابن عباس کے قول کی صحت کی دلیل ہے کہ اہل شام معاویہ کی (اندھی) اطاعت کرتے ہیں وہ واقعہ ہے جسے مسعودی نے مروج الذہب میں نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ اہل شام معاویہ کے لیے اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ اس نے صفین کی طرف جاتے وقت جمعہ کی نماز بدھ کے دن پڑھا دی اور ایک روایت میں ہے کہ ہفتہ کے دن پڑھائی اور کہنے لگا کہ ہم معذور ہیں۔

پھر انھوں نے کہا کہ کسی کو مالک اشتر کی طرف بھیجئے اور اسے واپس بلا لیجئے آپ نے کسی کو بھیجا تو مالک نے کہا یہ واپس آنے کا وقت نہیں، فتح بہت جلد ہونے والی ہے وہ شخص پلٹ آیا پھر آپ نے مالک کی طرف قیس بن ہانی کو بھیجا اور فرمایا فتنہ بہت جلدی رونما ہونے والا ہے بلکہ ہو چکا ہے۔ مالک نے کہا کیا قرآن نیزوں پر بلند ہو گئے ہیں۔ یزید بن ہانی نے کہا کہ ہاں۔ مالک نے کہا خدا ابن نابغہ زانی پر لعنت کرے یہ خدا کی قسم اس کا مشورہ ہے تا کہ امت کے درمیان خلل پڑ جائے۔ ابن ہانی نے کہا امیر المومنینؑ کی جلدی خبر لو کیونکہ وہ دشمنوں میں گھر چکے ہیں۔ کہیں وہ آپ کو اہل شام کے سپرد دیا آپ سے وہ سلوک نہ کریں جو عثمان سے کیا گیا تھا کیونکہ وہ آپ کو یہ دھمکی دے چکے ہیں پس مالک اشتر ان کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اے اہل عراق اے اہل

نفاق وشقاق تم فتح کے بعد ان کے قرآنوں کو بلند کرنے کے دھوکے میں آ گئے۔ خدا کی قسم انھوں نے قرآن تو بلند کر لیے ہیں جو ان میں بھیجنے والے کے احکام اور جس پر نازل ہوا ہے اس کے فرامین ہیں انھیں وہ چھوڑ چکے ہیں۔ مجھے ناقہ کے دودھ دوہنے یا گھوڑے میدان میں دوڑانے کی جتنی مہلت دیدو پس خدا نے فتح نازل فرمائی ہے۔ وہ کہنے لگے ہم تمھیں اتنی مہلت نہیں دیتے۔ ہمیں خوف ہے کہ کہیں تمھارے ساتھ ہم بھی گناہ میں شریک نہ ہو جائیں۔ جناب مالک نے کہا اے سیاہ پیشانی والو ہم تو گمان کرتے تھے کہ تم یہ کام اللہ کے لیے اور زہد دنیا کی خاطر کر رہے ہو خدا تم پر لعنت کرے اور اپنا غضب نازل فرمائے خدا کی قسم تم نے یہ بات موت کے خوف سے کی ہے۔

واقعہ تحکیم

معاویہ نے جو کرنا تھا وہ کر چکا تو کہنے لگا ہم ایک حکم بھیجتے ہیں جو ہمیں پسند ہے۔ اور تم ایک حکم بھیجو جو تمھیں پسند ہو۔ پس اہل شام نے تو عمرو عاص کا انتخاب کیا اور اہل عراق نے ابوموسیٰ اشعری کو حضرت علیؑ نے فرمایا میں اس پر راضی نہیں ہوں اور وہ میرے نزدیک مامون ہیں وہ مجھ سے بھاگ گیا تھا اور لوگوں کو میرا ساتھ دینے سے روکتا رہا لیکن یہ ابن عباس ہے (اسے بھیجو) اشعث بن قیس اور خوارج کہنے لگے ابن عباس آپ سے ہے اور آپ ابن عباس سے۔ ابوموسیٰ اس معاملے سے الگ رہا ہے جس میں ہم ہیں اور وہ ہمیں اس فتنے سے ڈراتا تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تو مالک اشتر کو حکم بنا لو تو اشعث کہنے لگا تو کیا ہم مالک اشتر کے علاوہ کس کے حکم میں ہیں اور اس کا حکم تو یہ ہے وہ کہتا ہے ہم میں سے بعض بعض کو تلواروں سے مارے یہاں تک کہ وہی بات ہو جو وہ چاہتا ہے تو آپ نے فرمایا پھر جو تمھاری مرضی آئے وہ کرتے رہو پھر ان لوگوں نے کسی کو ابوموسیٰ کے پاس بھیجا وہ مقام عرض میں جنگ سے الگ وقت کاٹ رہا تھا اس کو جا کر انھوں نے اطلاع دی۔ اس نے انا للہ کہا۔ پھر آیا اور لشکر میں داخل ہوا۔ جب اس بات کا احنف بن قیس کو علم ہوا تو وہ حضرت علیؑ کے پاس آیا اور آپ سے کہنے لگا آپ زمین کا پتھر

اسے مارنا چاہتے ہیں جس نے اللہ اور رسولؐ سے جنگ کی (یعنی) عمرو بن عاص اور یہ عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ کم عقل شخص ہے۔ میں ابن عاص کی مکاری سے اس پر مامون نہیں اور اگر آپ مجھے انتخاب کریں تو آپ مجھ سے عجیب بات دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا تو ابن نابغہ سے کیا کرے گا۔ کہنے لگا میں اس کے اتنا قریب ہوں گا یہاں تک کہ یہ معلوم ہوگا کہ میں اس کے ہاتھوں میں چلا گیا ہوں اور پھر اس سے اتنا دور ہوں گا کہ میں مثل ستارہ کے ہو جاؤں گا۔ وہ کوئی گرہ نہیں لگائے گا مگر میں اسے کھول دوں گا اور وہ کسی گرہ کو کھولے گا نہیں مگر یہ کہ میں اسے محکم کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا یہ لوگ میری پسند کے بغیر ابوموسیٰ کو انتخاب کر چکے ہیں۔ ہشام بن محمد کہتا ہے پھر لوگ حضرت علیؑ کے پاس جمع ہوئے اور تحریر لکھی گئی کہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ ہے جس کا فیصلہ کیا ہے۔ امیر المومنین علیؑ نے۔ عمرو بن عاص کہنے لگا ان کا نام اور ان کے باپ کا نام لکھو وہ آپ کے امیر ہیں ہمارے نہیں احنف کہنے لگا امیر المومنین کا لفظ نہ مٹاؤ اور اشعث نے کہا مٹا دو پس وہ لفظ مٹا دیا گیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اللہ اکبر میں اس وقت رسول اللہؐ کا کاتب تھا۔ صلح حدیبیہ کے دن جب انھوں نے کہا کہ آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں پس اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیے تو آپ نے یہی لکھا۔ عمرو عاص کہنے لگا سبحان اللہ آپ ہمیں کفار سے تشبیہ دے رہے ہیں حضرت علیؑ نے عمرو سے کہا اے نابغہ کے بیٹے تو کیا فاسقین کا دوست اور مسلمانوں کا دشمن نہیں تھا تو اپنی ماں کے ساتھ ہی مشابہ ہے جس نے تجھے جنا۔ عمرو اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا آج کے بعد میں آپ کے ساتھ نہیں بیٹھوں گا۔ آپ نے فرمایا خدا نے میری مجلس کو تجھ سے اور تیرے جیسے لوگوں سے پاک کیا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے اس تحریر کی نقل یہ ہے کہ یہ وہ چیز ہے جس کا فیصلہ علی ابن ابی طالبؑ اور معاویہ بن ابی سفیان نے کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے اہل کوفہ اور جو مسلمان اور مومن شیعہ آپ کے ساتھ ہیں ان کے لیے فیصلہ کیا ہے اور معاویہ نے اہل شام اور جو اس کے ساتھ ہیں ان کے لیے فیصلہ کیا ہے کہ اللہ اور اس کی کتاب کے حکم کو قبول کریں گے اور

اس کتاب کے علاوہ اور کوئی چیز ہمیں متفق نہیں کر سکتی۔ یہ کتاب فاتحہ سے خاتمہ تک ہے ہم اسے زندہ کریں گے جیسے اللہ زندہ کرے اور اسے مٹا دیں گے جسے اللہ مٹائے۔ دونوں فیصلہ کرنے والے جو کتاب خدا میں فیصلہ پائیں اس پر عمل کریں گے اور جو انھیں کتاب اور سنت عادلہ میں نہ ملے اس پر عمل نہیں کریں گے اور دونوں فیصلہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ ایسے مقام پر جمع ہوں جو شام اور کوفہ کے لیے برابر کی حیثیت رکھتا ہو اور وہ اپنے پاس اس شخص کو نہ آنے دیں کہ جسے وہ نہ چاہیں۔ دونوں نے حضرت علیؑ اور معاویہ سے اس بارے میں میثاق لے لیے ہیں۔ اس تحریر پر بزرگوں کی ایک جماعت گواہ ہے۔ اصحاب حضرت علیؑ میں سے اشعث بن قیس کندی' عبداللہ ابن عباس' حجر بن عدی اور کچھ اور لوگ اور معاویہ کے ساتھیوں میں سے ابو اعور اسلمی' حبیب بن مسلمہ فہری' عبداللہ بن خالد بن ولید اور کچھ اور لوگ' وہ لوگ مالک اشتر سے کہنے لگے کہ آپ بھی اپنی گواہی اس پر ثبت کریں تو انھوں نے کہا میرا دایاں ہاتھ ساتھ نہ دے اور بایاں ہاتھ اس کے بعد فائدہ بخش نہ ہو اگر اس تحریر پر مصالحت کے لیے میرا نام تحریر ہو گیا میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر نہیں کہ میرا دشمن گمراہ ہے اور دونوں فیصلہ کنندگان کا اتفاق ہوا کہ ماہ رمضان مقام دومتہ الجندل میں ملاقات ہو۔

ہشام کہتا ہے جب مالک اشتر نے اس تحریر پر دستخط کرنے سے انکار کیا تو حضرت علیؑ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں بھی راضی نہیں ہوں میں نے تو تمھیں منع کیا تھا لیکن تم لوگوں نے میری نافرمانی کی!

واقدی کہتا ہے کہ یہ تحریر آخر صفر میں لکھی گئی اور اس کی مدت ماہِ رمضان تک آٹھ مہینے تھی یہاں تک کہ فیصلہ کرنے والے جمع ہوں پھر لوگوں نے اپنے مقتولین کو دفن کیا اور دونوں گروہوں نے کوچ کیا۔ امیر المومنینؑ کوفہ اور معاویہ شام کی طرف واپس چلے گئے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ معاویہ شام کی طرف اہل شام کی الفت و محبت لے کر واپس گیا اور حضرت علیؑ اختلاف اور فتنوں میں گھر کر واپس لوٹے۔

خوارج

ہشام بن محمد کہتا ہے جب حضرت علیؑ کوفہ میں وارد ہوئے تو خوارج آپ سے الگ ہو گئے اور وہ بارہ ہزار تھے وہ مقام حروراء میں جا کر اتر پڑے۔ حروراء نہروان کے قریب عراق میں ایک بستی ہے۔ حروریہ اسی کی طرف منسوب ہیں ان کے منادی نے ندا کی کہ سپہ سالار جنگ شیث بن ربعی ہوگا اور عبداللہ بن کو آ ئیشکری نماز پڑھائے گا اور انھیں نے منادی کر دی کہ اللہ کے بغیر کسی کا حکم نہیں تو حضرت علیؑ نے فرمایا بات تو حق ہے لیکن اس سے ارادہ باطل کا لیا گیا ہے۔ عبداللہ بن عباس نے حضرت علیؑ سے عرض کی کہ آپ ان سے جنگ کرنے میں جلدی نہ فرمائیں جب تک کہ میں ان کے پاس سے ہو کر واپس نہ آ جاؤں پس ابن عباس ان کے پاس گئے تو وہ کہنے لگے اے ابن عباس کیسے آئے ہو انھوں نے کہا میں مہاجرین انصار اور رسول کے چچیرے بھائی اور داماد کی طرف سے آرہا ہوں کہ جن پر قرآن نازل ہوا ہے اور وہ قرآن کی تاویل تم سے بہتر جانتے ہیں پس کس لیے تم ہمارے خلاف ہو گئے ہو کہنے لگے تین چیزوں کی وجہ سے پہلی یہ کہ تم لوگوں نے کچھ اشخاص کو دین خدا میں حاکم بنایا ہے حالانکہ خدا کہتا ہے کہ حکم کرنا صرف اللہ کا حق ہے دوسری بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے ان سے جنگ تو کی ہے لیکن نہ کسی کو قیدی بنایا ہے اور نہ مال غنیمت لیا ہے پس وہ کون سی چیز ہے کہ جس کی وجہ سے خون تو حلال ہیں اور مال حرام ہے اور تیسری چیز یہ کہ اس نے اپنے نام سے لفظ امیر المومنین مٹا دیا ہے۔ تو جب وہ مومنین کا امیر نہیں تو پھر کافرین کا (معاذ اللہ) امیر ہے۔ ابن عباس کہنے لگے میں تمھارے قول کو قرآن کی رو سے رد کرتا ہوں۔ پس تمھارا یہ کہنا کہ اس نے دین خدا میں حاکم بنایا ہے تو کیا تمھیں معلوم نہیں کہ خدا نے ایک خرگوش کی قیمت میں بندوں کو حکم بنایا ہے جس کی قیمت چوتھائی درہم ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں تم سے صاحبانِ عدل حکم کریں۔ اور عورت اور اس کے شوہر کے متعلق فرمایا ہے۔ پس بھیجو ایک حکم کے مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے عزیزوں میں سے اگر وہ اصلاح کا قصد کریں تو

خدا دونوں کو توفیق دے گا پس بتاؤ کون سی چیز بہتر و افضل ہے۔ اشخاص کی آپس میں اصلاح کرنے اور امت کے خون کی حفاظت میں حکم بنانا' یا خرگوش کی قیمت میں حکم بنانا کہ جس کی قیمت چوتھائی درہم ہے یا عورت کے معاملے میں حکم بنانا' کہنے لگے نہیں بلکہ وہ (یعنی امت کی اصلاح میں حکم و فیصل بنانا بہتر ہے' اور تمہارا یہ کہنا کہ علیؑ نے انھیں قید نہیں کیا اور مالِ غنیمت نہیں لینے دیا پس اگر تم کہو کہ عائشہ تمہاری ماں نہیں ہے تو تم اسلام سے خارج ہو۔ اور اگر کہتے ہو کہ وہ ہماری ماں ہے تو کیسے تم اپنی ماں کو قیدی بناتے اور یہی جواب اہل صفین میں بھی ہے کیونکہ ان سے جہاد صرف اس لیے کیا گیا تھا کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں نہ اس لیے کہ ان کے مال کو حلال سمجھا جائے؟ کہنے لگے آپ سچ کہتے ہیں اور رہا تمہارا یہ کہنا کہ علیؑ نے امارت مسلمین سے اپنا نام کیوں مٹا دیا؟ (اس تحریر میں لفظ امیر المومنین کیوں مٹایا گیا) تو یہ کام تو رسول اللہؐ نے بھی صلح حدیبیہ میں کیا تھا تو کیا آپ نبوت سے خارج ہو گئے تھے۔ کہنے لگے آپ سچ کہتے ہیں پس دو ہزار ان میں سے واپس آ گئے اور باقیوں نے خروج کیا اور نہر کے قریب قتل ہو گئے۔

حضرت علیؑ جب ان سے جہاد کرنے کے لیے نکلے تو ان کے آمنے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا تمہارا رئیس کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ ابن کواء۔ آپ نے فرمایا تم کیوں ہمارے خلاف خروج کیا ہے؟ انھوں نے کہا چونکہ صفین کے دن آپ لوگوں نے تحکیم کی ہے۔ حضرت نے فرمایا میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جب انھوں نے قرآن بلند کیے تھے تو کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ ان کے بارے میں میری مخالفت نہ کرو۔ تمھیں نے کہا تھا کہ ہم تو قرآن کی بات تسلیم کر رہے ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ انھوں نے مکر و فریب دینے کے لیے قرآن بلند کیے ہیں تم کہنے لگے کہ اگر آپ نے کتابِ خدا کی طرف دی ہوئی دعوت کو قبول نہ کیا تو ہم تمھیں قتل کر دیں گے یا ان کے سپرد کر دیں گے۔ جب تم ہی لوگوں نے ان کی دعوت کتاب اللہ کو قبول کرنے کے علاوہ تمام چیزوں سے انکار کر دیا تو ہم نے حکمین پر یہ شرط لگا دی کہ وہ کتاب خدا کے مطابق حکم کریں اور اگر انھوں نے حکم خدا و حکم قرآن کے علاوہ کوئی حکم کیا تو ہم ان سے بری ہیں۔

وہ کہنے لگے آپ نے انسانوں کو کیسے حاکم بنایا؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے مخلوق کو حاکم نہیں بنایا بلکہ قرآن کو حاکم بنایا جو کہ دفتین کے درمیان ہے وہ خود نہیں بولتا بلکہ آدمی ہی اس کے مطالب سے نقاب کشائی کرتے ہیں۔ کہنے لگے آپ سچ کہتے ہیں ہم نے اس معاملہ میں کفر کیا ہے اور ہم اللہ کی بارگاہ میں اس سے توبہ کرتے ہیں پس آپ بھی توبہ کیجئے جیسے ہم نے کی ہے تو ہم آپ کی بیعت کرلیں گے ورنہ آپ سے جنگ کریں گے!

سدی کہتا ہے کہ جب حضرت علیؑ ان کے سامنے کھڑے ہوئے تو فرمایا اے وہ گروہ کہ جسے کج بحثی اور لجاجت نے حق سے نکال دیا ہے اور خواہش نفسانی انھیں سرکش بنا کر باطل کی طرف لے گئی ہے۔ میں تمھیں اس بات سے ڈراتا ہوں کہ تم ایسے نہ ہو جاؤ کہ امت تم پر لعنت کرے اور تم اس نہر کے سامنے اپنے رب کی طرف سے دلیل و برہان کے بغیر پچھاڑے جاؤ۔ کیا میں نے تمھیں تحکیم سے منع نہیں کیا تھا اور تمھیں خبر نہیں دی تھی کہ یہ اس قوم کی طرف سے مکاری ہے جن کا کوئی دین نہیں اور جب تم مجھ سے جدا ہوئے تو اپنی ہوشمندی دکھانے لگے۔ اب لوٹ آؤ۔ اگر دونوں منصفوں نے کتاب خدا کے مطابق حکم کیا تو درست ورنہ ہم پہلی رائے پر قائم ہیں۔ وہ کہنے لگے آپ کفر سے توبہ کیجئے جس طرح ہم نے توبہ کرلی ہے۔ آپ نے فرمایا تمھارے لیے ہلاکت ہو کیا میں رسول اللہؐ پر ایمان لانے' ان کی معیت میں راہ خدا میں جہاد کرنے اور ہجرت کرنے کے بعد اپنے اوپر کفر کی گواہی دوں۔ پھر تو میں گمراہ ہو گیا اور ہدایت یافتہ نہ ہوا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے چاہا کہ ابوموسیٰ کو فیصلہ کرنے کے لیے بھیجیں تو آپ کے پاس خوارج میں سے زرعہ بن برج طائی' قرموص بن اہیر سعدی آئے اور کہنے لگے اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں آپ نے فرمایا (میں بھی مانتا ہوں) کہ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں تو مرقوص کہنے لگا تو آپ اپنی غلطی سے توبہ کیجئے اور اپنی تحکیم سے رجوع کیجئے اور ہمیں ساتھ لے کر اس قوم کے مقابلے کے لیے قیام کیجئے ہم ان سے جہاد کریں گے۔ یہاں تک کہ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا میں نے تم لوگوں سے یہی چاہا تھا لیکن تم ہی نے انکار کیا تھا۔ اب ہم اپنے اور ان کے درمیان کچھ شرائط لکھ

کر دے چکے ہیں اور ان سے معاہدہ ہوا تو مرقوص نے کہا یہ گناہ ہوا ہے لہٰذا آپ کو اس سے توبہ کرنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا یہ گناہ نہیں بلکہ مجبوری کی رائے تھی کہ جس کا سبب تم لوگ بنے تھے۔ زرعتہ بن برح نے آپ سے کہا خدا کی قسم اگر آپ تحکیم کو ترک نہیں کریں گے تو میں آپ سے جنگ کروں گا اور اس سے میرا مطلوب خدا اور اس کی رضا ہو گی۔ آپ نے فرمایا تیرا برا ہو تو کس قدر شقی ہے گویا میں تجھے مقتول دیکھ رہا ہوں کہ تجھ پر آندھیاں چل رہی ہیں۔ پس ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔

دومتہ الجندل

علماء سیر و تواریخ کا کہنا ہے کہ جب مقررہ مدت ختم ہوئی تو عمرو بن عاص اور ابو موسیٰ دومتہ الجندل میں جمع ہوئے۔ حضرت علیؑ نے شریح بن ہانی کو چار سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا کہ جن میں عبداللہ بن عباس بھی تھے اور عمرو عاص کے ساتھ بھی چار سو آدمی شام کے سرداروں میں سے تھے۔ ان کا اجتماع دومتہ الجندل میں ہوا اور بعض کے نزدیک مقام اذرح میں ہوا۔ اس اجتماع میں سعد بن ابی وقاص' عبداللہ بن عمر و عاص عبداللہ بن زبیر' عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام مخزومی اور مغیرہ بن شعبہ بھی موجود تھے۔ بعض کہتے ہیں سعد حاضر نہیں ہوا۔ عبداللہ بن عمرو کی موجودگی میں بھی اختلاف ہے جس کا ذکر بعد میں کریں گے۔

جب یہ لوگ جمع ہوئے تو عمر عاص نے ابو موسیٰ سے کہا کیا تجھے معلوم نہیں کہ عثمان مظلوم مارا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ عمرو نے کہا کیا تو یہ نہیں جانتا کہ معاویہ اس کا ولی الدم (یعنی خون کا بدلہ لینے والا) ہے۔ اور خداوند عالم فرماتا ہے جو مظلوم مارا جائے تو ہم نے اس کے ولی و وارث کے لیے سلطنت قرار دی ہے پس معاویہ سے تجھے کون سی چیز مانع ہے؟ حالانکہ قریش میں اس کی خاندانی بزرگی تجھے معلوم ہے اور وہ رسول اللہ کا کاتب بھی رہا ہے اور زوجہ رسول ام حبیبہ کا بھائی بھی ہے۔ اگر تم اسے انتخاب کر لو تو تمہاری ایسی عزت کرے گا جو دوسرا نہیں کرے گا۔ ابو موسیٰ نے اس سے کہا اے عمرو خدا سے ڈر

امر خلافت کی بنا دین پر ہے۔ اگر شرافت ملحوظ ہوتی تو پھر علیؑ یقیناً ولی تھے۔ میں کیسے معاویہ کو خلیفہ بنا لوں اور مہاجرین و انصار کو چھوڑ دوں۔ باقی رہی تیری یہ پیشکش کہ وہ میری عزت و اکرام کرے گا تو خدا کی قسم اگر وہ اپنی سلطنت بھی چھوڑ کر میرے حوالے کر دے تو بھی میں اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں اور میں دین خدا اور حکم خدا میں رشوت نہیں لوں گا لیکن اگر تم چاہو تو ہم عمر بن خطاب کے نام کو زندہ کریں اور ابو موسیٰ کا ارادہ تھا کہ عبداللہ ابن عمر کو خلیفہ بنائے۔

عمرو عاص نے کہا اگر تو فضل و صلاحیت چاہتا ہے تو تجھے میرے بیٹے کو خلیفہ بنانے سے کیا چیز روکتی ہے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ صاحب فضل بھی ہے اور صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ تمہارا بیٹا اچھا آدمی ہے لیکن تم نے اسے اس فتنہ و فساد میں ملوث کر دیا ہے۔

پس عمرو نے کہا میں چاہتا تھا کہ تم معاویہ کی بیعت کر لو لیکن تمھیں اس سے انکار ہے تو آؤ پھر ہم علیؑ اور معاویہ دونوں کو خلافت سے الگ کر دیتے ہیں اور معاملہ حکومت کو شوریٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ مسلمان جسے چاہیں انتخاب کریں اور بعض کہتے ہیں کہ اس بات کی ابتدا ابو موسیٰ سے ہوئی اور عمرو نے کہا کہ تمہاری رائے بہترین ہے پس لوگوں کو اس کی خبر دیجئے کہ ہم نے ایک بات پر اتفاق کیا ہے کہ جس میں امت کی فلاح و بہبود ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ بجا کہتے ہو۔ پھر عمرو نے کہا اے ابو موسیٰ کھڑے ہو کر بات کیجئے۔ ابو موسیٰ نے کہا تم پہلے بات کرو۔ عمرو نے کہا آپ صحابی رسول ہیں مجھ میں یہ مجال نہیں کہ آپ سے پہلے بات کروں۔ ابن عباس نے ابو موسیٰ سے کہا اے عبداللہ بن قیس تم پروائے ہو۔ خدا کی قسم میرا گمان ہے کہ ابن نابغہ نے تجھے فریب دیا ہے۔ ابو موسیٰ سمجھدار آدمی نہیں تھا کہنے لگا ہم نے ایک چیز پر اتفاق کر لیا ہے۔ آگے بڑھا اور کہنے لگا اے لوگو ہم نے اس معاملے میں غور و فکر کی ہے۔ ہم نے امت کے لیے اس سے بہتر کچھ اور نہیں سمجھا کہ علیؑ اور معاویہ دونوں کو خلافت سے الگ کر دیا جائے اور یہ معاملہ امت کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ جسے وہ چاہیں خلیفہ مقرر کر لیں۔ میں دونوں کو خلافت سے الگ

کرتا ہوں۔ پھر وہ پیچھے ہٹ گیا اور عمرو کھڑا ہوا اور کہا اس نے تو اپنے ساتھی کو خلافت سے الگ کر دیا ہے جیسا کہ آپ لوگوں نے سن لیا اور میں بھی اسے الگ کرتا ہوں اور اپنے ساتھی معاویہ کو برقرار رکھتا ہوں۔ ابوموسیٰ نے عمرو سے کہا یہ تجھے کیا ہو گیا خدا تجھے توفیق نہ دے اور خدا تجھ پر لعنت کرے تو نے دھوکا دیا اور فسق و فجور کیا۔ سوائے اس کے نہیں کہ تیری مثال کتے ایسی ہے۔ اگر اس پر کوئی بوجھ رکھ دے تو وہ زبان نکالتا ہے اور اگر اسے چھوڑ دے تو بھی زبان نکالتا ہے۔ عمرو عاص نے کہا اور تیری مثال گدھے کی ہے کہ جس پر کتابیں لاد دی جائیں شریح بن ہانی نے عمرو عاص پر حملہ کیا اور اسے کوڑا لگایا۔ بعد میں شریح کہا کرتے تھے کہ مجھے کسی چیز پر ایسی پشیمانی نہیں ہوئی جس طرح میں پشیمان ہوا کہ میں نے عمرو عاص کو تلوار کیوں نہ ماری تھی۔ پھر لوگ متفرق و منتشر ہو گئے۔

ابوموسیٰ اپنی سواری پر سوار ہوا اور مکہ میں چلا گیا۔ پس ابن عباس نے اس سے کہا خدا بُرا کرے ابوقیس کے بیٹے میں نے تو تجھے فاسق خبیث سے ڈرایا تھا لیکن تو نے میری بات نہ مانی ابوموسیٰ نے کہا مجھے یہ گمان نہ تھا کہ وہ امت کی بدخواہی کرے گا۔ میرا خیال نہیں تھا کہ وہ آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا اور عمرو عاص دمشق کی طرف واپس چلا گیا اور معاویہ پر خلافت کے ساتھ سلام کیا۔ (یعنی اے خلیفہ مسلمین) اور وہ پہلا دن تھا کہ خلیفہ کہہ کر اسے سلام کیا گیا۔

شعبی کہتا ہے کہ دونوں فیصل جب دومۃ الجندل سے جدا ہوئے تو حضرت علیؑ نے ان (اہل شام) سے جہاد کرنے کا عزم کیا۔ پس آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا اے لوگو! میں نے اس تحکیم کے بارے میں تمھیں حکم دیا تھا۔ لیکن تم لوگوں نے میری مخالفت کی اور نافرمانی کی اور نافرمانی پشیمانی ہوتی ہے۔ پس تمہاری اور میری مثال ایسی ہے جیسا کہ ہوازن کا شاعر کہتا ہے۔

امرتکم امری بمنجرح اللوی   فلم یستبینو الرش الاضحی الغد

ترجمہ: میں نے وادی کے موڑ پر تمھیں اپنا فرمان بتایا تھا پس میری خیر خواہی ان کے لیے واضح نہ ہوئی۔

مگر کل چاشت کے وقت ان دونوں فیصلہ کرنے والوں نے کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا۔ انھوں نے اس چیز کو ختم کر دیا جسے قرآن نے زندہ کیا تھا اور اس چیز کو زندہ کیا جسے قرآن ختم کر چکا تھا۔ ان میں سے ہر ایک نے اللہ کی ہدایت کو چھوڑتے ہوئے خواہشات کی پیروی کی۔ انھوں نے بغیر کسی دلیل اور جاری ہونے والی سنت کے فیصلہ کیا یہ دونوں رشد و ہدایت پر نہیں تھے۔ دونوں اللہ اس کے رسول اور صالح المومنین سے بری ہیں پس جہاد کے لیے مستعد اور چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور اپنے موقف پر صبح کو پہنچ جاؤ۔

خوارج نہروان میں تھے ابن عباس نے عرض کی نیا شگوفہ کھل گیا ہے۔ ان سے جنگ کرنے سے پہلے خط بھیجیے۔ آپ نے خوارج کو خط بھیجا اور انھیں حکمین کے فیصلے کی خبر دی اور لکھا کہ آؤ ہماری طرف تا کہ اس گروہ سے جہاد کریں کیونکہ ہم پہلے امر پر قائم ہیں۔

خوارج نے جواب میں لکھا کہ آپ اللہ کے لیے غضبناک نہیں ہوئے بلکہ اپنی ذات کے لیے غصے میں آئے ہیں۔ اگر آپ اپنے اوپر کفر کی گواہی دے کر توبہ کریں تو ہم اپنے اور آپ کے درمیان غور کریں گے۔ ورنہ برابر آپ کا مقابلہ کریں گے اور بیشک خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا!

جب آپ نے ان کا خط پڑھا تو ان سے ناامید ہو گئے اور ان کی طرف چلے۔ نہروان پر مقابلہ ہوا اور ان میں سے جتنے بھی آپ کے مقابلے میں آئے تھے سب کے سب ختم ہوئے۔ آپ نے ذوثدیہ کو تلاش کیا اس کے دونوں کندھوں کے درمیان دیکھا تو گوشت کے لوتھڑے نظر آئے جیسے عورت کے پستان ہوتے ہیں جس پر سیاہ بال تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر خدا کی قسم نہ میں نے کبھی جھوٹ بولا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی تھی۔

(حذف اسناد کے ساتھ) قتادہ سے روایت ہے کہ نہروان کی جنگ میں ہم امیر المومنینؑ کے ساتھ تھے۔ ہم ساٹھ یا ستر انصار تھے۔ میں پیادوں کا سالار تھا جب ہم مدینہ واپس گئے تو ہم بی بی عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے ہمارے سفر کے

متعلق سوال کیا تو ہم نے انھیں بتایا کہ خوارج قتل ہو گئے ہیں۔ عائشہ کہنے لگیں وہ کیا کہتے تھے؟ ہم نے کہا کہ امیر المومنینؑ اور عثمان بن عفان اور آپ کو سب وشتم کرتے تھے۔ پس ہم ان سے جنگ کرتے رہے اور حضرت علیؑ ہمارے ساتھ تھے ان کا مرکب رسول اللہؐ کا دلدل تھا۔ میں بعض مقتولین کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا انھیں الٹاؤ ہم نے انھیں الٹایا تو ایک سیاہ رنگ شخص نظر آیا اس کے کندھوں کے مابین پستان کے مانند گوشت تھا۔ تو علیؑ نے فرمایا اللہ اکبر نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی۔ میں رسول اکرمؐ کے ساتھ تھا اور آپ جنگ حنین کا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ تو یہ شخص آیا اور کہنے لگا اے محمدؐ انصاف کرو خدا کی قسم آج آپ نے انصاف نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا تیری ماں تجھ پر روئے اگر میں انصاف نہیں کرتا تو پھر کون انصاف کرے گا۔ عمر بن خطاب نے کہا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دے اس کے لیے بھی ایک شخص ہے جو اسے قتل کرے گا۔ عنقریب اس کی قوم سے کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکلیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔ عائشہ نے قتادہ سے کہا تو نے اس شخص کو دیکھا تھا۔ قتادہ کہنے لگا ہاں تو عائشہ کہنے لگیں جو کچھ میرے اور علیؑ کے درمیان ہوا تھا وہ مجھے حق بات کہنے سے نہیں روکتا۔ حضرت علیؑ نے سچ کہا ہے۔ میں نے حضرت رسول اللہؐ سے سنا تھا کہ آپ فرما رہے تھے میری امت دو فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے ایک فرقہ دین سے نکل جائے گا ان کے سر منڈے ہوئے ہوں گے اور مونچھیں صاف ہوں گی' چادریں آدھی پنڈلی تک ہوں گی۔ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ حلق سے آگے نہیں جائے گا۔ انھیں وہ شخص قتل کرے گا جو خدا اور رسول کا زیادہ محبوب ہے۔ قتادہ کہتا ہے۔ میں نے کہا جب آپ یہ جانتی تھیں تو پھر آپ نے علیؑ کے ساتھ وہ کیوں کیا جو ہو چکا ہے۔ عائشہ کہنے لگیں امر خدا مقدر ہو چکا تھا۔

واقدی کہتا ہے کہ یہ شخص جس کے کندھے پر پستان جیسا لوتھڑا بنا ہوا تھا یہ ذو خوبصرہ تھا اس کا نام محدجہ تھا اور خوارج اسی کی طرف منسوب ہیں اور خارجیوں کی ایک

جماعت اس کی اولاد سے پیدا ہوئی!

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب ہم خوارج سے جہاد کرنے نکلے تو حضرت علیؑ نے ان میں سے ایک کو نماز تہجد میں قرآن پڑھتے سنا تو فرمایا یقین کی نیند شک کی نماز سے بہتر ہے۔

شعبی کہتا ہے کہ جب امیر المومنینؑ خوارج کی مہم سے فارغ ہوئے تو آپ ان کے قریب سے گزرے، وہ نہر کے اطراف میں پڑے ہوئے تھے۔ فرمایا تمہارا برا حال ہے تمھیں ضرر پہنچایا ہے جس نے تمھیں دھوکا دیا ہے۔ لوگوں نے عرض کی کس نے انھیں ضرر پہنچایا؟ فرمایا شیطان اور برائی کا حکم سنا دینے والے نفس نے!

واقدی کہتا ہے کہ خوارج میں سے چار سو آدمی اس حالت میں پائے گئے کہ ان میں کچھ نیم جان تھے۔ آپ نے ان کے رشتہ داروں کو حکم دیا اور وہ انھیں کوفہ لے گئے۔ انھوں نے جن ہتھیاروں سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی تھی وہ تقسیم کر دیے پھر غلام، کنیزیں اور مال و متاع بھی خوارج کے رشتہ داروں کو واپس دے دیا۔ عدی ابن حاتم نے آپ سے اجازت چاہی کہ وہ اپنے بیٹے طرفہ کو دفن کر دے جو کہ خوارج کے ساتھ تھا آپ نے اسے اجازت دے دی۔

پھر آپ مقام نخیلہ میں آ کر اترے۔ آپ کے اصحاب میں سے صرف سات آدمی شہید ہوئے تھے۔ پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اہل شام کے ساتھ جنگ کی تیاری کرو کچھ دنوں تک وہ لوگ نخیلہ میں رہے پھر آہستہ آہستہ کوفہ میں جانے لگے۔ آپ کے ساتھ صرف تھوڑے سے آدمی باقی رہ گئے۔ جب آپ نے یہ کیفیت دیکھی تو کوفہ تشریف لے آئے صفین کی طرف جانے کی رائے میں کمزوری واقع ہوئی۔ پس آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو تمھیں کیا ہو گیا ہے جب میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ گمراہ لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے چلو تو تمہارا بوجھ زمین کی طرف ہو جاتا ہے کیا تم آخرت کے بدلے زندگانی دنیا پر اور عزت کی بجائے ذلت پر راضی ہو گئے ہو اور جب بھی میں تمھیں جہاد کی طرف پکارتا ہوں تو تمہاری آنکھیں پھرنے لگتی ہیں۔ گویا کہ تم

سکراتِ موت میں مبتلا ہو اور گویا تمھارے دل میں فتور آ گیا ہے اور تم کسی چیز کو نہیں سمجھتے گویا تمہاری آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں۔ پس تم نہیں دیکھ پاتے۔ خدا کی قسم تم بیشہ کے شیر ہوتے ہو راحت و آرام کے وقت اور مکار لومڑیاں بن جاتے ہو جب تمھیں جنگ کے لیے بلایا جائے۔ تم لوگ کبھی بھی میرے لیے قابل بھروسہ نہیں بن سکتے۔ تمھارے ساتھ مل کر دشمن پر حملہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ تم اچھے مددگار ہو کہ جن کی طرف رجوع کیا جا سکے۔
خوارج کی جنگ زیادہ صحیح قول کی بنا پر ۳۷ھ میں ہوئی اور تحکیم بھی اسی سال واقع ہوئی۔
۳۸ھ میں محمد بن ابی بکر مصر میں شہید ہوئے۔ محمد بن ابی بکر حضرت علیؑ کی طرف سے مصر کے گورنر تھے۔ ان سے پہلے آپ نے اشتر نخعی کو گورنر بنایا تھا۔ جب وہ مقام قلزم پر پہنچے تو معاویہ نے حاکم قلزم کو پیغام بھیجا کہ کسی بہانہ سے انھیں قتل کر دے۔ جب مالک وہاں اترے تو اس نے شہد کا شربت پیش کیا آپ نے وہ پیا اور فوراً انتقال کر گئے۔ جب معاویہ کو یہ اطلاع ملی تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اللہ کے کچھ لشکر شہد میں ہیں۔ پھر آپ نے مصر کا گورنر محمد بن ابی بکر کو بنایا۔ محمد وہاں گئے تو معاویہ نے عمرو عاص کو ایک لشکر کثیر دے کر تیار کیا اور اس لشکر کے ساتھ معاویہ بن خدیج بھی تھا۔ واقدی کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے مالک اشتر کو محمد کے شہید ہونے کے بعد وہاں کا گورنر مقرر کیا اور جب محمد اور شام کے لشکر میں جنگ شروع ہوئی تو محمد گھوڑے سے اتر کر جنگ کرنے لگے۔ آپ کے ساتھی آپ کو چھوڑ گئے تو آپ نے ایک خرابہ میں جا کر پناہ لی' انھیں پکڑ کر معاویہ بن خدیج کے پاس لایا گیا جبکہ آپ روزہ کی حالت میں سخت پیاسے تھے۔ معاویہ نے آپ کو پانی نہ پینے دیا۔ انھیں قتل کرنے کے بعد گدھے کی کھال میں ڈال کر جلا دیا۔ جب عائشہ کو یہ خبر ملی تو عائشہ نے سخت گریہ کیا۔ حضرت عائشہ معاویہ اور عمرو عاص کو ہر نماز میں بددعا کیا کرتی تھیں اور جب ام حبیبہ خواہر معاویہ بن ابی سفیان کو یہ اطلاع ملی کہ محمد شہید ہو گئے اور انھیں جلایا گیا تو ام حبیبہ نے مینڈھے کے کباب بنائے اور عائشہ کی طرف بھیجے' یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ خون عثمان کے بدلے محمد کے قتل سے مجھے تشفی ہوئی ہے۔ عائشہ نے کہا زرینہ کی بیٹی کو خدا قتل کرے خدا کی قسم میں بھنا ہوا گوشت کبھی نہیں کھاؤں گی۔

حضرت علیؑ کو محمد کی شہادت خبر ملی تو آپ روئے اور اظہارِ تاسف کیا اور محمد کے قاتلوں پر لعنت کی۔

ہشام بن محمد نے ذکر کیا ہے کہ منجملہ ان خطوں کے جو معاویہ نے حضرت علیؑ کو لکھے تھے ایک یہ تھا: اما بعد! تحقیق میرا باپ زمانہ جاہلیت کا سردار اور میں اسلام کا بادشاہ ہوں اور رسول اللہؐ کا سالا مومنین کا ماموں اور کاتب وحی ہوں۔ جب امیر المومنینؑ نے یہ خط پڑھا تو فرمایا کیا جگر کھانے والی عورت کا بیٹا میرے ساتھ فخر کر سکتا ہے۔ پھر آپ نے عبید اللہ بن ابی رافع کو حکم دیا کہ آپ کے املا پر خط لکھے۔ پس اس نے لکھا:

محمد النبی اخی و صهری	وحمزة سید الشهداء عمی
وجعفر الذی یمسی ویضحی	یطیر مع الملائکة بن امی
وبنت محمد سکنی و عرسی	مسوط لحمها بدمی و لحمی
وسبطنا احمد ولدای منها	فمن منکم له سهم کسهمی
سبقتکم الی الاسلام طراً	صغیراً مابلغت او ان هلمی
فاومانی النبی لوی اختیار	رضی منه لا متة بحکمی
و اوجب فی الولاء محا علیکم	خلیلی یوم دوح غدیر خم
فویل ثم ویل ثم ویل	عن یرد القیامة وهو خصمی

ترجمہ: حضرت محمدؐ جو نبیِ خدا ہیں وہ میرے بھائی ہیں اور خسر ہیں اور حمزہ جو سید الشہداء ہیں میرے چچا ہیں اور جعفر جو صبح و شام ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں وہ میرے ماں جائے ہیں اور محمدؐ کی بیٹی میرے سکون کا باعث میری بیوی ہے۔ اس کا گوشت و پوست میرے خون اور گوشت کے ساتھ مل گیا ہے اور احمد مجتبیٰ کے دونو اسے اس (سیّدہ) سے میرے بیٹے ہیں۔ پس تم میں سے کون ہے کہ جس کا شرافت اور فضائل میں میرے جیسا حصہ ہو۔

میں نے بچپن میں جبکہ حد بلوغ کو نہیں پہنچا تھا تم سب سے پہلے اسلام کی طرف سبقت کی۔

پس نبیؐ نے وقت انتخاب مجھے وصی بنایا اور اپنی امت پر میرے حاکم ہونے پر راضی ہوئے اور میرے خلیل نے مقام خم غدیر پر میری ولاء و محبت بھی تم سب پر واجب قرار دی۔ پس ہلاکت ہے ہلاکت ہے ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو قیامت کے میدان میں میری دشمنی کے ساتھ وارد ہو۔

معاویہ نے یہ خط پڑھا تو کہنے لگا اس کو چھپا دو کہیں اہل شام سن نہ لیں۔

علماء نے آپ کے اس قول میں گفتگو کی ہے کہ میں نے اسلام کی طرف تم سب سے پہلے سبقت کی ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ آپ نے سات سال کی عمر میں اسلام قبول کیا' کچھ کہتے ہیں آٹھ سال کی عمر تھی۔ کچھ دس سال کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک پندرہ سال ہے اور اسی سے ابوحنیفہ نے شافعی کے خلاف استدلال کیا ہے کہ عقلمند بچے کا اسلام صحیح ہے اگرچہ بالغ نہ بھی ہوا ہو اور دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ آپ بچپن ہی سے رسول اللہؐ کے ساتھ رہے۔ حضرت علیؑ کا وہی دین تھا جو رسول اللہ کا تھا اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے ترمذی نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ اپنی سند سے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ مبعوث بہ رسالت پیر کے دن ہوئے اور حضرت علی نے منگل کے دن نماز پڑھی۔

اور امام احمد نے مسند میں (حذف اسناد سے) جبۃ العرنی سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی اور میں صدیق اکبر ہوں میرے علاوہ جو اس بات کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور افترا پرداز ہے۔ میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھی اور میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی۔

زہد و ورع

بہت سے راویوں نے ہمیں خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابی شہاب سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کہا کرتا تھا کہ ہمارے علم میں اس امت میں

رسول اللہؐ کے بعد علی ابن ابی طالبؑ سے زیادہ کوئی زاہد و پرہیز گار نہیں ہے آپ نے اینٹ پر اینٹ اور لکڑی پر لکڑی نہیں رکھی (یعنی مکانات وغیرہ نہیں بنائے)۔

عبداللہ بن امام احمد حنبل نے بھی یہی کہا ہے (حذفِ اسناد سے) علی بن ربیعہ والبی کہتا ہے کہ ابن تیاح حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے امیر المومنینؑ بیت المال سونے اور چاندی سے پُر ہے آپ نے فرمایا اللہ اکبر! پھر آپ ابن یتاح کے ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھے اور بیت المال میں داخل ہوئے۔ درآنحالیکہ آپ یہ فرما رہے تھے:

هذا جناي رخياره فيه   وكل جان يده الى فيه

ترجمہ: یہ میری کمائی ہے اور اس میں اس کا عمدہ حصہ ہے اور ہر کسب کرنے والے کا ہاتھ اپنے منہ کی طرف جاتا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کوفہ کے تمام لوگوں کو بلاؤ۔ پس شہر میں منادی کر دی گئی پس آپ نے وہ تمام مال لوگوں کو عطا فرمایا جو بیت المال میں موجود تھا اور آپؑ فرما رہے تھے۔ اے چاندی اے سونا میرے غیر کو دھوکا دے یہاں تک کہ وہاں ایک درہم و دینار بھی باقی نہ رہا اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ بیت المال میں چھڑکاؤ کیا جائے پھر آپ نے وہا دو رکعت نماز پڑھی۔

مجمع تمیمی کا بیان ہے کہ جب بھی بیت المال پُر ہو جاتا تھا تو آپ کا یہی دستور تھا۔

(حذف اسناد کے ساتھ) احنف بن قیس سے مروی ہے وہ کہتا ہے میں معاویہ کے پاس گیا تو اس نے کھانے کے لیے اتنے میٹھے اور خوش ذائقہ کھانے پیش کیے جن سے مجھے بہت تعجب ہوا۔ پھر معاویہ کہنے لگا اس رنگ کا کھانا لاؤ۔ پس وہ ایک کھانا لائے کہ میں نہیں جانتا تھا وہ کیا ہے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے تو معاویہ نے بتایا یہ بھنی ہوئی بطخ ہے کہ جس میں مغز اور پستق درخت کا روغن بھرا گیا ہے اور اس پر شکر ڈالی گئی ہے۔ احنف کہتے ہیں میں رونے لگا۔ معاویہ نے پوچھا روتا کیوں ہے؟ میں نے کہا کیا کہنا فرزند ابی طالب کا وہ کر

گیا جو اس کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ معاویہ نے کہا کیسے؟ میں نے کہا آپ کے افطار کے وقت رات کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا جاؤ اور حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ شام کا کھانا کھاؤ پھر آپ نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک تھیلی طلب کی جس پر آپ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ آپ نے اس میں سے پسے ہوئے جو نکالے۔ پھر اس پر مہر لگا دی۔ میں نے عرض کی اے امیر المومنینؑ میں نے آپ کو بخیل نہیں دیکھا تھا تو آپ اس پر مہر کیوں لگا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس پر بخل کی وجہ سے مہر نہیں لگاتا لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں حسنؑ و حسینؑ اس میں چربی وغیرہ نہ ملا دیں تو میں نے عرض کیا کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں لیکن جو حق کے امام ہیں انھیں کھانے اور لباس میں رعیت کے کمترین اشخاص کے برابر اور کسی چیز میں اسے ان پر کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہیے کہ جس پر وہ لوگ قدرت نہیں رکھتے تاکہ فقیر ان آئمہ کو دیکھ کر اپنی حالت پر خدا سے راضی رہے اور غنی انھیں دیکھ کر شکر اور تواضع کرے۔

احنف بن قیس کہتا ہے۔ ربیع بن زیاد حارثی حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے امیر المومنینؑ میرے بھائی عاصم بن زیاد کو میری طرف واپس پھیر دیجئے۔ فرمایا اسے کیا ہوا ہے؟ ربیع نے کہا کہ اس نے ایک عبا پہن لی ہے عبادت گزار بن گیا ہے اور اپنے اہل و عیال سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ۔ وہ آیا تو اس کی یہ حالت تھی کہ ایک چادر باندھی ہوئی تھی ایک اوپر ڈالے ہوئے تھا بال پریشان تھے چہرہ غبار آلود تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا وائے ہو تجھ پر اے عاصم کیا تمھیں اپنی بیوی سے شرم نہیں آتی کیا تجھے اپنے بچوں پر رحم نہیں آتا۔ کیا تو نے خداوند عالم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ اس نے ان پر طیبات کو حلال کیا ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ اس نے تیرے اور تیرے امثال کے لیے ان چیزوں کو مباح تو کیا ہے لیکن وہ مکروہ سمجھتا ہے کہ تم انھیں استعمال کرو۔ کیا تو نے رسول اللہ کا یہ قول نہیں سنا کہ تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے تو عاصم نے کہا اے امیر المومنین پھر آپ کی کیا کیفیت ہے کہ آپ موٹا لباس پہنتے ہیں اور سخت کھانا کھاتے ہیں۔ میں نے تو آپ جیسے لباس سے اپنے کو مزین کیا ہے۔ آپ

نے فرمایا افسوس تم پر خداوند عالم نے آئمہ حق پر یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ اپنی رعیت کے اوصاف سے متصف ہوں' یا فرمایا اپنی رعیت کے محتاج ترین افراد کے اوصاف سے متصف ہوں تا کہ فقیر کو اپنا فقر معیوب نظر نہ آئے اور غنی اور تونگری پر خدا کی حمد وثنا کرے۔ کئی اشخاص نے ہم سے بیان کیا (حذفِ اسناد کے ساتھ) اسمٰعیل بن ابراہیم بن مہاجر کہتا ہے کہ میں نے عبدالملک بن عمر کو یہ کہتے سنا کہ مجھ سے قبیلہ ثقیف کے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت علیؑ نے مجھے عبکرا کا حاکم بنایا اور فرمانے لگے ظہر کے بعد میرے پاس آنا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں کوئی دربان نہیں تھا جو مجھے روکتا۔ آپ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے سامنے لکڑی کا ایک پیالہ اور پانی کا ایک کوزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے ایک مہر شدہ تھیلی منگوائی۔ میں نے دل میں کہا آپ مجھے امین بنانا چاہتے ہیں۔ اس میں سے کوئی موتی نکالیں گے جس کی قیمت بھی مجھے معلوم نہیں۔ آپ نے مہر توڑی' اس میں ستو تھے۔ آپ نے اس پیالے میں پانی ڈالا اور اوپر سے ستو چھڑک دیا۔ پھر وہ آپ نے نوش فرمائے اور مجھے بھی دیے۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے عرض کی اے امیر المومنین خدا نے آپ کو وسعت دی ہے اور عراق میں کھانوں کی بھی کثرت ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے اس پر مہر بخل کی وجہ سے نہیں لگائی بلکہ میں اپنی کفایت بقدر خرید کرتا ہوں اور مجھے خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ ختم نہ ہو جائے اور کہیں اور شے اس میں نہ ڈال دی جائے۔ اور یہ اس لیے کرتا ہوں تا کہ میرے شکم میں غیر طیب مال نہ جا سکے۔

عبدالملک بن مظفر نے ہمیں خبر دی ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) سوید بن غفلہ سے روایت ہے کہ کوفہ کے قصر الامارۃ میں حضرت علیؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے جَو کی روٹی اور ایک پیالا دودھ کا موجود تھا۔ روٹی خشک تھی' کبھی آپ اسے ہاتھ سے اور کبھی گھٹنے سے توڑ دیتے تھے۔ یہ بات مجھے شاق گزری۔ میں نے آپ کی کنیز (کہ جس کا نام فضہ تھا) سے کہا کیا اس مرد بزرگ پر تمھیں رحم نہیں آتا اور جو کا آٹا تھیلے سے کیوں نہیں نکالتی۔ کیا دیکھتی نہیں ہو کہ اس کا چہرہ متغیر ہو چکا ہے اور اس روٹی سے

انھیں کیا تکلیف ہوتی ہے۔ وہ کہنے لگی کہ کیوں ایسا کیا جائے کہ وہ تو ثواب دیے جائیں اور ہم گنہگار بنیں۔ انھوں نے خود حکم دیا ہے کہ ہم ان کی روٹی سے کبھی بھی چوکر الگ نہ کریں۔ آپ میری طرف ملتفت ہوئے۔ غفلہ کے بیٹے اسے کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے وہ بات آپ کو سنائی اور عرض کی اے امیر المومنینؑ آپ اپنے نفس سے سختی نہ کیجئے آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہے اے سوید رسول اللہؐ اور ان کے گھر والوں نے کبھی گندم کی روٹی سے تین دن سے شکم پُر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ آپ بارگاہِ الٰہی میں پہنچے آپ کے کھانے سے کبھی چوکر نہیں نکالا جاتا تھا۔ مجھے مدینہ میں ایک دفعہ سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ میں ایک کام سے باہر نکلا۔ ایک عورت کو میں نے ڈھیلے اکٹھے کرتے ہوئے پایا وہ انھیں پانی سے تر کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے ایک ڈول کے بدلے ایک کھجور پر فیصلہ کیا پس میں نے سولہ ڈول اس میں ڈالے جس سے میرے ہاتھ زخمی ہو گئے۔ پھر میں نے وہ کھجوریں لیں اور سرکار رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے یہ واقعہ انھیں بتایا تو آپؐ نے ان میں سے کچھ کھجوریں تناول فرمائیں۔ امام احمد نے بھی یہ واقعہ کتاب فضائل میں درج فرمایا ہے۔

مزید امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ (حذفِ اسناد کے ساتھ) ابی مطرف سے روایت ہے کہ میں نے علی ابن ابی طالبؑ کو دیکھا کہ آپ نے ایک چادر باندھی ہوئی تھی اور ردا کندھے پر ڈالی ہوئی تھی آپ کے ہاتھ میں ایک دُرّہ تھا گویا آپ ایک دیہاتی معلوم ہوتے تھے جو بازار کا چکر لگا رہا ہو۔ یہاں تک کہ آپ کپڑوں کے بازار میں پہنچے۔ ایک بوڑھے شخص کے پاس رکے اور فرمایا۔ بڑے میاں میرے ساتھ ٹھیک ٹھیک معاملہ کرنا۔ ایک قمیص کے متعلق جس کی قیمت تین درہم ہو۔ اس بوڑھے نے آپ کو پہچان لیا۔ اور کہنے لگا بہت اچھا۔ آپ کو علم ہو گیا کہ وہ آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ اسے چھوڑ کر آگے چلے اور اس سے کوئی چیز خرید نہ کی۔ پس آپ ایک نوعمر لڑکے کے پاس آئے اور آپ نے اس سے تین درہم میں قمیص خریدی۔ پھر اس لڑکے کا باپ آیا اور اس نے اپنے باپ کو کہا کہ اس حلیے کے شخص نے مجھ سے تین درہم میں قمیص خریدی ہے۔

اسنے آپ کو پہچان لیا پس ایک درہم لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے امیر المومنینؑ ایک درہم قمیص کی قیمت سے زیادہ ہے۔ قمیص کی قیمت دو ہی درہم تھی۔ آپ نے فرمایا اے شیخ اپنا درہم لے جاؤ اس نے میری رضا کے ساتھ بھیجا اور میں نے اس کی مرضی سے خرید کیا ہے اور سفیان ثوری نے عمرو بن قیس سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ آپ نے پیوند لگی ہوئی چادر اوڑھی ہوئی ہے۔ کسی نے آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا اس سے دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور مومن اس کی اقتدا کرتا ہے۔ قرشی کہتا ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) سوید بن غفلہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں حضرت کی خدمت میں آپ کے گھر حاضر ہوا اور آپ کے گھر صرف ایک پرانی چٹائی تھی۔ جس پر آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی اے امیر المومنینؑ آپ مسلمانوں کے بادشاہ اُن کے اور ان کے بیت المال کے مالک ہیں۔ آپ کے پاس وفد آتے ہیں حالانکہ آپ کے گھر میں اس چٹائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا اے سوید عقلمند شخص اس گھر میں اثاثہ نہیں رکھتا کہ جس سے اس نے منتقل ہو جانا ہو ہمارے آگے ایک ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ ہم نے اپنا مال و متاع اس کی طرف منتقل کر دیا ہے اور عنقریب اس گھر میں جانے والے ہیں۔ سوید کہتا ہے خدا کی قسم آپ کے کلام نے مجھے رُلا دیا ہے۔

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ وکیع نے مسعر سے اس نے ابی بحر سے اس نے اپنے قبیلے کے ایک بزرگ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ آپ ایک سخت قسم کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا یہ کیا آپ نے فرمایا پانچ درہم کو خرید لی ہے۔ اگر کوئی ایک درہم نفع دے دے تو بیچ ڈالوں گا۔ وہ کہتا ہے کہ آپ ایک پرانی چادر باندھے ہوئے ہوتے اور رسی کا کمر بند بنائے ہوتے اور اپنے اونٹ کو خود گھاس کھلاتے حالانکہ آپ اس وقت خلیفہ تھے۔

نیز امام احمد نے فضائل میں کہا ہے اور سلسلہ سند کو ابن عباس تک پہنچایا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں میں ایک دن حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اپنے جوتے

کو پیوند لگا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا اس جوتے کی کوئی قیمت نہیں تا کہ آپ اسے پیوند لگائیں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ تمہاری دنیا سے یا فرمایا تمہاری حکومت سے مجھے زیادہ پسند ہے۔ مگر یہ کہ حق کو قائم کروں یا باطل کو دور کروں۔ پھر آپ نے فرمایا رسول اللہؐ اپنے جوتے کی اصلاح اپنے ہاتھ سے کرتے' اپنے کپڑے کو پیوند لگاتے' گدھے پر سوار ہوتے اور کسی کو اپنے پیچھے بھی بٹھا لیتے تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ پانچ سال کوفہ میں رہے لیکن وہاں کے کھانے سے کچھ نہیں کھایا۔ مدینہ سے جو کچھ آتا تھا صرف وہی کھاتے تھے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا لیکن آپ نے نہ کھایا۔ میں نے عرض کی کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں' لیکن میں پسند نہیں کرتا کہ اپنے نفس کو عادی بناؤں ایسی چیز کا جس کا وہ عادی نہیں اور جسے رسول اللہؐ نے نہیں کھایا۔

امام احمد نے فضائل میں کہا ہے (حذف سند سے) کپڑا فروش ابونوار نے بیان کیا کہ حضرت علیؑ نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور انھیں اوپر اوڑھنے والے کپڑے میں اٹھا لیا۔ کسی شخص نے کہا کہ میں انھیں اٹھا کر لے جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اٹھانے کا فرض بچوں کا باپ ہی ادا کر سکتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ حالانکہ آپ اس وقت خلیفہ تھے۔

امام احمد کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حسن بن جرموز نے اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ وہ کوفہ کے قصر الامارہ سے نکلتے تو آپ کی چادر آدھی پنڈلی تک ہوتی اور ردا بھی اسی کے قریب قریب۔ آپ کے ہاتھ میں ایک درۂ ہوتا آپ بازاروں میں پھرتے رہتے اور فرماتے اے قوم خدا سے ڈر! ایک روایت میں ہے کہ حسن معاملہ کا حکم دیتے اور فرماتے ناپ تول پورا کرو' لوگوں کو ان کی چیزیں کم تول کر نہ دیا کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ گمشدہ چیز کی رہبری کرتے' مزدور کا بار اٹھوانے میں مدد کرتے اور یہ آیت پڑھتے۔ وہ آخرت کا گھر ہم لوگوں کے لیے قرار دیں گے جو زمین میں بڑائی کا ارادہ نہیں کرتے اور فرماتے کہ یہ آیت حاکموں

اور لوگوں میں صاحبانِ اقتدار کے لیے نازل ہوئی۔ زمخشری نے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ جناب رسالت مآب بھوکے ہوتے اور اپنے شکم پر پتھر باندھتے اور میں بھی آپ کے ساتھ ایسا کرتا تو کیا خداوند عالم نے اس معاملے میں رسول کی عزت کی ہے یا اہانت۔ اگر کوئی کہے کہ اہانت کی ہے تو وہ جھوٹا اور دین سے خارج ہے اور اگر کہے کہ آپ کا احترام کیا ہے تو پھر جان لے کہ خدا نے دوسروں کی اہانت کی ہے کہ جن کو دنیا کی وسعت دی ہے حالانکہ لوگوں میں سے زیادہ مقرب بندے سے دور رکھی ہے۔ آپ دنیا سے خالی پیٹ گئے اور آخرت میں سلامتی سے وارد ہوئے۔ آپ نے پتھر پر پتھر اور اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی اور ہم بھی آپ کے بعد آپ ہی کے راستے پر چلے ہیں۔ میں نے اپنی اس قمیص کو اتنے پیوند لگائے کہ مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی اور کسی نے مجھے کہا اب اسے تبدیل کیوں نہیں کر لیتے۔ تو میں نے کہنے والے سے کہا دور ہو جا صبح کے وقت چلنے والی رات کے سفر کی تعریف کرتی۔

(حذف اسناد کے ساتھ) ابی اراکہ سے روایت ہے کہ ایک سائل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اپنے ایک فرزند سے فرمایا کہ اپنی ماں کے پاس جاؤ اور اس سے کہو جو درہم تمھارے پاس ہے وہ دے دے۔ شہزادہ گیا اور واپس آ کر کہا وہ کہتی ہیں کہ ہم نے آٹا خریدنے کے لیے رکھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور لے آؤ شہزادہ لے کر آیا اور سائل کو دے دیا آپ نے فرمایا اس وقت تک کسی بندے کا ایمان سچا نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو خدا کے قبضے میں جو چیز ہے اس کا وثوق نہ ہو اس سے جو اس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ ہم ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہاں سے ایک شخص اونٹ بیچنے والا گزرا آپ نے اس سے وہ اونٹ سو درہم میں خرید کیا۔ پھر اسے دو سو درہم میں بیچ دیا اور یہ سو درہم اپنے اسی فرزند کو دیے اور فرمایا اسے اپنی ماں کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو یہ وہ چیز ہے جس کا وعدہ پیغمبر کی زبانی ہم سے خدا نے کیا ہے۔ رسول نے خدا کی طرف سے خبر دی ہے کہ جو ایک نیکی کرے اسے دس گنا بدلا ملتا ہے۔

(حذفِ اسناد سے) ابی صالح سے روایت ہے کہ ضرار ابن حمزہ معاویہ کے

پاس گیا تو معاویہ اس سے کہنے لگا کہ علیؑ کے اوصاف بیان کر و ضرار نے کہا کہ مجھے اس سے معاف نہیں کرتے معاویہ نے کہا کہ معافی نہیں ملے گی۔ یہ تین مرتبہ کہا ضرار نے کہا اگر اس سے کوئی مفر نہیں تو پس خدا کی قسم علیؑ ایسے تھے جن کی انتہا دور تھی' بہت صاحب قوت تھے دوٹوک بات کرتے' عادلانہ حکم فرماتے۔ علم آپ کے پہلوؤں سے پھوٹتا حکمت کی باتیں آپ کے اطراف سے ظاہر ہوتیں۔ دنیا اور اس کی زینت سے آپ کو وحشت ہوتی۔ رات کی تاریکی سے مانوس تھے۔ خدا کی قسم (خوف خدا سے) آنسو آپ کی آنکھوں سے بہتے زیادہ فکر کرتے' اپنی ہتھیلی الٹتے پلٹتے اور اپنے ہی نفس کو مخاطب قرار دیتے۔ سخت قسم کا لباس آپ کو بھلا معلوم ہوتا اور موٹا کھانا پسند فرماتے۔ وہ اپنے کو ہم جیسا ایک انسان سمجھتے۔ جب آپ سے سوال کرتے تو آپ جواب دیتے۔ اور جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو کلام کی ابتدا فرماتے۔ جب ہم بلاتے تو آپ تشریف لے آتے اور خدا کی قسم باوجودیکہ ہمارے قریب رہتے۔ ہم ان کی ہیبت و دبدبہ سے بول نہیں سکتے تھے اور ان کی عظمت کی وجہ سے ہم بات کی ابتدا نہ کر پاتے۔ جب آپ تبسم فرماتے تو آپ کے دندان مبارک پروئے ہوئے موتی معلوم ہوتے۔ آپ دیندار لوگوں کا احترام کرتے اور مساکین سے محبت فرماتے۔ قوت والے کو اپنے باطل میں ان سے طمع نہ ہوتا اور کمزور آپ کے عدل سے مایوس نہ ہوتا تھا۔ خدا کی قسم میں نے بعض اوقات رات کے وقت آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ جب رات کی تاریکی چھا چکی تھی اور ستارے غروب ہو چکے تھے آپ محراب عبادت میں کھڑے ہوئے تھے اور اپنی ریش مبارک ہاتھ میں پکڑے تھے ایسے مضطرب تھے جیسے اس شخص کا اضطراب جسے سانپ ڈس لے اور محزون شخص کی طرح رو رہے تھے اور گویا میں آپ کو یہ کہتے سن رہا ہوں' اے دنیا میرے غیر کو جا کر دھوکا دے۔ کیا تو میرے سامنے آتی ہے یا میری طرف شوق رکھتی ہے۔ دور ہو جا' دور ہو جا میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں کہ جن کے بعد میں تیری طرف رجوع نہیں کر سکتا۔ پس تیری عمر کوتاہ ہے تیری زندگی حقیر اور تیرا خطرہ بڑا ہے۔ ہائے افسوس زادِ راہ کم ہے سفر دور کا ہے اور راستہ وحشت ناک ہے۔ پس معاویہ کے آنسو

اس کی داڑھی سے بہنے لگے اور وہ انھیں روک نہ سکا اور اپنی آستین سے پونچھنے لگا اور گریہ سب لوگوں کے گلوگیر ہو گیا۔ پھر معاویہ نے کہا خدا کی قسم خداوند عالم ابوالحسنؑ پر رحم کرے وہ ایسے ہی تھے پس ان پر تیرا حزن ایسا ہی ہے اے ضرار! ضرار نے کہا جس طرح وہ عورت محزون ہوتی ہے جس کے بیٹے کو اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے کہ نہ اس کے آنسو رکتے ہیں اور نہ غم و حزن میں سکون آتا ہے۔

کلام الامام

حضرت علیؑ ایسا کام کرتے جو عصمت پر محیط ہوتا اور علم و حکمت سے بات کرتے ایسا کلام جس پر خدا ہیبت ڈال دیتا۔ جو بھی آپ کا کلام سنتا اسے اچھا لگتا اور اس کلام کی ہیبت اس پر چھا جاتی۔ قدرت نے آپ کے کلام میں حلاوت ملاحت فصاحت و بلاغت اور تر و تازگی کو یکجا کر دیا تھا۔ آپ سے کبھی بیجا حکم صادر نہیں ہوا آپ کی حجت و دلیل میں نقص نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے بولنے والے کو عاجز کر دیا۔

آپ کلام میں سبقت کرنے والوں سے گوئے سبقت لے گئے۔ آپ کے الفاظ ایسے ہوتے جن پر نبوت کا عکس تھا اور وہ افہام و تفہیم کو حیران کر دیتے۔ ہم نے آپ کے کلام سے علم و ادب کے مختلف فنون کو انتخاب کر کے اس کتاب کے حوالے کیا ہے ہم ابتدا خطبوں سے کرتے ہیں:

ہمیں سیّد شریف ابوالحسن علی بن محمد حسینی نے اپنی اسناد سے شریف مرتضیٰ کے حوالہ سے خبر دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ کے خطبوں میں سے چار سو خطبے ہم تک پہنچے ہیں، چونکہ ہماری کتاب ان کے شمار سے عاجز ہے لہٰذا ہم تبرک و تشرف حاصل کرتے ہیں صرف ان خطبات کے ساتھ جن کی سند ہم تک متصل ہے نظم و نثر میں:

ایک خطبہ جو خطبہ منبریہ کے نام سے مشہور ہے

میں نے یہ خطبہ ابی حفص عمر سے قرأت لیا (حذف اسناد کے ساتھ) عبداللہ بن صالح عجلی نے بیان کیا کہ حضرت علیؑ نے منبر کوفہ پر ایک دن یہ خطبہ دیا۔ پس فرمایا حمد

ہے اس خدا کی جسے میں لائق حمد سمجھتا ہوں اور اس پر میں ایمان رکھتا اور اس سے اعانت اور ہدایت طلب کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں بیشک وہ بالکل یکتہ رہتا ہے۔ اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ کوئی سہیم۔ لاریب و بے شبہہ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے عبد اور رسولؐ ہیں۔ جنھیں ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام ادیان پر غلبہ دے اگرچہ مشرکین اسے پسند نہ کریں۔ پھر آپؑ نے فرمایا اے مختلف نفوس والوں اے متشتت دل والوں کو کہ جن کے بدن حاضر اور عقلیں غائب ہیں۔ کب تک میں تمھیں حق کی رہبری کرتا رہوں۔ حالانکہ تم اس طرح اس سے بھاگتے ہو جیسے بکری شیر کی آواز سے بھاگتی ہے۔ یہ بات دور نظر آتی ہے کہ میں تمھیں عدل کے خطوط و نقوش پر مطلع کروں اور حق میں جو ٹیڑھا پن آ گیا ہے اسے سیدھا کروں۔ خدایا تو جانتا ہے کہ جو کچھ مجھ سے ہوا وہ سلطنت و حکومت کی آرزو اور فضول مال دنیا کو چاہتے ہوئے نہیں تھا لیکن میں تیرے دین کے معالم پلٹانا اور تیرے بلاد میں اصلاح کا اظہار چاہتا تھا تا کہ تیرے بندوں میں سے مظلوم امن کی زندگی بسر کریں اور تیری معطل شدہ حدود دوبارہ قائم ہو جائیں۔ خدایا تو جانتا ہے کہ میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جو تیری طرف آیا اور میں نے تیرا پیغام سنا اور اسے قبول کیا۔ اس معاملے میں تیرے رسول کے علاوہ کسی نے مجھ سے سبقت نہیں کی۔ خدایا دماء و خروج' مال غنیمت' احکام' معالم' حلال و حرام' امامت مسلمین اور مومنین کے مالک و حاکم بخیل نہیں ہونا چاہتے کیونکہ وہ تو اموال کے جمع کرنے میں حریص ہوگا اور جاہل بھی نہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ اپنی جہالت کی بنا پر انھیں گمراہی کی طرف لے جائے گا اور ظلم کرنے والا بھی نہیں' ورنہ وہ اپنے ظلم سے لوگوں کو بھگا دے گا اور ڈرپوک بھی نہیں ورنہ وہ ایک گروہ سے مواخذہ کرے گا دوسرے سے نہیں' حکم دینے میں رشوت لینے والا بھی نہیں ورنہ وہ حقوق کو ضائع کر دے گا اور صحیح راستوں کو چھوڑنے والا بھی نہیں ورنہ یہ چیز فسق و فجور تک پہنچا دے گی اور باغی بھی نہیں ورنہ حق کو دبا دے گا اور فاسق بھی نہیں ورنہ شریعت کو عیب دار بنا دے گا!

خطبہ بالغہ

ہم سے علی بن حسین نے بیان کیا عبداللہ بن صالح عجلی نے بیان کیا وہ کہتا ہے ہمیں بنی شیبان کے ایک شخص نے خبر دی کہ میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر اللہ کے رسول محمدؐ پر صلوٰۃ بھیجی پھر فرمایا اے لوگو خداوند عالم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا تا کہ اس کے ذریعہ تمہاری بیماری کفر کو دور کرے اور تمھیں غفلت سے بیدار کرے اور جس چیز کا تمھارے متعلق مجھے زیادہ خوف ہے وہ خواہشات کی پیروی اور طویل امیدیں ہیں۔ پس خواہش کی اتباع حق سے گمراہ کر دیتی ہے اور طویل آرزو فکر آخرت بھلا دیتی ہے۔ یادرکھو کہ تحقیق دنیا پشت پھیرتے ہوئے کوچ کر رہی ہے اور آخرت آگے بڑھتے ہوئے آ رہی ہے۔ ہر ایک کے بیٹے ہیں تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو آج کے دن عمل ہے اور حساب نہیں اور کل حساب ہوگا عمل نہیں اور جان لو تمھیں یقیناً ایک دن مرنا ہے اور موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور تمھارے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور انھیں کے مطابق جزا دی جائے گی۔ تمھیں یہ زندگی دھوکے میں نہ ڈالے کیونکہ یہ ایسا گھر ہے جو مصائب سے گھرا ہوا ہے سختی اور دھوکے بازی کے ساتھ اس کی توصیف کی جاتی ہے۔ جو کچھ اس میں ہے وہ زائل ہونے والا ہے۔ یہ اپنے رہنے والوں کے درمیان منتقل ہوتی اور جدا ہوتی رہتی ہے اس کے حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ اس میں اترنے والے اس کے شر سے نہیں بچ سکتے۔ اس کے رہنے والے راحت وخوشی میں رہتے ہیں کہ اچانک بلاو مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس کی زندگی مذموم ہے اور اس کی راحت دائمی نہیں۔ اس کے رہنے والے مصائب و آلام کے ہدف ونشانہ ہوتے ہیں کہ جنھیں مصائب کے تیر مارے جاتے ہیں اس کے اسباب مختلف ہیں جو بھی اس میں ہے اس کی موت مقدر کی گئی ہے۔ اور اس کے مصائب میں اس کا زیادہ حصہ ہے جان لو اے اللہ کے بندو تم اور جس زینت دنیا میں تم ہو ان لوگوں کے راستے پر گزر رہے ہو جن کی عمریں تمہاری نسبت طویل

اور جو تم سے زیادہ طاقتور تھے گھروں کی تعمیر زیادہ کرتے اور زیادہ آثار والے تھے پس ان کے جسم پرانے' ان کے گھر خالی اور ان کے آثار مٹ چکے ہیں۔ انھیں پختہ مکانوں میں بچھے ہوئے فرشوں کے بدلے پتھر اور ڈھیلے ملے ہیں۔ ان قبروں میں کہ جن کے صحن غیر آباد اور جن کی بنیادیں اکھڑ گئی ہوں۔ ان کے رہنے کی جگہ تو قریب ہے لیکن اس جگہ میں رہنے والے مسافر ہیں وہ ایسے گھر میں رہتے ہیں جو وحشت سے گھرا ہوا ہے۔ ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں لیکن ایک دوسرے کی زیارت نہیں کر سکتے وہ آبادی سے انس نہیں رکھتے اور ایک دوسرے سے صلہ رحمی نہیں کر پاتے جیسے کہ پڑوسی کرتے ہیں حالانکہ بالکل نزدیکی پڑوس ہے اور گھر بھی نزدیک ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے سے صلہ رحمی کس طرح کریں حالانکہ پرانے پن نے انھیں پیس ڈالا ہے۔ ان پر پتھروں اور مٹی نے اپنا سایہ کیا ہوا ہے' وہ زندگی کے بعد مر چکے ہیں اور تر و تازہ حیات کے بعد بوسیدہ ہڈیاں ہو چکے ہیں۔ ان کی وجہ سے دوستوں کو تکلیف ہوئی اور وہ مٹی میں سکونت پذیر ہو چکے ہیں اور ایسا کوچ کیا ہے کہ جس سے پلٹا نہیں جا سکتا۔ وہ واپس آنے کی خواہش تو کرتے ہیں لیکن انھیں اپنی اس آرزو سے روک دیا گیا ہے اور وہ کبھی بھی واپس نہیں آ سکتے۔ بلکہ یہ تو کہنے کی ہی بات ہے۔ ان کے سامنے ایک برزخ ہے قبر سے مبعوث ہونے کے دن تک اور گویا تم بھی اسی حالت میں ہو گئے ہو جس میں وہ ہیں اور تم بھی وہاں پہنچ گئے ہو جہاں وہ پہنچے ہیں تو تمہاری کیا کیفیت ہوگی اور جب امور اپنی انتہا کو پہنچ گئے اور قبروں میں رہنے والوں کو نکالا گیا اور جو ان کے دلوں میں ہے اسے ظاہر کیا گیا اور ان کا پالنے والا ان کی حالت سے باخبر ہوگا اور گویا کہ خدا کی قسم میں تمھیں دیکھ رہا ہوں کہ تمھیں شہنشاہ معظم کے سامنے حساب کے لیے کھڑا کیا گیا ہے اور دل اڑ رہے ہیں۔ گزشتہ گناہوں کے ڈر سے حجاب اور پردے درمیان سے اٹھا دیے گئے۔ عیوب اور بھید ظاہر ہو گئے۔ شک و ریب جاتا رہا۔ وہاں ہر نفس کو اس کے کیے ہوئے کا بدلا دیا جائے گا اور بیشک خدا جلدی حساب لینے والا ہے۔ خداوند عالم ہمیں اور تمھیں اپنی کتاب پر عمل کرنے والا اور اس کے رسول کی سنت کی اتباع کرنے والا قرار دے تاکہ ہمیں اپنے فضل و کرم سے اقامت کے گھر میں

جگہ دے اور بیشک وہی اپنی رحمت کی وجہ سے لائق حمد و بزرگی ہے۔

خطبہ شقشقیہ

اس خطبہ کے بعض حصے صاحب نہج البلاغہ نے ذکر کیے ہیں اور بعض چھوڑ دیے ہیں۔

ہمیں اس خطبہ کی خبر ہمارے استاد ابو القاسم نفیس انباری نے اپنی سند ابن عباس سے دی ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین کی بیعت خلافت کی گئی تو ایک صف میں سے ایک شخص نے پکار کر کہا۔ جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے کہ آپ کو اب تک کس چیز نے تاخیر میں رکھا تو آپ نے فی البدیہہ فرمایا خدا کی قسم فلاں (ابوبکر) نے پیراہن خلافت پہن لیا۔ حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتے تھے کہ میرا خلافت میں وہی حیثیت ہے جو چکی میں اس کی میخ کی ہوتی ہے۔ میں وہ (کوہِ بلند) ہوں جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گر جاتا ہے اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا (اس کے باوجود) میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکا دیا اور اس سے پہلو تہی کر لی اور سوچنا شروع کر دیا کہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھ سے جو ہر کام کر گزرتا تھا حملہ کروں یا اس بھیانک تیرگی پر صبر کر لوں کہ جس میں بوڑھا چلنے سے رہ جاتا ہے اور چھوٹا بچہ گھٹنیوں چلنے لگتا ہے اور دوسری روایت میں ہے اور سوچنا شروع کیا کہ کٹے ہوئے ہاتھ سے حملہ کروں یا اس بھیانک تیرگی پر صبر کر لوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے رب کے پاس پہنچ جاتا ہے پس مجھے اس میں صبر کرنا قرین عقل معلوم ہوا حالانکہ آنکھوں میں (غبار اندوہ کی) خلش تھی اور حلق میں (غم و رنج کے) پھندے لگے ہوئے تھے یہاں تک کہ پہلے کی موت کا وقت آ گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے صبر کیا۔ یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی۔ پس عطا کر دی فلاں کو اپنے بعد اور ایک روایت میں ہے کہ دوسرے کی طرف لٹکا دی پس تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو سبکدوش ہونا

چاہتا تھا لیکن اپنے مرنے کے بعد اسکی بنیاد دوسرے کے لیے استوار کر گیا۔ پس اس نے خلافت کی بنیاد ایک سخت و درشت محل میں رکھ دی۔ جس کو چھو کر درشتی محسوس ہوتی جس کے چرکے کاری تھے جہاں بات بات پر ٹھوکر کھانا اور پھر عذر کرنا تھا۔ پس لوگ اس شخص سے مبتلا ہو گئے کہ جس کے لیے وہ خلافت کو استوار کر گیا تھا یہاں تک کہ اس نے بھی اپنی راہ لی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنی زندگی میں تو اس سے معافی چاہتا تھا لیکن مرنے کے بعد دوسرے کے لیے اس کی بنیاد استوار کر گیا۔ بیشک ان دونوں نے سختی کے ساتھ خلافت کے تھنوں کو آپس میں بانٹ لیا اس نے خلافت کو ایک سخت درشت محل میں رکھ دیا وہ ایسا ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے تو اس کی منہ زوری سے اس کی ناک کا درمیانی حصہ ہی شگافتہ ہو جاتا ہے اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑتا ہے تو وہ اس کے ساتھ ہلاکت میں پڑ جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے اس کی وجہ سے لوگ کجروی' سرکشی' متلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ یہ بھی جب اپنی راہ لگا تو خلافت کو چھ اشخاص میں شوریٰ قرار دیا اور مجھے اس جماعت کا ایک فرد خیال کیا۔ پس اے اللہ مجھے اس شوریٰ سے تعجب ہے کہ یہ کس چیز میں تھا کس کی طرف سے تھا اور کیوں تھا اور مجھ سے کیوں اعراض کیا گیا لیکن میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب وہ زمین سے نزدیک ہو کر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا کروں اور جب وہ اونچے ہو کر اڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں۔ اور میں نے طویل سختی اور اس مدت کے ختم ہونے تک صبر کیا۔ یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص کھڑا ہوا اور ایک روایت میں ہے اے اللہ مجھے اس شوریٰ سے کیا لگاؤ تھا۔ اور مجھ میں کب شک تھا کہ اب ان لوگوں میں میں شامل کر لیا گیا ہوں۔ پس ان میں سے ایک شخص تو کینہ و عناد کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا دامادی اور ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے ادھر جھک گیا۔ یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے لید اور چارے کے درمیان کھڑا ہوا اور بنی امیہ اللہ کے مال کو اس طرح نگلتے تھے جس طرح اونٹ فصل ربیع کا چارا چرتا ہے یہاں تک کہ اس کی بداعمالیوں نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس کی اجل نے اسے ہلاکت کے سپرد کر دیا اور اس کی سواری نے اسے منہ

کے بل گرا دیا۔ پس لوگوں کے ہجوم نے مجھے دہشت زدہ کر دیا۔ جو میری طرف بجو کے ایال کی طرح ہر طرف سے لگاتار بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ حسنؑ و حسینؑ کچلے جا رہے تھے اور میرے ردا کے دونوں کنارے کمزور ہو گئے۔ وہ سب میرے گرد بکریوں کے گلے کی طرح ڈیرا ڈالے ہوئے تھے۔ پس جب میں امر خلافت کو لے کر اٹھا تو ایک گروہ نے میری بیعت توڑ ڈالی اور کچھ لوگ فاسق ہو گئے اور دوسرا گروہ دین سے نکل گیا اور تیسرا گروہ حق سے پھر گیا۔ گویا انھوں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ہی نہیں تھا کہ یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے قرار دیا ہے جو دنیا میں نہ (بیجا) بلندی چاہتے ہیں نہ فساد پھیلاتے ہیں اور اچھا انجام پرہیز گاروں کے لیے ہے۔ ہاں ہاں خدا کی قسم ان لوگوں نے اس آیت کو سنا اور یاد کیا تھا لیکن ان کی نگاہوں میں دنیا کا جمال کھب گیا تھا اور اس کی سج دھج نے انھیں لبھا لیا تھا۔

دیکھو اس رات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں اگر اللہ کا وہ عہد نہ ہوتا جو اس نے اپنے اولیاء سے کر رکھا ہے تو بھی خلافت کی باگ ڈور اس کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اسی پیالے سے سیراب کرتا جس سے اس کے اوّل کو سیراب کیا تھا۔ آپ نے یہ شعر پڑھا:

شتان مایوی علی کورھا ویوم حیان اخی جابر

ترجمہ: کہاں یہ دن جو ناقہ کے پالان پر کٹتا ہے اور کہاں وہ دن جو حیان برادر جابر کی صحبت میں گزرتا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں۔ اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہو گئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم سیری اور مظلوم کی گرسنگی پر قرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اس کے کاندھے پر ڈال دیتا۔ ایک روایت میں ہے اور تم اپنی دنیا کو میرے نزدیک بھیڑ کی چھینک سے بھی زیادہ بے اعتنا پاتے جب آپ اس مقام پر پہنچے تو کسی نے آپ کو

ایک نوشتہ پیش کیا۔ آپ اسے دیکھنے لگے اور اپنا کلام قطع کر دیا تو ابن عباس نے کہا اے امیر المومنینؑ آپ نے جہاں سے خطبہ چھوڑا تھا وہیں سے اسکا سلسلہ آگے بڑھائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا اے ابن عباس یہ تو شقشقہ (گوشت کا وہ نرم لوتھڑا جو اونٹ کے منہ سے مستی و ہیجان کے وقت منہ سے نکلتا ہے) تھا جو اُبھر کر دب گیا۔ اسی لفظ شقشقہ کی بنیاد پر اس خطبے کو شقشقیہ کہا جاتا ہے۔

خطبہ مدح رسولِ اکرمؐ

(حذف اسناد کے ساتھ) سعید بن عمیر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن امیر المومنینؑ نے خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا حمد ہے اس خدا کے لیے جس نے زمینوں کو بچھایا اور آسمانوں کو سہارا دیا۔ جس نے شقی و سعید، گمراہ و ہدایت یافتہ دلوں کو ان کی فطرت پر پیدا کیا۔ خدایا اپنی باشرافت رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں قرار دے۔ ہمارے آقا محمدؐ کے لیے جو تیرے رسول اور تیرے حبیب ہیں۔ گزشتہ انبیاء کے خاتمؐ بند دروازوں کے کھولنے والے حق کا اعلان کرنے والے، سچی بات کرنے والے اباطیل کے لشکروں کو دفع کرنے والے، گمراہ لوگوں کے فتنوں کا قلع قمع کرنے والے پوری قوت کے ساتھ تیرے امر کو کھڑے ہوئے تیری مزید رضا کو چاہتے ہوئے نہ قدم پیچھے ہٹا نہ عزم میں کمزوری آئی۔ تیرے عہد کی رعایت کرتے ہوئے۔ تیری محبت کی حفاظت کرتے ہوئے یہاں تک کہ روشنی لینے والے کے لیے آگ روشن کر دی اور بھٹکے بھولے کے لیے راستہ واضح کر دیا۔ آپ کے ذریعے لوگوں نے ہدایت حاصل کی۔ بعد اس کے کہ وہ فتنوں اور گناہوں میں غوطہ زن اور سخت تاریکی میں مخبوط الحواس پھر رہے تھے۔ اور احکام کے چراغ بلند میناروں پر روشن ہو گئے وہ تیرے امانت دار ہیں کہ جنھیں امین بنایا گیا ہے اور تیرے مخزونِ علم کے خزانہ دار ہیں اور جزا و سزا کے دن تیرے گواہ ہیں اور عالمین پر تیری حجت ہیں اور حق لے کر تیرے بھیجے ہوئے اور مخلوق کی طرف تیرے رسول ہیں۔ خدایا اپنے سایہ رحمت میں انھیں وسعت عطا فرما اور اپنے فضل سے چند در چند خیرات کی انھیں

جزا دے۔ خدایا ہمیں اور انھیں آرام پہنچانے والی زندگی برقرار رہنے والی نصیحت انتہائی مرغوب اشیاء اور ثابت رہنے والی منتہی، اطمینان، اطراف راحت اور کرامت کے صحنوں میں جمع کردے۔

خطبہ برسانحہ وفات رسول اکرمؐ

مجاہد نے بھی یہی کہا ہے۔ عکرمہ نے ابن عباس سے بیان کیا کہ جس وقت رسول اکرمؐ دفن ہو چکے تو عباس، ابوسفیان بن حرب اور بنی ہاشم کا ایک گروہ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگے ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں اور ان لوگوں نے آپ کو اس بات پر کافی اکسایا لیکن حضرت نے انکار کیا تو عباس نے کہا خدا کی قسم چند دنوں کے بعد آپ کی وقعت بالکل ختم ہو جائے گی۔ آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے عبور کرو اور منافرت پھیلانے کے راستے سے اپنے کو بلند کرلو۔ فخر ومباہات کے تاج اتار دو، کامیابی اس کے لیے ہے جو پروبال کے ساتھ کھڑا ہو ورنہ سلامتی کا راستہ اختیار کرلے اور راحت میں رہے۔ گندلا پانی اور وہ لقمہ جو کھانے والے کے حلق میں پھنس جائے۔ زیادہ قرین عقل ہے اس لقمہ سے جس کے سینے میں زنبور کا خوف ہو اور اس صاف پانی سے کہ جس سے پینے والے کو لذت تو حاصل ہو لیکن اس کی نظر انجام پر نہ ہو۔ اس وقت اگر میں کچھ کہوں تو کہیں گے کہ علیؑ میں ملک و سلطنت کی حرص ہے اور اگر خاموش رہوں تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا ہے، دور ہے اور دور ہے بعد اس کے اور اس کے حالانکہ خدا کی قسم بچے کو اپنی ماں کے پستان سے اتنا انس نہیں ہوتا جتنا ابوطالبؑ کے فرزند کو موت سے ہے اور جتنا کسی شخص کو اپنے بھائی اور چچا سے ہوتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے البتہ میرا خمیر علم سے تیار ہوا ہے۔ اگر میں اسے ظاہر کروں تو تم اس طرح مضطرب ہو جاؤ گے جیسے رسی گہرے کنویں میں حرکت کرتی ہے۔

خطبہ در مدح نبی اکرمؐ اور ائمہ علیہم السلام

(حذفِ اسناد کے ساتھ) ہمیں حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین نے بیان کیا کہ میرے پدر بزرگوار حضرت امیر المومنینؑ نے مسجد کوفہ میں ایک دن ایک فصیح و بلیغ خطبہ مدح رسول میں ارشاد فرمایا۔ حمد خداوندی کے بعد فرمایا جب خدا نے ارادہ کیا کہ مخلوقات کو پیدا کرے اور موجودات کو خلق فرمائے تو زمین کے بچھانے اور آسمان کو بلند کرنے سے پہلے تمام خلائق کو ایک صورت میں مقیم کیا پھر اپنی عزت کے نور میں سے ایک نور کا فیضان کیا۔ اس کی روشنی سے ایک انگارہ چمکا اور وہ پھیل گیا۔ پھر وہ اسی صورت میں جمع ہو گیا اور اس میں ہمارے نبی کی ہیئت تھی تو خداوند عالم نے اس سے کہا تو مختار ہے اور تجھ میں انوار ودیعت کیے گئے ہیں۔ اور تو مصطفےٰ منتخب رضا منتخب اور مرتضیٰ ہے تیری وجہ سے وادیاں بچھائیں اور آسمان بلند کیے گئے اور پانی جاری کیا گیا اور ثواب و عذاب اور جنت و جہنم قرار دیا ہے اور تیرے اہلبیت کے لیے ہدایت کا علم نصب کروں گا اور ان کے دلوں میں اپنا راز پوشیدہ رکھوں گا۔ اس طرح کہ پھر دقیق نکتہ بھی ان کے لیے مشکل نہیں ہو گا اور کوئی مخفی چیز ان سے غائب نہیں ہو گی اور انھیں اپنی مخلوق پر اپنی حجت قرار دوں گا۔ وہ میری تقدیر سے باخبر ہوں گے۔ میرے خزانوں کے اسرار کے واقف کار ہوں گے۔ پھر حق تعالیٰ نے ان سے اپنی ربوبیت کی گواہی لی اور اپنی وحدانیت کا اقرار لیا اور یہ کہ امامت ان میں ہو گی اور نور ان کے ساتھ ہو گا۔ پھر خداوند عالم نے خلیفہ کو مخفی کر دیا اور اپنے علم مکنون میں غیب کے نشانات نصب کر دیے۔ پانی میں موج پیدا ہوئی اور اس سے جھاگ ابھری اور دھواں اٹھا۔ پھر عرش کو پانی پر رکھا، پھر ملائکہ کو ان انوار سے پیدا کیا جن کو خلق کر چکا تھا اور مختلف انواع میں بنایا۔ پھر خداوند عالم نے زمین کو اور جو کچھ اس میں ہے اسے پیدا کیا پھر اپنی توحید کا اپنے نبی محمدؐ کو قرین قرار دیا پس آسمانوں اور زمین، ملائکہ، عرش و کرسی، آفتاب و ماہتاب، ستاروں اور جو کچھ زمین ہے سب نے آپ کی نبوت کی گواہی دی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو خلق کیا تو ملائکہ کے

سامنے آدمؑ کے فضل کو واضح کیا اور انھیں دکھایا جس کے ساتھ اسے اپنے علم سابق میں مخصوص کر چکا تھا۔ پس آدمؑ کو ملائکہ کے لیے محراب وقبلہ قرار دیا۔ پس انھوں نے اس کو سجدہ کیا اور اس کے حق کو پہچانا۔ پھر آدمؑ کے سامنے اس نور کی حقیقت اور اس سر مکتوم کو بیان کیا جب آدمؑ کی موت کا وقت قریب آیا تو اسے شیثؑ کے سپرد کر دیا۔ پھر وہ نور اصلاب فاخرہ اور ارحام طاہرہ سے منتقل ہوتا رہا یہاں تک عبدالمطلب تک پہنچا پھر عبداللہ کی طرف پھر ہمارے نبی کی طرف پس آپ نے ظاہر و باطن پوشیدہ اور علی الاعلان ان لوگوں کو اس کی طرف بلایا اور صاحب فہم لوگوں سے استدعا کی اے صاحبان علم وفراست اس سر لطیف کے حقوق کو قائم رکھو۔ اور عقول کو پکارا یہ مقصود جو عالم زر میں نسل کے پہلے ودیعت کیا تھا اس کو قبول کرو پس جس نے موافقت کی تو اس نے اس نور کی کرنوں سے روشنی حاصل کی اور وہ اس عہد تک پہنچ گیا۔ جو امر باطن اور غامض علم میں ودیعت کیا گیا تھا اور جسے غفلت نے گھیر لیا اور مشقت دنیا نے مشغول کر دیا۔ وہ دوری کا مستحق ہوا پھر یہ نور ہم میں منتقل ہوتا رہا اور ہماری طبائع میں چمکتا رہا۔ پس ہم آسمان وزمین کے انوار اور نجات کی کشتیاں ہیں اور ہم ہی علم مکنون ہیں اور ہماری ہی طرف امور کی بازگشت ہے اور ہمارے مہدیؑ کے ذریعے حجتیں ختم ہوں گی اور وہ خاتم الآئمہ ہے۔ امت کو ہلاکت سے نکالنے والا منتہائے نور اور سرّ غامض ہے پس خوش گواری ہے اس کے لیے جو ہمارے حلقے کے ساتھ متمسک ہے اور وہ ہماری محبت پر محشور ہوگا۔

خطبات پند ونصائح

(حذفِ اسناد سے) عبد خیر سے مروی ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا خیر یہ نہیں کہ تیرا مال اور اولاد زیادہ ہو بلکہ خیر یہ ہے کہ تیرا عمل کثیر اور حلم عظیم ہو۔ دنیا میں خیر صرف دو اشخاص کے لیے ہے ایک وہ جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کے ساتھ ان کا تدارک کرے اور دوسرا وہ شخص جو اچھے کاموں میں جلدی کرے اور تقویٰ کے ساتھ کوئی عمل بھی کم نہیں۔ اور وہ عمل کم بھی کس طرح ہو سکتا ہے جس کو سند قبولیت مل جاتی ہو۔

(حذفِ اسناد کے ساتھ) جعفر بن محمدؑ نے اپنے والد کے حوالہ سے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا حضرت امیر المومنینؑ نے ایک جنازہ کی مشایعت فرمائی جب جنازہ مسجد میں رکھ دیا گیا تو جنازہ والوں کی چیخ و پکار بلند ہوئی اور وہ آہ و بکا کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا تم کس بات پر روتے ہو۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں جو صاحب جنازہ دیکھ رہا ہے تو وہ چیز انھیں رونے سے غافل کر دے۔ خدا کی قسم اس (عزرائیل) کے لیے انھیں بار بار آتا ہے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا پھر آپ ان کے درمیان کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں تمھیں خوف خدا کی وصیت کرتا ہوں اللہ کے بندو اس نے تمھارے لیے مثالیں بیان کی ہیں اور موت کا وقت معین کیا ہے تمھیں کان عنایت فرمائے جو یاد رکھ سکتے ہیں ان چیزوں کو جو ان کی حسب پسند ہیں اور ایسے دل دیے جو سمجھتے ہیں ان باتوں کو جو اچانک ان پر وارد ہوتی ہیں۔ خداوند عالم نے تمھیں فضول پیدا نہیں کیا اور تمھیں بھلا بھی نہیں دیا بلکہ وسیع نعمتوں اور خوشگوار احسانات سے تمھیں مکرم کیا ہے۔ اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو اور طلب میں شوق کرو اور عمل کی طرف پشیمانی سے قبل اور لذتوں کو ختم کرنے والی اور اجتماعات کو جدا کرنے والی سے قبل جلدی کرو، دنیا کی نعمتوں کو ہمیشگی نہیں۔ اس کی تکالیف سے مامون نہیں رہا جا سکتا۔ یہ دھوکہ باز اور حیلہ ساز ہے۔ گرنے والا سہارا ہے۔ زائل ہونے والی نعمت ہے خراب ہونے والا مقام ہے۔ اللہ کے بندو! عبرتوں کے ساتھ وعظ حاصل کرو اور ڈرانے والی چیزوں کے ساتھ ڈرو، گویا موت کے پنجے تم میں معلق ہو چکے ہیں۔ مصیبت تمھیں اپنے گھیرے میں لے چکی ہے۔ نفخ صور، قبروں سے اٹھنا، محشر کی طرف جانا اور اٹھنے کے بعد حساب و کتاب کے لیے ٹھہرنے کی وجہ سے اور دنیا کو ختم کرنے والی چیزیں تمھیں ڈھانپ چکی ہیں۔ مخلوق اپنے پیدا کرنے والے اور واپس بلانے والے کے پاس حاضر ہو گئی ہے اور نفس اپنے چلانے والے اور گواہی دینے والے کے پاس آ گیا ہے اور ہر چھوٹی بڑی اور عظیم و حقیر چیز کو پرکھا جا رہا ہے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک رہی ہے۔ کتابیں رکھ دی گئی ہیں اور اس دن کی وجہ سے شہروں میں اضطراب آ گیا ہے اور بندے خضوع و

خشوع سے کھڑے ہیں اور مِنادی ایک قریب جگہ سے پکار رہا ہے جانور محشور ہو چکے ہیں اور نفوس جوڑا جوڑا بنائے گئے ہیں اور جہنم کی آگ کو ظاہر کیا گیا ہے اس کے شعلے اٹھ رہے ہیں اور اس کو زیادہ گرم کیا جا رہا ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اے اللہ کے بندو اس کا رحم چاہتے ہوئے۔ جو خدا سے ڈرتا ہے اور بصیرت رکھتا اور نصیحت حاصل کرتا ہے وہ جلدی استغفار طلب کرتا اور بھاگ کر نجات حاصل کرتا ہے اور مفاد کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ اپنی پشت زاد راہ رکھتا ہے۔ اللہ انتقام لینے کے لیے کتاب خصومت جنت اور ثواب اور نعمتوں کے لحاظ سے کافی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جنت ثواب کے طور پر اور جہنم و بال و عذاب کے لیے کافی ہے۔ میں اللہ سے اپنے اور تمھارے لیے استغفار چاہتا ہوں۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں اس کتاب حلیہ ابو نعیم کے کچھ الفاظ جو کہ فصل خطاب ہیں ہم تک پہنچے ہیں حذفِ اسناد کے ساتھ اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

حضرت کا ارشاد یہ ہے کہ دنیا گزر جانے والا گھر اور آخرت رہنے والا گھر ہے۔ پس گزرگاہ سے جائے استقرار کے لیے کچھ لے لو اور اس کے سامنے پردے چاک نہ کرو جو تمھارے اسرار کا عالم ہے۔ دنیا کو اپنے دلوں سے نکال لو قبل اس کے کہ تمھارے اجسام سے خارج کیا جائے۔ دنیا تو تمھارے لیے جائے امتحان ہے تم اسی کے لیے تخلیق کیے گئے ہو۔ جب جنازہ اٹھتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کیا چھوڑ گیا اور ملائکہ کہتے ہیں کہ ساتھ کیا لایا ہے۔ وہ آگے بھیجو جو تمھیں کچھ فائدہ پہنچا سکے' سارا یہیں چھوڑ کے نہ جاؤ وہ تمھارے لیے مضر ہوگا۔

آپ نے فرمایا جب دیکھو کہ خداوند عالم پے در پے نعمات نازل فرما رہا ہے حالانکہ تم اس کی معصیت کر رہے ہو تو اس سے ڈرو۔

آپ نے فرمایا بڑے گناہوں کے کفارہ کے اسباب میں سے فریاد کرنے والے کی فریاد رسی اور مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کرتا ہے اور آپ نے فرمایا جب تم پشت پھیر رہے ہو اور موت تمہاری طرف بڑھ رہی ہے تو کس قدر جلد ملاقات ہونے والی ہے۔

* آپ نے فرمایا جو طویل امید رکھے برا عمل کرے گا اور وہ برائی جو تجھے بری معلوم ہو اس نیکی سے بہتر ہے جو تجھے خوش کرے اور بھلی معلوم ہو۔
* آپ نے فرمایا کہ زمانہ جسموں کو کہنہ اور امیدوں کو نیا بنا دیتا ہے۔ موت کو قریب اور امید کو دور کرتا ہے۔ جو زمانہ پر کامیابی حاصل کر لیتا ہے تھک جاتا ہے اور جس سے زمانہ کا اقتدار چھن جاتا ہے وہ مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
* آپ نے فرمایا مجھے تعجب ہے اس پر جو ناامید ہو جاتا ہے حالانکہ طلب بخشش اس کے پاس ہے۔
* آپ نے فرمایا زمین میں دو امانتیں موجود تھیں ایک اٹھ چکی ہے وہ رسول اکرمؐ تھے پس دوسری سے تمسک رکھو وہ استغفار ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے خدا ان پر عذاب نازل نہیں فرمائے گا جب تک تو (رسول) ان میں موجود ہے۔ آخر آیت تک۔
* آپ نے فرمایا جو اپنے اور خدا کے درمیان اصلاح کرے خدا اس کے اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرے گا اور جو آخرت کے لیے عمل کرے خدا اس کے دنیا کے امور کو سنوار دے گا اور جس کا اپنے نفس میں واعظ موجود ہو خدا کی طرف سے بھی اس کا کوئی محافظ ہو گا۔
* آپ نے فرمایا کتنے ایسے لوگ ہیں کہ جن پر درجہ بدرجہ احسانِ خداوندی ہوتا رہتا ہے اور وہ خدا کی پردہ پوشی کیوجہ سے مغرور ہو جاتے ہیں اور لوگوں کا اس کے متعلق اچھی باتیں کرنا اسے مفتون کر دیتا ہے اور کس قدر فرق ہے دو عملوں کے درمیان' ایک عمل تو وہ ہے جس کی لذت ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کا ضرر باقی رہتا ہے اور ایک وہ عمل ہے جس کی تکلیف ختم اور اجر و ثواب باقی رہتا ہے۔
* آپ نے فرمایا صدقہ کے ذریعے رزق کے نزول کو طلب کرو۔ جسے یقین ہو کہ جانے والی چیز کی جگہ دوسری چیز لے لے گی وہ عطیہ دینے میں سخاوت کرے گا۔
* آپ نے فرمایا جسے چار چیزیں دی گئی ہیں وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہتا جسے

دعا کی توفیق حاصل ہے وہ قبولیت دعا سے محروم نہیں جس کے پاس توبہ موجود ہے وہ قبول توبہ سے محروم نہیں۔ جسے مغفرت دے گئی وہ مغفرت سے محروم نہیں جسے توفیق شکر دی گئی وہ زیادتی سے محروم نہیں۔

* آپ نے فرمایا اور اس کی تصدیق کتابِ خدا میں موجود ہے۔ خداوند عالم دعا کے متعلق فرماتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ توبہ کے متعلق ارشاد ہے۔ سوائے اس کے نہیں اللہ پر توبہ قبول کرنا لازم ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو جہالت کی وجہ سے برے کام کرتے ہیں استغفار کے لیے فرماتا ہے جو برا کام کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر طلب مغفرت چاہے آخر آیت تک۔ اور شکر کے بارے میں ارشاد ہے۔ اگر تم شکر کرو تو میں ضرور تمہیں زیادہ دوں گا۔

* آپ نے فرمایا استغفار کرنا علیین کا درجہ ہے اور یہ ایسا نام ہے جو چھ معانی پر صادق آتا ہے۔ پہلا یہ ہے کہ کیے ہوئے کام پر پشیمان ہونا' دوسرا یہ کہ ترک اور دوبارہ نہ کرنے کا قصد کرنا اور تیسرا یہ کہ حقوق کو ادا کرنا تاکہ جب بارگاہ الٰہی میں جائے تو اس پر کسی قسم کی پاداش باقی نہ رہے۔ اور چوتھا یہ کہ فریضہ کو اپنے ذمے لے اور اس کو پوری طرح ادا کرے اور پانچواں یہ کہ مغموم و احزان میں اس گوشت کو پگھلائے کہ جو حرام سے اُگا ہے یہاں تک کہ اپنے جسم کو حلال کا گوشت دے اور چھٹا یہ کہ اپنے جسم کو اطاعت سے تکلیف کا مزہ چکھائے جس طرح اس نے گناہ کی لذت کا مزا لیا ہے۔

* آپ نے فرمایا ان لوگوں میں سے نہ بنو جو دنیا کے عمل سے آخرت کو طلب کرتے ہیں اور طویل امیدوں سے توبہ میں تاخیر کرتے ہیں۔ دنیا میں رہ کر باتیں تو زاہدوں والی کرتے ہیں اور دنیا میں عمل اس میں رغبت کرنے والوں جیسا کرتے ہیں۔ اگر دنیا میں سے تھوڑا ملے تو اس سے سیر نہیں ہوتے اور اگر زیادہ ملے تو اس پر قناعت نہیں کرتے۔ لوگوں کو تو اچھی چیز کا حکم دیتے ہیں لیکن خود اچھے کام نہیں کرتے۔ برائی سے روکتے ہیں لیکن خود نہیں رکتے۔ نیک لوگوں سے محبت رکھتے

ہیں لیکن ان جیسا عمل نہیں کرتے۔ گناہگاروں سے بغض تو رکھتے ہیں لیکن خود بھی انھی میں سے ہیں جو کثرتِ گناہ کو پسند نہیں کرتے اور وہ ہمیشہ وہی کام کرتے ہیں جنھیں خدا پسند نہیں کرتا۔ انھیں اپنا نفس بھلا معلوم ہوتا ہے جب تک وہ آرام میں ہوتے ہیں اور جب مبتلا ہو جاتے ہیں تو ناامید ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو مضطرب ہو کر دعا مانگتے ہیں اور جب اس مصیبت سے نجات مل جاتی ہے تو غرور سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ وہ چیزیں جن کا صرف گمان ہوتا ہے اس میں نفس کے تابع ہو جاتے ہیں اور جن باتوں کا انھیں یقین ہے اس میں نفس کو اپنے تابع نہیں کرتے۔ اگر تونگر ہو جاتے ہیں تو تکبر کرنے لگتے ہیں۔ اگر محتاج ہو جاتے ہیں تو مایوس بن جاتے ہیں۔ معصیت کی طرف توجہ تو کرتے ہیں لیکن توبہ کو التوا میں ڈال دیتے ہیں۔ عبرتوں کو بیان کرتے ہیں لیکن ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ وعظ و نصیحت میں مبالغہ کرتے ہیں لیکن خود نصیحت نہیں پکڑتے۔ وہ باتیں تو زیادہ کرتے ہیں لیکن عمل کم کرتے ہیں۔ فنا ہونے والی چیز میں رغبت اور باقی رہنے والی چیز میں تساہح برتتے ہیں۔ فائدہ کی چیز کو تاوان خیال کرتے ہیں اور تاوان کو غنیمت سمجھتے ہیں موت سے ڈرتے ہیں لیکن فنا ہونے سے پہلے سبقت نہیں کرتے۔ دوسروں کے گناہوں کو عظیم اور اپنے گناہوں کو قلیل سمجھتے ہیں جو اطاعت ان سے سرزد ہوا سے کثیر اور دوسرے کی اطاعت کو کم خیال کرتے ہیں۔ وہ لوگوں پر تو طعن و تشنیع کرتے ہیں اور اپنے نفس سے نفاق برتتے ہیں۔ تونگر لوگوں کے ساتھ لغویات میں وقت گزارنا انھیں فقراء کے ساتھ بیٹھ کر ذکر خدا سے زیادہ محبوب ہے۔ دوسروں کو ہدایت اور اپنے نفس کو گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو؟ اور اپنے کو بھول جاتے ہو!

❋ آپ نے فرمایا جو اس حالت میں صبح کرے کہ وہ دنیا پر حریص ہو تو وہ قضائے الٰہی پر ناراض ہے اور جو اس حالت میں صبح کرے کہ جو مصیبت اس پر نازل ہوئی ہے اس کی شکایت اپنی ہی ایسی مخلوق سے کرے تو وہ خدا کی شکایت کر رہا ہے اور جو

کسی غنی کے پاس جائے اور اس کی دولت کی وجہ سے اس کی عزت کرے تو اس کے دین کے دو ثلث گئے۔ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان بدن دل اور زبان کے مجموعہ کا نام ہے اور تواضع میں جسم اور زبان کا استعمال ہوتا ہے اور اگر ان کے ساتھ دل بھی ملا لیا جائے تو پھر سارا دین چلا جاتا ہے۔

* آپ نے فرمایا کچھ لوگ اللہ کی عبادت (جنت کی) آرزو میں کرتے ہیں۔ یہ تاجروں والی عبادت ہے اور کچھ لوگ اس کی عبادت (جہنم کے) خوف سے کرتے ہیں یہ غلاموں والی عبادت ہے اور کچھ لوگ شکرانہ کے طور پر عبادت کرتے ہیں یہ شریفوں والی عبادت ہے۔
* آپ نے فرمایا نعمتوں کے چلے جانے سے ڈرو کیونکہ ہر جانے والی چیز واپس نہیں لوٹتی۔ اس کی نعمات کی شکر گزاری میں۔
* آپ نے فرمایا اگر خدا نے معصیت کی وجہ سے بندوں کو جہنم کی دھمکی نہ بھی دی ہوتی تب بھی لازم تھا کہ اسکی نافرمانی نہ کی جانی چاہیے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ دونوں شعر امیر المومنینؑ ہی کے ہیں:

هب البعث لم تاتنا رسله　　　وجاحمة النار كم تضرم

اليس من الواجب المستحق　　　حياء العباد من المنعم

ترجمہ: فرض کرو کہ موت کے بعد میدانِ حشر میں اٹھنے کی خبر اس کے رسول ہمارے پاس نہیں لائے اور زیادہ گرمی پہنچانے والی آگ روشن نہیں کی ہے تو کیا یہ ضروری اور قابل استحقاق نہیں کہ بندے احسان کرنے والے سے شرم وحیا کریں۔

* آپ نے فرمایا عبرتیں کس قدر زیادہ اور عبرت حاصل کرنے والے کس قدر کم ہیں۔
* آپ نے فرمایا کہ کم از کم جو چیز اللہ کی طرف سے تم پر لازم ہے یہ ہے کہ اس کی نافرمانی کرنے کے لیے اس کی نعمتوں سے امداد نہ لو۔
* آپ نے فرمایا مدت طویل ہونے کے باوجود کوتاہ ہے۔ جانے والا رہنے والے

کے لیے عبرت ہے۔ میت زندہ کے لیے نصیحت ہے۔ گزرا ہوا کل واپس نہیں آئے گا اور آنے والے کل کا تجھے وثوق نہیں۔ اور ہر ایک دوسرے سے جدا ہونے والا اور اس سے ملحق ہونے والا ہے۔ اس دن کے لیے تیاری کرو جس دن مال و اولاد کوئی نفع نہیں دے گی۔ مگر وہ جو قلب مطمئنہ کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوا۔

* صبر کرو اس کام کے کرنے پر جس کے ثواب کی تمھیں ضرورت ہے اور اس عمل سے باز رہو جس کے عتاب پر تم سے صبر نہیں ہو سکے گا کیونکہ اطاعت پر صبر کرنا عذاب پر صبر کرنے کی نسبت زیادہ آسان ہے۔ تم تو گنے چنے سانس لے رہے ہو۔ امید لمبی ہے اور مدت محدود ہے اس مدت کے لیے ختم ہونا ضروری ہے اور ان سانسوں نے شمار ہونا ہے اور امیدیں لپیٹ دی جائیں گی اور تمھارے اوپر محافظ موجود ہیں وہ قابل احترام کاتب ہیں اور وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کر رہے ہو۔
* آپ نے فرمایا خلوتوں میں خدا کی نافرمانیاں کرنے سے بچو کیونکہ دیکھنے والا ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔
* آپ نے فرمایا کتنے امید کرنے والے ہیں ایسی چیزوں کی جن تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور کتنے بنانے والے ہیں ایسے مکانات کو جن میں رہ نہیں سکیں گے۔ ان میں سے جن کو عنقریب چھوڑ کر چلے جائیں گے اور ہو سکتا ہے انھوں نے یہ مال باطل سے جمع کیا ہو۔ اور حرام مال پایا ہو اور اس سے کئی گناہوں کا ارتکاب کیا ہو اور بہت سے لوگ کسی دن کی طرف رخ کرتے ہیں لیکن اس سے پشت نہیں پھیرتے۔ اور کتنے ہیں کہ دن کی ابتدا میں ان پر رشک کیا جاتا ہے اور دن کے آخری حصے میں اس پر کھڑے ہو کر گریہ کرتے ہیں۔
* آپ نے فرمایا تمام زہد و پرہیزگاری قرآن مجید کے دو کلمات میں موجود ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے تاکہ تم افسوس نہ کرو اس پر جو تمھارے ہاتھ سے نکل چکا ہے اور اس پر خوشی نہ کرو جو تمھیں مل گیا ہے۔ جو جانے والے کا افسوس نہ کرے اور آنے

والی چیز پر خوش نہ ہو وہی زاہد ہے۔

* آپ نے فرمایا بہترین زہد اخفائے زہد ہے۔
* آپ نے فرمایا خدا سے اتنا ڈرو جتنا اس نے تمھیں ڈرایا ہے اور اس طرح ڈرو کہ اس کا اثر تمھارے اوپر ظاہر ہو۔ دکھاوے اور شہرت کے لیے کوئی عمل نہ کرو کیونکہ جو غیر خدا کے لیے عمل کرتا ہے خدا اسے اسی کے سپرد کر دیتا ہے جس کے لیے اس نے عمل کیا ہے۔
* آپ نے فرمایا وقت قریب ہے کہ جب لوگ تین چیزوں کو کھو بیٹھیں گے جلال کا پیسہ سچی زبان اور ایسا بھائی جس سے راحت ملے۔
* آپ نے فرمایا موت کے لیے تیار ہو جاؤ اس کا بادل تم پہ چھا چکا ہے اور ایسا گروہ بنو کہ جسے پکارا گیا وہ بیدار ہو گیا اور مقصد تک پہنچ گیا۔ تمھارے اور جنت و جہنم کے درمیان موت کے علاوہ کچھ نہیں اور جس غایت کو لمحے اور گھڑیاں ختم کر رہے ہوں وہ اس لائق ہے کہ اس کی مدت ختم ہو جائے اور دو غائب جس کو نئے دن و رات ہنکار رہے ہوں وہ اس قابل ہیں کہ جلدی لوٹ آئیں۔ خدا رحم کرتا ہے اس بندے پر جو حکمت کی بات سنے اور اسے یاد رکھے اور اسے اخلاص کی طرف بلایا جائے یا خلاصی نفس کی طرف بلایا جائے' وہ قریب ہو اور سیدھے راستے پر چلے اور نجات پائے' اپنے رب سے محبت کرے' اپنے گناہ سے خوف کھائے' نیک ہو کر آگے بڑھے اور خالص عمل کرے اور وہ کسب کرے جو ذخیرہ بنے اور اس چیز سے اجتناب کرے جس سے ڈرایا گیا ہو' نشانہ پر تیر مارے اور انعام پائے' خواہش کو کچلے اور امید کو جھٹلائے' صبر کو نجات کی سواری بنالے اور تقویٰ موت کے وقت اس کا زادِ راہ ہو واضح راستے کو پکڑے' مہلت کے وقت کو غنیمت جانے اور اجل کی طرف جلدی کرے اور عمل کو زادِ راہ بنائے۔
* آپ نے دنیا کی تعریف میں فرمایا۔ وہ ایسا گھر ہے جس کی ابتدا تکلیف اور اس کا انجام فنا ہے۔ اس کے حلال میں حساب اور حرام میں عقاب ہے۔ جو اس میں

تونگر ہو جائے وہ فاسد ہو جاتا ہے جو فقیر ہو وہ محزون رہتا ہے جو اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرے یہ اس سے دور بھاگتی ہے جو اس کی تحصیل سے منہ پھیر کر بیٹھ جائے اس کے پاس یہ خود چل کر آتی ہے۔

* آپ نے فرمایا جسے تھوڑا مال منافع نہیں دیتا اسے زیادہ بھی نہیں دے گا۔
* آپ نے فرمایا تجھ پر لازم ہے کہ لوگوں کے ساتھ مدارات کر' علماء کا اکرام اور بھائیوں کی لغزشوں سے چشم پوشی کر' تجھے اولین و آخرین کے سردار نے اپنے اس قول کے ساتھ ادب سکھایا ہے کہ جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر دے۔ جو تجھ سے قطع رحمی کرے اس سے صلہ رحمی کر اور جو تجھے محروم کرے اسے عطا کر۔
* جب آپ قبرستان سے گزرے آپ نے فرمایا: تم پر سلام ہو اے قبروں میں رہنے والو! تم ہمارے سلف اور ہم تمھارے خلف ہیں اور انشاء اللہ تمھارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ تمھارے گھروں میں سکونت کر لی گئی ہے تمھاری بیویوں نے نکاح کر لیے ہیں۔ تمھارے مال تقسیم کر لیے ہیں۔ یہ تو ہمارے ہاں کی خبریں ہیں افسوس! (یہ معلوم ہو کہ) تمھارے پاس کیا اطلاعات ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اگر وہ بول سکیں تو ہمیں بتائیں کہ ہم نے تقویٰ کو بہترین زادراہ پایا ہے۔
* آپ نے فرمایا تعجب ہے اس شخص سے جو دعا کرتا ہے اور قبولیت کو موخر سمجھتا ہے۔ حالانکہ اس کے راستے کو تو اس نے گناہوں کی وجہ سے بند کر رکھا ہے۔
* آپ نے توبہ کرنے والوں کی صفت میں فرمایا۔ انھوں نے گناہوں کے درخت بوئے جوان کی آنکھوں اور دلوں کی آرزو تھی۔ لیکن اسے ندامت کے پانی سے سیراب کیا تو انھیں سلامتی کا پھل ملا اور رضائے الٰہی و کرامت خداوندی انجام میں پائی۔

خطبہ در مدح صحابہ کرام

قرشی کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابی اراکہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے

کہ میں نے حضرت علیؑ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔ بعد سلام دائیں طرف مڑ کر بیٹھ گئے۔ پھر آپ رُکے رہے گویا آپ پر حزن طاری تھا۔ یہاں تک کہ دھوپ دیوار مسجد پر پڑی ایک نیزہ یا دو نیزے برابر۔ آپ نے اپنے ہاتھ الٹائے پلٹائے اور فرمایا میں نے اصحابِ محمد کو دیکھا کہ آج کوئی بھی ان جیسا نہیں۔ وہ اس حالت میں صبح کرتے کہ ان کے بال پریشان، چہرے غبار آلود اور زرد ہوتے اور ان کی پیشانی پر بکری کے گھٹنے کی طرح گھٹے پڑے ہوتے۔ انھوں نے رات عبادت خدا میں سجدہ اور قیام کی حالت میں گزاری کتاب خدا کی تلاوت کرتے، وہ پیشانیوں اور قدموں کے ذریعے راحت حاصل کرتے، جب صبح ہوتی تو یاد خدا میں اس طرح مضطرب ہوتے جیسے سخت آندھی کے دن درخت میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو اتنے بہتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے تھے۔ خدا کی قسم گویا ایسا معلوم ہوتا کہ انھوں نے رات غفلت میں کاٹی۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کو عبادت میں سستی کرتے نہ پایا گیا۔ یہاں تک کہ ابن ملجم لعین نے آپ کو ضربت لگائی۔

ابونعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں لکھا ہے (حذف اسناد سے) حسن بصری سے روایت ہے وہ کہتا ہے حضرت علیؑ نے فرمایا خوشخبری ہے ان کے لیے جو لوگوں کو پہچانتے ہیں لیکن لوگ انھیں نہیں پہچانتے۔ وہ تاریکی کے چراغ اور ہدایت کے امام ہیں۔ انہی کے سبب خداوند عالم اس امت سے فتنہ اور ظلمت کو دور کرتا ہے انھیں خداوند عالم اپنی رحمت وفضل میں داخل کرے گا۔ وہ بیہودگیوں کو نہیں پھیلاتے اور نہ وہ بقا کار اور جھگڑالو ہیں۔

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے ایک دن مومن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا اس کا غم واندوہ اس کے دل میں ہوتا ہے۔ اس کے چہرے پر خوشی ہوتی ہے۔ وہ پسند کے لحاظ سے زیادہ وسیع اور قدر ومنزلت میں بلند ہوتا ہے بلندی کو ناپسند کرتا ہے۔ شہرت کو دوست نہیں رکھتا۔ اس کا غم طویل اور مقصد بعید ہوتا ہے، زیادہ خاموش رہتا ہے۔ منافع بخش چیز میں مشغول رہتا ہے۔ زیادہ شکر اور زیادہ صبر

کرنے والا ہوتا ہے' اس کا دل یادِ خدا سے آباد ہوتا ہے اس کا خلق آسان اور طبیعت نرم ہوتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ مومن کی زبان اس کے دل کے پیچھے اور منافق کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے کیونکہ مومن جب کلام کرنے کا ارادہ کرتا ہے پہلے دل میں اسے سوچتا ہے اگر وہ بات اچھی ہوتی ہے تو اسے ظاہر کرتا ہے اور اگر بری ہوتی ہے تو اسے چھپا لیتا ہے اور منافق' جو اس کی زبان پر آتا ہے کہہ ڈالتا ہے معلوم نہیں ہوتا کہ کون سی بات اس کے لیے مفید اور کون سی مضر ہے اور میں نے رسول اللہؐ کو کہتے ہوئے سنا کہ کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک درست نہیں جب تک اس کی زبان مستقیم نہ ہو۔ اور تم میں سے جو اس کی طاقت رکھتا ہے کہ خدا کی ملاقات اس حالت میں کرے کہ اس کی زبان مسلمانوں کی بدگوئی سے بچی ہوئی ہو اور ہاتھ ان کے مال سے پاک ہوں تو اسے ایسا کرنا چاہیے۔

اور مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنینؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ امابعد تحقیق خداوند عالم نے مخلوق کو پیدا کیا جب بھی پیدا کیا وہ انکی اطاعت سے بے پرواہ تھا اور ان کی نافرمانی سے اسے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ کیونکہ نافرمان کی نافرمانی اسے ضرر نہیں پہنچا سکتی اور اطاعت گزار کی اطاعت سے اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

پس اس دارِ دنیا میں متقی ہی صاحبان فضائل ہیں۔ وہ درست بات کرتے ہیں ان کا لباس میانہ روی ہے۔ ان کی زندگی تواضع و انکساری ہے وہ محرمات سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ انھوں نے اپنے کان نفع بخش علم کے لیے وقف کر دیے ہیں۔ اگر امید نہ ہوتی تو ثواب جزیل کے شوق اور دردناک عذاب کے خوف سے ان کی ارواح اور ان کے ابدان میں آنکھ جھپکنے کی دیر تک بھی نہ ٹھہر سکتے۔ ان کے دلوں میں خالق کی عظمت اتنی پیدا ہوگئی ہے کہ اس کے علاوہ اور چیزیں ان کی نظروں میں حقیر ہیں۔ وہ گویا جنت کو دیکھ چکے ہیں اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور وہ جہنم کو بھی دیکھ رہے ہیں اور

اس کے عذاب میں اپنے کو مبتلا سمجھ رہے ہیں ان کے دل محزون ہیں لوگ ان کے شر سے محفوظ ہیں، ان کے جسم نحیف ہو چکے ہیں ان کی حاجات مختصر ہیں۔ انھوں نے چند دن صبر کیا ہے اور اس کے بدلے میں انھیں ابدی راحت نصیب ہوئی ہے۔ رات کو ان کے قدم صف بستہ ہیں۔ وہ انتہائی محترم اور بہترین نظم کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس کو مزین کر کے اور ترتیل کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسی آیت سے گزرتے ہیں جس میں جنت کی تشویق کا ذکر ہے تو اس کی خواہش میں اس کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور ان کے دل شوق و محبت سے اس کی طرف جھک جاتے ہیں اور جب کسی ایسی آیت سے گزرتے ہیں جس میں جہنم کا خوف دلایا گیا ہے تو وہ دل کے کانوں سے اسے بغور سنتے ہیں۔ انھوں نے اپنے کانوں میں جہنم کی آواز کی تمثیل پیدا کر لی ہے۔ انھوں نے اپنی پیشانیاں، گھٹنے اور قدموں کے کنارے فرش بنا لیے ہیں۔ وہ اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر جہنم سے اپنی گردنوں کو آزاد کرانے کی تمنا کرتے ہیں اور دن کے وقت وہ علماء بردبار، ابرار اور متقی ہیں۔ ان کو خوف نے اس طرح چھیل دیا ہے جیسے تیر کو چھیلا جاتا ہے۔ دیکھنے والا انھیں دیکھ کر مریض سمجھتا ہے حالانکہ انھیں کوئی بیماری نہیں اور دیکھنے والا کہتا ہے کہ ان کے دماغ میں خلل آ گیا ہے حالانکہ ایک امر عظیم نے انھیں پریشان کر رکھا ہے۔ وہ اپنے قلیل اعمال پر راضی نہیں ہوتے اور زیادہ اعمال کو کثیر نہیں سمجھتے۔ وہ اپنے لیے راستہ ہموار کر رہے ہیں یا اہتمام میں لگے ہوئے ہیں اور وہ اپنے اعمال سے ڈرتے رہتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی کی پاکیزگی بیان کی جائے تو اسے سخت ڈر لگتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں کی نسبت زیادہ جانتا ہوں۔ خدایا مجھ سے مواخذہ نہ کرنا اس بات پر جو یہ کہہ رہے ہیں اور مجھے اس سے بہتر قرار دے جس کا انھیں میرے متعلق گمان ہے اور میرے وہ گناہ بخش دے جنھیں یہ نہیں جانتے۔ ان میں سے ہر ایک کی علامت یہ ہے کہ تو اسے دین میں قوی یقین میں باورع، علم میں ہوشیار حکم میں صاحب عزم تونگری میں میانہ رو، عبادت میں خضوع و خشوع کرنے والا، فقر و فاقہ میں متحمل، سختی و شدت میں صابر حلال کا طلب گار، طمع سے رکنے والا دیکھے گا۔ نیک اعمال کے باوجود وہ خوفناک ہو گا،

آپس میں صلح کے لیے کوشاں، شام اس حالت میں کرے گا کہ اس کی صحت شکر ادا کرتی ہو گی۔ صبح کرے گا تو اس کا مشغلہ تفکر ہو گا۔ اس سے اچھائی کی امید کی جائے گی اور اس کی بدی سے لوگ محفوظ ہوں گے۔ جو اس پر ظلم کرے گا وہ اسے معاف کر دے گا۔ جو اسے محروم کرے گا اسے یہ عطا کرے گا۔ جو اس سے قطع رحمی کرے گا یہ اس سے صلہ رحمی برتے گا۔ پھسلنے کی جگہوں میں زیادہ صابر، مکارم میں زیادہ باوقار اور رضا کی حالت میں زیادہ شکر گزار ہو گا۔ برے الفاظ سے کسی کو یاد نہیں کرے گا، کسی کی عیب جوئی کرتا نظر نہیں آئے گا۔ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں دے گا۔ کسی کے مصائب پر اس کی شماتت نہیں کرے گا۔ باطل میں داخل نہیں ہو گا۔ حق سے نہیں نکلے گا۔ اگر کوئی اس کے خلاف بغاوت کرے تو صبر کرے گا تا کہ خدا ہی اس کا انتقام لے۔ اس کا نفس سختی میں ہو گا اور لوگ اس سے راحت میں ہوں گے۔ اپنے نفس کو آخرت کی طلب میں تھکا دے گا اور اپنے آقا و مولا کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے شوق میں دنیا سے پرہیز کرے گا۔!

توصیف فقیہ

ابونعیم کہتا ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) عاصم بن حمزہ امیرالمومنینؑ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا مکمل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس اور اس کے عذاب سے مامون نہ کرے، انھیں نافرمانی کی کھلی چھٹی نہ دے اور دوسری چیزوں میں رغبت کرنے کی وجہ سے قرآن کو نہ چھوڑے۔ اس عبادت میں اچھائی نہیں جس میں علم نہ ہو اور وہ قرأت اچھی نہیں جس میں تدبر نہ ہو۔

مروّت

آپ سے ایک شخص نے مروّت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ کھانا کھلانا اور بھائیوں کی دیکھ بھال کرنا۔ پڑوسیوں کی تکالیف دور کرنا، پھر یہ آیت پڑھی کہ بیشک خداوند عالم تمھیں انصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

وصایا

(حذف اسناد کے ساتھ) عامر شعبی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا لوگو یہ باتیں مجھ سے لے لو۔ اگر تم اپنی سواریوں پر سوار ہو کر انھیں نحیف و کمزور بھی بنا دو تو ایسی باتوں کو نہیں پا سکو گے۔ بندہ اپنے پالنے والے کے علاوہ کسی سے ایسی امید نہ رکھے اور گناہ کے علاوہ اسے کسی چیز کا خوف نہ ہو اور جو چیز نہیں جانتا اس کے سیکھنے سے شرم نہ کرے اور جس چیز کے متعلق اسے کوئی علم نہ ہو اور اس کی بابت اس سے سوال کیا جائے تو اس بات کے کہنے سے نہ شرمائے کہ میں نہیں جانتا۔

اور جان لو کہ صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے ہے۔ وہ جسم کوئی جسم ہی نہیں جس میں سر نہ ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ کوئی خاندان، کوئی بستی والے ایسے نہیں کہ جو میرے لیے ایسے ہو جائیں جیسا میں دوست رکھتا ہوں پس وہ اس حالت کو چھوڑ کر ایسے ہو جائیں کہ جسے میں مکروہ سمجھتا ہوں تو ان کی پسندیدہ حالت کو ان کی ناپسندیدگی کی طرف بدل دوں گا اور کوئی اہل خانہ یا اہل بستی ایسے نہیں کہ وہ اس حال میں ہوں جسے میں ناپسند کرتا ہوں اور وہ اپنے کو ایسی حالت میں تبدیل کر لیں کہ جو مجھے محبوب ہے تو میں بھی ان کی ناپسند حالت کو ان کی پسند کے مطابق کر دوں گا۔

وصیت بنام کمیل بن زیاد

(حذف اسناد سے) کمیل بن زیاد کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیؑ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جبان کی طرف لے گئے۔ جب ہم صحرا میں پہنچے تو آپ بیٹھ گئے اور ایک لمبی سانس لی۔ پھر فرمایا اے کمیل بن زیاد یہ دل ظرف ہے۔ ان میں سے بہترین وہ ہے جو زیادہ حفاظت کرنے والا ہو۔ جو بات میں تمھیں کہتا ہوں اسے محفوظ رکھنا۔ لوگ تین قسم

کے ہیں۔ ایک عالم ربانی ہے ایک تعلیم حاصل کرنے والا ہے جو نجات کی راہ پر چل رہا ہے۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو فضول اور بیوقوف ہیں' بلانے والے کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ ہر ہوا کے ساتھ جھک جاتے ہیں۔ انھوں نے نورِ علم کے ساتھ روشنی حاصل نہیں کی اور قابل وثوق رکن کو اپنی پناہ گاہ نہیں بنایا۔ اے کمیل علم مال سے بہتر ہے (اس لیے) کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تو حفاظت کرتا ہے۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ محبت علم وہ دین ہے کہ جسے اپنایا جاتا ہے۔ علم سے زندگی میں اطاعت کسب کی جاتی ہے اور مرنے کے بعد ذکر جمیل باقی رہتا ہے۔ مال کو خرچ کرنا کم کر دیتا ہے اور علم کو خرچ کرنا اس کی زیادتی کا باعث بنتا ہے۔ علم حاکم اور مال محکوم ہے۔ اے کمیل! مال جمع کرنے والے زندگی میں مر جاتے ہیں اور علماء رہتی دنیا تک زندہ ہیں۔ ان کے جسم مفقود ہوتے ہیں لیکن ان کی تصویریں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔ پھر فرمایا ہائے افسوس! اور اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہاں بہت زیادہ علم موجود ہے اگر اس کے حاملین مجھے مل جاتے پھر فرمایا ہاں ایسے امین ملتے ہیں جو امین نہیں' وہ دین کو دنیا کا آلۂ کار بناتے ہیں۔ وہ اللہ کے احسانات کے ساتھ اس کے بندوں پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لکھنے والوں سے اسے چھپاتے ہیں۔ یا ایسے لوگ ہیں جو اہل حق سے عناد رکھتے ہیں کہ پہلا شبہ جو انھیں پیش آتا ہے۔ اس سے اس کے دل میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔ نہ وہ حامل علم بن سکتا ہے بلکہ یہ تو لذاتِ دنیوی کے حریص ہیں۔ آسانی سے شہوت کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ مال کے جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے کے دھوکے میں آ گئے ہیں وہ دین کے کسی حصے میں نہیں۔ انھیں زیادہ تشبیہ جنگل میں چرنے والے جانوروں سے دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح علم حاملین علم کے مرنے سے ختم ہو جائے گا۔ لیکن ہاں زمین کبھی بھی خالی نہیں رہ سکتی ایسے شخص سے جو اللہ کی حجت کو قائم رکھے تا کہ اللہ کی حجتیں بندوں پر باطل نہ ہو جائیں۔ ایسے لوگ تعداد میں تو کم ہیں لیکن قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند ہیں۔ انہی کے ذریعے خداوند عالم اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے اپنے جیسوں تک پہنچاتے ہیں اور اپنے مشابہ اشخاص

کے دلوں میں اس کی زراعت کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے سبب سے خداوند عالم اپنی حجتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ ان پر حقیقی علم اچانک وارد ہوتا ہے۔ پس ان کے لیے آسان ہوتی ہیں وہ چیزیں جنھیں نعمتوں کے پلے ہوئے مشکل سمجھتے ہیں اور انھیں انس ہو جاتا ہے ان چیزوں سے جن سے جاہل وحشت کرتے ہیں۔ وہ اہل دنیا کے ساتھ اپنے جسموں سے رہتے ہیں لیکن ان کی ارواح محل اعلیٰ سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ ہیں۔ اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ آہ کس قدر شوق ہے مجھے انھیں دیکھنے کا۔ اور میں اللہ سے اپنے اور تیرے لیے مغفرت چاہتا ہوں۔ جب تمہارا دل چاہے اٹھ کے چلے جانا۔

وصیت اپنی اولاد کے نام

(حذفِ اسناد سے) ضرار بن حمزہ سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ نے اپنے فرزندوں سے وصیت کی۔ فرمایا بیٹا لوگوں سے اچھا سلوک کرو ایسا سلوک کہ اگر ان میں نہ رہو تو تمہاری زیارت کے شائق رہیں۔ اور اگر تم وفات پا جاؤ تو وہ تم پر گریہ کریں اور یہ اشعار پڑھے:

یرید بذاکم ان یهشر الطاعتی
وان یکثر وابعدی الدعاء علی قبری
وان یمنحونی فی المجالس دوهم
وان کنت عنهم غائبا احسنوا ذکری

ترجمہ: اس سے مقصد یہ ہے کہ وہ میری اطاعت خوشی سے کریں اور میری قبر پر میرے بعد زیادہ دعا کریں اور اپنی مجالس میں اپنی محبت کے پھول نچھاور کریں اور اگر میں ان سے غائب ہو جاؤں تو میرا ذکر اچھائی سے کریں۔

ابن عباس کہتے ہیں ایک شخص نے آپ سے کہا کہ مجھے کوئی وصیت فرمایئے۔

آپ نے فرمایا اپنے نفس سے فقر و فاقہ اور طویل عمر کی باتیں نہ کیا کرو۔

احادیث رسول اور کلام امیر المومنینؑ

اور یہ بات شعبی نے کہی ہے مجھے اس شخص نے بیان کیا کہ جس نے حضرت علیؑ سے سنا اور آپ سے حدیث میں لوگوں کے اختلاف کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا لوگ چار قسم کے ہیں۔ ایک منافق ہے جو ایمان کا اظہار کرتا ہے اور اسلام کو ضائع کرنے والا ہے اس کا دل ایمان کا منکر ہے۔ وہ گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا اور نہ اس کی پرواہ کرتا ہے اس نے جان بوجھ کر رسول اللہؐ پر جھوٹ بولے۔ اگر لوگوں کو اس کا حال معلوم ہو تو وہ اس سے قولِ رسول نہ لیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ صحابی رسول ہے لہٰذا اس سے احادیث لے لیتے ہیں حالانکہ خداوند عالم منافقین کے متعلق خبر دے چکا ہے اور ان کے اوصاف بھی بیان کر چکا ہے۔ جیسی بھی خبر دی ہے اور صفت بیان کی ہے یہ لوگ رسول اللہؐ کے بعد زندہ رہے۔ انھوں نے جھوٹ اور بہتان کے ذریعے آئمہ ضلالت اور جہنم کی طرف بلانے والوں کا قرب حاصل کر لیا۔ انھوں نے انھیں حکومتیں اور گورنریاں دیں اور لوگوں کی گردنوں پر سوار کیا۔ پس یہ ان کے ذریعے دنیا کھاتے کماتے رہے اور لوگ تو بادشاہوں کے ہی تابع ہوتے ہیں۔ مگر وہ کہ جسے خدا بچا لے اور ایک وہ کہ جس نے رسول اللہؐ کو بات کہتے سنا یا کوئی کام کرتے ہوئے دیکھا پھر یہ شخص حضورؐ کی خدمت سے غائب رہا اور وہ قول یا فعل منسوخ ہو گیا اور اسے معلوم نہ ہو سکا اور اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ وہ منسوخ ہو گیا ہے تو اس کو بیان کرتا اور ایک وہ شخص ہے جس نے رسول اللہؐ سے کوئی بات سنی لیکن اسے اس کے متعلق غلطی عارض ہوئی اور اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ میں نے سمجھنے میں غلطی کی تو نہ اسے بیان کرتا اور نہ اس پر عمل کرتا۔ اور ایک وہ شخص ہے جس نے رسول اللہؐ کا قول (صحیح طریقے سے) سنا اور ویسے ہی بیان کیا جس طرح سنا اور اس پر عمل بھی کیا۔ پہلے شخص کی روایت کا تو کوئی اعتبار ہی نہیں اور نہ اس کو لینا جائز ہے اور باقی جو گروہ ہیں ان کی بازگشت ایک ہی غایت و نہایت کی طرف ہے وہ ایک ہی کنویں کا پانی پیتے ہیں اور ان کے کلام کو

نورِ نبوت سے ہی روشنی ملی ہے اور انھوں نے شجرۂ مبارکہ سے ہی اکتساب نور کیا ہے۔ یہ تو شعبی کی روایت تھی۔

اور کمیل بن زیاد کی روایت آپ سے اس طرح ہے کہ لوگوں کے ہاتھ میں حق' باطل سچ' جھوٹ' ناسخ' منسوخ' خاص' عام' محکم' متشابہ' محفوظ اور محکوم موجود ہے۔ رسول اکرمؐ کے زمانہ میں بھی آپ پر جھوٹ بولا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے پس وہ اپنی جگہ جہنم میں قرار دے اور تیرے پاس حدیث لے کر چار قسم کے اشخاص آئیں گے ان کی پانچویں قسم نہیں ہے اور آپ نے (گزشتہ) چار اقسام بیان فرمائیں۔

میں (مؤلف) کہتا ہے یہ حدیث اور وہ رسول اکرمؐ کا یہ قول کہ جو مجھ پر عمداً جھوٹ بولے وہ اپنی جگہ جہنم میں سمجھے۔ ایک سو بیس صحابہ نے روایت کی ہے کہ جن کے نام میں نے اپنی کتاب ''حق الیقین'' میں ذکر کیے۔ باقی رہی اس حدیث کی وہ سند جو حضرت علیؑ کے طریق سے ہے تو ہم سے بہت سے لوگوں نے بیان کیا (حذف سند سے) ربعی بن خراش کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو کہتے سنا کہ میں نے سرکار رسالت کو کہتے سنا تھا کہ عمداً جو مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنی جائے قرار جہنم کو سمجھے۔ یہ روایت حضرت علیؑ سے بخاری و مسلم اور مسند احمد وغیرہ میں موجود ہے۔

حضرت عمر بن خطاب کا کہنا

میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں اس مشکل سے کہ جس کے حل کرنے کے لیے ابوالحسنؑ موجود نہ ہوں

یا جو عبارات اسی مفہوم کو ادا کرتی ہیں

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ (حذفِ اسناد کے ساتھ) ابی مسیب سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب کہا کرتے تھے کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس مشکل سے جس کے حل کرنے کے لیے ابوالحسنؑ نہ ہوں۔

ابن مسیّب کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس قول کا ایک سبب ہے اور وہ یہ کہ بادشاہ روم نے حضرت عمر کی جانب ایک خط لکھا اور ان سے کچھ مسائل پوچھے۔ ان مسائل کو حضرت عمرؓ نے تمام صحابہ کے سامنے پیش کیا لیکن کسی سے کوئی جواب نہ مل سکا پھر حضرت امیر المومنین علیؑ کی خدمت میں پیش کیا تو امیر المومنینؑ حضرت علیؑ نے ان مسائل کے مدلل اور مسکت جوابات دیے۔

مسائل

ابن مسیّب کہتا ہے کہ بادشاہِ روم نے حضرت عمر کی طرف یہ خط لکھا۔ یہ خط قیصر بنی اصفر کے بادشاہ کا ہے خلیفہ عمر کی طرف۔ اما بعد میں تم سے چند مسائل کا سوال کرتا ہوں، مجھے ان کی خبر دیجیے۔ وہ کون سی چیز ہے جسے خدا نے پیدا نہیں کیا اور وہ کون سی شے ہے جسے خدا نہیں جانتا اور وہ کون سی شے ہے جو اللہ کے پاس نہیں وہ کون سی شے ہے جو سب کے سب منہ ہے اور وہ کون سی شے ہے جو سب کے سب پاؤں ہے وہ کون سی شے ہے جو سب کی سب آنکھ ہے وہ کون سی شے ہے جو سب کی سب پر ہے اس مرد کے متعلق بتاؤ جس کا خاندان وقبیلہ نہیں اور ان چار چیزوں کے متعلق کہ جو رحم مادر میں نہیں رہیں اور اس شے کے متعلق جو سانس لیتی ہے لیکن اس میں روح نہیں اور ناقوس کے متعلق کہ وہ کیا کہتا ہے اور اسی کوچ کرنے والے کے متعلق کہ جس نے ایک ہی مرتبہ کوچ کیا اور اس درخت کے بارے میں کہ جس کے سایہ میں گھوڑا سوار سو سال تک چلتا رہے تو اس کو عبور نہ کر سکے۔ اس کی مثال دنیا میں کیا ہے اور اس جگہ کے متعلق کہ جس پر سورج صرف ایک مرتبہ چمکا اور اس درخت کے متعلق جو پانی سے پیدا نہیں ہوا اور اہل جنت کے متعلق کہ وہ کھاتے پیتے تو ہیں لیکن بول و براز نہیں کرتے۔ اس کی دنیا میں کون سی مثال ہے اور جنت کے دستر خوانوں کے متعلق کہ ان پر پیالے رکھے ہوں گے اور ہر پیالے میں مختلف رنگ ہوں گے جو ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے اس کی دنیا میں کون سی مثال ہے؟ اور اس لڑکی کے متعلق جو جنت کے ایک سیب سے نکلے گی اور سیب میں کوئی کمی واقع نہیں ہو

گی؟ اور اس لڑکی کے متعلق جو دنیا میں دو اشخاص کے لیے اور آخرت میں ایک کے لیے ہوگی اور جنت کی چابیوں کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کیا ہیں؟

پس حضرت علیؑ نے یہ خط پڑھا اور اسی وقت اس کی پشت پر تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم امابعد! واضح ہو کہ میں تیرے خط سے مطلع ہوا۔ اے بادشاہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد۔ قوت اور اس کی اور اپنے نبی محمدؐ کی برکت سے تجھے جواب دیتا ہوں۔ وہ شے کہ جسے خداوند تعالیٰ نے خلق نہیں فرمایا وہ قرآن مجید ہے کیونکہ وہ اس کا کلام اور صفت ہے اور اسی طرح اللہ کی اور کتابیں جو نازل ہوئی ہیں (یعنی صفت پر اطلاق خلق نہیں ہوتا) خداوند عالم اور اس کی صفات قدیم ہیں اور وہ چیز جو خدا کے علم میں نہیں تو وہ تمہارا قول ہے کہ اس کا بیٹا' بیوی اور شریک ہے حالانکہ خدا نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور وہ چیز جو خدا کے پاس نہیں ظلم ہے کہ خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور وہ چیز جو سب کی سب منہ ہے وہ آگ ہے۔ وہ کھاتی ہے ہر اس چیز کو جو اس میں ڈال دی جائے اور جو شے سب کی سب پاؤں ہے وہ پانی ہے اور جو سب کی سب آنکھ ہے وہ سورج ہے۔ جو سب کی سب پر ہے وہ ہوا ہے اور جس کا کوئی خاندان و قبیلہ نہیں وہ حضرت آدمؑ ہیں اور جو چیز کسی رحم میں نہیں رہی وہ عصائے موسیٰؑ' دنبہ ابراہیمؑ' آدمؑ اور حواؑ ہیں اور وہ چیز کہ جو روح کے بغیر سانس لیتی ہے وہ صبح ہے خدا کے اس ارشاد کی بنا پر اور صبح سانس لیتی ہے اور ناقوس یہ کہتا ہے **طقا طقا حقا حقا مهلا مهلا عدلا عدلاً صدقا صدقاً ان الدنيا قد غرتنا واستهترنا تمضى الدنيا قرنا قرنا مامن يوم يمضى انا الا اوهى منا ركنا ان الموتى قد اخبرنا انا نرحل فاستوطنا.** ترجمہ: طقاطقاً پتھر کے ایک دوسرے پر لگنے کی آواز کو کہتے ہیں حق بات کرو حق نرمی کرو نرمی کرنا' عدل و انصاف کرو انصاف کرنا۔ سچ بولو سچ بولنا' بیشک دنیا نے ہمیں دھوکا دے رکھا ہے اور ہمیں اپنی محبت میں پھنسا دیا ہے اور یہ دنیا قرن بہ قرن گزر رہی ہے' دنیا کا کوئی دن نہیں گزرتا مگر یہ کہ ہمارا ایک رکن سست ہو جاتا ہے اور مرنے والے ہمیں خبر دیتے ہیں کہ ہم کوچ کر رہے ہیں باوجود اس

کے ہم دنیا کو اپنا وطن سمجھے ہوئے ہیں اور وہ چیز جس نے ایک مرتبہ کوچ کیا تو وہ طور سینا ہے۔ جب بنی اسرائیل نے نافرمانی کی حالانکہ ارض مقدس اور طور سینا کے درمیان کئی دن کا راستہ تھا پس خداوند عالم نے اس کا ایک ٹکڑا اکھاڑا اور نور کے دو پر اس کے لیے قرار دیے اور اس کو بنی اسرائیل پر بلند کیا اور اس کو بتاتا ہے خدا کا یہ قول کہ ہم نے بنی اسرائیل کو پہاڑ پر بلند کیا گویا کہ وہ ان کے اوپر ایک سایہ تھا۔ انھوں نے گمان کیا کہ وہ ان پر گر پڑے گا اور بنی اسرائیل سے کہا کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو اسے تم پر گرا دیا جائے گا۔ جب انھوں نے توبہ کر لی تو اسے اس کی جگہ پر پلٹا دیا اور وہ جگہ کہ جس پر صرف ایک مرتبہ سورج کی روشنی پڑی ہے وہ دریائے نیل کی وہ زمین ہے کہ جس وقت اسے خدا نے موسیٰؑ کے لیے شگافتہ کیا اور پانی پہاڑ کی مانند کھڑا ہو گیا اور سورج کی دھوپ کے پڑنے کی وجہ سے زمین خشک ہو گئی۔ پھر دریا کا پانی مل گیا اور وہ درخت کہ جس کے سایہ میں سو سال تک گھوڑا سوار چلتا رہے گا وہ شجر طوبیٰ ہے اور وہ سدرۃ المنتہیٰ ہے جو ساتویں آسمان پر ہے کہ جہاں تمام بنی آدم کے اعمال پہنچتے ہیں اور یہ شجرہ جنت میں سے ہے اور جنت کا کوئی قصر اور گھر ایسا نہیں کہ جس میں اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی نہ ہو اور دنیا میں اس کی مثال سورج ہے جس کی اصل ایک جگہ اور روشنی ہر جگہ ہے اور وہ درخت جو پانی کے بغیر وہ حضرت یونسؑ کا درخت ہے اور وہ آپ کا معجزہ تھا۔ خداوند عالم اس کے متعلق فرماتا ہے کہ ہم نے اس کے لیے کدو کا ایک درخت لگایا اور باقی رہا اہل جنت کا غذا کھانا (اور بول و براز کا خارج نہ ہونا) تو دنیا میں اس کی مثال وہ بچہ ہے جو شکم مادر میں ہوتا ہے ماں کی ناف کے ذریعے غذا کھاتا ہے اور بول و براز نہیں کرتا اور باقی رہے وہ رنگ جو ایک پیالہ میں ہوں گے (اور ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے) دنیا میں اس کی مثال انڈا ہے جس میں سفید اور زرد دو رنگ ہوتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے نہیں ملتے اور وہ لڑکی جو سیب سے نکلے گی اس کی مثال دنیا میں وہ کیڑا ہے جو سیب سے نکلتا ہے اور سیب میں تغیر و تبدل نہیں آتا۔ اور وہ لڑکی جو دنیا میں دو اشخاص کے لیے ہو گی تو یہ کھجور کا درخت ہے جو دنیا میں میرے جیسے مومن اور تیرے جیسے کافر کے لیے ہے اور آخرت میں صرف مجھے ملے گا

اور تو اس سے محروم ہوگا کیونکہ یہ درخت جنت میں ہوگا اور تو اس میں داخل نہیں ہوگا اور باقی رہیں جنت کی چابیاں تو وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

ابن مسیّب کہتا ہے کہ جب قیصر نے یہ خط پڑھا تو کہنے لگا کہ یہ کلام صرف نبوت کے گھر سے ہی نکل سکتا ہے پھر اس نے سوال کیا کہ یہ جوابات کس نے دیے ہیں؟ تو بتایا گیا کہ یہ جواب محمدؐ کے چچازاد بھائی کے ہیں تو اس نے آپؑ کو خط لکھا:

سلام علیک! امابعد واضح ہو کہ میں آپ کے جوابات سے مطلع ہوا اور مجھے علم ہوا کہ آپ اہلبیت نبوت اور معدن رسالت میں سے ہیں آپ شجاعت اور علم سے متصف ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ روح کے متعلق (جس کو خداوند عالم نے تمہاری کتاب میں ذکر کیا ہے اس قول میں کہ تجھ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ روح میرے رب کا امر ہے) اپنا نظریہ بیان کیجئے۔ پس امیر المومنینؑ نے تحریر فرمایا۔ امابعد روح ایک نکتہ لطیف اور ایک لمعہ شریف ہے جو اپنے پیدا کرنے والے کی صفت اور انشا کرنے والے کی قدرت میں سے ہے۔ اسے اس نے اپنے ملک کے خزانوں میں سے نکال کر اپنے ملک میں سکونت دی ہے یہ روح اس کے نزدیک تیرے لیے سبب اور تیرے پاس اس کی امانت ہے جب تو اس سے وہ لے گا جو تیرے لیے ہے تو وہ تجھ سے وہ حاصل کرے گا جو اس کے لیے ہے والسلام!

امام احمد نے کتاب فضائل میں بیان کیا اور مسند میں بھی لکھا (حذف اسناد کے ساتھ) ابی ظبیان سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے پاس ایک عورت کو پیش کیا گیا جس نے زنا کیا تھا انھوں نے اس کے رجم کرنے کا حکم دیا پس لوگ اسے رجم کرنے کے لیے لے چلے۔ راستے میں حضرت علیؑ نے انھیں دیکھا' فرمایا اسے کہاں لے جا رہے ہو؟ انھوں نے آپ کو واقعہ بتایا تو آپ نے اس عورت کو ان کے قبضے سے رہا کر دیا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے تو حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ آپ نے اسے کیوں رہا کر دیا آپ نے فرمایا کہ یہ فلاں قبیلہ کی مخبوط الحواس عورت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تین اشخاص سے قلم اٹھا دیا گیا ہے۔ سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو'

بچے سے جب تک بالغ نہ ہو اور مجنون سے جب تک اس کا دماغی توازن درست نہ ہو جائے۔ اس وقت حضرت عمر نے کہا۔ "اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر کے پاس ایک عورت کو لایا گیا جس نے دورانِ عدت نکاح کر لیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے نکاح کرنے والے سے جدا کر دیا اور اس کا حق مہر بیت المال سے ادا کیا اور کہا کہ تم کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ حضرت علیؑ کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا۔ نکاح کرنے والے پر اس عورت کا حق مہر لازم ہے کیونکہ اس نے اس کی عصمت کو حلال سمجھا ہے اور اب اس کو اس سے الگ ہو جانا چاہیے۔ جب اس کی عدت ختم ہو جائے تو وہ شخص بھی اس کی خواستگاری کر سکتا ہے۔ حضرت عمر کو یہ خبر ملی تو کہنے لگے "اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھ ماہ میں بچہ جنا تھا۔ حضرت عمرؓ نے واقعہ سن کر اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اس کو رجم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں جو پوری رضاعت کو چاہتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسے چھوڑ دیا اور کہا "خدایا مجھے اس مشکل کے لیے باقی نہ رکھ جس کے حل کرنے کے لیے ابو طالبؑ کا فرزند نہ ہو۔"

ایک روایت میں ہے کہ قریش میں سے دو شخصوں نے ایک عورت کے پاس سو دینار امانت رکھی اور اس سے کہا ہم میں سے کسی ایک کو واپس نہ کرنا جب تک دوسرا اس کے ساتھ نہ ہو۔ وہ دونوں ایک مدت تک غائب رہے۔ پھر ان میں سے ایک اس عورت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا ساتھی مر گیا ہے اور میں وہ مال لینا چاہتا ہوں۔ اس عورت نے وہ مال اسے دے دیا۔ پھر دوسرا آیا اور اس نے مطالبہ کیا۔ عورت کہنے لگی کہ تیرا ساتھی لے گیا ہے اس نے کہا کہ کیا یہ شرط نہ تھی۔ انھوں نے اپنا مقدمہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس شخص سے پوچھا کیا کوئی تیرا گواہ ہے وہ کہنے لگا یہی عورت۔ حضرت عمرؓ اس عورت سے کہنے لگے کہ کیا تم اس کی ضامن ہو؟ اس عورت نے کہا میں

تمھیں خدا کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ ہمارا معاملہ علی ابن ابی طالبؑ کے سامنے پیش کریں۔ پس حضرت عمرؓ انھیں علی ابن ابی طالبؑ کے پاس لے گئے۔ عورت نے واقعہ بیان کیا تو حضرت نے اس شخص سے کہا کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم میں سے کسی کے سپرد نہ کرنا جب تک دوسرا ساتھ نہ ہو۔ اس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا ہمارے پاس کیا لینے آیا ہے دوسرے ساتھی کو لے آؤ اور مال لے جاؤ۔ وہ شخص لاجواب ہو گیا۔ وہ حیلہ باز تھا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے کہا کہ خداوند عالم مجھے فرزند ابوطالبؑ کے بعد زندہ نہ رکھے اور اسی کے متعلق صاحب من عباد کہتا ہے:

هل مثال قولک اذا قالوا مجاهدة

لولا علی هلکنا فی فتادینا

ترجمہ: کیا تیرا قول بھی کسی کا قول ہے جبکہ ان لوگوں نے علی الاعلان کہا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو ہم اپنے فتووں میں ہلاک ہو جاتے۔

یہ شعر ایک طویل قصیدہ کا ہے جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

حب النبی واهل البیت معتمدی

اذا الخطوب اسائت رایها فینا

ایابن عم رسول اللّٰه افضل من

سادالانام وساس الهما شمینا

یاندرة الدین یافرد الزنان اصخ

بمدح مولیٰ یری تفضیلکم دینا

هل مثل سبقک فی الاسلام لوعرفوا

وهذا الخصلة الغراء تکفینا

هل مثل علمک ان زلوا وان وهنوا

وقد حدیث کما اصبحت تهدینا

هل مثل جهک للقران تعرفه

لفظا ومعنی و تاویلا و تبینا

ھل مثل صبرک ازخانواو اذافشلوا

حتی جری ماجری فی یوم صفینا

ھل مثل بذالک للعانی اسیروا

للطفل الصغیر و قد اعطیت مسکینا

یا رب سھل زیاراتی مشاھدھم

فان روحی تھوی ذالک الطینا

یارب صبر حیاتی فی محبتھم

و محشری معھم امین امینا

ترجمہ: نبی اوران کے اہلبیت کی محبت پر ہمارا بھروسہ ہے جب حوادث زمانہ کی رائے ہمارے متعلق بری ہو جائے۔ اے رسولؐ کے چچازادا ے افضل جنھوں نے لوگوں کی سرداری کی ہے اوراے وہ جس نے بنی ہاشم کی تدبیر کی۔ اے دین کے نادر موتی اے فرید زمان اپنے غلام کی مدح کو سنیے کہ جو تمہاری تفضیل کو اپنا دین سمجھتا ہے۔ اگر لوگ پہچانیں تو آپ جیسی سبقت اسلامی کس میں ہے اور ہمارے لیے تو یہی واضح فضیلت کافی ہے اور کیا آپ جیسا علم کسی میں ہے جبکہ وہ پھسل جاتے اور سست ہو جاتے اور آپ ہدایت فرماتے جیسے آج ہماری ہدایت فرماتے ہیں۔ کیا آپ جیسا کوئی جامع علوم قرآن ہے جبکہ آپ قرآن کے الفاظ معانی تاویل اور وضاحت کو جانتے ہیں۔ کیا آپ جیسا صبر کسی میں ہے جبکہ انھوں نے خیانت کی اور بزدلی دکھائی۔ یہاں تک کہ ہوا جو کچھ ہوا جنگ صفین میں کیا آپ جیسا کوئی راہ خدا میں خرچ کرنے والا ہے کہ آپ نے تکلیف میں رہنے والے قیدی، یتیم اور مسکین کو عطا کیا۔ خدایا میرے لیے ان کے مشاہد کی زیارت کو آسان کردے کیونکہ میری روح اس مٹی سے والہانہ محبت رکھتی ہے۔ اے پالنے والے میری حیات اور آخرت ان کی محبت میں قرار دے۔ آمین ثم آمین!

واقعہ قاضی شریح

شعبی نے بیان کیا ہے کہ شریح نے ایک مکان اسی دینار میں خرید کیا۔ اس کی خبر حضرت علیؑ کو ہوئی۔ آپ نے شریح کو بلایا اور اس سے کہا اے حارث کے بیٹے مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تو نے اپنے مال سے ایک مکان خرید کیا ہے اور تو نے کچھ گواہ بھی اس کے لیے بنائے ہیں اور ایک اسٹام بھی اس پر تحریر کیا ہے۔ شریح نے عرض کی ہاں ایسا ہوا تھا اے امیر المومنینؑ۔ آپ نے اس کی طرف غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھا۔ پھر فرمایا اے شریح عنقریب تیرے پاس وہ آئے گا جو تیری تحریر کو دیکھے بغیر اس گھر سے تجھے نکال لے جائے گا اور تنہا تجھے تیری جائے قرار کے سپرد کر دے گا۔ تو اس بات سے بچو کہ کہیں یہ گھر تم نے اپنے غیر کے مال سے نہ خرید کیا ہو اور اس کی قیمت غیر حلال مال سے ادا نہ کی ہو۔ اگر تم اس گھر کو خریدتے وقت میرے پاس آتے تو میں تمھیں ایک تحریر لکھ کر دیتا کہ جس کے بعد تم اسے ایک درہم پر خریدنے کے لیے بھی تیار نہ ہوتے۔ شریح نے کہا اے امیر المومنینؑ آپ کیا تحریر فرماتے آپ نے فرمایا میں لکھتا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ چیز ہے کہ جسے ایک عبد ذلیل نے ایسے مرنے والے سے خرید کی ہے کہ جسے کوچ کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ اس نے غرور کے گھروں میں سے ایک گھر اس سے خرید کیا ہے جو گھر فنا ہونے والوں کے پہلو اور ہلاک ہونے والوں کی جگہ میں ہے۔ اس گھر کو چار حدود میں گھیرا ہوا ہے۔ پہلی حد آفتوں تک منتہی ہوئی ہے۔ دوسری حد چیخ و پکار کرانے والی مصیبتوں کی طرف ہے۔ تیسری حد ہلاک کرنے والی خواہش تلک اور چوتھی حد اذیت دینے والے شیطان تک پہنچتی ہے اور اسی چوتھی حد میں اس گھر کا دروازہ کھلتا اور اسباب جمع ہوتے ہیں۔ اس امید کے فریب خوردہ شخص نے اس برگشتہ اجل والے سے یہ گھر عزت قناعت سے خارج ہوتے ہوئے اور طلب و ذلت میں داخل ہوتے ہوئے خرید کیا ہے۔ پس خریدنے والے نے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ پس بادشاہوں اور کبیروں کے زیر وزبر کرنے والے پر اور فراعنہ و جبابرہ (مثل کسریٰ و

قیصر اور تبع وحمیر اور جس نے مال پر مال جمع کیا اور زیادہ مال بنالیا اور جس نے مکان بنائے اور انھیں پختہ بنایا اور ان پر نقش ونگار کیے اور ذخیرہ کیا اور اپنے خیال میں اسے اپنی اولاد کے لیے سمجھا اور کسی سے وعدہ کیا اور کسی کو دھمکیاں دیں) کے نقوش کو چھینے والے پر لازم ہے کہ وہ ان سب کو موقف عرض وحساب ثواب اور عقاب کی طرف نکال کے لے جائے اور وہ وقت قریب ہے جبکہ قضاوت فیصلہ کن ثابت ہو گی۔ اور سینگوں والے جانوروں سے ان کا بدلا لیا جائے کہ جن کے سینگ نہیں ہیں اور وہاں باطل پر عمل کرنے والے خسارے میں ہوں گے اور ان کے درمیان حق پر فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا اس پر گواہ ہوئی سستی جو فقر وفاقہ کی بہن ہے اور غرور جو امید کا بھائی ہے اور حرص جو رغبت کا بھائی ہے اور لہو جو لعب کا بھائی ہے اور وہ گواہ ہے جس نے اس وقتی قیام کی جگہ کو ہمیشہ کا گھر بنالیا اور دنیا کی طرف راغب ہوا اور آخرت سے جس نے اعراض کیا۔

(حذف اسناد سے) ابن عباس سے روایت ہے میں نے رسول اللہؐ کے کلام کے بعد کسی کلام سے اتنا نفع حاصل نہیں کیا جتنا امیر المومنینؑ کے اس کلام سے کیا آپ نے مجھے خط لکھا:

سلام علیک ! تجھ پر سلام ہے۔ امابعد تحقیق انسان کو اس چیز کا فوت ہونا برا معلوم ہوتا ہے کہ جس کو اسے ملنا ہی نہ تھا اور اس چیز کا حاصل ہو جانا اسے خوش کرتا ہے کہ جس نے اس سے فوت ہی نہ ہونا تھا۔ تیری خوشی اس چیز میں نہ ہونی چاہیے جو امورِ آخرت میں سے تجھے حاصل ہو جائے اور افسوس اس بات پہ ہونا چاہیے جو آخرت کے ہی امور میں سے فوت ہو جائے اور دنیا کی جو چیز تیرے ہاتھ سے نکل جائے اس پر بھی افسوس نہ کرنا اور تیرا ہم وغم مابعد الموت کے لیے ہونا چاہیے۔ والسلام!

عکرمہ کہتا ہے کہ ابن عباس نے کچھ لوگوں کی باتیں سنیں جو حضرت علیؑ کی بدگوئی کر رہے تھے۔ آپ ان لوگوں سے کہنے لگے تم پر افسوس ہے کہ تم اس شخص کی بات کرتے ہو جو جبرئیل کے قدموں کی آہٹ اپنے گھر کے اوپر محسوس کرتا تھا اور بیشک

خداوند عالم نے اپنے اصحاب رسول کو قرآن مجید میں عتاب و سرزنش کی ہے اور علیؑ کا ذکر خیر سے ہی کیا ہے۔

کلام برائے ابتلا و مصائب

ابوارا کہ نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ مصائب و ابتلا کی ایک انتہا ہے جہاں جا کر وہ رک جاتے ہیں۔ پس عاقل کا طریق کار یہ ہے کہ مصیبت کے وقت ٹھہر جائے۔ یہاں تک کہ اس کا وقت ختم ہو جائے کیونکہ ان کے ختم کرنے میں حیلہ بازیاں انھیں مزید بڑھا دیتی ہیں اور حضرت علیؑ نے فرمایا جبکہ آپ نے ایک شخص کو دنیا کی مذمت کرتے ہوئے سنا۔ اے دنیا کی مذمت کرنے والے حالانکہ تو اس کے دھوکے میں آیا ہوا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ دنیا نے کب تجھے اپنی طرف رغبت دلائی یا کب اس نے تجھے دھوکا دیا۔ کیا تیرے آبا و اجداد کے پرانے ہو جانے والی جگہ کے ساتھ جہاں وہ پڑے تھے یا مٹی کے نیچے تیری ماں اور دادیوں کے سونے کی جگہ سے کتنی مرتبہ تو نے اپنے ہاتھوں ان کی تیمارداری کی ان کے لیے تو شفا چاہتا اور حکیموں سے ان کی دوا پوچھتا لیکن تیری شفقت ان کے لیے فائدہ مند نہ ہو سکی اور تیری کوشش انھیں بے پرواہ نہ کر سکی اور اپنی پوری طاقت سے ان کی بیماری کو نہ روک سکا۔ دنیا ایک سچا گھر ہے اس کے لیے جو اس کی تصدیق کرے اور عافیت کی جگہ ہے اس کے لیے جو اس سے زادراہ اکٹھا کرے اور وعظ و نصیحت کا گھر ہے۔ اس کے لیے جو اس سے نصیحت لے۔ خدا کے دوستوں کی مسجد اور ملائکہ کی جائے نماز ہے۔ خدا کی وحی کے اترنے کی جگہ اور اولیائے خدا کی تجارت گاہ ہے۔ انھوں نے اس میں رہ کر رحمت کسب کی اور جنت حاصل کی ہے۔ پس کون اس کی مذمت کرتا ہے حالانکہ دنیا نے اپنے فراق کی خبر دی ہے اور اپنی جدائی کی منادی کی ہے اور اپنے اور اپنے رہنے والوں کے اوصاف بیان کیے ہیں اور اپنے مصائب و آلام کی تصویر کشی کی ہے اور انھیں خوشی کے گھر کی طرف ہنکایا ہے۔ نعمات کا تذکرہ کیا ہے اور اس نے اپنی نعمات کے ذریعے پاکیزہ اثرات یاد دلائے ہیں۔ پشیمانی

کی صبح کو لوگ اس کی مذمت کرتے ہیں اور دوسرے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس نے انھیں قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے باخبر کیا ہے اور قیامت کے دن سے ڈرایا ہے۔

قرآن مجید کے متعلق آپ کا کلام

عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں نے امیر المومنینؑ سے سنا جبکہ آپ سے ایک شخص نے قرآن مجید کے متعلق سوال کیا تو فرمایا وہ اللہ کا کلام ہے تم پر لازم ہے اللہ کی کتاب سے تمسک کرنا۔ وہ ایک مضبوط رسی ہے واضح نور ہے۔ صراط مستقیم ہے نفع بخش شفا ہے، سیراب کرنے والی ہے، تمسک کرنے والے کے لیے بچاؤ ہے۔ اس سے تعلق رکھنے والے کے لیے نجات ہے وہ ٹیڑھی نہیں ہوتی کہ اسے سیدھا کیا جائے۔ بار بار پڑھنے سے وہ پرانی نہیں ہوتی۔ جو قرآن کی بات کرے وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے وہ (صلحاء) سے ملحق ہونے والا ہے۔

جوسدی نے آپ سے روایت کی ہے ہر شخص کی قیمت وہ چیز ہے جو اسے حسین بنائے اور آپ کے اسی قول پر شاعر کہتا ہے:

قال علی ابن ابیطالب — وھو اللبیب العالم المتقن

کل امرء قیمتہ عندنا — وعند اھل الفضل مایحسن

ترجمہ علیؑ ابن ابی طالب فرماتے ہیں اور وہ عقل مند اور پختہ عالم ہیں ہر شخص کی قیمت ہمارے اور اصل فضل کے نزدیک وہ چیز ہے جو اسے حسین بنائے۔

اہل شام

آپ نے اپنے اصحاب میں سے ایک گروہ کو جنگ صفین کے دنوں اہل شام کی مذمت کرتے ہوئے سنا (تو فرمایا) میں تمھارے لیے اچھا نہیں سمجھتا کہ تم سب وشتم کرو لیکن اگر تم ان کے حالات بیان کرو تو درست بات ہوگی اور زیادہ بلیغ عذر ہوگا اور اگر یہ کہو (تو بہتر ہے) خدایا ان کے اور ہمارے خون محفوظ کر۔ ہمارے اور ان کے درمیان صلح

قرار دے اور انھیں گمراہی سے ہدایت دے تاکہ وہ شخص حق کو پہچان لے جو جاہل ہے اور لغویات سے رک جائے جن میں وہ پڑا ہوا ہے اور امام احمد نے مسند میں ذکر کیا ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) شریح بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس اہل شام کا ذکر ہوا جبکہ آپ عراق میں تھے تو آپ سے کہا گیا کیا آپ ان پر لعنت نہیں کرتے۔ فرمایا کہ نہیں میں نے رسول اللہؐ کو کہتے[1] سنا تھا کہ ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس آدمی ہیں۔ جب ان میں سے ایک مر جاتا ہے تو خداوند عالم اس کی جگہ دوسرا بدل دیتا ہے۔ ان کے ذریعے بارش ہوتی ہے اور ان کے ذریعے دشمن پر نصرت و مدد حاصل ہوتی ہے اور انھیں کی وجہ سے اہل شام سے عذاب کو پھیر دیا جاتا ہے۔

خوفِ ظلم

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں نے امیر المومنینؑ کو ایک دن کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں سعدان بوٹی کے کانٹوں پر رات بیداری سے گزاروں اور یا مجھے بیڑیوں میں جکڑ کر کھینچا جائے تو یہ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں خدا سے ملاقات کروں اس حالت میں کہ میں نے اس کے کچھ بندوں پر ظلم کیا ہو یا مال دنیا میں سے کوئی چیز غصب کی ہو اور میں کسی پر کیسے ظلم کر سکتا ہوں حالانکہ نفس کہنگی کی طرف جلدی پلٹ رہا ہے اور ایک طویل مدت تک اسے مٹی میں رہنا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے سات بادشاہیاں ان چیزوں سمیت جو ان کے آسمانوں کے نیچے ہے دے دی جائیں اس بات کے لیے میں خدا کی نافرمانی کروں، ایک چیونٹی کے بارے میں کہ اس کے منہ سے جو کا دانہ چھین لوں تو میں ایسا نہیں کروں گا اور بے شک تمہاری دنیا میرے نزدیک اس پتے سے حقیر ہے جو مکڑی کے منہ میں ہوتا ہے۔

---

[1] یہ روایت مؤلف نے اپنے عقیدہ کے مطابق لکھی ہے۔ اگر روایت پر ذرا غور کرتے تو تہہ تک پہنچ جاتے کہ جناب رسول اللہؐ کے وصال تک تمام شامی کافر تھے لہٰذا یہاں قطب کی موجودگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت ابوذرؓ

شعبی نے ابی اراکہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوذرؓ ربذہ کی طرف جلاوطن کیے گئے تو حضرت علیؑ نے انھیں ایک خط لکھا:

امابعد اے ابوذر تم تو خداوند عالم کے لیے غضب ناک ہوئے پس اسی سے امید رکھو جس کے لیے غضب ناک ہوئے ہو۔ یہ لوگ اپنی دنیا پر تم سے ڈرتے ہیں اور تم اپنے دین کے بارے میں ان سے خوف کھاتے ہو پس ان کے لیے چھوڑ دو وہ چیز جس کے لیے وہ تم سے ڈرتے ہیں اور جس چیز کا تمھیں ان سے خوف ہے اس کو لے کر بھاگ جاؤ۔ پس وہ لوگ کس قدر محتاج ہیں اس چیز کی طرف جو تم نے ان سے روک لی ہے۔ اور تم کس قدر بے پرواہ ہو اس چیز سے جو انھوں نے تم سے روکی ہے اور عنقریب تمھیں کل معلوم ہوگا کہ کس سے نفع حاصل کیا اگر آسمان و زمین کسی شخص کے اتفاق کرلیں اور وہ خدا سے ڈرے تو خداوند عالم ان سے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دیتا ہے۔ تجھے صرف حق سے انس اور باطل سے نفرت ہونی چاہیے اور اگر تم ان کی دنیا قبول کر لیتے تو وہ تم سے محبت کرنے لگتے اور اگر دنیا کا قرضہ ان سے لیتے تو تمھیں امین سمجھتے!

قدر و قضا

شعبی نے ضرار بن حمزہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا جو کچھ مقدر ہو چکا ہے اس پر راضی رہنا اطاعت حکم ہے۔ ضرار کہتے ہیں اور آپ نے فرمایا لوگ کسی چیز کے متعلق جب یہ کہتے ہیں کہ کس قدر عمدہ ہے تو قدر و قضا اور زمانہ اس کے برے دن کو ظاہر کر دیتے ہیں۔

اور والبی نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے قدر کے متعلق سوال کیا مجھے بتائیے کہ قدر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایک تاریک راستہ ہے اس پر نہ چلو۔ پھر اس نے کہا کہ قدر کے متعلق مجھے بتائیے فرمایا خدا کا راز ہے اسے فاش نہ کرو۔ پھر اس نے کہا کہ قدر

کے متعلق مجھے خبر دیں تو فرمایا گہرا سمندر ہے اس میں داخل نہ ہو۔ پھر فرمایا اے سوال کرنے والے خدا نے تجھے جیسا تو نے چاہا ہے پیدا کیا ہے یا جس طرح اس نے چاہا ہے کہنے لگا جیسا اس نے چاہا۔ فرمایا تیرا دایاں ہاتھ تیری چاہ کے مطابق ہے یا اس کے چاہنے کے کہنے لگا اس کی چاہ پر ہے۔ پھر فرمایا کیا تیری مشیت خدا کی مشیت کے اوپر ہے یا اس کی مشیت کے ساتھ ہے یا اس کی مشیت سے الگ ہے۔ اگر تم کہو کہ اس کی مشیت کے اوپر ہے تو تم نے اللہ پر غالب ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اگر کہو کہ اس کی مشیت کے ساتھ ہے تو تم نے شرکت کا دعویٰ کیا اور اگر کہو کہ تمہاری مشیت اس کی مشیت سے الگ ہے تو تم نے اس کی مشیت کے بجائے اپنی مشیت کو کافی سمجھا۔ پھر آپ نے فرمایا لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ جب وہ شخص یہ فقرات کہہ چکا تو کہنے لگا اے امیر المومنینؑ ان کی تفسیر مجھے بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی نافرمانی سے اس کے بچاؤ کے بغیر نہیں بچا جا سکتا اور اس کی اطاعت پر اس کی مدد کے بغیر قوت حاصل نہیں ہوتی۔ کیا تو اللہ کے متعلق کچھ سمجھا ہے۔ کہنے لگا ہاں آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تمہارا بھائی اب مسلمان ہوا ہے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرو۔

توحید

عطیہ عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امیر المومنینؑ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں تو اس کی عبادت کرتا ہوں جسے نہیں دیکھا اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس رب کی عبادت نہیں کرتا جسے نہ دیکھا ہو تو وہ شخص کہنے لگا کس طرح آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا کہا آپ کیسے اسے دیکھتے ہیں؟ فرمایا کہ انسانی آنکھیں اسے عینی مشاہدہ کے طور پر ادراک نہیں کر سکتیں بلکہ دل حقائق ایمان کے ساتھ اس کا ادراک کرتا ہے۔ وہ چیزوں سے قریب ہے ان سے ملا ہوا نہیں، ان سے دور ہے ان سے جدا بھی نہیں۔ وہ متکلم ہے نہ فکر سے اور وہ ارادہ کرتا ہے نہ سوچ کر، وہ صانع ہے آلہ سے نہیں، وہ لطیف ہے اسے خفا سے متصف نہیں کیا جا

سکتا۔ وہ کبیر ہے اس کی نعت جفا نہیں، وہ بصیر ہے لیکن حاقہ نہیں، وہ رحیم ہے لیکن رعونت یا رقت سے نہیں۔ چہرے اس کی عظمت پر جھکتے ہیں اور دل اس کے خوف سے دہل جاتے ہیں۔

خطوط برائے امرائے لشکر

اس کو شعبی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ سلام علیک۔ اما بعد اگر یہ مختصر گروہ اطاعت کی طرف پلٹ آئے تو ہی وہ چیز ہے جسے میں چاہتا ہوں اور اگر انھیں نافرمانی بدبختی کی طرف کھینچ لے جائے تو ان لوگوں کو ساتھ لے کر اٹھ جو تیری اطاعت کرتے ہیں ان کے مقابلے میں جو نافرمان ہیں اور مدد طلب کر ان لوگوں سے جو تیرے مطیع ہیں ان کو چھوڑ کر جو تجھ سے پہلوتہی کرتے ہیں کیونکہ جس کو مجبوراً لایا جائے اس کا غائب رہنا حاضر ہونے سے بہتر ہے اور اس کا عدم وجود سے بہتر ہے اور اس کا بیٹھا رہنا اٹھنے سے بے پرواہ کر دیتا ہے!

علم نجوم

عکرمہ نے ابن عباس سے اور شعبی نے اراکہ سے روایت کی ہے کہ جب امیر المومنینؑ مقام ابنار یا کوفہ سے خوارج کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے نہروان کی طرف مڑے تو آپ کے ساتھ مسافر بن عوف بن احمر بھی تھا اور وہ علم نجوم میں درک رکھتا تھا۔ اس نے عرض کی اے امیر المومنینؑ آپ اس ساعت میں کوچ نہ کیجئے' دن کی تیسری ساعت میں کوچ کریں۔ آپ نے فرمایا کیوں؟ وہ کہنے لگا کہ اگر آپ اس ساعت میں چلے تو آپ اور آپ کے ساتھی سختی و مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے اور اگر تیسری ساعت میں چلے تو کامیاب و کامراں ہوں گے تو آپ نے فرمایا اللہ وہ ہے کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور مومنین کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔ خداوند عالم نے اپنے نبیؐ سے فرمایا ہے کہہ دو کہ میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر جو خدا چاہتا ہے اور اگر میں غیب کو جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور برائی مجھے چھو نہ سکتی۔ اور میں نے رسول اللہؐ کو کہتے

ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی نجومی یا کاہن کی تصدیق کرے گویا اس نے اس چیز کو جھٹلایا جو محمدؐ پر نازل ہوئی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کافر ہے اور میں نے آپ کو کہتے سنا مجھے اپنی امت سے دو چیزوں کا خوف ہے نجومی کی تصدیق کرنا اور قضا و قدر کو جھٹلانا۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میری اس گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے۔ کہنے لگا اگر میں حساب کروں تو جان سکوں گا۔ آپ نے فرمایا جو شخص تیرے اس قول کی تصدیق کرے اس نے قرآن کی تکذیب کی۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ بیشک اللہ کے پاس ہے علم الساعۃ (قیامت کا علم) الخ جس چیز کے علم کا تو نے دعویٰ کیا ہے اس کا تو رسول اللہؐ نے بھی ذکر نہیں کیا پس جو تیرے قول کی تصدیق کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو خدا کے علاوہ اور شرکاء کا قائل ہو۔ خدایا کوئی نیک فال نہیں ہے مگر تیری فال اور کوئی اچھائی نہیں ہے مگر تیری طرف سے اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اے ابن احمر! ہم تیری تکذیب کرتے اور مخالفت کرتے ہیں اور اسی ساعت میں کوچ کرتے ہیں جس سے تو نے روکا ہے پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم علم نجوم کے سیکھنے سے بچو مگر جس سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں رہبری حاصل کی جائے۔ نجومی کافر ہے اور کافر آتش جہنم میں ہے۔ اے احمر کے بیٹے خدا کی قسم اگر مجھے یہ خبر پہنچی کہ تم آج کے بعد علم نجوم میں غور و خوض کرتے ہو تو میں تمھیں بہتان باندھنے والے شخص کی طرح کوڑے لگاؤں گا اور تمہاری اور اپنی زندگی بھر تمھیں قید میں رکھوں گا اور تجھے بخشش سے محروم کر دوں گا اور جب تک تم زندہ اور میں حکمراں رہا۔ پھر آپ اسی ساعت میں چلے جس میں اس نے منع کیا تھا اور خوارج پر فتح پائی اور انھیں ہلاک کر دیا۔ پھر فرمایا ہم نے تو کسریٰ و قیصر کے تبع و حمیر کے شہر اور باقی تمام شہر بغیر نجومی کے کہنے سے فتح کیے ہیں۔

لوگو! اللہ پر توکل رکھو اسی سے ڈرو اور اسی پر اعتماد رکھو۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر ہم اس ساعت میں چلتے جس کا اشارا نجومی نے کیا تھا تو لوگ کہتے کہ ہمیں نجومی کے کہنے پر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ پس اللہ پر بھروسہ رکھو اور جانو کہ یہ ستارے تو چراغ ہیں کہ جنھیں زینت اور شیاطین کو مارنے کے لیے بنایا گیا ہے اور خشکی اور سمندر کی تاریکیوں

میں ان سے رہبری لی جاتی ہے۔

اور نجومی تو رسولوں کی ضد ہیں اور یہ تکذیب کرتے ہیں اس چیز کی جو رسول خدا کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔ یہ قرآن اور شریعت کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ یہ تو ظاہری انسان کا پردہ ڈال لیتے ہیں اور باطنی طور پر انبیاء کا مذاق اڑاتے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں خدا کہتا ہے۔ ان کی اکثریت اللہ پر ایمان لانے کا دعویٰ نہیں کرتی مگر یہ کہ وہ مشرک ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ابن احمر نے کہا اے امیر المومنینؑ آپ اس ساعت میں نہ جایئے۔ آپ نے فرمایا کس لیے وہ کہنے لگا چونکہ قمر درعقرب ہے۔ آپ نے فرمایا ہمارا قمر یا ان کا! اور یہ بہترین جواب ہے۔

قضائے حوائج کا تذکرہ

حسن بصری نے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے جریر بن عبداللہ بجلی سے فرمایا اے جریر خداوند عالم کسی بندے پر کسی نعمت کا انعام نہیں کرتا مگر یہ کہ لوگوں کی حاجتیں اسکی طرف زیادہ ہو جاتی ہیں۔ پس جو ان میں قیام کرے اللہ کی پسند کے مطابق تو اس نے اس نعمت کو بقا کے سامنے پیش کر دیا اور جو کوتاہی کرے اس میں جسے خدا دوست رکھتا ہے تو اس نے اپنی نعمت کو زوال کے لیے پیش کیا ہے۔

آپ کا کلام والدین سے نیکی کرنے کے بارے میں

کمیل بن زیاد نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ والدین سے نیکی کرنے کی نصیحت فرمایا کرتے اور کہتے تھے اے بیٹا تمھیں ان دونوں سے نیکی کرنا چاہیے کیونکہ ان کی دعائیں معاملہ سنوارتی اور بگاڑتی ہیں۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں ہمارے اساتذہ نے اس موضوع کے کئی حصص کیے ہیں خبر دی۔ (حذف اسناد کے ساتھ) امام حسن بن علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں ایک رات اپنے والد بزرگوار کے ساتھ طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھا جبکہ آوازیں خاموش اور

آنکھیں سو چکی تھیں۔ تو آپ نے ایک پکارنے والے کی پکار کو سنا جو دردناک آواز میں کہہ رہا تھا۔

یا من یجیب المضطر فی الظلم
یا کاشف الضر و البلوی مع الالم
قد نام وفدک حول البیت وانتبھوا
یدعوا و عینک یا قیوم لم تنم
ھب لی بجود فضل العفو عن جرمی
یا من الیہ اتی الحجاج فی الحرم
ان کان عفوک لا یرجوہ ذو سرف
فمن یجود علی العاصین بالکرم

ترجمہ: اے وہ جو تاریکیوں میں مضطر کی دعا کو قبول کرتا ہے اور وہ جو ضرر مصیبت اور درد کو دور کرتا ہے۔ تیری بارگاہ میں آنے والے تیرے گھر کے گرد سونے کے بعد بیدار ہو کر تجھ سے دعا کر رہے ہیں اے قیوم ذات حالانکہ تو نہیں سوتا۔ اپنے جود و سخا کے زیادہ عفو سے میرے جرم کو بخش دے اے وہ کہ حرم میں جس کے پاس حاجی آئے ہیں اور اگر اپنے نفس پر ظلم کرنے والا تیرے عفو کی امید نہ رکھے تو گنہگاروں پر کون کرم کی بارش کرے گا!

امام حسنؑ کہتے ہیں کہ مجھے فرمایا اے بیٹا کیا اپنے گناہ پر بلند آواز سے رونے والے کی آواز تم نہیں سن رہے جو اپنے رب سے معافی طلب کر رہا ہے' جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ۔ میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا رسول اللہؐ کے چچا زاد بھائی تمھیں بلا رہے ہیں۔ وہ کہنے لگا سمعاً و طاعاً یعنی میں ان کے حکم کو سننے اور ان کی اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے سلام کیا آپؑ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد فرمایا تیرا نام کیا ہے۔ کہنے لگا منازل بن لاحق۔ آپ نے فرمایا تو عرب ہے اس نے کہا کہ ہاں' تو فرمایا تیری کیا حالت اور داستان ہے وہ رو پڑا

اور کہنے لگا کیا قصہ ہے اس کا جسے گناہوں نے (ہلاکت کے) سپرد اور عیبوں نے قید کرلیا ہے۔ آپ نے فرمایا تفصیل سے اپنے حالات بتاؤ۔ کہنے لگا میں ایک نوجوان تھا جو لہو و لعب اور خوشی میں لگا ہوا تھا۔ میرے والد مجھے وعظ و نصیحت کرتے اور کہتے کہ بیٹا جوانی کی بیہودگیوں اور لغزشوں سے بچو کیونکہ اللہ کی طرف سے حملہ اور ایسے انتقامات ہیں جو ظالمین سے دور نہیں جتنا وہ وعظ و نصیحت میں اصرار کرتا۔ میں اسے مارنے پیٹنے پر مصر ہوتا ایک دن اس نے زیادہ اصرار کیا تو میں نے اسے کافی مارا جس سے اسے تکلیف ہوئی اور اس نے قسم کھائی میں بیت اللہ الحرام کی طرف جاتا اور کعبہ کا غلاف پکڑ کر تیرے لیے بددعا کرتا ہوں پس وہ مکہ میں آیا اور غلافِ کعبہ کو پکڑ کر میرے لیے بددعا کی اور یہ کہا:

یامن الیہ اتی الحجاج قد قطعوا	ارض التهامة من قرب ومن بعد
انی اتیتک یامن لانجیب من	یدعوه مبتلاً بالواحد الصمد
هذا منازل لایرتد عن عققی	فخد بحقی یارحمان من ولدی
ومثل منه بحول منک جانبه	یامن تقدس لم یولد ولم یلد

ترجمہ: اے وہ ذات کہ حاجی زمین تھام کر نزدیک و دور سے عبور کر کے جس کے پاس آتے ہیں۔ میں تیرے پاس آیا ہوں اے وہ واحد وصمد کہ گڑگڑا کر دعائیں مانگنے والے کو ناامید نہیں پلٹاتا۔ یہ منازل میری نافرمانی سے نہیں باز آتے اے رحمان میرا حق مجھے میرے بیٹے سے لے کر دے۔ اپنی قوت سے اس کے جسم کے ایک حصے کو شل کر دے اے وہ ذات جو منزہ ہے نہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی اس سے پیدا ہوا ہے۔

کہنے لگا خدا کی قسم اس کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ مجھ پر یہ مصیبت نازل ہوئی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ پھر اس نے اپنا دائیں طرف کا کپڑا اٹھا کر دکھایا وہ خشک ہو چکا تھا۔ کہنے لگا پھر میں اس کو راضی کرنے کی کوشش میں لگا رہا اور عجز و انکساری ظاہر کرتا رہا۔ اور اس سے کہتا کہ مجھے معاف کر دے۔ اسے مجھ پر رحم آیا اور وعدہ کیا کہ میں اس مقام پر جا کر دوبارہ تیرے لیے دعائے خیر کروں گا۔ میں نے اسے دس ماہ کی حاملہ ناقہ پر سوار کیا اور میں اس کے پیچھے چلا۔ جب ہم وادیٔ ادراک میں پہنچے تو ایک درخت سے ایک پرندہ

اڑا جس سے اونٹنی ڈر گئی اور اس نے اسے پتھروں کے درمیان گرا دیا جس سے اس کا سر ریزہ ریزہ ہو گیا اور وہ مر گیا۔ میں نے اسے وہیں دفن کیا اور مایوس ہو کر آگے بڑھا سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ میں مشہور ہو گیا ہوں کہ باپ کی نافرمانی نے میری یہ حالت کر دی ہے اور میں اسی عذاب میں گرفتار ہوں۔

امام حسنؑ کہتے ہیں کہ اس سے میرے والد گرامی نے فرمایا کہ تجھے بشارت اے مضطر تیری فریاد رسی ہو گئی ہے۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنی تکلیف کی جگہ کو ظاہر کرے۔ آپ نے اس پر کئی بار دعا پڑھی اور اپنے دست مبارک سے اسے مس کرتے رہے۔ پس وہ تندرست ہو گیا۔ جس طرح پہلے تھا۔ قریب تھا کہ وہ شخص خوشی سے دیوانہ ہو جائے۔ اس کے بعد میرے والد گرامی نے اس سے فرمایا۔ اگر تیرے باپ نے تجھ سے دعا کرنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو میں تیرے لیے دعا نہ کرتا' پھر فرمایا: بیٹا والدین کی بددعا سے بچو' کیونکہ ان کی دعا سے زیادتی اور جبران بھی ہوتا ہے اور ہلاکت و تباہی بھی!

قوس قزح

سدی نے اپنے بزرگوں سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے ایک دفعہ آسمان کی طرف نظر کرتے ہوئے قوس قزح دیکھا تو فرمایا تم اسے کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے عرض کی کہ ہم اسے قوس قزح کہتے ہیں۔ فرمایا ایسا نہ کہا کرو بلکہ یوں کہو کہ خدا (قوس) کمان ہے اور غرق ہونے سے امان ہے۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ لوگ قوس قزح ذال کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سخت قسم کی غلطی ہے کیونکہ اس کا نام قوس قزح اس لیے پڑا کہ وہ پہاڑ جس سے لوگ مزدلفہ میں کنکریاں اٹھاتے ہیں اسے قزح کہتے ہیں اور اسی کی طرف منسوب ہے کہ زمانہ جاہلیت میں سب سے پہلے یہ قوس وہاں دیکھا گیا تھا۔

مناظرہ

شعبی اور ابن مسیّب نے روایت کی ہے کہ یہودیوں کا ایک عالم حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے مناظرہ کیا جب لاجواب ہوگیا تو کہنے لگا۔ تم لوگوں نے ابھی اپنے نبی کو دفن بھی نہیں کیا تھا کہ اس میں اختلاف کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا تجھ پر وائے ہو تو جھوٹ بکتا ہے ہم نے رسول میں اختلاف نہیں کیا ہے اور تمھارے تو ابھی دریا کے پانی سے پاؤں بھی خشک نہیں ہوئے تھے کہ موسیٰؑ سے کہنے لگے کہ ہمیں ایک خدا بنا دے۔ پس وہ یہودی مسلمان ہوگیا۔

علوم مختلفہ

مختلف علوم میں جو لئالی منثورہ تھے اپنی رائے کے مطابق ہم نے ذکر کیے اب جو ہم تک آپ کے درر منظومہ پہنچے ہیں ان کو ذکر کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کی طرف جو اشعار منسوب ہیں ان کے متعلق علماء کے ایک گروہ نے جن میں ابراہیم بن محمد علوی ابوالقاسم خطیب موصلی اور عمر بن صافی وغیرہ ہیں۔ انھوں نے اپنی اسناد سے اپنے بزرگوں سے خبر دی اور وہ مختلف فنون میں ہیں۔ ان اشعار میں آپ کا ارشاد ہے جبکہ آپ ولید بن عتبہ کے مقابلے میں جنگ بدر میں آئے اور اسے قتل کیا۔

الم تر ان اللّٰہ ابلی رسولہ

بلاء عزیز ذی اقتدار و ذی فضل

بما انزل الکفار داد مذلۃ

فذاتو ھوانا من اسار و من قتل

وامسی رسول اللّٰہ قد عز نصرہ

وکان رسول اللّٰہ ارسل بالعدل

فجاء برھان من اللّٰہ نیر

مبینۃ ایاتہ و ذوی العقل

فـا امـن اقـوام بـذاک وایـقـنـوا
فـاسـو بـحـمـد اللّٰـه مـجـتـمـع الشـمـل
وانـکـر اقـوام فـزالـت عـقـولهـم
وزادهـم الـرحـمـن خـبـلا عـلـی خـبـل
وامـکـن مـنـهـم یـوم بـدر رسـولـه
وقـومـاً غـضـاماً فـعـلـهـم احـسـن الـفـعـل
بـایـدیـهـم بـیـض خـفـاف جـنـونـهـا
وقـد زیـنـوهـا بـالـجـلاء وبـالـعـقـل
فـکـم جـد لـوامـن دائـص ذی حـمـیـة
صـریـعـاً ومـن شـیـخ کـبـیـر و مـن کـهـل
تـبـیـت عـیـون الـنـائـحـات عـلـیـهـم
تـجـود بـاسـبـاب الـرشـاس وبـالـویـل
نـوائـح تـنـعـی عـتـبـة الـغـی وابـنـه
وشـیـبـة تـغـاه و تـبـکـی ابـاجـهـل
تـغـی ابـن جـدعـان وذالـرجـل بـعـده
سـبـلـه جـری مـبـیـنـة الـشـکـل
تـری مـنـهـم فـی بـئـر بـدر عـصـابـة
زدر نـجـدات فـی الـحـروب و فـی الـعـمـل
فـامـخـر الـدی وارالـجـحـیـم قـراره
مـن الـذل والاغـلال فـی اسـفـل الـسـفـل

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خدا نے اپنے رسول پر احسان کیا وہ احسان ایسی ذات کا تھا جو عزیز صاحب اقتدار اور صاحب فضل تھا۔ کفار کو مقام ذلت میں جگہ دی خواری کا مزا قید و قتل سے انھوں نے چکھا۔ رسول اللہ کی مدد عزت دار بنانے والی تھی اور وہ

عدل وانصاف کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔ اللہ کی طرف سے روشن برہان لے کر آئے جس کی علامات صاحب عقل کے لیے واضح تھیں۔ ایک گروہ ایمان لایا اور اس نے یقین کیا۔ اور الحمد للہ ان کی پراگندگی دور ہوگئی اور ایک گروہ نے انکار کیا ان کی عقل زائل اور خدائے رحمٰن نے ان کی بیوقوفی میں زیادتی کر دی۔ بدر کے دن رسول اور ایک ایسی قوم کو غلبہ دیا جو ان پر غضبناک اور بہترین افعال بجالانے والی تھی۔ ان کے ہاتھوں میں ایسی تلواریں تھیں جن کے نیام خفیف اور وہ جلاء وصیقل سے مزین تھیں انھوں نے کتنے ہی بوڑھوں اور جوانوں کو جو گمراہ اور متعصب تھے پچھاڑ دیا۔ نوحہ کرنے والوں کی آنکھیں ان پر کم و زیاد آنسوؤں کا مینہ برساتی تھیں۔ وہ نوحہ گر گمراہ عتبہ اور اس کے بیٹے شیبہ کی موت کی خبر دیتیں اور ابوجہل کی موت پر روتی تھیں۔ ابن جدعان اور اس کے بعد سبلہ کی موت کی خبریں سنائی تھیں یہ ظاہر کرتیں کہ ان کے بیٹے مارے گئے تجھے بدر کے کنویں میں ایک جنگجو اور حیلہ باز بہادروں کا گروہ پڑا ہوا نظر آئے گا۔ جہنم کے اسفل السافلین طبقے میں بیڑیوں اور ذلت کے ساتھ وہ رہ رہے ہیں۔

ذیل کے اشعار آپ نے جنگ احد کے دن ارشاد فرمائے جبکہ کفار نے کہا کہ ہم نے محمد سے اپنا بدلا لے لیا۔

اللّٰہ ربی وھوا الواحد الصمد

فلیس یشرکہ فی حکمہ احد

وینصر اللّٰہ من والاہ معتمداً

ویمحق الکافرین انغم اذ عندوا

ومن قتلم علی ما کان من دخل

فانھم طابقوا خیراً و قد سعدوا

لھم جنان من الفردوس طیبة

لا یعتریھم بھا حر و لا بروا

قوم وفو الرسول اللّٰہ واحتسبوا

شم العدانین فھم حمزہ الاسد

لیس کقتلاکم ناالله ادخلهم
نار الجحیم علی ابوابها رسل

ترجمہ: اللہ میرا رب ہے وہ بے نیاز ہے حکم کرنے میں اس کا کوئی شریک نہیں خدا اس کی مدد کرتا ہے جو اس پر اعتماد کرے اور اس سے مدد طلب کرے اور کافروں کو ان کے عناد کی بنا پر پیس دیا جاتا ہے اور جنھیں تم نے قتل کیا کینہ کی بنا پر انھوں نے خیر کی مطابقت کی اور سعادت مند ہوئے ان کے لیے جنت فردوس کے پاکیزہ باغات میں جہاں انھیں گرمی اور سردی محسوس نہیں ہوگی اور ایسی قوم ہے جنھوں نے وفا کی رسول سے قرب الٰہی کے لیے جنگ کی وہ عزت مند ہیں جن میں سے حمزہ شیر خدا ہیں۔ وہ تمھارے مقتولوں کی طرح نہیں کہ جنھیں اللہ نے جہنم کی آگ میں ڈالا ہے جس کے دروازہ پر پہریدار ہیں۔

قناعت کے متعلق فرمایا:

لاتخضعن لمخلوق طمعاً ۔۔۔ فان ذاک مضر منک بالدین
واسترزق اللّٰہ صحافی خزانة ۔۔۔ فان ذالک بین الکاف والنون

ترجمہ: مخلوق کے سامنے لالچ کرتے ہوئے نہ جھک، یہ بات تیرے دین کے لیے مضر ہے۔ اللہ سے اس کے خزانہ میں سے رزق طلب کر کیونکہ وہ کاف ونون کے درمیان ہے۔

نیز قناعت کے متعلق ارشاد فرمایا:

اغن عن المخلوق با الخالق ۔۔۔ تغن عن الکاذب والصادق
واسترزق الرحمان من فضل ۔۔۔ فلیس غیر اللّٰہ من رازق

ترجمہ: خالق کے سبب مخلوق سے بے پرواہ ہو جا۔ جھوٹے اور سچے سے بے پرواہ ہو جائے گا خدائے رحمان سے اس کے فضل وکرم سے رزق طلب کر کیونکہ اللہ کے علاوہ کوئی رازق نہیں۔

من ظن ان الناس یغنونه ۔۔۔ لم یک بالرحمٰن بالواثق

اوظن ان الرزق فی کفه زلت به النعلان من خالق

ترجمہ: جو یہ گمان کرے کہ لوگ اسے تونگر بنا دیں گے اسے خدائے مہربان پر وثوق نہیں ہے یا گمان کرے کہ اس کا رزق اس کے قبضے میں ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو بلندی سے گرے۔

مذمت دنیا میں آپ کی طرف یہ شعر منسوب ہے:

ومن یصحب الدنیا یکن مثل قابض

علی الماء فانت فروج الاصاسع

جو دنیا کو اپنا ساتھی بنائے وہ اس شخص کی طرح ہے جو پانی کو اپنی مٹھی میں بند کر رہا ہو کہ اس کی انگلیوں کے شگاف اسی سے خیانت کریں گے۔

نیز اسی مقصد میں یہ شعر بھی ہے:

ماالدھر الایقضة ونوم ولیلة بینها و یوم

زمانہ بیداری اور نیند کا نام ہے جن کے درمیان رات اور دن ہوتے ہیں۔

یعیش قوم و یموت قوم والدھر قاض ماعلیه یوم

ایک گروہ زندگی حاصل کرتا ہے ایک مر جاتا ہے زمانہ ایسا قاضی ہے کہ جسے ملامت نہیں کی جاسکتی۔

نیز اسی مقصد کو اس شعر میں ادا کیا ہے۔

دنیا تحول باھلھا فی کل یوم مرتین

فغدوھا لتجمع وروا حھا شتاب بین

دنیا اپنے رہنے والوں پر ہر دن دو حالتیں بدلتی ہے صبح اس کو جمع کر دیتی ہے اور شام انھیں جدا کر دیتی ہے۔

ذیل کے شعر بھی آپ کی طرف منسوب ہیں:

ولوانا اذا متنا ترکنا لکان الموت راحت کل حی

اگر مرنے کے بعد ہمیں چھوڑ دیا جاتا تو موت ہر زندہ کے لیے باعث راحت

ہوتی۔

ولکنا اذا متنا بعثنا ونسئل بعدہ عن کل شی

لیکن جب ہم مرتے ہیں تو دوبارہ ہمیں زندہ کیا جاتا ہے اور ہر چیز کے متعلق ہم سے سوال ہوتا ہے۔

قناعت کے متعلق فرمایا:

وسن البلاء للبلاء علاقہ ان لا تری لک من ھواک نزوع

مصیبت اور مصیبت کی نشانی یہ ہے کہ تو اپنی خواہش نفس کو نہ چھوڑے۔

العبد عبد النفس فی شھو استھا والحر یشبع تاوہ یجوع

غلام تو وہ ہے جو خواہشات نفس کا غلام ہو اور آزاد شخص کبھی سیر اور کبھی بھوکا رہتا ہے۔

نیز اسی کے متعلق فرمایا:

صبر الفتی لفقرہ یجلہ وبذلہ لوجھہ یذلہ

انسان کا حالت فقر میں صبر کرنا اسے جلیل القدر بنا دیتا ہے اور اس کا اپنی آبرو ریزی کرنا اسے ذلیل کر دیتا ہے۔

الخبر للجائع ادم کلہ والماء ان جف بہ یبلہ

روٹی بھوکے کے لیے سارا سالن ہے اور اگر خشک ہو جائے تو اسے پانی تر کر سکتا ہے۔

وقطعۃ من الحائط تظلہ والموت یاتی بعد ذایتلہ

اور دیوار کا ایک ٹکڑا اس کے سایہ کے لیے کافی ہے اور اس کے بعد موت آتی ہے جو اسے منہ کے بل لٹا دیتی ہے۔

امام غزالی کی کتاب سر العالمین میں میں نے دیکھا ہے کہ اس نے ذیل کے اشعار کی نسبت آپ کی طرف دی ہے۔

المرء فی زمن الاقبال کا الشجرة

وحولها الناس ماوات بها الشمره

بخت واقبال کے زمانہ میں انسان کی مثال درخت کی ہے کہ لوگ اس کے گرد جمع رہتے ہیں۔ جب تک اس میں پھل موجود ہو۔

حتی اذا ماعرت من حملها انصرفوا

عنها ممترتا وقد کانوا بها بورة

جب وہ پھل سے عاری ہو جاتا ہے تو لوگ اس سے نافرمانی کرتے ہوئے مڑ جائیں گے حالانکہ پہلے اس سے نیکی کرتے تھے۔

وھا ولوا قطعھا من بعد ماشفقوا　　　　دھرا علیھا من الاریاح والعنبرة

وہ اس کے کاٹنے پر تیار ہو جائیں گے بعد اس کے کہ ایک زمانہ تک اس پر ہوا اور غبار پڑنے سے بھی ڈرتے تھے۔

قلت مروات اھل الارض کلھم

الا الاقل فلیس العشر من عشره

میں کہتا ہوں چند اشخاص کے علاوہ تمام اہل زمین کی مروت مروت کے عشر عشیر بھی نہیں۔

لا تحمدن امرا حی تجربه　　　　فربما لمریو افق خبر خسره

جب تک کسی شخص کا تجربہ نہ کرلے اس کی تعریف نہ کرا کثر اوقات اس کا تجربہ اس کی دی ہوئی خبر کے موافق نہیں ہوتا۔

قدر وقضا کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اذا عقد القضا علیک عقدا　　　　فلیس بحلہ الا القضاء

جب قضا و قدر تیرے اوپر کوئی گرہ لگا دے تو پھر اسی کو قضا کے علاوہ کوئی نہیں کھول سکتا۔

فمالک قد اقمت بدار ذل　　　　وارحمن اللّٰه واسعة فضاء

تجھے کیا ہو گیا کہ تو ذلت کے گھر میں مقیم ہو گیا ہے حالانکہ اللہ کی زمین کی فضا وسیع ہے۔

تبلغ بالیسیر فکل شئی — من الدنیا یکون له انقضاء

تو تھوڑے سے زادراہ سے مقصد کو پالے گا اور دنیا کی ہر شے فنا ہونے والی ہے۔

نیز اسی مضمون کے متعلق فرمایا:

للناس حرص علی الدنیا بتدبیر — وصفو هالک مخروج بتکدیر

لوگ تدبیر کے ساتھ دنیا پر حریص ہیں حالانکہ دنیا کا صاف پانی گدلے سے ملا ہوا ہے۔

لم یرزقوا ھا فیما رزقوا — لکنما رزقوا ھابا لمقادیر

یہ رزق ان کی عقل کی بنا پر نہیں ملا بلکہ تقدیر کی وجہ سے ملا ہے۔

لو کان عن قوة اوعن مخالطة — طار البزاة بارزاق العصافیر

اگر رزق قوت وطاقت یا مغالطہ کی وجہ سے ہوتا تو باز چڑیا کا رزق لے اڑتا۔

اسی سلسلے میں فرمایا:

مالا یکون فلا یکون بحیلة — ابداً وما ھو کائن سیکون

جس چیز کو نہ ہونا ہے وہ حیلے بہانوں سے نہیں ہو گی اور جسے ہونا ہے وہ ہو کر رہے گی۔

سیکون ماھو کائن فی وقته — واخوا جھالة متعب محزون

جو چیز ہونے والی ہے وہ اپنے وقت پر ہو جائے گی اور جاہل اپنے آپ کو تعب وحزن میں ڈالے رہتا ہے۔

یسعی القوی فلا ینال لبیعه — خطا ویدرک عاجز مرھون

طاقت ور کوشش کرتا ہے لیکن کوشش سے اپنا حصہ نہیں لے سکتا اور عاجز وحقیر اسے پالیتا ہے۔

علم کی فضیلت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

الناس من جهة التمثال اکفاء ابوهم آدم والام حواء

لوگ شکل وشباہت میں برابر ہیں ان کے باپ آدمؑ اور ماں حوا ہیں۔

وان یکن فلم من اصلهم شرفاء یفاخرون به فالطین والماء

اگر ان کی اصل میں کوئی شرف ہے کہ جس پر وہ فخر کریں تو وہ مٹی اور پانی ہے۔

ما الفخر الا لاهل العلم انهم الی الهدی لمن استهدی اولاء

فخر صرف صاحبانِ علم کے لیے ہے جو ہدایت حاصل کرنے والے کے لیے رہبر ہیں۔

وقیمة المرء ماقد کان یحسنه والجاهلون لاهل العلم اعداء

انسان کی قیمت وہ چیز ہے جو اسے حسین بنا دیتی ہے جاہل اہل علم کے دشمن ہیں۔

اور آپ نے فرمایا:

فلا تصحب اخا الجهل و ایاک و ایاه

فکم من جاهل اودی حلیما حین اخاه

جاہل کو اپنا ساتھی نہ بنا اور اس سے بچ کر رہ کتنے جاہل ہیں کہ جنھوں نے صاحبانِ علم کو ہلاک کر دیا جب ان کے ساتھ ان کا بھائی چارہ ہو گیا۔

یقاس المرء بالمرء اذا ما المرء ماشاه

وللشیء علی الشیء علامات و اشباه

جب وہ شخص ایک دوسرے کے ساتھ چلتے ہوں تو ایک کا دوسرے پر قیاس کیا جاتا ہے ایک ایک چیز دوسری کی علامت اور شبیہ ہوتی ہے۔

وللقلب علی القلب ولیک حین یلقاه

اور ایک دل دوسرے کا رہبر ہوتا ہے جب ملاقات ہو جائے۔

رسول اکرمؐ کی وفات پر یہ اشعار آپ نے کہے:

الاطرق الناعی بلیل فراعنی
وارقنی لما استقل منادیا

موت کی خبر دینے والے نے دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا اور مجھے رقت طاری ہوئی جب وہ پکارنے لگا۔

فقلت لہ لمارئیت الذی اغیر رسول اللّٰہ ان کنت ناعیا

جب وہ خبر دینے لگا تو میں نے کہا تو رسول اللہؐ کے علاوہ کس کی موت کی خبر دیتا ہے۔

فحقق ما اشفقت منہ ولم یبل وکان خلیلی عدتی و رجائی

اس نے اس بات کو ثابت کیا جس سے میں ڈرتا تھا اور کوئی پرواہ نہ کی، حالانکہ آپ میرے دوست پشت پناہ اور جائے امید تھے۔

فواللّٰہ ما انسک احمد ماحدت
بی العیس فی ارض وجاوزت و ادیا

پس خدا کی قسم اے احمد مجتبیٰ میں آپ کو نہیں بھولوں گا جب تک زندہ رہا۔

لیبک رسول اللّٰہ جیران طیبۃ
ویبک علی الاسلام عن کان باکیا

مدینہ میں رہنے والے رسول اللہؐ پر روئیں اور اسلام پر گریہ کریں جو رونا چاہتا ہے۔

شعبی کہتا ہے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ امیر المومنینؑ رسول اللہؐ کی قبر پر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے آپ کے علاوہ کسی پر جزع فزع کرنا قبیح ہے اور آپ کے علاوہ کسی کے فقدان پر صبر کرنا جمیل ہے۔ فرمایا:

مافاض دمعی عند نازیۃ الاجعلتک للبکا سبا

کسی مصیبت میں میرے آنسو نہیں بہتے مگر یہ کہ اپنے رونے کا سبب آپ کی جدائی کو قرار دیتا ہوں۔

واذا ذكرتك سامعتك به ۔۔۔۔۔ منى الجنون خفاض والتسكيا

جب میں آپ کو یاد کرتا ہوں تو میری آنکھیں برسنے لگتی ہیں۔

انی اجل شوی حللت به ۔۔۔۔۔ ان لااری بشراه مكتبا

میری نظر میں وہ مقام اس سے جلیل ہے کہ جس میں آپ اترے ہیں کہ میں اس مقام پر حزین ومغموم نظر نہ آؤں۔

آپ نے فرمایا: (دنیا کے بارے میں)

مااحسن الدنيا و اقبالها ۔۔۔۔۔ اذا اطاع اللّٰه من نالها

دنیا اور اس کا اقبال کس قدر اچھا ہے اگر اللہ کی اطاعت کرے وہ شخص جسے دنیا مل گئی ہے۔

من لم يواس الناس من فضله ۔۔۔۔۔ عرض للادبار اقبالها

جو شخص اپنی بچت سے لوگوں کی مدد نہ کرے تو اس نے دنیا کے اقبال کو ادبار کے سپرد کر دیا۔

فاحذر الفقر يا ذالغنى ۔۔۔۔۔ واعط من الدنيا لمن نالها

اے تونگر فقر کے آنے سے بچ اور جو تجھ سے دنیا کی بخشش طلب کرے اسے عطا کر۔

فان ذا العرش العظيم الجزاء ۔۔۔۔۔ يضعف للحبة امثالها

بیشک صاحب عرش عظیم بدلا دینے والا ایک دانہ کے کئی دانے اس جیسے بنا دیتا ہے۔

اور ابن عباس نے کہا جیسا کہ عوفی نے ان سے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے ذیل کے شعر پڑھے اور آپ سے سورۂ فاتحہ کے متعلق سوال کیا۔ (تو فرمایا) کہ یہ سورہ عرش کے نیچے ایک خزانہ ہے اس سے نازل ہوئی۔ اگر میرے سامنے مسند علم بچھا دی جائے تو میں اس سورہ کے فضل کے بارے میں ایک اونٹ کا بار ذکر کروں اور قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ کب اور کس بارے میں اتری ہے پھر یہ اشعار

کہے:

اذا المشکلات تعدین لی کشفت حقائقها باالنظر

جب مشکلات تیرے درپے ہوں تو میں نظر وفکر سے ان کے حقائق کو منکشف کر لیتا ہوں۔

وان بوقت فی خلال الصواب عمیاء لا تعترمین

اگر صحیح نظریہ فکر کے درمیان بجلی جہالت کی چمکے تو بھی مجھے فکر لاحق نہیں ہوتی۔

مقنقه بعیون الامور وحضت علیها نفیس الدرد

وہ امور جن پر نقاب پڑے ہوئے ہیں میں ان پر نفیس موتی (الفاظ) رکھ دیتا ہوں۔

لسانا کشقشقه الارجی اوکا الحسام اذا ماسطر

درآنحالیکہ زبان مثل شقشقہ (مستی کے دوران اونٹ کے منہ سے جو کف نکلتا ہے) ہے یا کاٹنے والی تلوار کی طرح۔

ولست بامعه فی الرجال اسائل هذا ذو اما الخبر

اور میں ہر شخص کے پیچھے جانے والا نہیں کہ اس سے یا اس سے پوچھتا پھروں کہ فلاں بات کیسی ہے۔

ولکننی مدره الاصفرین وجلاب خیر و دفاع شر

لیکن میں تو دل وزبان کا خطیب خیر کو کھینچ کے لانے والا اور شر کو دور کرنے والا ہوں۔

اور صبر کے بارے میں فرمایا:

ولر بما نطق الغتی فنا فست فیه العیون وانه لمموه

اور بعض اوقات انسان بولتا ہے اور آنکھیں اس کو دیکھنا پسند کرتی ہیں حالانکہ وہ گنگ ہوتا ہے۔

ولم بما سکت الغنی عن خصمه حذر الجواب وانه لسفوه

اور بعض اوقات انسان خاموش ہو جاتا ہے دشمن کے جواب کے خوف سے حالانکہ وہ بول سکتا ہے۔

ولربما صبر الغتی عند الاذی　　رفوائده من حره یتاوه

اور بعض اوقات انسان تکلیف کے وقت صبر کرتا ہے حالانکہ اس کا دل اس تکلیف کی گرمی سے آہیں بھر رہا ہوتا ہے۔

اسی مضمون کے متعلق فرمایا:

یمثل ذوالاب فی نفسه　　مصائبه قبل ان تنزلا

عقلمند انسان مصائب کے آنے سے پہلے اپنے نفس میں ان کی تصویر کشی کرتا ہے۔

فان نزلت بغتة لم ترعه　　لما کان فی نفسه مثلا

جب مصائب اچانک اس پر وارد ہو جائیں تو ان سے نہیں گھبراتا کیونکہ ان کی تصویر اس کے دل میں موجود ہوتی ہے۔

رائی الامر یفضی الی اخر　　یصبر اخره اولاً

وہ سمجھتا ہے کہ ایک چیز دوسری تک پہنچاتی ہے تو پہلی چیز کی وجہ سے دوسری پر صبر کرتا ہے۔

وذوالجهل یامن ایامه　　دینی مصارع من تدخلا

اور جاہل شخص زمانہ سے مامون ہو جاتا ہے اور گزرے ہوئے لوگوں کے بچھڑنے کو بھول جاتا ہے۔

فان ندهة حروف الزمان　　ببعض عجائبه اعول

اگر گردش دہرا سے اپنے بعض عجائب میں اچانک گھیرے تو رونے لگتا ہے۔

ولو قدم الصبر فی نفسه　　لعلمه الصبر حسن البلاء

اور اگر وہ پہلے سے اپنے نفس کو صابر بنالے تو صبر اسے مصیبت کو خوبصورتی سے نبھانا سکھا دے۔

شعبی کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ نے ایک شخص کو چلتے ہوئے دیکھا جو اپنے ہاتھوں کو حرکت دیتا اور ناز نخرے سے چل رہا تھا تو آپ نے فرمایا:

یا موثر الدنیا علی دینه والتائه الحیران فی قصده

اے دنیا کو دین پر ترجیح دینے والے اور اپنے مقصد میں حیران و پریشان

اصبحت ترجو الخلا فیها وقد ابرز ناب الموت من حده

تو دنیا میں ہمیشہ رہنے کی امید رکھتا ہے حالانکہ موت نے اپنے دانت حد سے باہر نکالے ہوتے ہیں۔

هیهات ان الموت ذو رسهم من یرحه بها یروده

دنیا کی بقا دور ہے موت کے ایسے تیر ہیں کہ جسے ان سے مارتی ہے اسے واپس پلٹا دیتی ہے۔

لا یشرح الواعظ قلب امرء لم یقدم اللّٰه علی رشده

وعظ کرنے والا اس شخص کے دل کو نہیں کھول سکتا جس کی ہدایت کا خدا عزم نہ رکھتا ہو۔

آپؑ نے اسلام پر گریہ کرنے کے متعلق فرمایا:

لیبک علی الاسلام من کان باکیا فقد ترکت ارکانه و معالمه

جو رونا چاہتا ہے وہ اسلام پر روئے کیونکہ اسلام کے ارکان اور علامات چھوڑ دیے گئے ہیں۔

فقد ذهب الاسلام الابقیة قلیل من الدنیا الذی هو لازمه

تھوڑے سے اسلام کے علاوہ باقی ختم ہو گیا ہے وہ لوگ قلیل ہیں جو اسے اپنائے ہوئے ہیں۔

آپ نے راز کو چھپانے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

ولا تفش سرک الا الیک فان لکل نصیحه نصیحا

اپنے علاوہ کسی کے سامنے اپنا راز فاش نہ کر کیونکہ ہر نصیحت کرنے والے کے

لیے ایک نصیحت کرنے والا ہے۔

فانی رئیت غواۃ الرجال ولا تیر کون او یما صیحی

کیونکہ میں نے گمراہ لوگوں کو دیکھا ہے کہ کسی شخص کو صحیح نہیں رہنے دیتے۔

زمانہ اور دوستوں کی مذمت میں فرمایا:

ھذا زمان لیس اخوانہ یا ایھا المرء باخوان

یہ ایسا زمانہ ہے کہ اس کے بھائی سچے بھائی نہیں۔اے شخص

اخوانہ کلھم ظالم لہ لسانان دو جھان

اس زمانہ کے سب دوست ظالم ہیں ان کی دو زبانیں اور دو رُخ ہیں۔

یلقاک بالبشرو فی قلبہ دائیو ادیہ بکتمان

تجھ سے کشادہ روئی سے ملتا ہے لیکن اس کے دل میں بیماری ہے جس نے اسے چھپا رکھا ہے۔

حتی اذا ماغبت عن عینہ وماک بالزور وبھتان

جب بھی تو اس کی آنکھ سے اوجھل ہوا تو جھوٹ اور بہتان کی بھرمار تجھ پر کرے گا۔

ھذا زمان ھکذا امھلہ تعزعن روئت انسان

اس زمانہ والے ایسے ہی ہیں، تو کسی انسان کو دیکھ کر ہی دھوکا کھا جاتا ہے۔

اپنے مکارم اخلاق کے متعلق فرمایا:

ان المکارم اخلاق معدوۃ فالعقل اولھا والعلم ثانیھا

مکارم گنے چنے اخلاق کا نام ہے پہلا ان میں سے عقل اور دوسرا علم ہے۔

والحلم ثالثھا والعرف رابعھا والعفو خامسھا والصبر سادسھا

تیسرا حلم، چوتھا نیکی، پانچواں عفو و بخشش اور چھٹا صبر ہے۔

والعین تخبر عن عین مورثھا انکان من حزبھا اومن اعادیھا

آنکھ اس سے بات کرنے والے کی خبر دیتی ہے کہ آیا اس کے دوستوں یا

دشمنوں میں سے ہے۔

والنفس تکلف الدنیا و قد علمت ان السلاقه فیها ترک مافیها

نفس دنیا کے لیے تکلیف اٹھاتا ہے حالانکہ اسے علم ہے کہ جو کچھ اس میں ہے اسے چھوڑ جاتا ہے۔

دیکھنے کے بارے میں فرمایا:

وکم نظرة تاوت ابے القلب شهوة فاصبح منها القلب فی الهلکات

کتنی نگاہیں ہیں جو دل کی طرف شہوت کو کھینچ لاتی ہیں جن سے دل ہلاکتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ابولہب کی مذمت میں فرمایا:

ابالهب تبت یداک ابی لهب وتبت یداها تلک حما لته الحطب

اے ابی لہب تیرے ہاتھ شل ہو جائیں اور اس عورت کے ہاتھ جو لکڑیاں اٹھانے والی ہے۔

خذمت نبیا خیر من وصی العطا فکنت کمن با ع السلامة با العطب

تو نے نبی کو چھوڑ دیا جو زمین پر چلنے والوں میں بہترین ہے اور سلامتی کو ہلاکت کے بدلے فروخت کیا۔

وخفت ابی جهل فاصبحت تابعا له و کذاک المراس یتبعه الذنب

تو ابوجہل سے ڈر گیا اور اس کا تابع بن گیا اور دُم سر کے ہی تابع ہوتی ہے۔

فاصبح ذاک الامر عاراً یهیله علیک صبیح الله فی موسم العرب

یہ چیز تیرے لیے ننگ و عار ہے جس کو ظاہر کرتا ہے اللہ کی حجت پیش کرنے والا موسم حج میں عرب کے سامنے۔

ولو کان من بعض الاعادی محمدٌ لحامیت عنه بالرماح و با القضب

اگر محمدؐ تیرے دشمن ہوں تو بھی تجھے ان کی نیزے اور تلوار کے ساتھ حمایت کرنی چاہیے تھی۔

آپ نے فرمایا جبکہ آپ عمرو ابن عبدود کے مقابلے میں نکلے اور عمرو خندق کے دن میدانِ جنگ میں آیا اور مبارز طلب ہوا لیکن اس کے مقابلے میں کوئی بھی نہ نکلا تو عمرو نے کہا:

ولقد بحوت من النداء لجمعکم هل من مبارز

تمہاری جماعت کو آواز دیتے دیتے میری آواز بیٹھ گئی کہ کیا کوئی مبارز ہے۔

ووقفت اذا جبن الشجاع هو اتف القرن المناجز

میں ایسی جگہ کھڑا ہوا جہاں شجاع بزدل ہو جاتا ہے جو مقام ہے جنگ کرنے والے حریف کا۔

انی کذالک لم ازل مقسری نحو الهرا هز

اور میں ہمیشہ جنگوں کی طرف جلدی کرتا ہوں۔

ان الشجاعة للفتی والجود من خیر الغرائز

کیونکہ شجاعت اور سخاوت جوان کی بہترین عادات میں سے ہیں۔

پس رسول اکرمؐ نے فرمایا اے علیؑ جاؤ اس کے مقابلے میں اور میری تلوار ذوالفقار لے جاؤ۔ آپ نے دعا کی تو حضرت علیؑ اس کے مقابلے میں نکلے اور فرمایا:

لا تعجلین فقد اتاک مجیب صوتک غیر عاجز

جلدی نہ کر تیری آواز کا جواب دینے والا آ گیا جو عاجز و کمزور نہیں۔

ذو نیة و بصیرة والصدق منجا کل فائز

جو نیک نیت اور صاحب بصیرت ہے اور سچائی پر کامیاب ہونے والے کے لیے نجات کی جگہ ہے۔

انی لارجو ان اقیم علیک نائحة الجنائز

میں امید کرتا ہوں کہ تجھ پر نوحہ کرنے والی عورتوں کو کھڑا کر دوں گا جو جنازوں پر نوحہ کرتی ہیں۔

من ضربة بخلاء یسمع عندنا حوت الهزاهز

ایسی وسیع ضرب کے ساتھ کہ جس کے پڑنے کے وقت تمام جنگوں کی آواز آنے لگے گی۔

پھر دونوں طرف سے وار چلے تو حضرت علیؑ نے عمرو کو قتل کر دیا پھر واپس لوٹتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

اعلی یقتحم الفوارس هکذا　　　وتنوء عنها اسرتی و صحابی

اے علیؑ شاہسوار اسی طرح میدان جنگ میں گھس جاتے ہیں اور میرے قبیلہ والے اور صحابی دور ہٹتے ہیں۔

علم بن عبد حین البصر صارحی　　　یهتزان الامر غیر لعاب

عبدود کے بیٹے کو معلوم ہو گیا جب اس نے میری کاٹنے والی تلوار کو حرکت کرتے دیکھا کہ یہ بات کھیل نہیں۔

عبد الحجارة من سفاته رایه　　　وعبدت رب محمد بصوات

اس نے اپنی احمقانہ رائے سے پتھر کی عبادت کی اور میں نے درست رائے سے محمدؐ کے رب کی عبادت کی۔

لا تحسبو الرحمٰن خاذل دینه　　　ونبیه یا معشر الاحزاب

اے گروہِ احزاب یہ نہ کہنا کہ خدائے رحمٰن اپنے دین اور نبی کو چھوڑ دے گا اور مدد نہیں کرے گا۔

وفاۃ حسرت آیات

علماء تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ اپنے قاتل کی تاخیر کا اظہار کرتے اور فرماتے' کب اٹھے گا اس امت کا بدترین شخص۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا اے علیؑ کیا جانتے ہو کہ اولین کا بدترین شخص کون تھا۔ میں نے عرض کی کہ خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا (ناقہ) صالح کی کونچیں کاٹنے والا۔ پھر فرمایا جانتے ہو کہ آخرین کا

بدترین کون ہے میں نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا جو اس کو اس سے خضاب کرے گا۔ یعنی تیری داڑھی کو سر کے خون سے! نیز یہی روایت احمد کے بیٹے عبداللہ نے اپنی کتاب زہد میں اپنی سند سے اپنے باپ سے نقل کی ہے اور امام احمد نے مسند میں کہا ہے (حذف سند کے ساتھ) زید بن وہب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ کی خدمت میں اہل بصرہ کے خارجیوں کا ایک وفد حاضر تھا ان میں ایک شخص تھا جس کا نام عبدہ بن نعجہ تھا۔ تو وہ (خبیث) آپ سے کہنے لگا خدا سے ڈرو آپ مرنے والے ہیں آپ نے فرمایا بلکہ میں شہید ہونے والا ہوں اس پر ضرب لگے گی جس سے یہ خضاب ہو گی یعنی ریش مبارک سر کی ضربت سے۔ یہ ایک عہد کیا گیا ہے اور فیصلہ ہو چکا ہے اور غائب و خاسر ہے وہ جو افترا باندھے ابونعجہ نے آپ کے لباس کی درشتی پر آپ کو عتاب کیا تو فرمایا یہ تکبر سے دور اور اس قابل ہے کہ مسلمان اس کی اقتدا کریں۔

امام احمد نے مسند میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) فضالہ بن ابوفضالہ انصاری سے روایت ہے اور یہ ابوفضالہ اہل بدر میں سے تھا۔ فضالہ کہتا ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت علیؑ کی عیادت کے لیے گیا۔ اس مرض میں جس میں آپ مبتلا ہوئے اور پھر اس سے صحت یاب ہو گئے تھے تو میرے باپ نے آپ سے کہا کہ آپ جہینہ کے اعراب میں قیام کیوں کئے ہوئے ہیں آپ مدینہ کی طرف کوچ کیجئے' اگر آپ کی اجل آ گئی تو آپ کے ساتھی اور قرآن کے قاری آپ کے متولی بنیں گے اور آپ پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ رسول اکرم نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک یہ اس سے خضاب نہیں ہو گی۔ یعنی آپ کی ریش مبارک سر کے خون سے یہ ابوفضالہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی معیت میں شہید ہوئے۔

اور ہمیں (مؤلف) میرے جد مادری ابوالفرج نے خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابوطفیل عامر بن واثلہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا۔ تو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی بھی آیا۔ آپ نے دو مرتبہ اسے واپس کیا۔ پھر وہ آیا

تو آپ نے فرمایا اس امت کے شقی ترین کو کیا چیز روکے ہوئے ہے کہ خضاب کرے یا رنگے اس کو اس سے۔ پھر آپ نے یہ دو اشعار تمثیل کے طور پر کہے:

اشدد حیازیمک للموت فان الموت لاقیک
ولا تجزع من الموت اذا حل بوادیک

(اپنی کمر موت کے لیے مضبوطی کے ساتھ کس لے کیونکہ موت تجھ سے ملاقات کرنے ہی والی ہے اور موت سے نہ گھبرا جب تیری وادی میں آ کر اترے)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ابن ملجم کو دو یا تین مرتبہ واپس کیا پھر اس کی بیعت لے لی۔ اس کی بیعت کے وقت فرمایا اس امت کے شقی ترین شخص کو کس نے روک رکھا ہے۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے وہ ضرور اس کو اس سے خضاب کرے گا اور آپ نے اپنا ہاتھ ریش مبارک اور سر مبارک پر رکھا اور مندرجہ بالا دونوں شعر کہے۔

اور ابن سعد نے کہا ہے حذفِ اسناد کے ساتھ کہ آپ کی خدمت میں قبیلہ مراد کا ایک شخص آیا جب کہ آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے تو کہنے لگا اپنی حفاظت کیجیے کیونکہ قبیلہ مراد کے کچھ لوگ آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں جب تک اس کی تقدیر نہیں آتی اور جب تقدیر آ جاتی ہے تو وہ اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور اجل ایک حفاظت کرنے والی ڈھال ہے۔

ایک اور روایت آپ سے ہے آپ نے فرمایا میری آنکھ لگ گئی تو رسول کریمؐ میرے سامنے آئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کیا مصیبتیں میں نے آپ کی امت کے ٹیڑھے پن اور جھگڑوں میں پائی ہیں تو فرمایا ان کے لیے بددعا کرو تو میں نے کہا کہ خدا ان کے بدلے مجھے ان سے بہتر دے اور میرے بدلے خدا انھیں برائی دے۔ پس چند دن بعد ابن ملجم نے آپ کو ضربت لگائیں۔

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے مرادی (ابن ملجم) سے

کہا جب وہ آپ سے عطا لینے کے لیے آیا:

اریـد جـائـه و یـریـد ثـقـلـی　　　غدیرک من خلیلک من مرادی

میں اس پر بخشش کرنا چاہتا ہوں وہ میرا قتل چاہتا ہے تیرے مرادی ساتھی سے کون تیرا عذر قبول کرے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ابن ملجم نے کہا اے امیر المومنین مجھے ایک گھوڑا سواری کے لیے عطا فرمائے۔ آپ نے ابلق گھوڑا اسے دیا۔ وہ اس پر سوار ہو کر جب واپس مڑا تو آپ نے مندرجہ بالا شعر فرمایا۔

ابو سعد کہتا ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) کہ حضرت علیؑ نے فرمایا تم میں سے بد ترین شخص کو کیا چیز روکے ہوئے ہے کہ آئے اور مجھے قتل کر لے خدایا میں نے انھیں تھکا دیا ہے اور انھوں نے مجھے تھکایا ہے پس انھیں مجھ سے اور مجھے ان سے راحت و آرام دے۔

ابن سعد کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبداللہ بن سبیع سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ ضرور یہ اس سے خضاب ہو گی۔ بدترین شخص کو کس بات کا انتظار ہے۔ لوگوں نے کہا اے امیر المومنینؑ ہمیں اس کی خبر دیجئے ہم اس کے قبیلے کو ختم کر دیں۔ فرمایا پھر تو خدا کی قسم تم میرے قاتل کے غیر کو قتل کرو گے۔

ابن سعد کہتا ہے (حذف سند کے ساتھ) ام جعفر حضرت علیؑ کی کنیز سے روایت ہے وہ کہتی ہے میں حضرت علیؑ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی کہ آپ نے اپنا سر بلند کیا اور اپنی ریش مبارک کو پکڑ کر ناک کی طرف بلند کیا اور فرمایا افسوس ہے تیرے لیے کہ تو ضرور میرے خون سے خضاب ہو گی! پس جمعہ کے دن آپ کو ضربت لگی!

سبب شہادت

مورخین کا بیان ہے کہ جن میں سے محمد بن اسحٰق، ہشام بن محمد اور سدی وغیرہ ہیں کہ خارجیوں میں سے تین اشخاص اکٹھے ہوئے:

۱۔　عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی اور وہ قبیلہ حمیر سے ہے اور بعض کہتے ہیں مضر سے۔

۲۔ برک بن عبداللہ تمیمی صریمی اور بعض کہتے ہیں اس کا نام حجاج تھا۔

۳۔ عمرو بن بکر سعدی۔ ان کا اجتماع موسم حج کے ختم ہونے کے بعد مکہ میں ہوا انھوں نے مقتولین نہروان کا تذکرہ کیا کہ جنھیں حضرت علیؑ نے قتل کیا تھا' گریہ کیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی اور کہنے لگے کہ ان کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ وہ ہمارے بھائی تھے۔ انھیں اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت نہیں روک سکی پھر انھوں نے یاد کیا ان تکالیف کو جو لوگوں کو جنگ جمل اور صفین میں (جو حضرت علیؑ و معاویہ اور عمر بن عاص کے درمیان تھی) پیش آئیں اور کہنے لگے کیوں نہ ہم ان کے نفوس بیچ دیں اور آئمہ ضلالت کو قتل کر دیں اور مسلمانوں کے شہروں اور لوگوں کو ان سے نجات اور راحت میں کر دیں اور اپنے بھائیوں کے خون کا بدلا بھی لے لیں تو ابن ملجم کہنے لگا ابو طالبؑ کے بیٹے کو میں اپنے ذمے لیتا ہوں اور برک نے کہا میں معاویہ کے لیے کافی ہوں اور عمر نے کہا میں عمرو بن عاص کے لیے۔ پس وہ کعبہ میں داخل ہوئے اور کعبہ میں بیٹھ کر انھوں نے ایک دوسرے کے سامنے قسمیں کھائیں' معاہدہ کیا اور عقد باندھا کہ ان میں سے کوئی بھی اپنے صاحب سے کہ جس کی طرف جا رہا ہے پیچھے نہیں ہٹے گا۔ جب تک کہ اسے قتل نہ کر لے یا اس کے سامنے خود قتل نہ ہو جائے۔ پھر انھوں نے اپنی تلواریں اٹھا لیں۔ انھیں زہر آلود کیا اور طے کیا کہ سترہ ماہ رمضان کو ہمارا اجتماع ہو۔ (یعنی اس تاریخ کو اپنا اپنا کام کریں) اور پھر ہر شخص اسی جانب روانہ ہوا جس کا وہ ارادہ رکھتا تھا۔ پس ابن ملجم نے کوفہ کا قصد کیا۔ اس کی اس کے ساتھی خارجیوں سے ملاقات ہوئی لیکن ان سے اس نے اپنا ارادہ ملتوی رکھا۔ یہ ان سے ملتا وہ اس کے پاس آتے' لیکن خاموش رہتا کہ کہیں وہ یہ بات ظاہر نہ کر بیٹھے جس کے لیے وہ یہاں آیا ہے۔ یہ ایک دن بنی تیم رباب میں جو اس کے ساتھی تھے ان سے ملنے گیا اور جنگ نہروان میں حضرت علیؑ نے ان کے کچھ آدمی قتل کیے تھے پس ابن ملجم نے ان میں ایک عورت دیکھی۔ جسے قطعامہ بن شجنہ بن عدی بن

عامر کہتے تھے' حضرت علیؑ نے جنگ نہروان میں اس کے باپ اور بھائی کو قتل کیا تھا۔ وہ حد درجہ حسین تھی۔ یہ اس پر عاشق ہو گیا اور وہ اس کے دل و دماغ پر چھا گئی۔ وہ کام اسے بھول گیا جس کے لیے یہ آیا تھا۔ پس اس نے اس کی خواستگاری کی تو وہ کہنے لگی میں اس وقت تک تجھ سے شادی نہیں کروں گی جب تک تو تین ہزار درہم' ایک غلام' ایک کنیز اور علی ابن ابی طالب کو قتل نہ کرے۔ اس نے کہا درہم غلام اور کنیز تو تجھے دوں گا باقی رہا ابی طالب کے بیٹے کا قتل تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ بیان کرنے کے بعد تو مجھے چاہتی ہے کیونکہ میں اسے کیسے قتل کر سکتا ہوں؟ کہنے لگی کہ تو اسے دھوکہ سے قتل کر۔ اگر تو نے اسے قتل کر لیا تو تو نے اپنے اور میرے نفس کو شفا بخشی اور میرے ساتھ تیری زندگی نفع بخش ہوگی۔ اور دوستوں کا بدلا بھی تو چکا لے گا اور اگر تو مارا گیا تو جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے تو وہ کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یہی ارادہ یہاں لے کر آیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ابن ملجم نے اس سے بدکاری کی' جب فارغ ہوا تو اس کا عشق اور بڑھ گیا تو وہ اس سے کہنے لگی خدا کی قسم تو مجھ سے سکون نہیں حاصل کر سکتا جب تک کہ علیؑ کو قتل نہ کرے۔ پھر کہنے لگی میں تیرے لیے ایسا شخص تلاش کروں گی جو تیری اس معاملے میں مدد کرے گا۔ پھر اس نے اپنے قبیلہ تیم رباب سے ایک شخص کو بلا بھیجا جس کا نام وردان بن مجالد تھا۔ اس سے اس معاملہ میں بات چیت کی تو وہ تیار ہو گیا۔ پھر ابن ملجم کے پاس قبیلہ اشجع میں سے ایک شخص آیا اس کا نام شبیب بن بجرہ تھا' وہ ابن ملجم سے کہنے لگا تو شرف دنیا و آخرت چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ کیا ہے۔ وہ کہنے لگا ابو طالب کے بیٹے کا قتل کرنا۔ ابن ملجم نے کہا تیری ماں تیرے ماتم میں روئے تو ایک عجیب بات کہتا ہے کس طرح تو اس تک پہنچ سکتا ہے؟ اس نے کہا میں مسجد میں چھپ کر بیٹھ جاؤں گا جب وہ صبح کی نماز کے لیے نکلے گا تو ہم اس پر سختی سے حملہ کر کے اسے قتل کر دیں گیں پھر اگر ہم بچ نکلے تو کلیجے ٹھنڈے ہو جائیں گے اور ہم اپنا بدلا لے چکے ہوں گے۔ اور اگر ہم قتل ہو گئے تو جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور دائمی ہے۔ اس نے کہا ٹھیک

ہے۔ پھر ابن ملجم قطعامہ کے پاس آیا۔ وہ مسجد جامع میں اعتکاف کیے ہوئے تھی اور ایک خیمہ لگا رکھا تھا پھر ان دونوں نے اسے آ کر یہ بات بتائی۔ وہ کہنے لگی تمہارا کس وقت ارادہ ہے؟ کہنے لگے آج رات اور وہ جمعہ کی رات تھی۔ وہ دونوں اس کے پاس چھپ بیٹھے اور وردان بھی آ گیا۔ قطعامہ نے اس کو ریشم کی پٹیاں باندھیں۔ انھوں نے اپنی تلواریں اٹھائیں اور اس دروازہ کے سامنے جا بیٹھے جہاں سے امیر المومنینؑ آتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ اشعث بن قیس بھی امیر المومنینؑ کے قتل میں شریک تھا۔ پس رات کو یہ لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ حجر بن عدی مسجد میں سوئے ہوئے تھے۔ انھوں نے سنا کہ اشعث ان سے کہہ رہا ہے جلدی کر صبح ہونے والی ہے۔ حجر نے اس سے کہا اے کانے کیا کہتا ہے؟ پھر وہ حضرت علیؑ کی طرف گئے کہ انھیں جا کر بتائیں تو حجر کو معلوم ہوا کہ آپ دوسرے راستے سے چلے گئے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ جب آپ نماز صبح کے لیے گھر سے نکلنے لگے تو بطخیں آپ کے سامنے آ کر چیخنے لگیں۔ آپ نے فرمایا یہ نوحہ کر رہی ہیں۔ جب آپ محراب میں پہنچ گئے تو ان ملاعین نے آپ پر حملہ کر دیا۔ ابن ملجم نے آپ کے سر پر کاری ضرب لگائی اور وردان و شبیب بھاگ گئے اور ابن ملجم چیخنے لگا اے ابو طالب کے بیٹے اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں۔ جب اس نے آپ کے سر پر ضرب لگائی تو حضرت علیؑ نے بلند آواز سے کہا یہ کتا تم لوگوں سے نکلنے نہ پائے۔ پس لوگوں نے اسے حملہ کر کے پکڑ لیا اور وردان قتل ہو گیا اور شبیب نکل بھاگا۔ حضرت علیؑ کو قصر کی طرف اٹھا کر لے گئے۔ آپ نے فرمایا اس شخص کو میرے پاس لے آؤ۔ اس کو حاضر کیا گیا تو آپ نے فرمایا اے دشمن خدا کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں کیا تھا۔ کہنے لگا بیشک۔ آپ نے فرمایا پھر کس چیز نے تجھے اس بات پر اکسایا؟ حضرت علیؑ کا اشارہ آپ کے اس پر احسان کرنے اور ابلق گھوڑا سواری کے لیے دینے کی طرف تھا!

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس سے فرمایا بیشک میں جانتا تھا کہ تو میرا قاتل ہے اور میں نے تجھ سے احسان اس لیے کیا تھا تا کہ خداوند عالم کو تیرے خلاف اپنا مددگار بنا لوں۔ پھر آپ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا اے بیٹا اگر میں فوت ہو جاؤں تو

نفس کے بدلے نفس ہے اسے قتل کر دینا اور اگر میں زندہ رہا تو میں اپنی رائے کا مختار ہوں۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کو ضربت انیسویں کی رات لگی اور آپ جمعہ اور ہفتہ کے دن زندہ رہے اور اتوار کی رات رحلت فرمائی اور بعض کہتے ہیں اتوار کے دن۔ آپ کے دونوں بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر نے غسل دیا اور نماز جنازہ حضرت امام حسنؑ نے پڑھائی اور آپ پر چار اور بعض نے کہا کہ پانچ اور بعض نے چھ یا سات تکبیریں کہیں اور آپ کے پاس رسول اللہؐ کا بچا ہوا حنوط تھا جس سے حنوط دیا گیا اور وقت سحر آپ کو دفن کیا گیا!

آپ کے مقام قبر کے متعلق اختلاف ہے۔ مغیر قول یہ ہے کہ آپ نجف میں دفن ہوئے۔ اس مشہور جگہ میں جہاں آج تک آپ کی زیارت کی جاتی ہے اور یہی قول صحیح ہے اور کافی روایات اس پر موجود ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ آخری کلمہ جو حضرت علیؑ نے فرمایا تھا وہ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ تھا۔ یعنی جو ذرہ برابر بھی نیکی کرے اس کو دیکھے گا۔

واقدی نے زہری سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا جب میں فوت ہو جاؤں تو ابن ملجم کو میرے ساتھ ملحق کرنا تا کہ میں رب العالمین کے پاس اس سے مخاصمت کروں۔ جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو امام حسنؑ نے اسے قتل کرانے کے لیے حاضر کرایا ابن ملجم کہنے لگا۔ کیا آپ میری ایک بات قبول کر لیں گے خدا کی قسم میں خدا کے ساتھ کوئی وعدہ نہیں کرتا مگر یہ کہ اسے پورا کرتا ہوں۔ میں نے تحکیم کے دن خدا سے عہد کیا تھا کہ میں علیؑ اور معاویہ کو قتل کروں گا یا ان کے سامنے مر جاؤں گا۔ پس اگر تم چاہو تو مجھے معاویہ کے لیے چھوڑ دو اور میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ تمھارے پاس لوٹ آؤں گا اور اپنا ہاتھ تمھارے ہاتھ پر رکھوں گا۔ امام حسنؑ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم جب تک کہ تو جہنم کی آگ کو نہ دیکھے!

حضرت امیر المومنینؑ کے سن مبارک کے متعلق مورخین نے چند اقوال پر

اختلاف کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کا سن مبارک ۶۳ سال کا تھا۔ رسول اکرمؐ کی عمر کے برابر۔ یہ قول ابن جریر نے جعفر بن محمدؑ سے نقل کیا ہے اور واقدی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک بھی یہی ثابت ہے۔

واقدی نے کہا ہے کہ آپ کی (ظاہری) خلافت تین ماہ کم پانچ سال تھی۔ کیونکہ آپ کی بیعت ۱۵ ذی الحجہ کے دن ۳۵ھ میں کی گئی اور رمضان ۴۰ھ میں آپ شہید ہوئے۔

ابن جریر نے اپنی تاریخ میں اور ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ جب حضرت علیؑ شہید ہوئے اور عائشہ کو یہ خبر ملی تو انھوں نے یہ شعر پڑھا:

فالقت عصا ھا و استقربھا النخری   کما قھر عینا بالایاب المسافر

اس عورت نے اپنا عصا پھینک دیا اور اس دور کے مقام پر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں جس طرح مسافر واپس لوٹ کر آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔

پھر کہنے لگیں علیؑ کو کس نے قتل کیا ہے۔ لوگوں نے کہا قبیلہ مراد کے ایک شخص نے تو عائشہ نے کہا:

فان یک ھالکا فلقد نصاہ   نعی لیس فی فیہ التراب

اگر وہ مر گیا ہے تو اس کی موت کی خبر ایسے شخص نے دی ہے کہ جس کے منہ میں خاک نہیں!

لوگوں نے عائشہ کی اس بات کا بہت برا مانا اور زینب بنت سلمہ بن ابی سلمہ نے کہا کیا تم علیؑ کے لیے یہ کہتی ہو تو کہنے لگی میں بھول جاتی ہوں مجھے یاد دلا دیا کرو۔

بہت سے لوگوں نے آپ کا مرثیہ کہا ان میں سے ابو اسود دؤلی بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ (ان اشعار کو غور سے پڑھیں)

الا ابلغ معاویہ بن حرب   فلاقوۃ عیون الشامتین

خبردار معاویہ بن حرب کو یہ خبر دے دینا کہ شماتت کرنے والوں کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں۔

ان شھر الصیام فجعتمونا بخیر الناس طرا اجمعینا

کیا روزوں کے مہینہ میں تم نے ہمیں درد پہنچایا ایسے شخص کا جو تمام لوگوں سے بہتر تھا۔

قلتتم خیر من رکب الطایا بّر خیر من رکب السفینا

تمھیں نے قتل کیا اس شخص کو جو خشکی کی سواریوں اور کشتیوں پر سوار ہونے والوں میں سے بہترین تھا۔

ومن لبس النعال ومن تمسسک بالسبع المثانی والمینا

اور ان میں سے بہتر تھا جنھوں نے جوتا پہنا اور جو سبع مثانی (سورہ فاتحہ) اور باقی سورہ قرآنی سے متمسک نہیں۔

لقد علمت قریش حیث کانت بانک خیر ھا صاد و دنیا

قریش جہاں بھی ہوں وہ جانتے ہیں کہ تو (اے علیؑ) ان سے حسب ونسب اور دین کے لحاظ سے بہتر تھا۔

اذا الستقبلت وجہ ابی تراب رئیت البدر حار الناظرینا

جب تو ابوتراب کے چہرے کی طرف متوجہ ہو تو تجھے چودھویں کا چاند نظر آئے گا جو دیکھنے والوں کو حیران کر دیتا ہے۔

امام احمد نے مسند میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ہبیرہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا کہ کل تم میں سے ایسا شخص فوت ہوا ہے کہ جس سے اوّلین سبقت نہیں لے سکے اور آخرین اس مرتبہ کو پا نہیں سکے۔ جناب رسالت مآبؐ اس کو علم دے کر بھیجتے تو جبرئیل ومیکائیل اس کے دائیں بائیں ہوتے وہ اس وقت تک نہ پلٹتا جب تک کہ خدا اس کے ہاتھوں پر فتح نہ دے دیتا۔

واقدی کہتا ہے کہ جب آپ کی شہادت کی خبر صحابہ کو پہنچی تو انھوں نے آپ پر گریہ کیا۔

اور ابو مسعود انصاری نے کہا ہے کہ ہم آپ کو خیر البشر سمجھتے تھے۔

اور ابن ملجم لعین کی مذمت میں طاہر بن محمد نے کہا ہے:

یاضربة من لعین ما اراد بها   الا امام الهدیٰ ظلما و عدوانا

اے لعین کی ضربت کہ جس سے اس کا قصد ظلم وعدوان کی بنا پر امام ہدی کے علاوہ کوئی نہ تھا۔

انی لا ذکره یوما فاثبته   اشقی البریة عند الله خسرانا

میں کسی دن اسے یاد کرتا ہوں تو اللہ کے نزدیک خسران کے لحاظ سے اسے بدترین خلائق سمجھتا ہوں۔

وقال هذا رسول الله سیدنا   وخاتم الرسل اعلاما و اعلاناً

اور یہ بات اعلان واعلام کے طور پر ہمارے آقا خاتم المرسلین نے فرمائی ہے۔

(عمران بن حطان خارجی نے ابن ملجم کی تعریف میں کچھ اشعار کہے تھے)

جب وہ اشعار قاضی ابوالحارث طبری کے پاس پہنچے تو انھوں نے عمران ملعون کے جواب میں یہ اشعار کہے:

انی لابرء مما انت قائله   عن ابن ملجم الملعون بهتانا

میں بری ہوں اس چیز سے جو تو نے بہتان باندھتے ہوئے ابن ملجم ملعون کے متعلق کہی ہے۔

انی لا ذکره یوما فالعنه   دینا والعن عمران بن حطانا

میں کسی دن اسے یاد کرتا ہوں تو دین سمجھ کر اس پر اور عمران بن حطان پر لعنت کرتا ہوں۔

علیه ثم علیک الدهر متصلا   لعائن الله اسرانا و اعلانا

ابن ملجم پر پھر تجھ پر متصل زمانہ بھر اللہ کی لعنتیں ہوں پوشیدہ اور علی الاعلان

فانتم عن کلاب النار جاء به   نص الشریعة برهانا و تبیانا

تم جہنم کے کتے ہو اس پر شریعت کی نص آئی ہے جو برہان واضح ہے۔

قاضی نے اشارہ کیا ہے حضور اکرمؐ کے اس ارشاد کی طرف کہ خارجی اہل جہنم کے کتے ہیں۔

میراثِ امیر المومنینؑ

علماء تاریخ کا اتفاق ہے کہ آپ نے کوئی دینار و درہم نہیں چھوڑے۔

انگشتری

آپ کی انگوٹھی پر یہ نقش تھا:

اللہ الملک علی عبدہ یعنی اللہ ہی اپنے بندہ کا مالک و بادشاہ ہے۔

آپ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اسی طرح امام حسنؑ و امام حسینؑ بھی۔

غلام امیر المومنینؑ

قنبر اور یحییٰ بن ابی کثیر تھے۔ یحییٰ نے اوزاعی سے روایت کی ہے یحییٰ عالم و فاضل تھے اور ان کا بیٹا عبداللہ بن یحییٰ بھی عالم تھا اور آپ کے کچھ اور غلام بھی تھے۔

ازواج

واقدی کہتا ہے جب حضرت علیؑ شہید ہوئے تو آپ نے چار آزاد بیویاں چھوڑیں۔

۱۔ امامہ بنت زینب بنت (ربیبہ) رسول اللہ۔

۲۔ لیلیٰ تمیمیہ۔

۳۔ ام البنین کلابیہ۔

۴۔ اسماء بنت عمیس اور اٹھارہ کنیزیں جو ام ولد تھیں۔

یہ تھیں وہ چیزیں جو آپ کی سیرت کے سلسلے میں ہم نے اس مختصر کتاب میں ذکر کرنے کے لیے انتخاب کی تھیں۔ خداوند عالم آپ کی محبت سے نفع پہنچائے اور ہمیں آپ کے گروہ میں محشور فرمائے!

تذکرہ جعفر بن ابی طالب

ہم نے ابتدا میں چونکہ آپ کے والد بھائی اور بہنوں کے حالات کا تذکرہ کیا تو یہ (مناسب) سمجھا کہ اختتام پر کچھ حالات حضرت جعفر طیار کے ذکر کیے جائیں ہم کہتے ہیں کہ یہ ذکر کر آئے ہیں کہ جعفر کی والدہ فاطمہ بنت اسد ہیں اور یہ کہ جعفر حضرت علیؑ سے دس سال بڑے ہیں۔ وہ ابتدائی مسلمان تھے اور ہجرت کر کے حبشہ میں مقیم رہے یہاں تک کہ ۷ھ میں جنگ خیبر فتح ہوئی تو اس سال وہ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کھڑے ہو گئے اور جعفر سے معانقہ کیا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ کس بات پر زیادہ خوشی کروں جعفر کے آنے یا خیبر کے فتح ہونے پر یہ بات ابو نعیم نے حلیہ میں ابو ہریرہ سے ذکر کی ہے۔ نبی اکرمؐ نے جعفر سے فرمایا تم خلقت اور خلق میں میرے مشابہ ہو۔ ابو ہریرہ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ جعفر کو ابو المساکین کہتے تھے کیونکہ جعفر مساکین وفقراء سے محبت کرتے' انھیں کھانا کھلاتے اور ان کے پاس بیٹھ کر ان سے رفق و مدارات کرتے تھے ان کی مشہور کنیت ابو عبد اللہ تھی۔

ہجرت حبشہ

امام احمد نے مسند میں کہا ہے (حذفِ سند کے ساتھ) جناب ام سلمہ سے روایت ہے کہ جب ہم زمین حبشہ میں پہنچے ہم بہترین پڑوسی نجاشی کے پڑوس میں اپنے دین پر مامون تھے اللہ کی ہم عبادت کرتے اور کوئی ہمیں اذیت نہ پہنچاتا۔ جب یہ خبر قریش کو ہوئی تو انھوں نے مشورہ کیا کہ ہمارے سلسلے میں نجاشی کے پاس دو سخت قسم کے آدمی بھیجیں اور نجاشی کے پاس کچھ عمدہ قسم کے ہدیے مکہ کی چیزوں میں سے بطور ہدیہ پیش کریں پس انھوں نے بہت سا چمڑا جمع کیا اور اس کے قائدین لشکر میں سے کوئی قائد ایسا

نہ چھوڑا کہ جس کے پاس ہدیہ نہ بھیجا ہو اور یہ سب چیزیں انھوں نے عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی اور عمرو بن عاص کی وساطت سے بھیجیں اور ان سے کہا کہ ہر قائد و مشیر کو یہ ہدیہ پیش کریں۔ قبل اس کے کہ مہاجرین کے متعلق کوئی بات نجاشی سے کرو' پھر نجاشی کے پاس ہدایا لے جانا' پھر اس سے التماس کرنا کہ مہاجرین کو ان سے بات کیے بغیر تمھارے حوالے کر دے۔

یہ دونوں مکہ سے نکلے یہاں تک کہ نجاشی کے پاس پہنچے اور ہر قائد و مشیر کو اس کا ہدیہ دیا اور اس سے کہا کہ بادشاہ کے شہر میں ہمارے کچھ بیوقوف لڑکے چلے آئے ہیں۔ انھوں نے اپنا دین ترک کر دیا ہے اور تمھارے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے انھوں نے ایک نیا دین گھڑ لیا ہے۔ ہمیں ان کے اشراف و بزرگوں نے بادشاہ کے پاس بھیجا تھا تا کہ وہ انھیں واپس کر دے۔ جب ہم بادشاہ سے اس معاملے میں بات چیت کریں تو تم بادشاہ کو یہ مشورہ دینا کہ وہ انھیں ہمارے سپرد کر دے اور ان سے کوئی بات نہ کرے کیونکہ ان کی اپنی قوم ان کے معاملات کو بہتر سمجھتی ہے۔ انھوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہوگا۔ پھر ان دونوں نے وہ تحفہ جات نجاشی کی خدمت میں پیش کیے۔ نجاشی نے وہ قبول کر لیے پھر ان سے گفتگو شروع کی تو وہ دونوں کہنے لگے کہ اے نجاشی ہمارے کچھ بے وقوف چھوکرے تیرے شہر میں آ گئے ہیں۔ انھوں نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے بلکہ ایک نیا دین گھڑ لائے ہیں کہ جسے نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ اور ہمیں ان کی قوم کے اشراف ان کے آباواجداد' چچاؤں اور قبیلے والوں نے ان کے سلسلے میں آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ انھیں واپس کر دیں کیونکہ وہ ان کی کڑی نگرانی کر سکتے ہیں اور زیادہ جانتے ہیں کہ جو انھوں نے ان پر عیب لگائے ہیں۔ نجاشی کے قائدین و مشیر بھی کہنے لگے یہ سچ کہتے ہیں آپ انھیں ان کے سپرد کر دیں۔ نجاشی کو غصہ آیا۔ وہ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میں ان کو ان کے حوالے نہیں کروں گا اور میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ ایک قوم میرے پڑوس میں آ رہی ہے اور میرے شہروں میں انھوں نے قیام کیا اور مجھے انتخاب کیا جب تک میں انھیں بلا کر سوال نہ کر لوں کہ یہ دونوں ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں اگر وہ

ایسے ہی ہوئے جس طرح یہ کہتے ہیں تو میں انھیں ان کے سپرد کردوں گا ورنہ میں ان کی حفاظت کروں گا اور ان سے حسن سلوک کروں گا جب تک وہ میرے ملک میں رہیں گے۔

پھر نجاشی نے کسی کو اصحاب رسالت مآبؐ کی طرف بھیجا۔ جب اس کا قاصد ان کے پاس آیا تو یہ جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ بادشاہ سے کیا کہو گے۔ کہنے لگے ہم اس سے کہیں گے کہ ہمیں کسی بات کا علم نہیں اور ہمیں کچھ کہنے کا رسول اللہؐ نے حکم نہیں دیا۔ جو بھی ہونا ہو جائے۔ جب نجاشی کے پاس آئے نجاشی نے اپنے پادریوں کو بھی بلایا ہوا تھا۔ انھوں نے اس کے گرد اپنی کتابیں کھول رکھی تھیں۔ نجاشی نے کہا یہ کون سا دین ہے کہ جس کی وجہ سے تم اپنی قوم سے الگ ہو گئے ہو؟ اور تم میرے دین اور ان مختلف امتوں میں سے کسی اور دین میں داخل نہیں ہوئے۔ ام سلمہ کہتی ہیں بادشاہ نے گفتگو جعفر بن ابی طالب سے شروع کی تو وہ کہنے لگے اے بادشاہ ہم اہل جاہلیت میں سے ایک قوم تھے بتوں کی عبادت کیا کرتے' مردار کھاتے' برے کام کرتے' قطع رحمی کرتے' پڑوس سے برا سلوک کرتے' ہم میں سے قوی ضعیف کو کھا جاتا ہم اسی طریقے پر تھے یہاں تک کہ خداوند عالم نے ہماری طرف ایک امین رسول بھیجا جس کے نسب' صداقت' امانت اور عفت کو ہم پہچانتے تھے۔ اس نے ہمیں اللہ عزوجل کی طرف بلایا تاکہ ہم اس کی وحدانیت کا اقرار اور اس کی عبادت کریں اور ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن میں ہم مبتلا تھے اور ان پتھروں اور بتوں کی عبادت ترک کر دیں جن کی عبادت ہم اور ہمارے بڑے کرتے تھے اور ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولیں' امانت ادا کریں' صلہ رحمی' پڑوسی سے حسن سلوک' محرمات اور خون بہانے سے بچیں اور ہمیں فواحش جھوٹ' یتیم کا مال کھانے' پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانے سے منع کیا ہے۔ اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کریں' اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک قرار نہ دیں اور ہمیں نماز' زکوٰۃ اور روزہ کا حکم دیا ہے۔ ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لائے' خدائے وحدہ' لاشریک کی عبادت کی' اس کا کسی کو شریک نہیں بناتے۔ ہم نے اس کو حرام سمجھا جسے اللہ نے ہم پر حرام

قرار دیا ہے اور حلال قرار دیا اسے جسے اللہ نے ہم پر حلال قرار دیا ہے۔ پس ہماری قوم نے ہم سے زیادتی کی اور ہمیں تکالیف دینے لگی وہ ہمیں اپنے دین سے پھسلانے لگے تاکہ ہمیں بتوں کی پرستش کی طرف پلٹا دیں اور یہ کہ ہم حلال سمجھیں ان چیزوں کو جن بری چیزوں کو پہلے حلال سمجھتے تھے۔ جب ہم پر انھوں نے مظالم اور سختیاں شروع کیں اور ہمیں مشقت میں مبتلا کیا اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہوئے تو ہم نے تیرے ملک کی طرف خروج کیا اور تجھے تیرے غیر پر ترجیح دی۔ تیری ہمسائیگی کو پسند کیا اور یہ امید کی کہ اے بادشاہ تیرے یہاں رہتے ہوئے ہم پر کوئی ظلم نہیں کرسکتا۔

راوی کہتا ہے کہ نجاشی نے کہا: کیا تمھارے پاس کوئی چیز اس میں سے ہے جو تمہارا نبی تمھارے پاس اللہ کی طرف سے لایا ہے۔ جعفر نے جواب دیا کہ ہاں۔ نجاشی نے کہا وہ میرے سامنے پڑھو تو جناب جعفرؓ نے سورہ کھیعص کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی۔ پس خدا کی قسم نجاشی اتنا رویا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی اور پادریوں نے اتنا گریہ کیا کہ ان کی کتابیں تر ہوگئیں۔

پھر نجاشی نے کہا بیشک یہ اور جو کچھ حضرت موسیٰؑ لے کر آئے تھے ایک ہی مشکوٰۃ (روشنی) سے ہیں۔ تم دونوں چلے جاؤ میں انھیں کبھی بھی تمھارے حوالہ نہیں کروں گا۔

ام سلمیٰ کہتی ہیں جب نجاشی کے دربار سے باہر آئے تو عمرو ابن عاص کہنے لگا خدا کی قسم میں کل نجاشی کے پاس آؤں گا اور ان کے سامنے میں انھیں ایسے عیوب کا نشانہ بناؤں گا کہ جن سے ان کے وجود کو ختم کردوں گا تو عبداللہ بن ابی ربیعہ اس سے کہنے لگا (اور وہ ان دونوں میں سے ہمارے بارے میں زیادہ پرہیز سے کام لیتا تھا) ایسا نہ کرنا کیونکہ یہ لوگ ہمارے عزیز و رشتہ دار ہیں۔ کہنے لگا خدا کی قسم میں نجاشی سے کہوں گا کہ یہ لوگ گمان رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم بندہ ہے۔ ام سلمیٰ کہتی ہیں دوسرے دن عمرو عاص صبح کے وقت نجاشی کے پاس گیا اور کہنے لگا اے بادشاہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں ایک عظیم بات کہتے ہیں۔ پس ان کے پاس کسی کو بھیج کر ان سے سوال کیجئے کہ

وہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ پس نجاشی نے قاصد بھیجا اور یہ سوال پیش کیا کہ ام سلمٰی کہتی ہیں کہ ہم پر اس جیسی کوئی مصیبت نازل نہ ہوئی تھی۔ پس گروہِ مہاجرین جمع ہوا اور ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق جب نجاشی نے سوال کیا تو کیا جواب دو گے تو کہنے لگے ہم وہی کچھ کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو نبی کریمؐ لے کر آئے ہیں۔ جو کچھ ہونا ہو ہو جائے جب یہ لوگ نجاشی کے دربار میں داخل ہوئے تو اس نے ان سے سوال کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ تو جنابِ جعفرؓ نے کہا کہ ہم وہی چیز کہتے ہیں۔ جو ہمارے نبیؐ لے کر آئے ہیں کہ عیسیٰؑ اللہ کے بندے اس کی روح اس کے رسول اور اس کے کلمہ تھے کہ جیسے اس نے مریم عذرا بتولؑ کی طرف القا کیا۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف بڑھایا اور اس سے ایک لکڑی اٹھائی۔ پھر کہنے لگا اس لکڑی کی طرح حضرت عیسیٰؑ اس کے علاوہ کچھ اور نہیں جو کچھ تم نے ان کے بارے میں کہا ہے۔ پھر کہنے لگا تم لوگ جاؤ تم اس زمین میں امن میں ہو جو تمہاری برائی کرے گا وہ سختی میں مبتلا ہو گا۔ پھر جو تمھیں برا بھلا کہے وہ نقصان اٹھائے گا۔ یہ بات اس نے تین بار دہرائی۔ پھر کہنے لگا کہ ان دونوں کے تحفے اور ہدیے انھیں واپس کر دو مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ خدا کی قسم یہ مجھ سے رشوت نہیں لے سکے۔ جبکہ میرا ملک میرے پاس ہے؟

اور ابو نعیم نے کتابِ حلیہ میں لکھا ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) برابردہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں رسول اللہؐ نے حکم دیا کہ ہم جعفر بن ابی طالبؑ کے پاس سرزمین حبشہ کی طرف یا نجاشی کی طرف جائیں۔ پس یہ خبر قریش کو مل گئی تو قریش نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو بہت سے تحفے اور ہدیے دے کر روانہ کیا اور وہی واقعہ ذکر کیا ہے جو گزر چکا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جعفر نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا آج میں تمہاری طرف سے تقریر کروں گا۔ تم میں سے کوئی بھی بات نہ کرے۔ جب اس کے دربار کے پاس پہنچے تو درباریوں میں سے بعض لوگ بڑھ کر کہنے لگے کہ بادشاہ کو سجدہ کرو تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم سوائے خدا کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے تو

نجاشی نے کہا تمھارے لیے اور جس کی طرف سے تم آئے ہو مرحبا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہی شخص ہے جس کی عیسیٰؑ ابن مریم نے خوشخبری دی تھی۔ اگر میں ملک و بادشاہی میں پھنسا نہ ہوا ہوتا تو ان کی خدمت میں جا کر قدم بوسی کا شرف حاصل کرتا۔

نیز ابو نعیم نے حلیہ میں عمرو بن عاص سے نقل کیا ہے کہ جب ہم نجاشی کے دربار کے دروازہ پر پہنچے تو میں نے پکار کر کہا کہ عمرو بن عاص کو اذنِ حضوری دیا جائے میرے عقب سے جعفر نے پکارا کہ خدا کے گروہ کو اذن ملے اور نجاشی نے ان کی آواز سن لی تو انھیں مجھ سے پہلے اجازت دے دی!

اور ایک روایت میں ہے کہ نجاشی نے ایک چھوٹا سا دروازہ بنایا ہوا تھا تو جو بھی اس کے دربار میں داخل ہوتا وہ اسے سجدہ کرتا۔ جب جناب جعفرؑ آئے تو آپ نے اس کی طرف پشت کی اور داخل ہوئے جب نجاشی نے یہ دیکھا تو یہ بات اس کی نظروں میں عظیم اور بڑی معلوم ہوئی اور آپ کے ہاتھ پر اس نے اسلام قبول کیا۔

شہادت حضرت جعفر طیار

مورخین کہتے ہیں کہ جناب جعفر مقام موتہ میں شہید ہوئے اور یہ مقام زمین بلقاء کا حجاز سے قریب ترین خطہ تھا اور آپ کی شہادت ماہ جمادی الاولیٰ ۸ ہجری میں واقع ہوئی۔

ابن اسحٰق کہتا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ جناب رسالت مآبؐ نے حرث بن عمیر ازدی کو بادشاہ بصریٰ کی طرف ایک خط دے کر بھیجا تھا۔ جب حرث مقام موتہ میں وارد ہوا تو شرجیل بن عمرو غسانی سے حرث کا سامنا ہوا۔ اس نے حرث کو قتل کر دیا اور اس کے علاوہ اس نے رسول اللہؐ کے کسی شخص کو قتل نہیں کیا تھا۔ رسول اللہؐ کو یہ شاق گزرا۔ آپ نے لوگوں کو بلایا اور مقام حرف پر لشکر بندی کی اس لشکر کی تعداد تین ہزار تھی اور ثنیۃ الوداع تک آپ نے اس لشکر کی مشایعت کی۔ پس یہ لوگ چلے یہاں تک کہ سرزمین موتہ میں پہنچ کر ڈیرے ڈال دیے۔ ان کے مقابلہ میں ہرقل چار لاکھ کا لشکر لے کر آیا ان میں سے

چالیس ہزار اشخاص ایسے تھے جو شجاعت میں ایک دوسرے کے مدمقابل تھے۔ پس جنگ شروع ہوگئی۔ مسلمان ثابت قدم رہے۔ زید بن حارثہ، جعفر اور ابن رواحہ جو کہ سردار لشکر تھے شہید ہو گئے۔

ابن سعد نے طبقات میں ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ جناب جعفر کے بدن کے اگلے حصے میں دونوں کندھوں کے درمیان تلوار اور نیزہ کے نوے (۹۰) زخم تھے۔

ابن سعد نے طبقات میں (حذف سند سے) انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے جعفر، زید اور ابن رواحہ کی شہادت کی خبر ان کی موت کی اطلاع آنے سے پہلے دی اور ان کی شہادت کی خبر اس حالت میں دے رہے تھے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ (آپ نے فرمایا) میں جعفر کو جنت میں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے دونوں پروں کے ساتھ اُڑ رہے ہیں۔

اولاد جعفر طیارؓ

۱۔ عبداللہ اور اسی سے آپ کی کنیت ہے۔ ۲۔ محمد۔ ۳۔ عون ان تینوں کی والدہ اسماء بنت عمیس ہے۔ یہ سرزمین حبشہ میں پیدا ہوئے جب کہ جعفر نے دوسری مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ ان میں سے عبداللہ زیادہ مشہور ہیں وہ سخت ترین لوگوں میں سے تھے اور پانچویں طبقے میں سے ہیں کہ جو رسول اللہؐ کی وفات کے وقت نوعمر تھے۔

جب یہ سرزمین حبشہ میں اسماء کے بطن سے پیدا ہوئے تو چند دنوں کے بعد نجاشی کا ایک بیٹا پیدا ہوا اس نے ان کے نام پر تبرکاً اس کا نام بھی عبداللہ رکھا اور اسماء نے عبداللہ بن نجاشی کو اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ دودھ پلایا اور ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) یحیٰ ابن ابی یعلی سے نقل ہے کہ میں نے عبداللہ بن جعفر کو کہتے ہوئے سنا کہ مجھے وہ منظر یاد ہے جب رسول اللہؐ میری والدہ کے پاس تشریف لائے اور انھیں میرے والد کی شہادت کی خبر دی اور مجھے نظر آ رہا تھا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ان کے

قطرات ریش مبارک پر پڑ رہے تھے۔ پھر فرمایا خدایا بیشک جعفر بہترین ثواب کی طرف گئے ہیں پس تو ان کا بہترین جانشین بنا۔ اس کی اولاد میں جس طرح بہترین جانشینی کرتا ہے اپنے بندوں کی اولاد میں۔

پھر فرمایا اے اسماء کیا میں تمھیں خوشخبری نہ دوں؟ میری والدہ نے کہا ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے فرمایا بیشک خداوند عالم نے جعفر کے لیے دو پَر پرواز قرار دیے ہیں جن سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ تو اسماء نے کہا اے اللہ کے رسولؐ یہ بات لوگوں کو بھی بتائیے۔ عبداللہ کہتے ہیں پس رسول اللہؐ کھڑے ہو گئے' میرا ہاتھ پکڑا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور مجھے اپنے سامنے منبر کے نچلے درجہ پر بٹھا دیا۔ حزن و ملال آپ کے چہرہ سے ٹپک رہا تھا۔ آپ نے تقریر شروع کی اور فرمایا۔ انسان کو اُپنے بھائی اور چچا زاد کی بڑی ڈھارس ہوتی ہے۔ یاد رکھو کہ جعفر شہید ہو گئے ہیں اور خداوند عالم نے ان کے لیے پَر پرواز قرار دیے ہیں۔ جن سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ پھر آپ منبر سے اترے اور گھر میں تشریف لے آئے اور مجھے بھی ساتھ لے آئے اور ہمارے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ پھر میرے بھائی کو بلوا بھیجا۔ ہم نے آپ کے ساتھ بیٹھ کر پاکیزہ و بابرکت کھانا کھایا۔ ام سلمٰی نے کچھ جَو لیے انھیں پیسا پھر انھیں چھانا' پھر پکایا۔ پھر ان پر زیتون ملا اور اس پر فلفل ڈالی۔ پس میں نے اور میرے بھائی نے آپ کے ساتھ وہ کھانا کھایا۔ تین دن تک ہم وہیں رہے۔ آپ کے ساتھ آپ کی ازواج کے گھروں میں پھرتے رہے۔ پھر ہم اپنے گھر واپس آ گئے۔ رسول اللہؐ تشریف لائے۔ میں اپنے بھائی سے ایک بکری کی (مصنوعی) فروخت کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا خدا اس کو تجارت میں برکت عطا فرمائے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی چیز کی فروخت نہیں کی مگر یہ کہ مجھے اس میں برکت نصیب ہوئی۔

ابن سعد کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حسن بن سعد غلام حسنؑ بن علیؑ سے منقول ہے کہ آپ نے جعفر کی اولاد کو تین دن کی مہلت دی۔ ان کی شہادت کی خبر آ

جانے کے بعد پھر ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا میرے بھائی پر آج کے بعد گریہ نہیں کرو گے میرے بھائی کے بیٹوں کو بلاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ تین چھوٹے بچے لائے گئے وہ مرغ کے بچوں کی مانند معلوم ہوتے تھے۔ محمد، عون اور عبداللہ۔ آپ نے فرمایا حجام کو بلاؤ۔ حجام آیا اور اس نے بچوں کی حجامت کی اور آپ نے فرمایا محمد تو ہمارے چچا ابی طالبؑ کے مشابہ ہے اور عون سیرت وصورت میں میرا شبیہ ہے۔ پھر آپ نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا اسے بلند کیا اور فرمایا خدایا جعفر کی اولاد کا تو بہترین محافظ بن اور عبداللہ کو اس کے ہاتھ کی تجارت میں برکت دے۔ راوی کہتا ہے ان کی والدہ آئی وہ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہی تھی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کیا تجھے ان کے فقر وفاقہ کا خوف ہے حالانکہ دنیا وآخرت میں میں ان کا ولی ہوں۔

ابن سعد کہتا ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) عبداللہ بن جعفر سے منقول ہے کہ رسول اللہؐ جب سفر سے آیا کرتے تو اپنے اہلبیت کے بچوں سے ملاقات کرتے۔ ایک دفعہ تشریف لائے تو میں نے آپ کی طرف سبقت کی آپ نے مجھے اٹھا کر اپنے آگے بٹھا لیا۔ پھر فاطمہؑ کے دونوں بیٹوں حسنؑ وحسینؑ میں سے ایک آیا تو اسے آپ نے اپنے پیچھے بٹھایا۔ ہم تینوں آپ کے گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ میں داخل ہوئے اور نیز ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبداللہ بن جعفر سے نقل ہے کہ ایک دن رسول اللہؐ نے اپنی سواری پر مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیا اور مجھے ایک راز کی بات بتائی جو میں کسی کے سامنے کبھی بیان نہیں کروں گا۔

اور بخاری ومسلم نے عبداللہ بن زبیر کے متعلق روایت کی ہے کہ اس نے عبداللہ بن جعفر سے کہا کیا تجھے یاد ہے جب میں تم اور ابن عباس نے رسول اللہؐ سے ملاقات کی تھی۔ تو عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ ہاں ہمیں آپ نے اٹھا لیا تھا اور تجھے چھوڑ دیا تھا۔

اور ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے (حذفِ اسناد سے) کہ عبداللہ بن عمر جب عبداللہ بن جعفر سے ملاقات کرتے تو کہتے کہ السلام علیک یا بن ذی

الجناحین یعنی سلامتی ہو تمھارے لیے اے دو پَر پرواز والے شخص کے بیٹے!

عبداللہ بن جعفر

واقدی نے کہا ہے کہ عبداللہ بن جعفر کی وفات ۸۰ھ میں ہوئی۔ وہ سیلاب کا سال تھا۔ مکہ میں سیلاب آیا تھا جس میں حاجی اور اونٹ سامان سمیت غرق ہو گئے تھے اور یہ عبدالملک بن مروان کی خلافت کا زمانہ تھا اور اسوقت مدینہ کا حاکم ابان بن عثمان تھا۔ عبداللہ کی نماز جنازہ ابایان نے پڑھائی تھی۔ جب آپ کو چارپائی پر رکھا گیا اور نماز جنازہ ہو چکی تو ابان نے آپ کی چارپائی کو کندھا دیا اور اس وقت تک وہ اپنی گردن پر اٹھائے رہا جب تک کہ جنت البقیع میں آپ کی قبر تک جنازہ نہ پہنچا۔ عبداللہ بن جعفر کی عمر اس وقت نوے سال تھی۔

اولاد عبداللہ بن جعفر

آپ کی کئی ایک اولادیں تھیں ان میں سے ایک جعفر اکبر ہیں کہ جن سے آپ کی کنیت ان کی ماں ام عمرو بنت خراشی بن بغیض تھیں ۔۲۔ علی ۔۳۔ عون اکبر ۔۴۔ محمد ۔۵۔ عباس ۔۶۔ ام کلثوم ۔ ان کی والدہ جناب زینب بنت علی ہیں کہ جن کی والدہ جناب فاطمہ بنت رسول تھیں ۔۷۔ حسن درج ۔۸۔ عوج اصغر ۔ یہ عون حضرت امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے ان کی کوئی اولاد نہیں۔ ان دونوں بھائیوں کی ماں جمانہ بنت مسیّب بن نجبہ فزاری تھیں ۔۹۔ ابوبکر ۔۱۰۔ عبید اللہ ۔۱۱۔ محمد ان کی والدہ خوصاء بنت حفصہ تھیں جو قبیلہ بکر بن وائل سے تھیں ۔۱۲۔ صالح ۔۱۳۔ یحییٰ ان دونوں کی کوئی اولاد نہیں ۔۱۴۔ موسیٰ ان کی بھی کوئی اولاد نہیں ۔۱۵۔ جعفر ۔۱۶۔ ام ابیہا ۔۱۷۔ ام ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ہے ۔۱۸۔ حمید ۔۱۹۔ ام الحسن یہ ایک کنیز سے ہیں ۔۲۰۔ جعفر ۔۲۱۔ ابو سعید ان دونوں کی والدہ ام الحسین بنت عمر بنی صعصعہ میں سے ہے ۔۲۲۔ معاویہ ۔۲۳۔ اسحاق ۔۲۴۔ اسماعیل ۔۲۵۔ قشم ۔۲۶۔ عباس ۔۲۷۔ ام عون مختلف کنیزوں سے۔

(خاندان بنی ہاشم میں کسی فرد کا نام معاویہ سننے میں نہیں آیا یقیناً راوی کو تسامح ہوا ہے)

تذکرہ امام حسن علیہ السلام

آپ کی کنیت ابو محمد ہے اور القاب قائم مجتبیٰ' سیدؑ سبط اور ولی ہیں۔ آپ ۳ ہجری پندرہ رمضان المبارک کو پیدا ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے کان میں اذان کہی۔

امام احمد بن حنبل نے مسند میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب میرا بیٹا حسن پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام اپنے چچا کے نام پر حمزہ رکھا اور جب حسینؑ پیدا ہوا تو اس کا نام اپنے بھائی کے نام پر جعفر رکھا پس مجھے رسول اللہؐ نے بلایا اور فرمایا اے ابوتراب! مجھے خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ میں ان دونوں بچوں کے نام تبدیل کروں اور آپ نے ان کے نام حسنؑ و حسینؑ رکھے۔

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے حسنؑ و حسینؑ کا عقیقہ دو مینڈھوں سے کیا اور جناب فاطمہؑ نے جب ان کے سر ترشوائے تو ان کے بالوں کو وزن کیا اور اتنی مقدار میں چاندی اور بعض کہتے ہیں سونا اور چاندی کا صدقہ دیا یہ ساتویں دن کیا گیا اور ان کے بالوں کا وزن ایک درہم تھا۔

فضائل

آپ بہت بڑے سخی و جواد تھے۔ روشن ضمیر تھے اور رسول اللہؐ آپ سے بے حد محبت کرتے تھے۔

امام احمد نے مسند میں (حذف اسناد کے ساتھ) براء بن عاذب سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ آپ امام حسنؑ کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے خدایا میں بیشک اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔ یہ

روایت متفق علیہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تو اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت کرے۔

نیز امام احمد نے کہا ہے (حذف سند سے) عقبہ بن حارث سے کہ جس کی کنیت ابوسروعہ ہے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر وفاتِ رسولؐ سے چند دن بعد نماز عصر سے فارغ ہو کر جا رہے تھے حضرت علیؑ بھی ساتھ تھے کہ حضرت ابوبکر نے حسن بن علی کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا تو انھیں اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور کہنے لگے یا بالی شبہ النبی لیس شبیھا بعلی (اے وہ جس پر میرا باپ قربان ہو جائے جو نبی کی شبیہ ہے نہ علیؑ کی) اور حضرت علیؑ مسکرانے لگے۔ یہ روایت مفرداتِ بخاری سے ہے۔

نیز امام احمد نے کہا ہے (حذفِ سند سے) ابوبکرہ اور نفیع بن حرف نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ کو منبر پر دیکھا حسنؑ بھی آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ ایک مرتبہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور ایک دفعہ حسنؑ کی طرف اور فرماتے میرا یہ بیٹا سردار ہے اور ہو سکتا ہے خدا اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرا دے۔ یہ روایت مفردات بخاری میں سے ہے۔

بخاری کے مفردات میں سے ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ حسنؑ و حسینؑ کے لیے محفوظ رہنے کی دعا فرماتے اور کہتے تھے میں تم دونوں کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس کے کلماتِ تامہ کے ساتھ ہر شیطان اور ہر برے قصد کرنے والے اور بری نگاہ سے۔ اور فرماتے کہ تمھارے باپ جناب ابراہیمؑ بھی اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کے لیے یہ دعا کیا کرتے تھے۔

بخاری نے انس سے روایت کی ہے کہ امام حسن بن علیؑ کے علاوہ کوئی شخص نبی اکرمؐ کے مشابہہ نہیں تھا۔ بخاری نے حسینؑ کے متعلق بھی یہی کہا ہے جسے عنقریب ہم آپ کے مقتل میں بیان کریں گے۔ جب آپ کا سر ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا۔

مسند احمد میں ہے کہ امام حسنؑ چہرہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ شبیہ رسول تھے اور ایک روایت میں ہے کہ سر سے لے کر ناف تک امام حسنؑ مشابہہ رسولؐ تھے۔ اور

ناف سے لے کر دونوں پاؤں تک حسینؑ۔

ابن سعد نے طبقات میں اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن زبیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ کو دیکھا کہ وہ سجدہ میں ہوتے اور حسنؑ آ کر پشت رسالتؐ پر سوار ہو جاتے آپ انھیں نہ اتارتے جب تک کہ حسنؑ خود نہ اتر جاتے اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ حالت رکوع میں ہوتے اور حسنؑ آ جاتے تو آپ اپنے پاؤں کشادہ کر دیتے یہاں تک کہ حسنؑ دوسری طرف نکل جاتے۔

بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ مدینہ کے ایک بازار میں تھا۔ جب آپ واپس آئے تو میں بھی ساتھ تھا۔ مجھ سے تین مرتبہ فرمایا اے کم علم و کم مقدار حسنؑ بن علیؑ کو بلاؤ۔ میں انھیں بلا لایا۔ ان کی گردن میں ایک ہار تھا۔ رسول اللہؐ نے اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا خدایا میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ اور اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے۔ ابو ہریرہ کہتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اس ارشاد کے بعد کوئی بھی میرے نزدیک حسن بن علیؑ سے زیادہ محبوب نہیں تھا اور ابو ہریرہ کہتا ہے کہ رسول اللہ حسنؑ کے بوسے لیا کرتے تھے۔

ابو نعیم اصفہانی نے حلیہ میں لکھا ہے کہ (حذف سند سے) محمد بن علی سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حسن بن علیؑ نے مدینہ سے مکہ تک بیس حج پا پیادہ کیے۔ حالانکہ سواریاں بھی آپ کے ساتھ ہوتیں اور وہ فرماتے کہ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں اس کی بارگاہ میں جاؤں تو اس کے گھر کی طرف پیدل چل کے نہ جاؤں!

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے پچیس حج پیادہ پا کیے اور تین مرتبہ اپنا مال نصف نصف خدا کی راہ میں تقسیم کیا۔ یہاں تک کہ ایک جوتہ رکھ لیتے اور ایک راہِ خدا میں دے دیتے۔ اور دو مرتبہ سارا مال اللہ کے لیے دے دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک شخص کو سنا کہ وہ خدا سے دس ہزار درہم کا سوال کر رہا ہے۔ آپ نے وہ رقم اس کو بھیج دی۔ یہ کتاب میرے جد مادری نے کتاب صفوہ میں ذکر کی ہے۔

پیش آمدہ واقعات

مورخین کا کہنا ہے کہ امام حسنؑ کی بیعت خلافت اسی دن کی گئی جس دن حضرت علیؑ شہید ہوئے اور سب سے پہلے قیس بن سعد بن عبادہ نے بیعت کی۔ قیس کہنے لگا مورخین کا کہنا ہے کہ آپ ہاتھ بڑھائیں میں کتاب خدا اور سنت رسول پر آپ کی بیعت کرتا ہوں کیونکہ ان میں ہر قسم کی شرط آ جاتی ہے۔ پس قیس نے بیعت کی اور اس کے بعد سب لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت کے دو دن بعد آپ کی بیعت ہوئی۔

زہری کہتا ہے کہ حضرت علیؑ کی اہل عراق میں سے چالیس ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ وہ حضرت کی معیت میں شام کی طرف جائیں گے اور جب حضرت علیؑ شہید ہو گئے تو ان لوگوں نے امام حسنؑ کی بیعت کر لی۔ امام حسنؑ چھ مہینے ماہ ربیع الاول کے گزرنے تک ۴۱ھ میں کوفہ میں رہے۔ پھر آپ کوفہ سے نکلے اور مدائن میں قیام کیا اور قیس بن سعد کو مقدمۃ الجیش کے طور پر بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور معاویہ اپنا لشکر لے کر شام کی طرف سے آ گیا۔

شعبی کہتا ہے کہ امام حسنؑ مدائن میں اپنے خیام میں تشریف فرما تھے کہ قیس بن سعد آ گئے۔ (لشکر معاویہ کی طرف) بڑھ چکا تھا۔ اچانک کسی نے لشکر میں منادی کر دی۔ یاد رکھو قیس قتل ہو گیا ہے پس بھاگ چلو۔ یہ لوگ امام حسنؑ کے خیام کی طرف بھاگے اور آپ کو لوٹنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ مسند بھی کھینچ لی جو آپ کے نیچے تھی اور ایک شخص نے آپ کو خنجر مارا جس سے آپ زخمی ہو گئے اور ابن سعد کہتا ہے کہ جب امام حسنؑ نے لوگوں کا آپ سے متفرق ہو جانا اور اہل عراق کا اختلاف کرنا اور اہل کوفہ کا عذر و دھوکا دینا دیکھا تو صلح کی طرف مائل ہو گئے اور معاویہ نے بھی پوشیدہ طور پر حضرت کو خط لکھا تھا اور صلح کی دعوت دے چکا تھا لیکن ابھی تک آپ نے اسے جواب نہیں دیا تھا پھر (ان حالات) میں آپ نے صلح کی پیشکش منظور کر لی۔

شعبی کہتا ہے کہ معاویہ سے امام حسنؑ نے ان شرائط پر صلح کی کہ کوفہ کے بیت المال سے آپ پانچ لاکھ دینار لیں گے اور یہ کہ معاویہ حضرت علیؑ پر سب وشتم نہیں کرے گا اور کچھ اور شرائط بھی تھے اور اس سلسلے میں ایک تحریر بھی لکھی گئی اور سدی کہتا ہے کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے طمع دنیا کے لیے صلح نہیں کی تھی بلکہ اس لیے صلح کی تھی کہ آپ نے دیکھ لیا تھا اہل کوفہ مجھ سے عذر و دھوکا کرنا چاہتے ہیں اور انھوں نے کیا آپ کو جو کچھ کیا آپ کو یہ خدشہ محسوس ہوا کہ کہیں انھیں معاویہ کے سپرد نہ کر دیں اور اس امر کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے صلح سے پہلے مقام نخیلہ میں خطبہ دیا اور فرمایا ہے اے لوگو یہ امر خلافت جس میں میرا اور معاویہ کا اختلاف ہو رہا ہے۔ یہ وہ حق ہے کہ جسے میں اصلاح امت اور ان کے خون محفوظ رہنے کی غرض سے چھوڑ رہا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ تمھارے امتحان کے لیے ایک اور وقت تک فائدہ حاصل کرنے کے لیے ہے پھر معاویہ چلا اور کوفہ میں داخل ہوا تو عمرو عاص نے مشورہ دیا کہ امام حسنؑ کو حکم دے کہ وہ خطبہ پڑھیں تا کہ لوگوں کے سامنے ان کا عجز ظاہر ہو جائے۔ معاویہ نے آپ سے کہا اٹھ کر خطبہ ارشاد فرمائیے۔ آپ کھڑے ہو گئے اور خطبہ دینے لگے اے لوگو بیشک خدا نے ہمارے پہلے کے سبب تمھیں ہدایت کی اور آخری کے ذریعے تمھارے خون محفوظ کیے۔ ہم تمھارے نبی کے اہلبیت ہیں کہ جن سے خدا نے ہر قسم کے رجس کو دور رکھا ہے اور ہمیں پاک رکھا ہے جو پاک رکھنے کا حق ہے اس امر خلافت کی ایک مدت ہے اور دنیا منتقل ہونے والی چیز ہے اور خداوند عالم نے اپنے نبیؐ سے فرمایا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ تمھارے لیے آزمائش اور ایک وقت تک نفع دینے والی ہے۔ پس لوگ فریاد کر کے رونے لگے۔ معاویہ عمرو عاص کی طرف ملتفت ہوا اور کہنے لگا یہ تھی تیری رائے۔ پھر امام حسنؑ سے کہنے لگا اے ابا محمد یہی کافی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہم اللہ کا فلاح پانے والا گروہ اور اس کے رسول پاک کی عترت اور ان کے اہلبیت طیب و طاہر اور ثقلین میں سے ایک ہیں کہ جنھیں رسول اللہؐ تم میں چھوڑ کر گئے ہیں بس ہماری اطاعت خدا کی اطاعت کی قرین

ہے۔ پس اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو اللہ اور رسول کی طرف اسے رد کر دو اور معاویہ نے ہمیں ایک ایسی چیز کی طرف بلایا ہے کہ جس میں نہ عزت ہے اور نہ انصاف' اگر تم ساتھ دو تو ہم اس کی بات کو رد کر دیں اور ہم اللہ کے لیے اس کا مقابلہ کریں گے۔ تلواروں کی دھار پر اور اگر تم انکار کرتے ہو تو ہم قبول کر لیں گے لوگوں نے ہر طرف سے پکار کر کہا کہ رحم کیا جائے رحم کیا جائے!

اور ابن عبدالبر مالکی کی کتاب استیعاب میں روایت ہے کہ ابو عامر بن سفیان بن یالیل خارجی' بعض کہتے ہیں کہ ابن لیلیٰ نے آپ کو پکار کر کہا اے مومنین کے ذلیل کرنے والے اور ہشام کی روایت میں ہے اے مومنین کے چہرے سیاہ کرنے والے۔ آپ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر اے خارجی مجھ سے سخت کلامی نہ کر۔ کیونکہ مجھے جس چیز نے اس صلح کرنے پر مجبور کیا ہے وہ تمہارا میرے باپ کو قتل کرنا اور مجھے خنجر مارنا اور میرے مال و متاع کو لوٹنا ہے۔ جب تم جنگ صفین کی طرف چلے تھے تو تمہارا دین دنیا سے آگے تھا اور آج کے دن تمہاری دنیا دین سے آگے ہے۔ تجھ پر وائے ہو اے خارجی میں نے دیکھا ہے کہ اہل کوفہ ایسی قوم ہے کہ جن پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اور جو بھی ان کے دھوکے میں آئے گا وہ ذلیل ہو جائے گا ایک کی رائے دوسرے سے نہیں ملتی اور تحقیق میرے باپ کو ان سے سخت تکالیف اور تلخ شدائد کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ شہر بہت جلد تباہ ہو جائے گا اور اس شہر والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی گروہوں میں بٹ گئے۔

اور ابن جریر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی تو آپ نے کوفہ میں قیام فرمایا اور تیاری میں مشغول تھے جب آپ کا زخم ٹھیک ہو گیا تو آپ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا اے اہل کوفہ اپنے پڑوسیوں اور مہمانوں کے بارے میں جو تمھارے نبی کے اہلبیت ہیں خدا سے ڈرو پس تمام لوگ رونے لگے۔

مورخین کا بیان ہے جب امام حسنؑ نے حکومت معاویہ کے سپرد کر دی اور کوفہ میں مقیم تھے اور مدینہ کی طرف تیاری کر رہے تھے تو معاویہ کے پیروؤں کا ایک گروہ معاویہ کے پاس جمع ہوا جن میں عمرو بن عاص' ولید بن عقبہ (ولید عثمان کا مادری بھائی تھا

جسے حضرت علیؑ نے شراب پینے کی وجہ سے کوڑے لگائے تھے) اور عتبہ تھا۔ کہنے لگے ہم چاہتے کہ تم امام حسنؑ کو زیارت کے بہانے اپنے دربار میں بلاؤ تا کہ مدینہ جانے سے پہلے انھیں شرمسار کریں۔ معاویہ نے انھیں منع کیا اور کہنے لگے۔ یہ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ صاحب لسان ہیں۔ انھوں نے زیادہ اصرار کیا تو معاویہ نے کسی کو آپ کی طرف بھیجا اور زیارت کا شوق ظاہر کیا۔ جب آپ تشریف لائے یہ لوگ حضرت علیؑ کی بدگوئی کرنے لگے۔ امام حسنؑ خاموش بیٹھے رہے۔ جب یہ فارغ ہوئے تو امام حسنؑ نے خدا کی حمد وثنا اور اس کے رسول محمدؐ پر صلوٰۃ بھیجی اور فرمایا کہ وہ شخص جس کی طرف تم اشارہ کررہے ہو اس نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور دونوں بیعتیں کیں جب کہ تم سب مشرک تھے اور جو کچھ اللہ نے اپنے نبیؐ پر نازل کیا تھا اس کے منکر و کافر تھے۔ اور اس شخص نے اپنے نفس کو شہوات سے محروم اور لذات سے محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل کی کہ اے وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہو اپنے نفوس کو ان طیبات سے محروم نہ رکھو جو اللہ نے تم پر حلال قرار دیے ہیں اور تو اے معاویہ ان اشخاص میں سے ہے کہ جن کے متعلق رسول اللہؐ نے فرمایا خدا اس کے شکم کو سیر نہ کرے (یہ روایت مسلم نے ابن عباس سے نقل کی ہے) اور امیر المومنینؑ نے مشرکین سے رسول اللہؐ کی حفاظت کرتے ہوئے ان کے بستر پر رات گزاری اور شب ہجرت اپنا نفس ان کا فدیہ قرار دیا یہاں تک کہ خداوند عالم نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل کی اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو رضائے الٰہی چاہتے ہوئے اپنے نفس کو بیچتے ہیں اور انھیں وصف ایمان کے ساتھ متصف کر کے خداوند عالم نے فرمایا۔ ”بس تمہارا ولی اللہ اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اس سے مراد امیر المومنینؑ ہیں اور رسول اللہؐ نے ان سے کہا تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی اور تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔“ اور تو اے معاویہ وہی شخص ہے جس کی طرف جنگ احزاب (خندق) کے دن رسول اللہؐ نے نگاہ کی۔ آپ نے دیکھا کہ تیرا باپ اونٹ پر سوار تھا اور وہ لوگوں کو آپ سے جنگ کرنے پر اکسا رہا تھا۔ تیرا بھائی اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھا۔ تو پیچھے سے اونٹ کو

ہنکار رہا تھا۔ پس آپ نے فرمایا خدا اونٹ کے سوار اس کے کھینچنے والے اور ہنکانے والے پر لعنت کرے۔ کسی مقام پر تیرا باپ آپ کے مقابل نہیں آیا۔ مگر یہ کہ آپ نے اس پر لعنت کی اور تو بھی اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ تجھے عمر نے شام کا گورنر بنایا اور تو نے خیانت کی۔ پھر عثمان نے بنایا تو تو نے اس کی مدد میں کوتاہی کی اور تو ہی وہ شخص ہے جو اپنے باپ کو اسلام لانے سے روکتا تھا۔ یہاں تک کہ تو نے اسے خطاب کرتے ہوئے یہ کہا:

یا صخر لا تسلمین طوعاً فتفضحنا　　　بعد الذین ببدرا صبحوا مزقاً

اے صخر اطاعت کرتے ہوئے اسلام قبول نہ کرو ورنہ ہمیں تو رسوا کردے گا بعد ان لوگوں کے جنھیں جنگ بدر میں چیرا پھاڑا گیا۔

اور تو جنگ بدر، احد اور خندق بلکہ تمام جنگوں میں رسول اللہؐ سے جنگ کرتا رہا اور مسلمانوں کو اس فراش نے متعارف کرایا　　جس پر تو پیدا ہوا۔

پھر عمرو بن عاص کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا اے نابغہ کے بیٹے تیرا دعویٰ قریش میں سے پانچ اشخاص نے کیا تھا اور ان میں سے جو زیادہ کمینہ تھا اسے غلبہ حاصل ہوا اور وہ عاص ہے اور تو ایک مشرک کے بستر پر پیدا ہوا۔ اور تیرے متعلق یہ آیت اتری کہ تیرا دشمن ابتر (جس کی نسل نہ چلے) ہے اور تو اللہ کے رسول اور مسلمانوں کا دشمن تھا اور تو تمام مشرکین میں سے مسلمانوں کے لیے زیادہ مضر تھا اور تو نے یہ اشعار کہے تھے:

لا انثنی عن بنی هاشم　　　بما استطعت فی الغیب و المحضر

و عن عائب اللات لا انثنی　　　ولو لا رضی اللات لم تمطر

میں حضور و غیاب میں جتنی میری طاقت ہوگی بنی ہاشم کے مقابلہ سے منہ نہیں موڑوں گا۔ اور لات بت کی عیب جوئی کرنے والے سے منہ نہیں موڑوں گا اور اگر لات راضی نہیں تو بارش نہیں برسے گی۔

اور تو اے ولید میں تجھے امیر المومنینؑ سے بغض رکھنے پر ملامت نہیں کرتا کیونکہ انھوں نے تیرے باپ کو سختی سے قتل کیا تھا اور تجھے شراب پینے کی وجہ سے کوڑے لگائے تھے۔ جب کہ تو نے مسلمانوں کو صبح کی نماز حالت نشہ میں پڑھائی تھی۔ اور تو نے کہا تھا کہ

اورزیادہ کردوں اور تیرے متعلق حطیہ کہتا ہے:

شهد الحطيئة حين يلقى ربّه ان الوليد احق بالعذر
نادىٰ وقد تحت صلٰوتهم ازيدكم سكرا و ما يدرى
ليزيدهم اخرى ولو قبلوا لاتت صلاتهم على العشر
فاتوا ابا وهب ولو قبلوا لقرنت بين الشفع والوتر
جسوا عنانك اذ جريت ولو تركوا عنانك لم تزل تجرى

خطیہ گواہی دے گا جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا کہ بیشک ولید زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کا عذر قبول کیا جائے۔ ولید نے پکار کر (حالانکہ ان کی نماز تمام ہو چکی تھی کیا زیادہ کروں تمھارے لیے) نشے کی حالت میں کہا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ نماز اور زیادہ کر رہا ہے اور اگر وہ قبول کر لیتے تو ان کی نماز دس رکعت تک پہنچ جاتی۔ انھوں نے ابو وہب سے تجاوز کیا اور اگر قبول کر لیتے تو تم شفع و وتر کو ملا دیتے۔ انھوں نے تیری مہار روک لی جب تو چلنے لگا اور اگر تیری مہار کو چھوڑ دیتے تو تو چلتا رہتا۔

اور خداوند عالم نے اپنی کتاب میں تیرا نام فاسق رکھا ہے اور امیر المومنین کو مومن کہا ہے۔ اس قول میں کیا وہ جو مومن ہے اس کی مثل ہے جو فاسق ہے۔ یہ آپس میں مساوی نہیں ہو سکتے۔

تیرے اور امیر المومنین کے بارے میں حسان بن ثابت کہتا ہے:

انزل اللّٰه ذو الجلال علينا فى على و فى الوليد قرانا
ليس من كان مومنا عمرك اللّٰه كمن كان فاسقا خوانا
سوف يدعى الوليد بعد قليل وعلى الى الجزاء عيانا
فعلى يجزى هناك جنانا ووليد يجزى هناك هوانا

خدائے ذوالجلال نے ہم پر علیؑ اور ولید کے بارے میں قرآن نازل فرمایا ہے۔ خدا تجھے زندگی دے مومن فاسق و خائن کی طرح نہیں ہو سکتا۔ عنقریب ولید اور علیؑ کو آنکھوں کے سامنے بدلہ دینے کے لیے بلایا جائے گا۔ علیؑ کو وہاں جزا و بدلہ میں جنت

اورولید کوذلت وخواری ملے گی۔

اور باقی رہا تو اے عتبہ تو تجھے بھی امیر المومنین کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ انھوں نے جنگ بدر کے دن تیرے باپ کو قتل کیا تھا اور تیرے چچازاد شیبہ کے قتل میں شریک تھے اور کیا تجھے برا نہ لگا وہ شخص جس نے تیرے بستر پر قبضہ کیا اور تو نے اسے اپنی بیوی کے ساتھ پایا یہاں تک کہ تیرے متعلق نصر بن حجاج نے کہا:

نبئة عتبة میاتــه عـرســه	بـصداقة الهذلـی من الحیـان
الفاه معما فی الفراش فلم یکن	فـحلا واسک خشیة النسوان
لا تـعتبـن یـاعتب نـفسک	ان الـنسـاء حبـائل الشیطـان

مجھے عتبہ کے متعلق خبر ملی ہے کہ اس کی بیوی نے اسے قبیلہ حیان کے ہذلی نامی شخص کی دوستی کے لیے تیار کیا۔ عتبہ نے اسے اپنی بیوی کے پاس سویا ہوا پایا تو جوانمرد نہ بنا اور عورتوں کی طرح خوف کے مارے رک گیا۔ اے عتبہ اپنے نفس کو اپنی بیوی کی محبت پر ملامت نہ کر کیونکہ عورتیں شیطان کا جال ہیں۔

پھر امام حسنؑ نے اپنے دامن کو جھاڑا اور کھڑے ہو گئے پس معاویہ نے کہا:

امـرتـکـم امـرا فـلـم تسمعوالـه	وقلت لکم لا تبعثن ای الحسن
فـلا ابیتم کنت فیکم کبعضکم	وکـان خطابی فیه غبنا من الغبن
فـحسبکـم مـا قـال مما علمتم	وحسبی بما الفاه فی القبر والکفن

میں نے تمھیں ایک چیز کا حکم دیا لیکن تم نے میری بات نہ سنی۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم حسنؑ کو نہ بلاؤ۔ جب تم نے انکار کیا تو میں بھی تم میں سے بعض کی طرح تھا اور میرے متعلق خطاب نقصان اور نقصان تھا۔ پس تمھارے لیے کافی ہے جو کچھ اس نے کہا کہ جسے تم خود بھی جانتے تھے اور میرے لیے کافی ہے کہ جسے میں قبر و کفن میں بھی محسوس کروں گا۔

تفسیر عجیب

احمص نے اور ہشام بن کلبی نے اپنی کتاب (جس کا نام مثالب ہے) کہا ہے

اور اس کتاب میں امام حسنؑ کے اس قول کی تشریح کی ہے جو آپ نے معاویہ سے کہا کہ وہ بستر معلوم ہے جس پر تو پیدا ہوا۔ میں مطلع ہوا کہ معاویہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ قریش کے چار اشخاص سے ہے۔ ا۔ عمارہ بن ولید بن مغیرہ مخزومی۔ ۲۔ مسافر ابن ابی عمر۔ ۳۔ ابو سفیان۔ ۴۔ عباس بن عبدالمطلب اور یہ لوگ ابوسفیان کے ندیم تھے اور ان میں سے ہر ایک ہند کے ساتھ متہم تھا۔ عمارہ بن ولید قریش میں سے حسین ترین مرد تھا اور یہ وہی شخص ہے جس کی چغلی عمرو بن عاص نے نجاشی کے پاس کی تھی۔ نجاشی نے ایک جادوگر کو بلایا اس سے اس کے آلہ تناسل میں پھونکا تو یہ دیوانہ ہو گیا اور جنگلی جانوروں کے ساتھ پھرنے لگا اور نجاشی کی بیوی اس پر عاشق ہو گئی تھی اور مسافر بن ابی عمرو کے متعلق کلبی کا بیان ہے کہ عام لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ معاویہ اسی کے نطفہ سے پیدا ہوا کیونکہ اسے ہند سے بڑی محبت تھی۔ جب ہند حاملہ ہوئی تو مسافر کو خوف محسوس ہوا کہ کہیں یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ یہ مجھ سے ہے۔ لہٰذا حیرہ کے بادشاہ ہند بن عمرو کے پاس بھاگ گیا اور اسی کے پاس رہنے لگا۔ جب ابوسفیان حیرہ میں گیا تو مسافر سے اس کی ملاقات ہوئی۔ وہ ہند کے عشق میں بیمار ہو گیا تھا اور اس کے پیٹ میں پانی پڑ گیا تھا اس نے ابوسفیان سے مکہ کے حالات پوچھے وہ بتاتا رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے مکہ سے مسافر کے چلے آنے کے بعد ہند سے شادی کی۔ ابوسفیان نے اس سے یہ بھی کہا کہ تیرے آنے کے بعد میں نے ہند سے شادی کر لی ہے۔ یہ سننے کے بعد اس کی بیماری میں اضافہ ہو گیا اور یہ پگھلنے لگا۔

اور نیز ہشام بن محمد کلبی نے کتاب مثالب میں ذکر کیا ہے کہ ہند بڑی شہوانی عورت تھی سیاہ رنگ کی طرف مائل تھی۔ جب کوئی سیاہ بچہ پیدا ہوتا تو اسے مار دیتی تھی۔

ہشام کہتا ہے کہ یزید بن معاویہ اور اسحٰق بن طابہ بن عبید کے درمیان معاویہ کے سامنے جبکہ وہ خلیفہ تھا طعن و تشنیع کی بات ہوئی۔ یزید نے اسحٰق سے کہا کہ تمھارے لیے بہتر یہ ہے کہ تمام بنی حرب جنت میں داخل ہوں۔ یزید نے اس سے اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ اسحٰق کی ماں بنی حرب کے ایک شخص سے متہم تھی۔ تو اسحٰق نے یزید سے کہا

کہ تمھارے لیے بہتر یہ ہے کہ بنی عباس سارے جنت میں داخل ہوں۔ یزید اس کی بات نہ سمجھا اور معاویہ سمجھ گیا۔ جب اسحٰق چلا گیا تو معاویہ نے یزید سے کہا کہ کس طرح لوگوں سے گالی گلوچ کی بات کرتا ہے جب تجھے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تجھے کیا کیا کہا جا رہا ہے۔ کہنے لگا کہ میں نے اسحٰق پر طنز کیا ہے اور وہ ہے بھی ایسا ہی۔ معاویہ نے کہا اور اس نے کیا کہا؟ تمھیں معلوم نہیں کہ بعض قریش کا زمانہ جاہلیت میں یہ گمان تھا کہ میں عباس سے ہوں۔

شعبی نے کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے فتح مکہ کے دن ہند کی طرف اس بات کا کچھ اشارہ کیا تھا کہ جب ہند بیعت کرنے کے لیے آئی حالانکہ آپ نے اس کا خون مباح قرار دیا تھا۔ وہ کہنے لگی کس شرط پر آپ کی بیعت کروں؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم زنا نہیں کرو گی۔ کہنے لگی تو کیا کوئی شریف عورت زنا کرتی ہے تو آپ نے اسے پہچان لیا اور حضرت عمر کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔

اور امام حسنؑ کا عمرو بن عاص سے یہ فرمانا کہ تو مشترک فراش پر پیدا ہوا ہے۔

نیز کلبی نے مثالب میں ذکر کیا ہے کہ نابغہ عمرو کی ماں ان زانیہ عورتوں میں سے تھی کہ جنھوں نے مکہ میں اپنے نشان لگا رکھے تھے۔

پس عاص بن وائل نے چند قریش کے ساتھ جن میں ابولہب، امیہ بن خلف ہشام بن مغیرہ اور ابوسفیان بن حرب تھے ایک ہی طہر میں اس سے بدفعلی کی۔

کلبی کہتا ہے کہ جو لوگ مکہ میں زانی مشہور تھے وہ ایک جماعت تھی۔ ان میں سے مذکورہ بالا اشخاص کے علاوہ امیہ بن عبد شمس، عبدالرحمٰن بن حکم بن ابی عاص مروان بن حکم کا بھائی عتبہ بن ابوسفیان معاویہ کا بھائی اور عقبہ بن ابی معیط بھی تھے۔ پس جب نابغہ عمرو سے حاملہ ہوئی تو لوگوں نے اس بارے میں باتیں کیں جب اسے جن چکی تو ان پانچ آدمیوں نے (جن کا ہم نے ذکر کیا ہے) جھگڑا کیا ہر ایک یہ گمان رکھتا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ ان میں سے عاص بن وائل اور ابوسفیان زیادہ مصر تھے۔ ہر ایک کہتا تھا خدا کی قسم یہ میرا نطفہ ہے۔ ان دونوں نے نابغہ کو فیصل مقرر کیا اس نے عاص کا انتخاب کیا۔ کہنے

لگی یہ اس کا ہے۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تجھے اس بات پر کس چیز نے اکسایا ہے حالانکہ ابوسفیان اس سے زیادہ بزرگ ہے وہ کہنے لگی تمھاری بات درست ہے لیکن ابو سفیان بخیل ہے اور عاص سخی ہے یہ میری بیٹیوں پر خرچ کرے گا لیکن ابوسفیان نہیں کرے گا۔ نابغہ کی کچھ لڑکیاں تھیں۔ اور رہا امام حسنؑ کا ولید بن عقبہ سے یہ فرمانا کہ حضرت علیؑ نے شراب پینے کی وجہ سے تجھے کوڑے لگائے تھے تو سب مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان نے ولید بن عقبہ کو ۲۶ھ میں کوفہ کا حاکم بنایا تھا' ولید ہمیشہ شراب پیتا تھا وہ شراب کی محفل جماتا اور اس کے ندیم اور گانے والے ساری رات صبح تک اس کے ساتھ رہتے اور جب موذن اسے صبح ہونے کی اطلاع دیتا تو وہ نشہ کی حالت میں جا کر نماز پڑھاتا۔ ایک دن وہ شب خوابی کے لباس میں نکلا اسے ہوش نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے اسی حالت میں محراب کی طرف بڑھا اور نماز فجر چار رکعت پڑھا دی اور کہنے لگا کیا زیادہ کروں؟ تو عبداللہ بن مسعود نے کہا ہم آج تک تجھ سے زیادتی میں ہیں۔ جب سجدہ میں گیا تو کہنے لگا تو پی اور مجھے پلا۔ پس ابن غیلان ثقفی نے کہا۔ تجھے اور جس نے تجھے ہم پر امیر بنا کر بھیجا ہے خداوند عالم پیپ پلائے۔ پھر ابن غیلان اور اہل مسجد نے ولید کو کنکریاں ماریں۔ ولید قصر الامارہ میں داخل ہو گیا۔ وہ نشے میں جھوم رہا تھا۔ جاتے ہی تخت پر سو گیا۔ ایک جماعت نے اس پر ہجوم کیا جن میں ابو جندب بن زہیر اسدی' ابن عوف ازدی وغیرہ تھے لیکن وہ نشے میں دھت پڑا تھا انھوں نے اسے بیدار کرنا چاہا لیکن وہ بیدار نہ ہوا۔ پھر اس نے ان پر شراب کی قے کر دی۔ اس کے ہاتھ سے انھوں نے اس کی انگوٹھی اتاری اور فوراً مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ پس دربار خلافت میں داخل ہوئے اور ولید کے خلاف انھوں نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی ہے۔ وہ کہنے لگا تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ جو اس نے پی تھی وہ شراب ہے؟ وہ کہنے لگے وہی شراب اس نے پی ہے جو زمانہ جاہلیت میں ہم پیتے تھے پس عثمان نے ان دونوں (ابو جندب اور ابن عوف کو) جھڑک دیا اور برا بھلا کہا وہ دونوں حضرت عثمان کے پاس سے نکل کر حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو سارا واقعہ بتایا۔ آپ عثمان کے پاس تشریف لے

گئے اور فرمایا تم نے گواہوں کو رد اور حدود کو باطل کر دیا ہے تو عثمان کہنے لگے آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا اس فاسق کی طرف کسی کو بھیج کر اسے حاضر کر پس اگر گواہ قائم ہو گئے تو اس پر حد جاری کر۔ پس عثمان نے کسی کو ولید کے پاس بھیجا اور اس کو حاضر کیا پس لوگوں نے اس کے خلاف گواہی دی۔ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔ عثمان نے کوڑا حضرت علیؑ کی طرف پھینکا اور کہنے لگے۔ پھر آپ اس پر حد جاری کریں۔ آپ نے کوڑا اٹھایا اور ولید کے قریب ہوئے، ولید حضرت سے ہٹتا جاتا تھا۔ پس آپ نے اسے پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا۔ عثمان نے کہا آپ کو یہ حق نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اس لیے کہ یہ فاسق ہو گیا ہے پھر یہ اپنا بچاؤ کرتا ہے اس سے کہ اس سے خدا کا حق لیا جا رہا ہے۔ پھر آپ نے اسے چالیس کوڑے لگائے۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ رسول اللہؐ نے ولید کو بد دعا دی جبکہ اس نے آپ کی امان کو رد کر دیا تھا جس کی تفصیل اس طرح ہے:

امام احمد مسند میں کہتے ہیں (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ عقبہ کی بیوی رسول اللہؐ کی خدمت میں اس کی شکایت لے کر آئی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسولؐ ولید مجھے مارتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ رسول اللہؐ نے مجھے پناہ دی ہے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہی عورت پھر آئی اور کہنے لگی کہ اس نے تو مجھے اور زیادہ پیٹا ہے۔ آپ نے اپنے کپڑے کا ایک کنارہ پھاڑ کر اسے دیا اور کہا کہ اس سے جا کر کہو کہ یہ میری امان ہے رسول اللہؐ کی طرف سے۔ تھوڑی ہی دیر ہم رکے کہ وہ پھر آئی اور کہنے لگی اس نے مجھے اور زیادہ مارا ہے۔ رسول اللہؐ نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا خدایا تو ہی ولید سے بدلہ لے اور ایک روایت میں ہے خدایا فاسق کو کیفر کردار تک پہنچا۔

ولید کے فاسق ہونے کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ ولید نے ایک دن حضرت علیؑ سے کہا کیا میں آپ سے زیادہ زبان دراز اور زیادہ نیزہ باز نہیں! تو یہ آیت نازل ہوئی۔ فمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستؤن کیا مومن مثل فاسق کے

ہے یہ دونوں مساوی نہیں ہیں۔ یہ ابن عباس نے ذکر کیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ نبی اکرمؐ نے ولید کو ۸ھ میں بنی مصطلق کی طرف زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا وہ مسلمان ہو گئے تھے اور انھوں نے مسجد بھی بنالی تھی جب انھیں ولید کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ اس کے استقبال کے لیے ہدایا اور ہتھیار لے کر خوشی میں باہر نکلے جب اس نے اپنی طرف آتے دیکھا تو یہ مدینہ کی طرف واپس لوٹ آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہؐ انھوں نے زکوٰۃ نہیں دی اور ہتھیار لے کر میری طرف چل پڑے پس ان کی طرف کوئی لشکر جنگ کے لیے بھیجئے۔ پس حارث بن عباد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تو نے میرے قاصد کے قتل کا ارادہ کیا اور زکوٰۃ بھی نہیں دی۔ اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بھیجا ہے وہ تو ہم تک پہنچا ہی نہیں اور راستے سے پلٹ آیا ہے اور جھوٹ کہتا ہے پس خداوند عالم نے یہ آیت نازل کی یا ایھا الذین امنوا اذا جاء کم فاسق بنبا فتبینوا اے ایمان والو جب فاسق کوئی خبر دے تو اس کی دیکھ بھال کرو۔

ہشام بن محمد کلبی نے محمد بن اسحٰق سے بیان کیا ہے کہ مروان بن حکم نے جبکہ وہ مدینہ کا حاکم تھا امام حسنؑ کے پاس ایک قاصد بھیجا اور کہا کہ حسنؑ سے کہنا مروان بن حکم کہتا ہے کہ تیرا باپ وہ تھا جس نے افتراق ڈالا حضرت عثمان بن عفان کو قتل کیا اور علماء و زہاد کو ختم کر دیا یعنی خوارج اور تو اپنے غیر پر فخر کرتا ہے جب تجھے کہا جائے کہ تمہارا باپ کون ہے تو تم کہتے ہو کہ میرا اماموں گھوڑا ہے۔ پس قاصد امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے ابو محمد میں ایسے شخص کا پیغام لے کر آیا ہوں جس کے حملہ کا خوف اور تلوار کا ڈر ہے اور اگر آپ پسند نہ کریں تو میں وہ پیغام نہیں پہنچاتا۔ اور اپنے نفس سے آپ کا بچاؤ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں پیغام پہنچاؤ۔ ہم اس پر اللہ کی مدد چاہتے ہیں۔ پس اس نے پیغام دیا۔ آپ نے فرمایا کہ مروان سے جا کر کہو اگر تو سچا ہے تو خدا تجھے سچائی کی جزا دے اور اگر جھوٹا ہے تو خدا سخت انتقام لینے والا ہے۔ وہ قاصد امام حسنؑ کی بارگاہ سے نکلا تو امام حسینؑ سے ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا کہاں سے آ رہے ہو کہنے لگا آپ کے بھائی

امام حسنؑ کی خدمت میں سے۔ آپ نے فرمایا وہاں کیا کرنے گیا تھا؟ کہنے لگا مروان کا پیغام لے کر آیا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ کیا پیغام تھا۔ قاصد نے بتانے سے انکار کیا آپ نے فرمایا بتاؤ ورنہ تمہیں قتل کر دوں گا۔ امام حسنؑ نے یہ بات سن لی۔ تشریف لائے اور فرمایا بھائی اسے جانے دو۔ امام حسینؑ نے کہا نہیں خدا کی قسم جب تک یہ بتائے گا نہیں۔ قاصد نے وہ فقرات دہرائے۔ آپ نے فرمایا حسین بن علی اور فرزند فاطمہؑ تجھے کہتا ہے اے زرقاء کے بیٹے جو لوگوں کو اپنی طرف بازار ذی المجاز میں بلاتی اور بازار عکاظ میں صاحب نشان تھی اور اے رسول اللہؐ کے دھتکارے ہوئے اور لعنت کیے ہوئے کے بیٹے تو پہچان کہ تو کون ہے، تیری ماں کون تھی اور تیرا باپ کون تھا! وہ قاصد مروان کے پاس آیا اور انہی فقرات کا اعادہ کیا۔ جو دونوں بزرگواروں نے فرمایا۔ تو مروان کہنے لگا کہ حسنؑ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ رسول اللہؐ کے بیٹے ہیں اور حسینؑ سے کہو میں گواہی دیتا ہوں کہ تم علی ابن ابی طالبؑ کے بیٹے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ مروان سے کہنا یہ دونوں باتیں میرے لیے ہیں اور تیری ناک رگڑنے کے لیے۔

اصمعی کہتا ہے کہ حسینؑ کا یہ کہنا اے اپنی طرف بلانے والی کے بیٹے۔ تو ابن اسحٰق نے ذکر کیا ہے کہ مروان کی ماں جس کا نام امیہ تھا یہ زمانہ جاہلیت کی بدکار عورتوں میں سے تھی اور اس کا جھنڈا تھا بیطار (نعل لگانے والے) جھنڈے کے ساتھ جس طرح وہ مشہور تھی اور اس کا نام ام جنبل زرقا تھا۔ مروان کا باپ نامعلوم تھا اور حکم کی طرف ایسے ہی منسوب ہو گیا تھا جس طرح عمرو عاص کی طرف منسوب تھا اور آپ کا یہ فرمانا کہ اے رسول اللہؐ کے نکالے ہوئے کے بیٹے اس سے آپ کا اشارہ حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس کی طرف تھا۔ حکم فتح مکہ کے دن اسلام لایا اور مدینہ میں سکونت اختیار کی یہ رسول اللہؐ کی خبریں کفار مکہ کی طرف منتقل کرتا اور آپ کے خلاف جاسوسی کرتا تھا۔ شعبی کہتا ہے کہ اس نے اسلام صرف اسی مقصد کے لیے قبول کیا تھا اور یہ حقیقت میں مسلمان نہیں ہوا تھا۔ رسول اللہؐ نے اسے ایک دن دیکھا کہ وہ چل رہا ہے اور چلتے چلتے جھک جاتا ہے اور رسول اللہؐ کی نقل اتارتا ہے۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ تو ہمیشہ کے لیے ایسا ہی ہو

جائے۔اس کے بعد جب وہ چلتا تو معلوم ہوتا کہ وہ ابھی گر پڑے گا۔آپ نے اسے طائف کی طرف جلاوطن کر دیا اور اسے لعنت کی۔جب سرکار رسالت مآبؐ کی وفات ہو چکی تو حضرت عثمان نے حضرت ابوبکرؓ سے بات چیت کی کہ اسے واپس بلا لے کیونکہ حکم عثمان کا چچا تھا۔تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ کام میرے بس میں نہیں کیونکہ یہ وہ امر ہے جو رسول اللہؐ نے کیا ہے۔خدا کی قسم میں حضورؐ کی کسی طرح مخالفت نہیں کروں گا۔جب ابوبکر انتقال کر گئے اور ان کی جگہ عمر کی حکومت ہوئی تو عثمان نے عمر سے یہی بات کی تو حضرت عمر نے کہا اے عثمان، تمھیں رسول اللہؐ اور ابوبکر سے حیاوشرم نہیں آتی تم اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمن کو مدینہ میں واپس بلانا چاہتے ہو! خدا کی قسم یہ بات کبھی نہیں ہوگی۔پس جب وہ وفات پا گئے اور عثمان ان کی جگہ آئے تو اسی دن جس دن تخت نشین ہوئے اسے واپس بلا لیا۔اسے اپنے قریب بٹھایا اور اسے مال عظیم دیا' اس کی قدر و منزلت کو بلند کیا مسلمان عثمان کے خلاف کھڑے ہو گئے۔اور ان کی اس حرکت کو برا مانا اور یہ پہلی چیز تھی کہ جسے مسلمانوں نے برا جانا۔کہنے لگے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کے دشمن کو واپس بلایا ہے اور خدا اور رسول کی مخالفت کی ہے تو عثمان کہنے لگے رسول اللہؐ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ واپس بلالیں گے۔پس اسی سبب سے حجاز کے ایک گروہ نے عثمان کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی۔پھر حکم عثمان کی خلافت ہی کے زمانہ میں فی النار ہوا۔حضرت عثمان نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے جنازہ کے پیچھے چلے۔پس یہ بات مسلمانوں کو بہت شاق گزری اور کہنے لگے کیا وہ کافی نہیں تھا جو تم نے کیا تھا۔یہاں تک کہ تم نے منافق ملعون کی نماز جنازہ پڑھائی کہ جس پر رسول اللہؐ نے لعنت کی اور اسے شہر بدر کر دیا تھا۔پس مسلمانوں نے عثمان کی بیعت توڑ دی اور انھیں قتل کر دیا اور حضرت عثمان نے حکم کے بیٹے مروان کو افریقہ کا خمس جو کہ پانچ لاکھ دینار تھا دے دیا۔جب یہ خبر حضرت عائشہ کو ملی تو حضرت عثمان کو پیغام بھیجا کہ کیا تمھارے لیے یہ کافی نہیں تھا کہ تم نے منافق کو واپس بلا لیا یہاں تک کہ تم نے اسے مسلمانوں کا مال بھی واپس دے دیا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اور تشیع جنازہ بھی کی۔اسی وجہ سے انھوں نے فرمایا تھا کہ نعثل کو قتل کر دو خدا اسے

قتل کرے بیشک یہ کافر ہو گیا ہے۔

جب مروان کو پتہ چلا کہ بی بی عائشہ نے اس کا بہت برا مانا ہے تو وہ ان کے پاس آیا اور عتاب و ملامت کرنے لگا۔ بی بی عائشہ نے فرمایا نکل جا یہاں سے اے زرقا کے بیٹے میں رسول اللہؐ پر گواہی دیتی ہوں کہ آپ نے تیرے باپ پر لعنت کی جب کہ تو اس کی پشت میں تھا۔

شعبی کہتا ہے کہ مروان ۲ھ میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے اسے شہر بدر کیا۔

وفات امام حسنؑ

مورخین کا بیان ہے کہ معاویہ سے صلح کرنے کے بعد ۴۹ھ تک آپ مدینہ میں مقیم رہے۔ چالیس دن تک بیمار رہے اور ۲۵ ربیع الاوّل کو وفات پائی[1]۔ آپ کے سن مبارک میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کا سن ۴۹ سال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ۴۷ سال ہے۔ پہلا قول صحیح ہے۔ آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر مشہور ہے جہاں زیارت کی جاتی ہے۔

سبب شہادۃ

مورخین کہتے ہیں جن میں سے عبدالبر بھی ہے کہ آپ کو آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی نے زہر دیا تھا۔ اور شعبی کہتا ہے کہ معاویہ نے جعدہ سے مکاری کی اور اس سے کہا کہ امام حسنؑ کو زہر دے دو اور جس کے عوض میں تیری شادی یزید سے کر دوں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تجھے دوں گا جب امام حسنؑ شہید ہو گئے تو جعدہ نے معاویہ کی طرف پیغام بھیجا اور وعدہ پورا کرنے کا مطالبہ کیا تو معاویہ نے رقم تو اسے بھیج دی اور کہلا بھیجا کہ میں یزید سے محبت کرتا ہوں اور اس کی زندگی چاہتا ہوں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو یزید سے تیری شادی کر دیتا۔

---

[1] ارشاد معصومینؑ کے مطابق حضرت امام حسنؑ ۲۸ صفر ۵۰ھ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

شعبی کہتا ہے اس بات کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ امام حسنؑ اپنی شہادت کے وقت فرماتے تھے اور آپ کو وہ معلوم ہو چکا تھا جو معاویہ نے کہا تھا کہ معاویہ کا بھیجا ہوا زہر اپنا کام کر چکا ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہے۔ خدا کی قسم جو اس نے جعدہ سے وعدہ کیا ہے وہ اسے پورا نہیں کرے گا اور جو کچھ وہ کہتا ہے وہ قابل اعتماد نہیں۔

اور میرے جد مادری نے کتاب صفوۃ میں بیان کیا ہے کہ یعقوب بن سفیان نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ جعدہ نے ہی آپ کو زہر دیا تھا۔ شاعر اسی ضمن میں کہتا ہے:

تـغـرفـكـم لك من سـلـوة　　　　تـفـرج عـنـک غـلـيـل الحزن

صبر کر پس کتنے مقام تسلی کے تیرے لیے موجود ہیں جو تجھ سے حزن و ملال کی سوزش کو دور کر دیں گے۔

بـمـوت الـنـبـی و قتل الوصی　　　　وقتل الـحـسـيـن و سم الحسن

(تسلی حاصل کر) وفات رسول، قتل وصی، شہادت حسینؑ اور زہر حسنؑ کے ساتھ۔

ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ معاویہ نے آپ کو کئی مرتبہ زہر دیا کیونکہ امام حسنؑ اور ان کے بھائی حسینؑ شام میں معاویہ کے پاس گئے تھے۔

ابونعیم نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عمیر بن اسحٰق کہتا ہے کہ میں اور ایک دوسرا شخص امام حسنؑ کی عیادت کے لیے آپ کے پاس گئے کہ جس بیماری میں آپ نے وفات پائی تو آپ نے فرمایا اے شخص جو حاجت ہو سوال کر۔ وہ شخص کہنے لگا نہیں خدا کی قسم ہم آپ سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے جب تک خداوند عالم آپ کو عافیت نہیں بخشتا۔ آپ نے فرمایا سوال کر لے قبل اس کے کہ سوال نہ کر سکے کیونکہ میرے جگر کے کئی ٹکڑے باہر آ چکے ہیں اور مجھے کئی مرتبہ زہر پلایا گیا ہے لیکن اس مرتبہ جیسا کوئی زہر نہیں تھا۔

راوی کہتا ہے کہ دوسرے دن میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور

آنجناب کا آخری وقت تھا۔ حسینؑ ان کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے لگے اے بھائی آپ کس کو ملزم جانتے ہیں؟ فرمایا کیوں؟ تا کہ تم اسے قتل کردو۔ حسینؑ نے کہا ہاں اگر وہی ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے تو خدا زیادہ طاقتور اور سخت عذاب کرنے والا ہے۔

اور اگر وہ نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ میرے بدلے کوئی بے گناہ قتل ہو۔

ابن سعد نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسنؑ کا وقت احتضار آیا تو آپ نے فرمایا مجھے اپنے نانا کے پاس دفن کرنا یعنی رسول اللہؐ کے پاس۔

پس امام حسینؑ نے چاہا کہ آپ کو رسول اللہؐ کے حجرہ میں دفن کریں پس بنی امیہ مروان اور سعید بن عاص جو کہ حاکم مدینہ تھا اس امر سے مانع ہوئے۔ اس پر تمام بنی ہاشم تیار ہو گئے کہ ان سے جنگ کریں۔ ابو ہریرہ نے کہا تھا تمہارا کیا خیال ہے اگر موسیٰؑ کا بیٹا فوت ہو جاتا تو کیا وہ اپنے باپ کے ساتھ دفن نہ ہوتا؟

ابن سعد نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ بھی ان کے ساتھ تھیں وہ کہنے لگیں کہ رسول اللہؐ کے ساتھ کوئی دفن نہیں ہو سکتا۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ مروان نے معاویہ کی طرف خط لکھا کہ بنی ہاشم نے چاہا تھا کہ حسنؑ کو رسول اللہؐ کے پاس دفن کریں اور سعید بن عاص بھی اس معاملے میں بنی ہاشم کا ہمنوا ہو گیا تھا۔ میں نے عثمان مظلوم کی وجہ سے انھیں روک دیا کہ عثمان تو جنت البقیع میں دفن ہوں اور حسنؑ رسول اللہؐ اور ابوبکر کے ساتھ دفن ہو جائے۔ اس پر معاویہ نے شکریہ کا خط اس کی طرف لکھا اور سعید بن عاص کو معزول کر کے مروان کو مدینہ کا حاکم بنا دیا۔

جب آپ دفن ہو چکے تو آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ قبر پر کھڑے ہو گئے درآنحالیکہ آپ رو رہے تھے اور کہا اے ابو محمد خدا آپ پر رحمت نازل کرے اگر آپ کی زندگی باعث عزت تھی تو آپ کی وفات نے کمر توڑ دی ہے اور بہترین روح وہ تھی جس نے آپ کے بدن کے ساتھ زندگی گزاری اور بہترین بدن وہ تھا کہ جسے آپ کے کفن نے چھپایا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو حالانکہ آپ ہدایت کے فرزند پرہیزگاری کے حلیف اور

خامس اصحاب کساء تھے۔ اسلام کی گود میں پلے اور ایمان کے سینے سے دودھ پیا تھا۔ آپ کے کارنامے عظیم اور مدارج انتہائی تھے اور آپ کے ذریعے خداوند عالم نے دو گروہوں میں مصالحت کرائی۔ آپ کے سبب دین کی پراگندگی مجتمع ہوئی۔ پس آپ پر سلام ہے۔ آپ زندگی اور وفات کے بعد طیب وطاہر ہیں۔

واقدی کہتا ہے جب آپ کی وفات کی خبر معاویہ کو ملی تو وہ اس وقت مقام خضرا میں تھا اس نے تکبیر کی آواز بلند کی جسے تمام اہل مسجد نے سنا۔

ابن سعد کہتا ہے کہ جب امام حسنؑ فوت ہوئے تو ابن عباس اس وقت شام میں تھے ان کی بصارت جاتی رہی تھی۔ وہ معاویہ کے پاس گئے اور اپنے چلانے والے سے کہا کہ مجھے نہ کھینچنا تاکہ معاویہ شماتت نہ کرے۔ معاویہ کہنے لگا خدا کی قسم میں تجھے ایسی بات کی خبر دیتا ہوں جو میری شماتت سے بھی زیادہ سخت ہے پھر کہنے لگا حسنؑ بن علیؑ فوت ہو گئے ہیں۔ ابن عباس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون! اور خدا کی قسم اے معاویہ تو بھی ان کے بعد نہ رہ سکے گا۔

اولاد امام حسنؑ

واقدی اور ہشام نے کہا ہے کہ آپ کے پندرہ فرزند اور آٹھ بیٹیاں تھیں ان میں سے علی اکبر علی اصغر جعفر فاطمہ سکینہ ام حسن عبداللہ قاسم زید عبدالرحمٰن احمد اسمٰعیل حسین عقیل اور حسن ہیں اور وہ ابو عبداللہ حسن بن حسن بن علی ہیں۔ یہ ترتیب جو ذکر ہوئی ہے یہ واقدی اور محمد بن ہشام کی ہے۔

لیکن محمد بن سعد نے طبقات میں ان کی ترتیب اس کے علاوہ بیان کی ہے اور اس نے کہا ہے کہ امام حسنؑ کی اولاد میں سے محمد اصغر جعفر حمزہ فاطمہ ان کی والدہ ام کلثوم بنت فضل بن عباس بن عبدالمطلب تھی اور محمد اکبر کہ جن سے آپ کی کنیت ہے اور حسنؑ ان کی والدہ خولہ بنت منظور غطفانیہ ہے اور زید ام حسن اور ام خیر کی والدہ ام بشر بنت ابو مسعود انصاری ہے کہ جس کا نام عقبہ بن عمرو تھا۔ اسمٰعیل اور یعقوب کی ماں جعدہ بنت

اشعث بن قیس ہے جس نے آپ کو زہر دیا تھا۔ قاسم ابوبکر اور عبداللہ جو امام حسینؑ کی معیت میں کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کی ماں کنیز تھی اور ان کی نسل نہیں چلی۔ بعض کہتے ہیں ان کی ماں کا نام نفیلہ تھا۔

حسین الشرم عبدالرحمٰن ام سلمہ ایک کنیز سے ہیں جس کا نام ظمیا تھا۔ عمر بھی کنیز سے پیدا ہوئے۔ ان کی اولاد بھی نہیں ہے اور ام عبداللہ یہ امام ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین کی والدہ ہیں ان کی والدہ ایک کنیز تھی جس کا نام صافیہ تھا۔ طلحہ کی کوئی اولاد نہیں اس کی ماں ام اسحٰق بنت طلحہ بن عبداللہ تیمی ہے اور عبداللہ اصغر کی ماں زینب بنت سبیع بن عبداللہ تھی یہ سبیع جریر بن عبداللہ بجلی کا بھائی تھا اور یہ قول زیادہ صحیح ہے۔

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ زید بن حسن کی اولاد تھی جن میں سے محمد ایک کنیز سے پیدا ہوا۔ آگے اس کی اولاد نہیں اور نفیسہ بنت زید ہے۔ نفیسہ کی والدہ کا نام لبانۃ بنت عبداللہ بن عباس ہے اور حسن بن زید ابوجعفر منصور کی طرف سے حاکم مدینہ ہوئے تھے ان کی ماں کنیز تھی۔

واقدی کہتا ہے کہ زید بن حسن نے بطحا بن ازہر میں وفات پائی یہ مقام مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ان کا جنازہ بقیع میں لایا گیا۔ ان کی تاریخ وفات نہیں معلوم ہوسکی۔ مگر یہ کہ وہ تابعین کے دوسرے طبقے میں سے ہیں۔

حسن بن حسن بن علیؑ کی اولاد میں سے عبداللہ بن حسن بن حسن حسن بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی ہیں یہ سب منصور کی قید میں کوفہ میں وفات پا گئے ہم آئندہ ان کا تذکرہ کریں گے اور زینب بنت حسن بن حسن اور ام کلثوم بنت حسن اور ان سب کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علیؑ ہیں اور فاطمہ کی والدہ ام اسحٰق بنت طلحہ بن عبداللہ ہیں اور جعفر بن حسن بن حسن اور فاطمہ ام قاسم ملیکہ یہ ایک کنیز سے پیدا ہوئے۔ جسے حبیبہ فارسیہ کہا جاتا تھا۔ ام کلثوم ایک کنیز سے ہے یہ سب حسن بن حسن بن علی کی اولاد ہیں۔ جن میں سے عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی علیہ السلام ہیں۔

ہم عبداللہ کے کچھ حالات ذکر کرتے ہیں۔ واقدی نے آپ کے حالات میں

کہا ہے کہ عبداللہ کی کنیت ابو محمد تھی۔ یہ مدینہ میں رہتے تھے یہاں تک کہ بنی امیہ کی سلطنت ختم ہوئی۔ جب ابوعباس سفاح نے خلافت پر قبضہ کیا تو اولاد ابو طالب کی ایک جماعت کے ساتھ عبداللہ اس کے پاس گئے وہ مقام ابنار میں تھا اس نے سب کو بہترین جائزہ دیا اور عبداللہ کو مقدم رکھا انھیں عطیہ دیا اور اپنے قریب بٹھایا اور ان سے وہ سلوک کیا جو دوسروں سے نہیں کیا تھا اور وہ رات کے وقت اس کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہتے۔ ایک رات آدھی رات تک باتیں ہوتی رہیں۔ ابوعباس نے ایک ڈبیہ منگوائی جس میں کچھ جواہرات تھے اسے کھولا پھر کہنے لگا اے ابومحمد خدا کی قسم یہ ان جواہرات میں سے ہیں جو بنی امیہ کے قبضے میں تھے اور ہمیں ملے ہیں اور وہ عبداللہ کے ساتھ تقسیم کر لیے پھر ابوالعباس کو اونگھ آ گئی وہ اپنا سر رکھ کر سو گیا تو عبداللہ نے یہ اشعار کہے:

الم تر حوشبا امسی دینبی تصورا نفعها لبنی نفیله

یومل ان یعمر عمر فوج وامر اللّٰہ یاتی کل لیلة

(کیا تو حوشب کی طرف نہیں دیکھتا کہ وہ محلات تعمیر کرتا ہے جن کا نفع بنی نفیلہ کو پہنچے گا وہ امید رکھتا ہے کہ نوح جتنی عمر گزارے گا حالانکہ خدا کا حکم ہر رات آتا ہے)

ابوالعباس بیدار ہو گیا اور اس نے آپ کے اشعار کا مفہوم سمجھ لیا اور کہنے لگا کیا یہ شعر میرے پاس مثالاً پڑھے جا رہے ہیں۔ حالانکہ تمھیں معلوم ہے جو احسان میں نے تمھارے ساتھ کیا ہے اور میں نے کوئی چیز تم سے چھپا نہیں رکھی۔ پس انھوں نے کہا اے امیر المومنین خدا کی قسم میں نے برائی کا ارادہ نہیں کیا بلکہ یہ اشعار یوں ہی میری زبان پر آ گئے تھے اور اگر آپ اس چیز کو برداشت کر سکتے ہیں جو مجھ سے سرزد ہوئی ہے تو کر لیجیے۔ کہنے لگا میں نے برداشت کر لیا۔

صولی نے کتاب اوراق میں ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں اشعار عبداللہ نے ایک دوسرے موقع پر کہے تھے۔ وہ کہتا ہے جب عبداللہ ابوالعباس کے پاس آئے تو اس نے ان کا ہاتھ پکڑا اور آپ کو ان محلات اور مکانات میں پھراتا رہا جنھیں اس نے ہاشمیہ میں تعمیر کیا تھا اور ان پر بڑا اتراتا تھا۔ عبداللہ نے اس وقت یہ دونوں اشعار پڑھے۔ تو سفاح

آگ بگولا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ سے کھینچ لیا اور کہنے لگا تمہاری کیا مراد ہے۔ وہ کہنے لگے خدا کی قسم میرا مقصد سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ میں تمہیں ان سے زہد اور پرہیز گاری کی تلقین کروں۔ سفاح نے کہا: ارید حیات و یرید قتلی الخ (میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے) تو عبداللہ نے کہا مجھے معاف کر دیجئے سفاح کہنے لگا خدا مجھے معاف نہ کرے اگر تجھے کبھی بھی معاف کر دوں۔

عبداللہ بن حسن کی اسیری

مورخین کا بیان ہے کہ عبداللہ بن حسن کی کئی اولادیں تھیں جن کا تذکرہ آگے کریں گے۔ ان میں سے ممتاز حیثیت کے محمد اور ابراہیم تھے اور یہ دونوں حصولِ خلافت کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ منصور ان سے خائف تھا اور یہ منصور کے خوف سے دیہاتوں میں رہتے تھے۔ پھر یہ شہروں کی طرف منتقل ہو گئے۔ حجاز سے یمن کی طرف پھر بصرہ کی طرف پھر سندھ چلے گئے۔ جب ۱۴۴ھ میں منصور حج پر گیا تو مدینہ میں عبداللہ بن حسن بن حسن کے ساتھ ملاقات کی اور ان سے ان کی دونوں بیٹوں کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگے خدا کی قسم مجھے ان کا علم نہیں تو منصور نے ان سے سخت کلامی کی پھر انھیں قید کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ جب ان سے ان کے بیٹوں کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگے خدا کی قسم اگر وہ دونوں میرے قدموں کے نیچے ہوتے تو بھی میں قدموں کو نہ اٹھاتا۔

اور صولی نے کتاب اوراق میں ذکر کیا ہے کہ جب لوگوں نے عبداللہ کو اپنے دونوں بیٹوں کے معاملے کو چھپانے کے سلسلے میں ملامت کی تو وہ کہنے لگے کہ میرا امتحان ابراہیم خلیل اللہ کے امتحان سے زیادہ عظیم ہے کیونکہ خداوند عالم نے انھیں اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ اللہ کی اطاعت تھی تو خدا نے فرمایا کہ بیشک یہ واضح ابتلا ہے۔ یہ مجھ سے مطالبہ کرتا ہے کہ میں اپنے بیٹوں کی اس سے مخبری کروں تا کہ یہ انھیں یہ قتل کر دے اور یہ اللہ کی نافرمانی ہے۔ پس منصور نے ان کی قید کا حکم دے دیا۔ وہ تین

سال قید رہے۔ ان کے ساتھ ایک جماعت قید تھی جن میں حسن اور ابراہیم عبداللہ کے بھائی حسن کے بیٹے تھے اور حسن بن جعفر بن حسن اور ابوبکر بن حسن بن حسن جو عبداللہ کے بھائی تھے۔ سلیمان عبداللہ علی عباس جو داؤد بن حسن بن حسن کے بیٹے تھے اور محمد و اسحٰق جو ابراہیم بن حسن بن حسن کے بیٹے تھے اور عباس بن حسن بن حسن بن علی کو اس وقت گرفتار کیا گیا جب وہ اپنے دروازہ پر بیٹھے تھے ان کی والدہ نے فریاد کی کہ خدا کے لیے اسے چھوڑ دو کہ میں اسے آخری بار دیکھ لوں لیکن انھوں نے ایسا نہ کیا۔ علی بن حسن بن حسن بڑے عابد و پرہیز گار تھے۔ موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن اور علی بن محمد بن عبداللہ اور ان کی گرفتاری کا کام ریاح بن عثمان کے سپرد کیا گیا۔ یہ منصور کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا اس نے انھیں بیڑیاں پہنا دیں اور بہت سختی سے پیش آیا۔

ان میں سب سے پہلے عبداللہ کو قید سے رہا کیا گیا۔ پھر باقی یکے بعد دیگرے قید ہوئے اور اسی حالت میں قید رہے۔ یہاں تک کہ ابوجعفر منصور ۱۴۴ھ میں حج کے لیے آیا اور بعض کے قول کے مطابق عبداللہ ۱۴۱ھ میں قید ہوئے۔ جب منصور حج سے پلٹا تو ریاح کی طرف پیغام بھیجا وہ ان کو لے چلا اور ان کے ساتھ ہی محمد بن عبداللہ بن عمر بن عثمان کو (جو حسن بن حسن کی اولاد کا مادری بھائی تھا اور جسے دیباج کہا جاتا تھا) بھی ساتھ لیا اور ان سب کی دادی جناب فاطمہ بنت حسین بن علی بن ابی طالبؑ تھیں۔ پس ریاح نے ان کو مزید بیڑیوں اور طوقوں میں جکڑا اور ان کے حلقے تنگ کر دیے یہاں تک کہ ان کے پاؤں میں زخم ہو گئے اور انھیں مقام ربذہ میں لے کر آیا کیونکہ منصور اس سال مدینہ میں داخل نہیں ہوا تھا بلکہ ربذہ ہی میں قیام ٹھہرا ہوا اور یہ لوگ بے کجاوہ اونٹوں پر وہاں پہنچے۔ ان کے نیچے کوئی کپڑا یا گدا وغیرہ نہیں تھا اور ابوجعفر پردہ کے پیچھے ان کی حالت دیکھ رہا تھا۔

عبدالرحمٰن بن ابوموالی کہتا ہے کہ میں نے ان لوگوں کی ربذہ میں حالت دیکھی کہ یہ لوگ دھوپ میں پڑے ہوئے تھے۔ ابوجعفر منصور نے محمد دیباج کو بلایا ان کی بیٹی ابراہیم بن عبداللہ بن حسن کے نکاح میں تھی اور کہنے لگا مجھے بتاؤ کہ کہاں ہیں دونوں

جھوٹے اور فاسق محمد و ابراہیم عبداللہ بن حسن بن حسن کے بیٹے محمد نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں۔ اس ملعون نے آپ کو چار سو کوڑے مارے پھر ایک سخت و درشت قمیص ان پر ڈال دی۔ پھر اس قمیص کو کھینچا تو ان کا چمڑا بھی ساتھ ہی آ گیا۔ یہ ایک حسین ترین انسان تھے اسی لیے انھیں دیباج کہا جاتا تھا۔ ان کی آنکھ پر ایک کوڑا لگا جس سے ان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ انھیں بیڑیوں سمیت ان کے بھائی عبداللہ کے پاس لایا گیا یہ پیاسے تھے لیکن کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ انھیں پانی پلا دیتا۔ جناب عبداللہ نے فریاد کی کہ اے گروہ مسلمین کیا اولادِ رسول پیاسی مرے گی؟ پھر ابو جعفر منصور ایک محمل میں سوار ہوا اس کے دوسری جانب اس کے مد مقابل ربیع تھا اور اولاد حسنؑ کو اونٹوں کے پالانوں پر سوار کیا گیا۔ ان کے سر ننگے تھے، دھوپ ان پر پڑتی تھی۔ ان کے نیچے بھی کوئی کپڑا نہیں تھا۔ ننگے پیاسے اور بھوکے تھے۔ ایک دن ابو جعفر منصور ان کے قریب سے گزرا۔ وہ محمل میں تھا کہ جس پر ریشم و دیباج کے پردے پڑے تھے۔ تو عبداللہ بن حسن نے پکار کر کہا کیا ہم نے جنگ بدر میں یہی سلوک کیا تھا؟ اس ملعون نے کوئی جواب نہ دیا ان کا اشارہ جناب رسالت مآبؐ کے سلوک کی طرف تھا جو آپ نے عباس سے کیا تھا۔ جب وہ جنگ بدر میں قید ہوئے تھے اور تکلیف سے کراہتے تھے تو آپ نے فرمایا عباس کے کراہنے سے آج رات میں سو نہیں سکا۔ پھر انھیں چھوڑ دیا تھا۔ صولی نے کتاب اوراق میں ذکر کیا ہے کہ جب ان بیکسوں کو اونٹوں پر مدینہ سے باہر نکالا گیا، ہر ایک کے ساتھ ایک سپاہی تھا۔ اس وقت ابن زناد سعدی نے یہ اشعار کہے:

من لنفس کثیرة الاشفاق ولعین کثیرة الاطواق

زیادہ ڈرائے ہوئے نفس اور زیادہ نیچے دیکھنے والی آنکھ کا کون ہے۔

جھدت الذی دھاھا زمانا ثم جادت بدرمھا المھراق

ایک زمانہ تک وہ خشک رہی اس مصیبت کے سبب جس نے اسے گھیرے رکھا پھر خون کے آنسو بہائے۔

نفراق الذین راحوا الی الموت عیانا والموت مر المذاق

ان کے فراق میں آنسو بہائے جو کھلی ہوئی موت کی طرف جا رہے تھے موت کا ذائقہ تلخ ہے۔

ثم ظلموا یسلمون علینا　　　　باکف مشدودۃ فی وثاق

پھر وہ ہم پر سلام کرنے لگے ایسی ہتھیلیوں سے جو مضبوط رسیوں سے بندھی ہوئی تھیں۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ دیباج کی اس بیٹی کا نام جس کی شادی انھوں نے ابراہیم سے کی رقیہ تھا۔ یہ لوگ اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ ابو جعفر منصور انھیں بدترین حالت کے ساتھ کوفہ میں لایا۔

واقدی کہتا ہے کہ یہ لوگ اولاد امام حسنؑ میں سے بیس افراد تھے کہ جنھیں کوفہ میں قید کر دیا گیا۔ اور بعض کہتے ہیں ہاشمیہ میں۔ جو کوفہ کے مقابل تھا۔ انھیں ایک سرداب میں رکھا گیا جو زمین کے نیچے تھا جس میں نہ رات کا پتہ تھا نہ دن کا۔ یہ سرداب کوفہ کے پل کے سامنے معروف جگہ ہے جہاں اب زیارت کی جاتی ہے۔ ان کے پاس پانی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ وہ وہیں بول و براز کرتے تھے اس لیے وہاں سخت بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ ان کے پاؤں پر ورم آ گیا۔ جب ان میں سے کوئی مر جاتا تو دفن بھی نہیں ہو سکتا تھا بلکہ ان کے سامنے گل کر مٹی ہو جاتا اور وہ اسے دیکھتے رہتے اور بعض کہتے ہیں کہ سرداب ان پر گر پڑا اور وہ سب وہیں مر گئے۔

طبری کا کہنا ہے کہ وہ پیاس سے مر گئے کیونکہ ان کے پاس پینے کے لیے پانی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔

مورخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا عبداللہ بن حسن اپنے بیٹوں محمد و ابراہیم کے منصور کے خلاف خروج کرنے کے بعد فوت ہوئے یا پہلے! زیادہ صحیح یہی ہے کہ ان کا خروج عبداللہ کی زندگی ہی میں تھا جیسا کہ ہم آئندہ ذکر کریں گے۔

خروج محمد و ابراہیم

مورخین کا بیان ہے کہ جب ابو جعفر منصور عبداللہ بن حسن اور ان کے خاندان کو

گرفتار کر کے کوفہ لایا تو محمد وابراہیم اس سے خوف زدہ ہوئے پس وہ یمن کی طرف چلے گئے، پھر ہندوستان کی طرف، پھر خفیہ طور پر کوفہ آئے اور ابو جعفر ان کے پیچھے جاسوس لگا رکھے تھے۔ منصور کے لشکر میں سے بہت سے لوگوں نے محمد وابراہیم کی بیعت کر لی پھر انھیں خوف محسوس ہوا۔ محمد حجاز اور ابراہیم بصرہ کی طرف چلے گئے۔

شہادت محمد بن عبداللہ بن حسن

مورخین کا بیان ہے کہ منصور کی تمام شہروں میں بیعت لی گئی لیکن جب لوگوں نے اس کا قہر وظلم دیکھا تو محمد نے دو سو پچاس شہسواروں کے ساتھ ماہ رجب میں مدینہ میں خروج کیا۔ انھوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور قید خانہ پہنچ کر اس کا دروازہ توڑا وہاں جتنے قیدی تھے سب کو باہر نکال لیا۔ ریاح بن عثمان کو ہشام کے گھر میں محبوس کر دیا۔ محمد منبر پر گئے اور خطبہ دیا کہ اے لوگو اس سرکش خدا کے دشمن ابو جعفر منصور کا معاملہ تم سے مخفی نہیں۔ اس نے خدا کی دشمنی میں کعبہ محترم کی اہانت کرتے ہوئے قبہ خضرا بنایا ہے اور خداوند عالم نے فرعون کو اس وقت پکڑا جب اس نے یہ کہا تھا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔ اس امر کے قیام میں زیادہ حقدار مہاجرین وانصار کی اولاد ہیں۔ خدایا ان لوگوں نے تیرے حرام کو حلال اور تیرے حلال کو حرام قرار دیا ہے اور جسے تو نے ڈرایا اسے انھوں نے امان دے رکھی ہے اور جسے تو نے امان دی اسے ڈراتے ہیں۔ ان کی تعداد کو ختم کر دے اور انھیں علیحدہ علیحدہ ختم کر دے۔ ان میں سے کسی کو نہ باقی رہنے دے۔ پھر وہ منبر سے اتر آئے۔

واقدی کہتا ہے کہ مکہ، مدینہ اور یمن پر محمد کا قبضہ ہو گیا تھا۔

ابن جریر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ مالک بن انس سے محمد کے ساتھ خروج کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا اور کہا گیا کہ ہماری گردنوں میں منصور کی بیعت پڑی ہوئی ہے تو مالک نے کہا تم لوگوں نے مجبوراً بیعت کی تھی اور مجبور کی قسم کا کچھ مواخذہ نہیں ہوتا۔ پس لوگوں نے محمد کا ساتھ دینے میں جلدی کی۔ مالک اپنے گھر میں بیٹھ گیا اور باہر نہ نکلا۔

واقدی وغیرہ نے کہا ہے کہ عبداللہ بن علی بن عبداللہ ابن عباس منصور کا چچا بھی

اس کی قید میں تھا۔ ابوجعفر منصور نے کہا کہ اس معاملے میں ان سے مشورہ کروتو عبداللہ نے کہا کہ ابوجعفر کونجل نے قتل کیا ہوا ہے اس سے کہوکہ مال خرچ کرے۔ اگر غالب آ گیا تو وہ مال دوبارہ اس کے پاس واپس آ جائے گا اور اگر مغلوب ہو گیا تو اس کے دشمن کے پاس ایک درہم بھی نہ ہوگا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ جب ابوجعفر کو محمد کے خروج کی خبر ملی تو اس نے اسے خط لکھا۔ امیر المومنین ابوجعفر کی طرف سے محمد بن عبداللہ کی طرف۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں خدا کے اس قول تک مگر وہ جو توبہ کرلیں قبل اس کے کہ تمھیں ان پر قدرت حاصل ہو تو جان لو کہ خدا بخشش کرنے والا مہربان ہے اور مجھ پر تمھارے لیے اللہ کا میثاق اور اللہ رسول کا ذمہ ہے اگر تم توبہ کرلو اور لوٹ آؤ قبل اس کے کہ مجھے تمھارے اوپر قدرت حاصل ہو تو تم' تمھارے تمام فرزند' بھائی عزیز اور جنھوں نے تمھارا ساتھ دیا ہے ان کے خون اور مال محفوظ ہیں اور میں تمھیں دس لاکھ درہم عطا کروں گا اور جس شہر میں تم چاہو گے وہاں رہنے دوں گا اور تمھارے عزیزوں میں سے جو قید ہیں سب کو رہا کر دوں گا۔ اور اگر تم چاہتے ہو کہ اپنے متعلق پختہ میثاق وعہد لو تو جسے چاہو بھیج دو وہ مجھ سے امان نامہ اور مواثیق و عہود لے جائے۔ والسلام!

پس محمد بن عبداللہ نے اس کی طرف خط لکھا:

محمد بن عبداللہ مہدی کی طرف سے عبداللہ بن محمد کی طرف! طسم یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔ ہم تجھ پر موسیٰ و فرعون کی خبر کی حق کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں اس قوم کے لیے جو ایمان لائے ہیں بیشک فرعون نے اپنے آپ کو زمین میں بلند سمجھا اور اہل زمین کو کئی فرقے بنا دیا' ایک گروہ کو اس نے کمزور سمجھا' ان کے بیٹے کو ذبح کرتا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھتا اور بیشک وہ مفسدین میں سے تھا اور ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان پر جنھیں زمین میں کمزور بنا دیا گیا۔ انھیں امام بنائیں اور انھیں وارث قرار دیں اور زمین پر انھیں تمکین واقتدار بخشیں اور فرعون وہامان اور ان کے لشکر کو وہ کچھ دکھائیں جس سے وہ

ڈرتے تھے اور میں تجھ پر اسی قسم کی امان پیش کرتا ہوں جیسی تو نے پیش کی' اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم نے اس امر کا دعویٰ ہماری وجہ سے کیا اور ہمارے شیعوں کی وجہ سے خروج کیا اور ہمارے فضل و کرم کے خطبے پڑھے اور ہمارے باپ علیؑ ہی وصی تھے اور وہی امام تھے پس تم ان کی ولایت و حکومت کے وارث کس طرح بن گئے؟ جبکہ ان کی اولاد زندہ ہے۔ پھر تمھیں معلوم ہے کہ کسی نے اس امر خلافت کا دعویٰ نہیں کیا کہ جس کا نسب اور شرف ہم ایسا ہو۔ ہم نہ طلقاء (فتح مکہ کے وقت رسول اللہؐ نے جنھیں آزاد کیا تھا) کے نہ دھتکارے ہوئے لوگوں کے نہ ملاعین کے بیٹے ہیں اور بنی ہاشم میں سے کسی کے پاس وہ وسیلہ اور ذریعہ نہیں جو ہمارے پاس قرابت' سبقت اور فضل میں ہے۔ ہم رسول اللہ کی زمانہ طفولیت کی والدہ فاطمہ بنت عمرو کے بیٹے ہیں اور اسلام میں فاطمہ بنت رسول اللہؐ کی اولاد ہیں ہمارا باپ تمام لوگوں میں سے پہلا مسلمان ہے اور پہلا وہ شخص ہے جس نے رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ ہمارے جد امجد رسول اللہؐ جدۂ ماجدہ خدیجہ طاہرہ ہیں۔ اور ہمارا باپ دو طرف سے ہاشم کی اولاد ہے' ایک باپ کی طرف سے اور ایک ماں فاطمہ بنت اسد کی طرف سے اسی طرح حسنؑ دونوں طرف سے ہیں۔ پس میں اوسط بنی ہاشم ہوں نسب کے لحاظ سے اور اشرف ہوں میں ماں باپ کی نسبت سے۔ نہ ماؤں کی وجہ سے کوئی جھگڑ سکتا ہے اور نہ اولاد کے سبب۔ اور نہ اس کی اصل عجم میں ہے اور تیرے لیے امان ہے جس طرح تو نے ذکر کیا ہے اگر تو میری اطاعت میں داخل ہو جائے اور میری دعوت کو قبول کر لے۔ میں تجھے تیری ذات تیری اولاد' مال' عزیز اور ہر وہ کام جو تو نے کیا ہے اس میں امان دیتا ہوں۔ مگر اللہ کے حدود میں سے کوئی حد' کسی مسلمان یا ذمی کا کوئی حق ہو اور باقی رہا تیری امان' تو تو کون سی امان مجھے دیتا ہے اپنے چچا عبداللہ بن علی یا ابو مسلم یا ابن ہبیرہ والی۔ والسلام!

پس ابو جعفر نے محمد کی طرف خط لکھا:

اما بعد میں تمھارے خط مطلع ہوا' تمھارا زیادہ زور اور فخر عورتوں کی قرابت سے تھا تا کہ بے راہ اور گھٹیا لوگوں کو تم گمراہ کر سکو۔ حالانکہ خداوند عالم نے عورتوں کو چچاؤں کی

مانند قرار نہیں دیا اور عورتیں قرابت داروں اور اولیاء کی طرح نہیں ہیں کیونکہ خداوند عالم نے چچا کو باپ قرار دیا ہے اور یہ جو تم نے ذکر کیا ہے کہ اولاد فاطمہ بنت عمرو میں سے ہو تو کفر اس کے لیے حاجب ہو گیا۔ نہ وہ وارث ہے نہ اس کی اولاد اور تمہارا یہ کہنا کہ علیؑ دو طرف سے ہاشم کی اولاد میں سے ہیں تو رسول اللہؐ اول و آخرین کے سردار ہیں اور ان کو ہاشم نے صرف ایک طرف سے خلق کیا ہے اور تم نے یہ خیال جو ظاہر کیا ہے کہ تم کنیزوں کی اولاد میں سے نہیں ہو تو تم نے اس شخص پر فخر کیا ہے جو تم سے بہتر ہے اور وہ ابراہیم فرزند رسول اللہؐ ہیں۔ حالانکہ تم میں سے بہترین اشخاص کنیزوں کے بیٹے ہیں کیونکہ رسول اللہؐ کے بعد علی بن الحسینؑ تم میں ایسا شخص پیدا نہیں ہوا اور ان کی والدہ کنیز ہے اور وہ تم سے اور تمھارے دادا حسن بن حسن سے بہتر ہیں۔ اسی طرح اسمٰعیلؑ بن ابراہیم خلیل الرحمٰن کی والدہ کنیز تھیں۔ اسی طرح محمد بن علی بن الحسینؑ کی والدہ کنیز سے تھیں۔ حالانکہ تم میں سے ان ایسا کوئی نہیں اور نہ ان کے بیٹے جعفرؑ جیسا' حالانکہ ان کی والدہ کنیز تھیں۔ الخ (طوالت کی وجہ سے ترک کر دیا گیا) اور جب ابو جعفر محمدؑ سے مایوس ہو گیا تو ان کے مقابلہ کے لیے اپنے چچا عیسیٰ کو بھیجا اور کہنے لگا مجھے پرواہ نہیں ان میں سے جو دوسرے کو قتل کر دے کیونکہ سفاح نے ابو جعفر کے بعد ولی عیسیٰ کو بنایا تھا لیکن ابو جعفر اس کو اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ عیسیٰ کو چار ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا۔ پھر اس سے کہا کہ جنگ کرنے سے پہلے اسے امان پیش کرنا۔ عیسیٰ روانہ ہوا۔ جب وہ مقام ضید پر پہنچا تو محمد کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ سے خط و کتابت کی وہ محمد کو چھوڑ کر چلے گئے۔ محمد کے ساتھ ایک لاکھ جمع ہو گئے تھے۔ پس محمد نے خندقیں مدینہ کے گرد کھود لیں۔ اور تیار ہو گیا۔ صولی کہتا ہے کہ جب ابو جعفر کا لشکر محمد کے محلہ میں آ گیا تو محمد کو کسی چیز کی اتنی فکر نہیں تھی جتنا اپنے دفتر کے جل جانے کا تھا کیونکہ اس میں ان لوگوں کا ریکارڈ تھا جنھوں نے محمد سے خط و کتابت کی تھی اور اس کی بیعت کی تھی۔ جب اس سے فارغ ہوا تو کہنے لگا اب میں طیب خاطر سے مروں گا۔ اگر محمد یہ نہ کرتے تو لوگ مصیبت عظیم میں مبتلا ہو جاتے۔ عیسیٰ آیا اور وہ ایک ٹیلہ پر کھڑا ہو گیا۔ پھر کہنے لگا اے محمد تمھارے لیے امان ہے۔ محمد نے چلا کر کہا خدا کی قسم میں

تیری بات نہیں سنتا اور بے شک عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔ پھر محمد گھوڑے سے اتر پڑے۔ آپ کے ساتھ ایک لاکھ میں سے صرف تین سو تیرہ افراد اہل بدر کی تعداد جتنے باقی رہ گئے تھے۔ پھر محمد اور ان کے ساتھیوں نے غسل کیا کافور لگایا پھر عیسیٰ اور اس کے لشکر پر حملہ کیا اور تین دفعہ ان کو شکست دی۔ پھر ان کی تعداد زیادہ ہوگئی اور محمد کو شہید کر دیا۔ حمید بن قحطبہ نے محمد کو شہید کیا۔ وہ انھیں پہچان نہ سکا ان کا سر لے کر وہ عیسیٰ کے پاس آیا۔ محمد کی بہن زینب اور بیٹی فاطمہ نے ان کا جسم جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ ان کا سر ابو جعفر کے پاس پہنچایا گیا۔ اس نے سر کو کوفہ میں نصب کرایا اور شہروں میں بھی تشہیر کیا۔ محمد خروج کے بعد شہادت تک دو مہینے سترہ دن زندہ رہے کیونکہ اوّل رجب میں خروج کیا تھا اور رمضان کی چودہ راتیں تھیں کہ شہادت پر فائز ہوئے ان کا سن شہادت کے وقت ۴۵ سال تھا وہ احجار زیت کے پاس شہید ہوئے۔

جب جنگ شروع ہوئی تو ایک شخص ابو جعفر منصور کے پاس آیا تو منصور نے اس سے پوچھا کیا حالات ہیں؟ وہ کہنے لگا محمد بھاگ گئے ہیں۔ ابو جعفر نے کہا تو جھوٹ بکتا ہے ہم ایسے خاندان سے ہیں جو بھاگتے نہیں۔

ابن سعد کہتا ہے کہ محمد کی اولاد میں سے عبداللہ کو ہشام بن عمر نے بلاد قشمیر میں میدان جنگ میں قتل کیا اور علی مصر کی قید میں وفات پا گیا۔ حسن کو موسیٰ بن عیسیٰ نے مقام فخ میں بیدردی سے قتل کیا' فاطمہ سے حسن بن ابراہیم نے شادی کی۔ زینب سے محمد بن سفاح کا عقد ہوا۔ ان سب کی والدہ ام سلمہ بنت محمد بن حسن بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ تھیں اور طاہر کی ماں فاختہ بن ملیح اولاد زبیر میں سے تھی۔ ابراہیم کنیز سے پیدا ہوئے!

شہادت ابراہیم بن عبداللہ برادر محمد بن عبداللہ

مورخین کا بیان ہے کہ اسی سال عبداللہ منصور نے بغداد کی تعمیر شروع کی کہ اسے خبر ملی کہ ابراہیم بن عبداللہ نے بصرہ میں خروج کیا ہے۔ اہواز اور فارس پر اس کا قبضہ ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ ایک انبوہ کثیر جمع ہو گیا ہے۔ لوگ اس کی طرف مائل ہو گئے

ہیں۔

جب سے ابوجعفر نے محمد کو شہید کیا تھا ابراہیم ابوجعفر سے جنگ کرنے کے لیے بہت مشتعل اور بیتاب تھے۔

ابراہیم کا خروج ابتداء شوال اور بعض کے نزدیک ابتدا رمضان میں اسی سال تھا۔ ابوجعفر نے تعمیر بغداد کا کام روک دیا۔ عورتوں اور لذات سے کنارہ کشی کی اور کہنے لگا خدا کی قسم میں ان میں سے کسی چیز کی طرف اس وقت تک رغبت نہیں کروں گا جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ابراہیم کا سر میرے لیے ہے یا میرا سر اس کے لیے۔ ابراہیم کے ساتھ ایک لاکھ کا لشکر مل گیا تھا۔ ابوجعفر کے پاس اس وقت صرف دو ہزار شاہسوار تھے کیونکہ وہ اپنا لشکر شام اور خراسان میں تقسیم کر چکا تھا۔

ابراہیم اپنا لشکر لے کر کوفہ کی طرف چلے اور مقام باحمزی میں جو کوفہ کے نزدیک تھا ڈیرے ڈال دیے۔ اہل بصرہ نے ابراہیم کو مشورہ دیا تھا کہ بصرہ سے نہ جاؤ لیکن کوفہ سے جو وفد آیا تھا اس نے کہا کہ کوفہ میں ایک لاکھ افراد آپ کی آمد کے منتظر ہیں اور جب آپ کو دیکھ لیں گے تو آپ پر کٹ مریں گے۔ وہ اسی لالچ میں کوفہ کی طرف آئے۔ جب باخمری میں اترے تو ایک رات ابراہیم نکل کر اپنے لشکر کا جائزہ لینے لگے۔ انھوں نے لشکر میں گانے بجانے کی آواز سنی تو کہنے لگے میں خیال نہیں کر سکتا کہ جس لشکر میں یہ چیز ہو وہ کامیابی سے ہمکنار ہو!

پھر ابوجعفر نے عیسیٰ کو ابراہیم سے جنگ کرنے کے لیے تیار کیا۔ ابراہیم سے کہا گیا کہ عیسیٰ پر شبخوں ماریں۔ انھوں نے کہا میں شبخوں کو پسند نہیں کرتا تو لوگوں نے کہا کہ ملک چاہتے ہیں لیکن قتل کرنا پسند نہیں کرتے۔ پھر باحمزی میں جنگ شروع ہوئی۔

شعبی کہتا ہے کہ یہ مقام کوفہ سے سولہ فرسخ پر واقع ہے۔ جنگ شروع ہوئی ابو جعفر کے لشکر کو شکست ہوئی مگر عیسیٰ اپنے اعزہ اور خواص کے سو کے ساتھ ثابت قدم رہا۔ ابراہیم کی کامیابی ظاہر تھی۔ وہ میدان جنگ میں ہی تھے کہ ایک تیر آیا جو نہ معلوم ہو سکا کہ کس طرف سے آیا' وہ چھری کا کام کر گیا۔ پس ابراہیم زمین پر گرے اور کہنے لگے کہ امر

الٰہی مقدر ہو چکا ہے۔ ہم کچھ ارادہ کرتے ہیں اور خدا کا ارادہ کچھ اور ہوتا ہے۔ اس کے بعد ابراہیم کے ساتھی بھاگ نکلے۔ عیسیٰ کے ساتھی آئے اور انھوں نے ابراہیم کا سر کاٹ لیا۔ عیسیٰ کے پاس لے گئے۔ اس نے سجدۂ شکر کیا، پھر وہ سر ابوجعفر کے پاس بھیج دیا۔

ابراہیم کی شہادت پیر کے دن اسی سال ۲۵ ذیقعدہ کو ہوئی۔ شہادت کے دن ان کا سن ۴۸ سال تھا۔ خروج سے لے کر شہادت تک کی مدت پانچ دن کم تین مہینے تھی۔

جب ابراہیم کا سر ابوجعفر کے پاس لایا گیا تو وہ رو پڑا۔ یہاں تک کہ اس کے آنسو ابراہیم کے رخسار پر بہنے لگے۔ پھر کہا کہ خدا کی قسم میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر ان کا سر کوفہ میں نصب کر دیا گیا۔ ابوجعفر نے ربیع سے کہا کہ اسکا سر اس کے باپ عبداللہ کے پاس قید خانہ میں لے جا۔ پس ربیع ابراہیم کا سر لے کر اس وقت پہنچا جب عبداللہ نماز پڑھ رہے تھے۔ کہنے لگا کہ جلدی نماز ختم کرو۔ انھوں نے جلدی کی اور سلام پھیرا، سر کو دیکھا اسے اٹھایا اور اپنی گود میں رکھا پھر کہا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے۔ اے ابوالقاسم اهلاً وسهلاً بیشک تم نے اللہ کے عہد و میثاق کو پورا کیا ہے۔

ربیع کہنے لگا ابوالقاسم تمھارے نزدیک کیسا تھا؟ عبداللہ نے جواب دیا جیسا اس شعر میں کہا گیا ہے:

فتی کان یحمیه من الذل سفینه ویکفیه سوات الذنوب اجتنابها

(ایسا جوان تھا کہ اس کی تلوار ذلت سے بچاتی اور گناہوں سے ان کا اجتناب کافی تھا)

پھر ربیع سے کہا اپنے صاحب سے جا کر کہنا کہ ہماری تنگی و ترشی اور تیری ناز و نعمت کے دن گزر گئے ہیں ہماری ملاقات قیامت کو ہوگی اور خدا فیصلہ کرنے والا ہوگا۔

ربیع کہتا ہے کہ میں نے عبداللہ کا پیغام ابوجعفر کو پہنچایا۔ میں نے اسے کبھی اتنا متاثر نہیں پایا تھا جتنا میرے اس کہنے سے متاثر ہوا۔ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ ابراہیم کی والدہ ہند بنت ابی عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطعب ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ جب محمد بن عبداللہ نے مدینہ میں خروج کیا اور اس پر خلیفہ کہہ کر سلام ہونے لگا تو

اس نے اپنے بھائی ابراہیم کو بصرہ کی طرف بھیجا۔ وہ ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کو بصرہ میں اسی سال یعنی ۱۴۵ھ میں داخل ہوا اور اس نے بصرہ پر قبضہ کرلیا۔ اس کے ساتھ فقہاء میں سے عیسیٰ بن یوسف' معاذ بن معاذ' عباد بن عوام اسحاق بن یوسف' ازرق اور معاویہ بن ہشیم بن بشیر نے علماء کے ایک گروہ کے ساتھ ابوجعفر کے خلاف خروج کیا۔ ابراہیم بصرہ میں مقیم رہا یہاں تک کہ اس کا بھائی مدینہ میں شہید ہوا تو یہ بھی عراق کی طرف گیا اور وہاں شہید ہو گیا۔ ابراہیم کی اولاد میں سے حسن بن امامہ بنت عصمت کلابیہ تھا اور علی جو ایک کنیز سے تھا۔

اسی سال ابوجعفر منصور نے محمد دیباج کو شہید کیا حالانکہ اسے معلوم تھا کہ وہ بری الذمہ اور بے قصور ہیں۔ ان کی شہادت کا سبب یہ تھا کہ انھیں عبداللہ بن حسن بن حسن کے ساتھ قید کیا تھا اور منصور کے ناب ابوعون نے خراسان سے اسے خط لکھا کہ محمد و ابراہیم کے خروج کی وجہ سے اہل خراسان ہمارے خلاف ہو گئے ہیں اور وہ ان کے خروج کو بڑی چیز سمجھتے ہیں۔ منصور نے محمد دیباج کا سر قلم کر کے ابوعون کی طرف بھیجا اور کچھ اشخاص بھی ساتھ روانہ کیے جو خدا کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ یہ محمد بن عبداللہ بن حسنؑ کا سر ہے اور اس کی والدہ فاطمہ بنت رسول ہیں۔ پس جب اہل خراسان پر یہ بات منکشف ہوئی تو وہ کہنے لگے ابوجعفر کے اس جیسے جھوٹ پر پہلے مطلع نہ تھے۔

اسی سال عبداللہ بن حسن بن حسن اور جو ان کے ساتھ تھے ان کی وفات ہوئی۔

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ واقدی نے ہم سے بیان کیا کہ قیدیوں میں سے سب سے پہلے عبداللہ بن حسن نے وفات پائی تو قید خانہ کا داروغہ کہنے لگا تم میں سے اس کا جو زیادہ قریبی ہو وہ باہر اسکی نماز جنازہ پڑھے تو ان کے بھائی حسن بن حسن بن حسن باہر آئے اور انھوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ یہ عید قربان کا دن تھا اور اس وقت عبداللہ کی عمر ۷۵ سال تھی اور بعض کے نزدیک ۷۲ سال اور بعض نے کہا ہے کہ ۷۶ سال تھی لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

ابوفرج اصفہانی نے ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز عبداللہ بن حسن بن حسن کا

اور تعظیم کیا کرتا تھا' ان کی ضروریات پوری کرتا رہتا۔ ایک مرتبہ اس نے عبداللہ کو اپنے دروازہ پر کھڑا دیکھا تو کہنے لگا میں نے آپ سے نہیں کہا ہوا کہ جب آپ کو کوئی حاجت درپیش ہو تو مجھے اطلاع بھیج دیا کیجئے۔ خدا کی قسم مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر کھڑا ہوا دیکھے۔

اور واقدی نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن حسن کی والدہ فاطمہ بنت الحسینؓ ہیں اور عبداللہ کی اولاد محمد وابراہیم جن کا ذکر کیا جا چکا ہے اور موسیٰ ہارون و فاطمہ زینب و رقیہ و ام کلثوم ان سب کی ماں ہند بنت عبید بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب ہیں اور عیسیٰ وادریس اصغر جو کہ صاحب اندلس اور بربر تھے اور داؤد کی والدہ عاتکہ بنت عبدالملک بن حرث شاعر مخزومی ہیں اور سلیمان و یحییٰ صاحب دیلم ان دونوں کی ماں قریبہ بنت ابیح بن ابوعبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب ہیں۔ ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ واقدی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن حسن بن حسن کی کنیت ابومحمد تھی اور وہ مدینہ کے چوتھے طبقے کے تابعین میں سے تھے۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ عابد صاحب ہیبت و شرافت اور فصیح و بلیغ تھے واقدی نے کہا ہے کہ ان کا بیٹا ادریس بن عبداللہ بچپن میں مدینہ میں رہا۔ جب حسین بن علی نے مقام فخ میں خروج کیا تو ادریس بھی ان کے ساتھ تھے لیکن حسین کی شہادت کے بعد یہ اندلس چلے گئے۔ وہیں سکونت اختیار کر لی اور وہیں اولاد ہوئی اور ان کی اولاد اس علاقہ پر قابض ہو گئی۔ ادریس مدینہ میں ایک دختر بنام فاطمہ چھوڑ گئے تھے جس سے ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے شادی کر لی تھی۔

ہشام کہتا ہے کہ علی نے ہارون الرشید نے تلاش کرنا شروع کیا۔ یہ دیلم کی طرف چلے گئے۔ وہاں کافی تعداد میں لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ ہارون نے ان کے مقابلے میں یحییٰ کو بھیجا اس نے انھیں امان دی۔ پس وہ ہارون کے پاس آئے اور اس نے انھیں مدینہ واپس بھیج دیا۔ جب حسین بن علی نے مقام فخ میں خروج کیا تو یہ بھی ان کے ساتھ تھے اور وہاں سے بچ نکلے۔

واقدی کہتا ہے کہ علی نے عبداللہ بن حسن بن حسن کے بعد وفات پائی۔ پھر محمد

دیباج نے کہ جن کے سر کو ابوجعفر منصور نے خراسان کی طرف بھیجا تھا وہ محمد بن عبداللہ بن عمرو تھے۔ان کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علی تھیں'ان کے والد کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے مسطرف کہا جاتا تھا۔ وہ اپنی والدہ کی اولاد میں سب سے چھوٹے تھے اور ان کے مادری بھائی ان سے محبت کرتے اور ان کی وجہ سے ہی محمد کو ابوجعفر نے قتل کیا تھا اور محمد کی اولاد میں سے خالد عبدالعزیز' عبداللہ' قاسم اور عثمان تھے۔ان سب کی والدہ ام کلثوم بنت ابراہیم بن محمد بن طلحہ تیمی تھیں اور ام کلثوم کی والدہ سبانتہ بنت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب تھیں۔

ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ ان کے ساتھ قید میں علی بن حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب تھے اور وہ ابوحسین بن علی بن حسن بن حسن بن حسن صاحب فخ ہیں۔ وہ عبادت و ریاضت کے لحاظ سے اپنے زمانہ کے افضل ترین شخص تھے وہ اپنے اہلبیت میں سے کسی کا کھانا اور جو جاگیریں ابوالعباس سفاح اور ابوجعفر منصور نے لوگوں کو دے رکھی تھیں ان میں سے نہیں کھاتے تھے۔ بلکہ ان کے چشموں سے نہ وضو کرتے اور نہ پانی پیتے تھے اور یہ لوگ قید خانہ میں ان پر گریہ کرتے اور کہتے کہ یہ بیچارے بھی ہماری وجہ سے مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں۔

سیّد الشہدا امام حسین علیہ السلام

آپ کی کنیت ابو عبداللہ القاب سید' وفی' ولی' مبارک' سبط اور شہید کربلا ہیں۔
آپ ماہ شعبان ۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت چھ ماہ میں ہوئی یہ خصوصیت صرف آپ کو حضرت یحییٰ ابن زکریا اور حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو حاصل ہوئی۔

ابن سعد کہتا ہے جب آپ پیدا ہوئے تو رسول اللہؐ نے کان میں اذان کہی۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ حسینؑ سے بے انتہا محبت کرتے اور انھیں اپنے کاندھوں پر سوار فرماتے اور ان کے ہونٹوں اور دانتوں کے بوسے لیا کرتے تھے اور کہتے ہیں کہ جبریل ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ حسینؑ کے بوسے لے رہے تھے۔

جبریل نے کہا کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں فرمایا ہاں۔ جبریل نے کہا عنقریب آپ کی امت انھیں شہید کرے گی۔

بخاری نے کہا ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) ابن عمر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں سرکار رسالتؐ نے فرمایا یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں یعنی حسنؑ و حسینؑ یہ روایت مفرداتِ بخاری میں ہے۔

امام احمد نے کہا ہے (حذفِ سند سے) ابوسعید خدری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور ترمذی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن و صحیح ہے۔

ابو محمد جوہری نے ہمیں خبر دی ہے (حذف اسناد سے) عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں جو ان سے محبت کرے اس نے مجھ سے محبت کی اور جو ان سے بغض رکھے اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ یعنی حسنؑ و حسینؑ۔

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حذف اسناد سے) وائلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ میں فاطمہؓ کے (دروازہ کے) پاس آیا اور ان سے حضرت علیؓ کے متعلق پوچھا وہ کہنے لگیں کہ رسول اللہؐ کی طرف گئے ہیں۔ میں ان کا بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ اچانک رسول اللہؐ تشریف لائے ان کے ساتھ حضرت علیؓ اور حسنؓ وحسینؓ تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا ہاتھ پکڑا اور حجرہ میں داخل ہوئے حسنؓ کو اپنے دائیں زانو پر حسینؓ کو بائیں زانو پر اور حضرت علیؓ وفاطمہؓ کو اپنے سامنے بٹھایا۔ پھر ان پر اپنی رداڈال دی۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا** ۔ پھر فرمایا خدایا یہ میرے حقیقی اہلبیت ہیں اور یہ حدیث حسنینؓ اور باقی حضرات کی فضیلت پر مشتمل ہے۔

امام احمد نے کتاب فضائل میں حضرت علی بن الحسینؓ سے انھوں نے اپنے والد گرامی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے حسنؓ وحسینؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو شخص مجھ سے ان دونوں سے اور ان کے باپ سے محبت رکھتا ہے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبداللہ بن عبید کہتا ہے کہ حسینؓ نے پچیس حج پاپیادہ ادا کیے حالانکہ سواریاں آپ کے ساتھ ہوتی تھیں۔

نیز ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ امام حسینؓ ایک دن حضرت عمر کے پاس آئے اس وقت وہ رسول اللہؐ کے منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے۔ حضرت امام حسینؓ نے حضرت عمر سے کہا میرے باپ کے منبر سے اتر آ۔ لیکن حضرت عمر نے انھیں اپنی گود میں اٹھالیا اور اپنے پہلو میں بٹھالیا اور کہنے لگے کہ کیا ہمارے سروں پر بال آپ کے باپ کے علاوہ کسی اور نے اگائے ہیں؟

عکرمہ کہتا ہے کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب حسنؓ وحسینؓ سے (اظہار) محبت کرتے تھے اور انھیں اپنے بیٹے سے مقدم رکھتے تھے۔ انھوں نے ایک دن مال غنیمت تقسیم کیا تو حسن وحسین علیہم السلام میں سے ہر ایک کو دس دس ہزار

درہم دیے اور اپنے بیٹے عبداللہ کو ایک ہزار درہم دیے اس پر عبداللہ اپنے باپ سے کچھ ناراض ہوئے اور کہنے لگے آپ میری سبقت اسلامی اور ہجرت کو جانتے ہیں اور پھر بھی ان دونو عمر لڑکوں کو آپ مجھ پر فضیلت دیتے ہیں۔ تو حضرت عمر نے کہا وائے ہو تجھ پر اے عبداللہ تو ان کے نانا جیسا نانا ان کے باپ جیسا باپ' ان کی ماں جیسی ماں' ان کی نانی جیسی نانی' ان کے ماموں جیسا ماموں' ان کی بہن جیسی بہن' ان کے چچا جیسا چچا' ان کی پھوپھی جیسی پھوپھی لے آ۔ ان کے نانا رسول اللہؐ۔ ان کا باپ علیؑ ماں فاطمہؑ نانی خدیجہؑ ماموں ابراہیمؑ فرزند رسول اللہ' ان کی بہن زینب و ام کلثوم۔ ان کے چچا جعفر بن ابی طالب اور ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابوطالب ہیں۔

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ ابن عباس حسنؑ و حسینؑ کی رکاب تھاما کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ دونوں حضرات سوار ہوتے اور کہا کرتے تھے کہ یہ دونوں فرزندانِ رسول اللہ ہیں۔

ثعلبی نے خداوند عالم کے اس ارشاد مرج البحرين يلتقيان بينهما برزخ لا يبغيان یعنی دو دریا موجزن ہوئے ان کے درمیان برزخ ہے وہ ایک دوسرے پر تجاوز نہیں کرتے۔ کی تاویل میں سفیان ثوری اور سعید بن جبیر سے ذکر کیا ہے کہ بحرین علیؑ و فاطمہؑ ہیں۔ برزخ محمدؐ رسول اللہ اور يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان (یعنی ان سے لولو و مرجان نکلتے ہیں) وہ حسنؑ و حسینؑ ہیں!

سیرت مبارکہ

مورخین کہتے ہیں کہ اپنے بھائی امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ کا دستور تھا کہ ہر سال مدینہ سے مکہ کی طرف پیدل حج کرتے تھے یہاں تک کہ ۶۰ھ میں معاویہ مر گیا۔ اس کی جگہ یزید برسر اقتدار آیا۔ معاویہ نے یزید سے کہا تھا جب اسے وصیت کی تھی کہ میں نے تیرے لیے زمین ہموار کر دی ہے۔ تمام شہر اور لوگوں کو تیرے سامنے بچھا دیا ہے اور عرب کی گردنیں تیرے لیے جھکا دی ہیں اور مجھے کوئی ڈر نہیں کہ تیرے ساتھ اس امر

حکومت میں کوئی تنازعہ کرے کہ جس کی میں نے بنیاد ڈالی ہے سوائے قریش کے چار افراد کے حسین بن علیؑ۔ عبداللہ بن زبیر۔ عبداللہ ابن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر۔ عبداللہ بن عمر کو عبادت نے پچھاڑ دیا ہے' جب اس کے علاوہ کوئی نہ رہا تو وہ تیری بیعت کرلے گا۔ حسینؑ کو اہل عراق کبھی نہ چھوڑیں گے۔ یہاں تک کہ ان سے خروج کروائیں گے۔ اگر وہ خروج کرے اور تو اس پر کامیاب ہو جائے تو ان سے اعراض کرنا کیونکہ ان کی قریبی رشتہ داری اور حق عظیم ہے اور ابوبکر کا بیٹا تو اس کی ہمت عورتوں اور لہو ولعب کے علاوہ کچھ نہیں جب وہ دیکھے گا کہ اس کے ساتھی کچھ کر رہے ہیں تو وہ بھی کرنے لگے گا اور باقی رہا وہ جو شیر کی طرح گھٹنے ٹیکے گا اور سانپ کی طرح سر نیچا کرے گا اور لومڑی کی طرح چالبازیاں دکھائے گا اور زبیر کا بیٹا ہے اگر وہ کود پڑے اور تجھے فرصت ملے تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا!

پس جب معاویہ مرا تو اس وقت مدینہ کا حاکم ولید بن عقبہ بن ابی سفیان مکہ کا عمرو بن سعید بن عاص اور کوفہ کا لقمان بن بشیر اور بصرہ کا عبیداللہ بن زیاد باپ کی موت کے بعد یزید کا کوئی مقصد نہ تھا مگر یہ کہ ان اشخاص سے بیعت لے جن کے نام اس کے باپ نے اسے گنوائے تھے۔

پس یزید نے ولید بن عتبہ کو خط لکھا اور اسے حکم دیا کہ ان اشخاص سے سختی سے بیعت لے جس میں کسی قسم کی ڈھیل نہ ہو۔ پس جب ولید نے خط پڑھا تو مروان بن حکم کو طلب کیا۔ اسے یزید کے خط سے آگاہ کرنے کے بعد اس سے مشورہ کیا کہ تیری کیا رائے ہے میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ میری رائے یہ ہے کہ اسی وقت کسی کو بھیج کر انھیں بلا لے اور انھیں بیعت اور اطاعت کی دعوت دے اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کی گردنیں اڑا دے قبل اس کے کہ انھیں معاویہ کی موت کا علم ہو کیونکہ اگر انھیں علم ہو گیا تو ہر ایک کود پڑے گا اور اختلاف ومخالفت کا اظہار کرے گا اور اپنی طرف لوگوں کو بلائے گا۔ سوائے ابن عمر کے کہ وہ جنگ وجدال کرنا نہیں چاہتا مگر یہ کہ اسے اپنا دفاع کرنا پڑے یا سختی سے یہ معاملہ اس کے سپرد کر دیا جائے پس ولید نے عمر بن عثمان کو حسینؑ اور عبداللہ بن زبیر کی

طرف بھیجا اس نے ان دونو کو مسجد میں پایا اور کہنے لگا امیر تمھیں بلا رہا ہے انھوں نے کہا تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔ پھر ابن زبیر نے امام حسینؑ سے کہا آپ کا کیا ارادہ ہے کہ اس نے ہمیں کیوں بلایا ہے حالانکہ اس وقت وہ کسی خاص امر کے علاوہ نہیں بیٹھا کرتا آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ ان کا سرپرست سرکش مر گیا ہے پس اس نے اس لیے بھیجا ہے کہ ہم سے یزید کے لیے بیعت لے قبل اس کے کہ لوگوں میں وفاتِ سرکش کی خبر پھیلے۔

ابن زبیر کہنے لگا یہی بات ہوگی۔ پھر آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ امام حسینؑ نے فرمایا میں اپنے جوانوں کو جمع کرتا ہوں اور انھیں ہمراہ لے کر اس کے پاس جاتا ہوں پس آپ نے اپنے اعزا اور جوانوں کو جمع کیا پھر ان سے فرمایا جب میں تمھیں بلاؤں تو اندر گھس آنا۔

پھر آپ ولید کے دربار میں داخل ہوئے۔ مروان اس کے پاس موجود تھا۔ ولید نے یزید کا خط آپ سے پڑھوایا اور بیعت کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا میرا جیسا شخص پوشیدہ بیعت نہیں کرسکتا بلکہ وہ مجمع عام میں ہوگی اور یہی بات تمھیں محبوب ہے ولید عافیت کو دوست رکھتا تھا۔ کہنے لگا آپ خدا کی عافیت و پناہ میں تشریف لے جائیں۔ یہاں تک کہ آپ اور لوگوں کے ساتھ ہمارے پاس آئیں تو مروان نے ولید سے کہا خدا کی قسم اگر یہ اس وقت تجھ سے جدا ہو گئے تو پھر بیعت نہیں کریں گے اور تجھے ان پر کبھی قدرت حاصل نہیں ہوگی جب تک کہ تمھارے درمیان بہت سے لوگ قتل نہ ہوں۔ انھیں اسی وقت گرفتار کرلے یہاں تک کہ یا بیعت کریں یا ان کی گردن اڑا دے۔ امام حسین فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا اور زرقا کے بیٹے وہ مجھے قتل کرے گا۔ یا تو تو جھوٹ بکتا ہے اور افترا باندھتا ہے پھر آپ وہاں سے باہر چلے آئے تو ولید مروان سے کہنے لگا اے مروان خدا کی قسم میں اسے دوست نہیں رکھتا کہ جن چیزوں پر سورج طلوع کرتا ہے یہ مجھے دی جائیں اور میں حسینؑ کو شہید کروں۔

ابن زبیر نے کہا تھا میں ابھی آتا ہوں پھر وہ راتوں رات مکہ کی طرف ایک غیر معروف راستے سے خود اور اپنے بھائی جعفر بن زبیر کے ساتھ نکل گئے۔ ان کے پیچھے کچھ

لوگ بھیجے گئے لیکن وہ ان سے آگے نکل گئے۔

حسینؓ دوسری رات اپنے اہل وعیال اور جوانوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ وہ لوگ تو ابن زبیر کی تلاش میں رہے اور آپ مکہ میں پہنچ گئے۔ پھر ولید نے ابن عمر کی طرف بھیجا تو اس نے کہا باقی لوگ بیعت کریں گے تو میں بھی بیعت کرلوں گا۔

حدی کہتا ہے کہ حضرت امام حسین مدینہ سے نکلتے وقت یہ آیت پڑھ رہے تھے فخرج منها خائفا يترقب یعنی وہ نکلا اس سے خوف کی حالت میں انتظار کرتے۔

جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو عمرو بن سعید نے آپ سے کہا کیسے آنا ہوا آپ نے فرمایا کہ خدا اور اس کے گھر کی پناہ لینے آیا ہوں۔ آپ نے مکہ میں قیام فرمایا۔ جب ولید کی کارگزاری یزید تک پہنچی تو اس کی جگہ عمرو بن سعید کو حاکم مدینہ بنایا۔ واقدی کہتا ہے کہ معاویہ کی موت کے وقت ابن عمر مدینہ میں نہیں بلکہ مکہ میں تھا۔ اس کے بعد ابن عمر اور ابن عباس مدینہ میں آئے۔ جب امام حسینؓ نے مکہ میں قیام کرلیا اور اہل کوفہ کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے آپ کی طرف خط لکھا اور اس میں کہا کہ ہم اپنے نفوس کو آپ کے لیے روکے ہوئے ہیں۔ ہم حاکمانِ وقت کے ساتھ نماز میں حاضر نہیں ہوتے۔ پس آپ ہماری طرف آیئے ہم ایک لاکھ کی تعداد میں ہیں ہم میں ظلم و جور عام ہو گیا ہے اور ہم میں کتاب خدا اور سنت نبی کے خلاف عمل ہو رہا ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ خداوند عالم آپ کی وجہ سے ہمیں حق پر جمع کردے گا اور آپکے ذریعے ہم سے ظلم کو دور رکھے گا آپ اس امر خلافت کے زیادہ حقدار ہیں یزید اور اس کے باپ سے کہ جس نے امت سے اس بارے میں غاصبانہ معاملہ کیا ہے' جو شراب پیتا' بندروں اور طنبوروں سے کھیلتا اور دین کا مذاق اڑاتا ہے۔ خط لکھنے والوں میں سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجیہ اور کوفہ کے بڑے بڑے لوگ تھے۔

ہشام بن محمد کہتا ہے پھر حضرت حسینؓ کی طرف اہل کوفہ کے خطوط کثرت سے آنے لگے۔ ان کے قاصد پے در پے آئے کہ اگر آپ ہماری طرف تشریف نہ لائے تو اس کا گناہ آپ پر ہوگا۔ آپ نے جانے کا ارادہ کیا تو ابن عباس آپ کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور آپ کو اس سے منع کیا اور کہنے لگے اے ابن عم اہل کوفہ غدار لوگ ہیں‘ انھوں نے آپ کے والد کو شہید کیا۔ آپ کے بھائی کی مدد نہ کی‘ ان کو خنجر مارا ان کا مال و اسباب چھین لیا اور انھیں دشمن کے سپرد کر دیا وغیرہ۔ آپ نے فرمایا یہ ان کے خطوط اور قاصد ہیں کہ جن کی بنا پر میرے لیے وہاں جانا اور دشمنانِ خدا کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہو گیا ہے۔ ابن عباس رونے لگے اور کہا واحسیناہ!

جب ابن زبیر کو آپ کا ارادہ معلوم ہوا تو آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا اگر آپ یہاں قیام کریں تو ہم آپ کی بیعت کرنے کے لیے تیار ہیں کیونکہ آپ یزید اور اس کے باپ سے زیادہ حقدار ہیں اور ابن زبیر آپ کے جانے کی خبر کو لوگوں سے چھپاتا تھا اور یہ تو صرف اس لیے کہا تھا کہ کسی اور بات کی نسبت اس سے نہ دی جائے۔

اور جب محمد بن حنفیہ کو آپ کے جانے کی خبر ملی تو وہ وضو کر رہے تھے اور طشت ان کے سامنے رکھا تھا۔ وہ اتنا روئے کہ طشت کو اپنے آنسوؤں سے پُر کر دیا۔ مکہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو آپ کے جانے سے محزون و مغموم نہ ہو۔ جب لوگوں نے اس سلسلے میں بہت گفت و شنید کی تو آپ نے قبیلہ اوس کے شاعر کے یہ اشعار پڑھے:

سامض وما الموت عار علی الفتی　　　اذا ما نوی خیراً و جاھد

میں جاؤں گا اور موت مرد کے لیے عار نہیں جب نیت نیک ہو جہاد کرے اور قرض اتارے۔

واسی الرجال الصالحین بنفسه　　　وفارق مشوراً و خالف مجرماً

وان طشت لم اوھم و ان منت لم الم　　　کفی بک ذل ان تعیش و ترغمها

اور مدد کرے صالح لوگوں کی اپنے نفس سے اور ہلاکت سے جدا اور فعل حرام کی مخالفت کرے اگر میں زندہ رہوں تو مذموم نہیں اور اگر مر جاؤں تو قابل ملامت نہیں تیری ذلت کے لیے کافی ہے کہ تو زندگی گزارے اور تجھے ذلیل کیا جائے۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی و کان امر اللّٰہ قدرا مقدورا اور خدا کا حکم مقرر شدہ تقدیر ہے۔

پھر امام حسینؑ نے مکہ سے نکلنے سے پہلے مسلم بن عقیل کو کوفہ کی طرف بھیجا اور اس سے کہا جا کر دیکھو کہ جو کچھ انھوں نے ہمیں لکھا ہے اگر درست ہے تو ہمیں اطلاع دو۔

اور امام حسینؑ ۷ ذی الحجہ ۶۰ھ میں مکہ سے روانہ ہوئے پس جب آپ بنی عامر کے بستان میں پہنچے تو فرزدق شاعر آپ سے ملا۔ وہ آٹھویں ذی الحجہ کا دن تھا۔ فرزدق نے کہا اے فرزند رسول آپ نے حج سے پہلے کیوں جلدی کی۔ فرمایا اگر میں جلدی نہ کرتا تو سختی سے گرفتار کر لیا جاتا پس اے فرزدق مجھے بتاؤ کہ تم کیا خبر رکھتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں نے عراق کے لوگوں کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ ان کے دل آپ کے ساتھ اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ اپنی ذات کے بارے میں ڈریے اور واپس لوٹ جائیے۔

آپ نے اس سے فرمایا اے فرزدق یہ ایسی قوم ہے جس نے شیطان کی اطاعت لازم کر لی ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے۔ زمین میں فساد برپا کر رکھا ہے۔ حدود الٰہی کو باطل کر دیا ہے، شراب پیتے ہیں اور فقراء و مساکین کے مال پر قبضہ کر لیا ہے۔ میں زیادہ حق رکھتا ہوں کہ دین خدا کی مدد اس کی شریعت کی عزت اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے کھڑا ہو جاؤں۔ فرزدق نے اپنی راہ لی اور چلا گیا۔

حضرت مسلم بن عقیل

مورخین کا بیان ہے کہ جب مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے تو عوسجہ نامی ایک شخص کے یہاں قیام ہوا۔ اہل کوفہ آپ کے پاس آنے جانے لگے اور بارہ ہزار بعض کے نزدیک اٹھارہ ہزار اشخاص نے آپ کی بیعت کر لی۔ آپ نے امام حسینؑ کو خط لکھا اور انھیں ان تمام حالات سے آگاہ کیا۔ ایک شخص جو ہوا خواہانِ یزید میں سے تھا نعمان بن بشیر کے پاس گیا۔ نعمان کوفہ کا گورنر تھا اس سے کہنے لگا تو کمزور ہے اور تجھے کمزور سمجھ لیا گیا ہے، شہر کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے۔ اس نے مسلم کا سارا کا واقعہ بیان کیا۔ نعمان

نے کہا خدا کی قسم اللہ کی اطاعت میں میرا کمزور ہونا مجھے اس کی نافرمانی میں قوی ہونے سے زیادہ محبوب ہے۔ خدا کی قسم میں اس پردے کو نہیں پھاڑوں گا جسے خدا نے چھپا رکھا ہے۔

اس شخص نے یہ بات یزید کو تحریر کی۔ یزید عبید اللہ بن زیاد کو سب لوگوں سے زیادہ مبغوض رکھتا تھا لیکن اب اس کی ضرورت اسے محسوس ہوئی تو اسے خط لکھا کہ میں نے تجھے بصرہ کے ساتھ کوفہ کا گورنر بھی بنایا ہے۔ حسینؑ کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں ان سے بچاؤ کی تدبیر کر اور مسلم بن عقیل کوفہ میں ہیں ان کو قتل کر دے۔ پس ابن زیاد بصرہ کے سرداروں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ کوفہ میں ڈھاٹا باندھے ہوئے داخل ہوا۔ ان کی کسی بیٹھک کے سامنے سے گزرنا اور سلام کرتا تھا مگر یہ کہ وہ لوگ کہتے کہ آپ پر سلام ہو اے فرزند رسولؐ۔ وہ لوگ گمان کرتے تھے کہ یہ حسینؑ ہیں۔ اسی طرح وہ قصر امارت میں آ کر فروکش ہوا۔ اپنے ایک غلام کو بلایا اسے تین ہزار درہم دیے اور کہنے لگا جاؤ اور پوچھ گچھ کرو اس شخص کے متعلق کہ جس کی اہل کوفہ بیعت کر رہے ہیں۔ پس اسے بتانا کہ میں تمہارے شیعوں میں سے ہوں۔ اور یہ مال اسے دے دینا کہ اسے دشمن کے خلاف استعمال کرو۔ پس وہ شخص نرمی سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ مسلم بن عقیل کے پاس پہنچا ان کے پاس ہانی بن عروہ بھی موجود تھے پس اس شخص نے آپ کی بیعت کی اور مال سپرد کیا۔ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے۔ پس ابن زیاد نے اہل کوفہ سے پوچھا کہ ہانی بن عروہ کو کیا ہوا ہے کہ وہ میرے پاس نہیں آتا۔ محمد بن اشعث کہنے لگا کہ میں اسے تمہارے پاس لاتا ہوں۔ پس محمد ہانی کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا امیر تجھے یاد کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ انھیں ابن زیاد کے پاس لے آیا۔ ابن زیاد کے پاس اس وقت قاضی شریح بھی بیٹھا تھا۔ جب ابن زیاد نے ہانی کی طرف دیکھا تو کہنے لگا کہ خائن شخص کو اس کے اپنے پاؤں لائے ہیں۔ جب ہانی نے ابن زیاد پر سلام کیا تو وہ کہنے لگا اے ابی مسلم کہاں ہے۔ ہانی نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ ابن زیاد نے اس غلام کو حاضر ہونے کا حکم دیا جسے تین ہزار درہم دے کر بھیجا تھا۔ جب وہ باہر آیا اور ہانی نے اسے

دیکھا تو وہ پریشان ہو کر کہنے لگا خدا کی قسم میں نے انھیں نہیں بلایا تھا۔ وہ خود میرے مکان میں آ گئے تھے۔ ابن زیاد کہنے لگا پھر اسے میرے پاس لے آ۔ ہانی کہنے لگا خدا کی قسم اگر وہ میرے دونوں قدموں کے سائے میں ہوتے تو بھی میں اپنے قدموں کو بلند نہ کرتا۔ ابن زیاد نے ہانی کو چھڑی سے اتنا مارا کہ ان کا خون بہنے لگا۔ ہانی ایک سپاہی کی تلوار کی طرف جھپٹے کہ تلوار اس سے چھین لیں لیکن اس نے آپ کو روک دیا۔ تو ابن زیاد کہنے لگا خدا نے تیرا خون حلال قرار دیا ہے۔ قبیلہ مذحج کے لوگ دارالامارہ کے دروازہ پر جمع ہو گئے اور آوازیں بلند کرنے لگے۔ ابن زیاد نے قاضی شریح سے کہا ان کے پاس انھیں جا کر کہو کہ ہانی کو پوچھ گچھ کے لیے روکا گیا ہے۔ ہانی نے شریح سے کہا خدا سے ڈرو یہ مجھے قتل کرنے والا ہے۔ پس شریح ان کے پاس گیا اور ان سے ابن زیاد والی بات کہی پس وہ لوگ منتشر ہو گئے۔

مسلم بن عقیل کو یہ خبر مل گئی پس وہ ہانی کے گھر سے باہر آئے اور اپنی علامت کے ساتھ منادی کرائی۔ پس اہل کوفہ میں سے چار ہزار افراد ان کے گرد جمع ہو گئے۔ مسلم نے انھیں جنگ کے لیے تیار کیا اور قصر الامارۃ کی طرف چلے۔ ابن زیاد کے پاس سردارانِ کوفہ موجود تھے، وہ ان سے کہنے لگا کہ جا کر اپنے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو مسلم سے منتشر کر دو ورنہ تمھاری گردنیں اڑا دوں گا۔ وہ قصر الامارہ پر چڑھ گئے اور ان سے باتیں کرنے لگے۔ پس جتنے لوگ مسلمؑ کے ساتھ تھے وہ تتر بتر ہو گئے۔ اتنے میں شب کی سیاہی زیادہ پھیل گئی اور مسلمؑ تن تنہا رہ گئے۔ وہ ایک دروازہ کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ اس گھر سے ایک عورت نکلی آپ نے اس سے کہا اے کنیز خدا مجھے پانی پلاؤ۔ اس نے آپ کو پانی پلایا اور کہنے لگی آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں۔ اس نے کہا اندر تشریف لے آیئے۔ آپ اس گھر میں داخل ہو گئے۔ وہ عورت محمد بن اشعث کے غلام کی ماں تھی۔ اس کے بیٹے نے مسلم کو پہچان لیا اور جا کر ابن اشعث کو خبر کر دی۔ اس نے ابن زیاد کو بتایا۔ ابن زیاد نے عمرو بن حریث مخزومی کو جو اس کی سپاہ کا سردار تھا محمد بن اشعث سمیت مسلمؑ کی طرف بھیجا انھوں نے آ کر اس گھر کو گھیر لیا۔ مسلمؑ ان سے جنگ کرتے

ہوئے باہر نکلے۔ محمد بن اشعث نے آپکو امان پیش کی اور انھیں ابن زیاد کے پاس لے آیا۔ اس کے حکم سے مسلم کو دارالامارہ کے اوپر لایا گیا اور ان کا سر قلم کر کے لوگوں کیطرف پھینک دیا اور جسم کناسہ میں لٹکا دیا۔ پھر ہانی بن عروہ کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ اس سلسلے میں شاعر کہتا ہے:

ان کنت لا تدرین بالموت فانظری ابی ھانی بالسوق و ابن عقیل

احسابھما ریب المنون فاصبحا احادیث من یسعی بلک سبیل

اگر تجھے معلوم نہیں کہ موت کسے کہتے ہیں تو بازار میں ہانی اور مسلم بن عقیل کی طرف دیکھ حوادث زمانہ ان پر وارد ہو گئے اور وہ ہر طرف جانے والے کے لیے باعث گفتگو بن گئے۔

دوسرا شاعر مسلم بن عقیل کے خلاف محمد بن اشعث کی تگ و دو کے متعلق کہتا ہے۔

وترکت عمک لم تقاتل دونہ فشلا ولولا انت کان ممنعا

وقتلت وافد حزب ال محمد وسلبت رسیافا لہ و دروعا

اور تو نے اپنے چچا کو چھوڑ دیا اور بزدلی کی وجہ سے اس کے سامنے نہ لڑا اگر تو نہ ہوتا تو محفوظ رہتا اور تو نے آل محمد کی جماعت کے آئے ہوئے ایک شخص کو قتل کیا اور اس کی تلوار اور زرہ اتار لی۔

ابن زیاد کے پاس لانے سے پہلے ابن اشعث نے آپ کا سامان جنگ اتار لیا اور مسلم آٹھ ذی الحجہ کو شہید ہوئے۔ امام حسینؑ کے مکہ سے روانہ ہونے سے ایک دن بعد اور بعض کہتے ہیں اسی دن شہید ہوئیں جس دن امام نے مکہ سے کوچ کیا تھا اور ابن زیاد نے مسلم ابن عقیل کا سر دمشق کی طرف یزید کے پاس بھیج دیا۔ یہ بنی ہاشم کے سروں میں سے پہلا سر تھا جو بھیجا گیا اور مسلم کا جسم پہلا بنی ہاشم کا جسم تھا جسے سولی پر لٹکایا گیا۔

ابن ہشام بن محمد اور ابن اسحٰق نے مسلم بن عقیل کا واقعہ اس سے زیادہ مکمل طور سے ذکر کیا ہے۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ جب امام حسینؑ مدینہ سے روانہ ہوئے تو

عبداللہ ابن مطیع نے آپ سے ملاقات کی۔ اس نے کہا میں آپ پر سے قربان جاؤں اے ابا عبداللہ کہاں کا ارادہ ہے آپ نے فرمایا کہ میں کوفہ جا رہا ہوں۔ اس نے عرض کی کہ اہل کوفہ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا۔ ان کا دھوکا اور حضرت علیؑ و امام حسنؑ سے جو سلوک انھوں نے کیا تھا وہ ذکر کیا' پھر کہنے لگا آپ حرم خدا کو نہ چھوڑیں۔ کیونکہ آپ سردار عرب ہیں اور لوگ آپ کے برابر کسی کو بھی نہیں قرار دیں گے اور ہر طرف کے لوگ آپ کی خدمت میں آئیں گے اور خدا کی قسم اگر آپ شہید ہو گئے تو آپ کے بعد ہمیں غلام بنالیا جائے گا۔ آپ آگے بڑھے یہاں تک کہ مکہ میں نزول اجلال فرمایا۔ ہر طرف سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور ابن زبیر کعبہ سے چمٹا ہوا تھا' دن میں کعبہ کے پاس نماز اور رات کو طواف کرتا اور درمیان میں دو مرتبہ آرام کرتا۔ روزانہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کا مکہ میں رہنا ابن زبیر کے لیے سب لوگوں سے زیادہ ناگوار تھا کیونکہ اسے علم تھا کہ لوگوں کا رجحان آپ کی طرف ہے نہ کہ ابن زبیر کی طرف۔ اسی لیے ابن زبیر آپ کو مکہ سے چلے جانے کا مشورہ دیتا۔

ابن اسحٰق کہتا ہے کہ اہالیان کوفہ کو یہ خبر ملی کہ حضرت حسینؑ مکہ میں ہیں اور انھوں نے بیعت یزید سے انکار کر دیا ہے۔ تو وہ لوگ سلیمان بن صرو کے مکان پر جمع ہوئے سلیمان نے ان سے کہا اے قوم حسینؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور تم ان کے باپ کے پیروکار ہو پس اگر تم لوگ ان کی مدد کرو اور ان کے دشمن کے ساتھ جہاد کرو تو انھیں خط لکھو اور اگر تمھیں اپنی بزدلی اور سستی کا خوف ہے تو انھیں دھوکا نہ دو وہ لوگ کہنے لگے نہیں خدا کی قسم ہم آپ کی نصرت کریں گے اور ہم ان پر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ پس ان لوگوں نے آپ کو وہی کچھ لکھا جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں اور انھوں نے وہ خط عبداللہ بن سبع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ روانہ کیا پس یہ دونوں امام حسینؑ کی خدمت میں دس رمضان المبارک کو پہنچے۔ پھر ان دونوں کے دو دن بعد قیس بن مسہر صیداوی اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ ارحبی اور عمارہ بن عبداللہ بن سلولی کو ایک سو پچاس خط دے کر روانہ کیا۔ پھر دو دن گزارنے کے بعد صافی بن ہانی سبعی اور سعید بن

عبداللہ حنفی کو روانہ کیا اور ان کے ساتھ جو خط بھیجا اس میں امام حسینؑ کو لکھا کہ لوگ آپ کے قدوم میمنت لزوم کے منتظر ہیں اور آپ کے علاوہ ان کی رائے میں اور کوئی نہیں ہے پس آپ تشریف لائیے اور شیث بن ربعی، حجار بن ابجر، زید بن حرث اور عروہ بن قیس نے اور لوگوں کے ساتھ آپ کو خط لکھا۔ امابعد پس کھیت تیار ہو چکے ہیں پھل پک گئے ہیں آپ تشریف لائیے۔ آپ تیار شدہ لشکر اپنے لیے پائیں گے۔ والسلام!

یہ تمام خطوط آپ کو مکہ میں ملے تو اس وقت آپ مسلم بن عقیل کو اسطرف بھیجا اور انھیں خط لکھ کر دیا تحقیق میں۔

میں تمھاری طرف اپنے بھائی اپنے چچا کے فرزند اپنے اہل بیت میں سے قابل وثوق شخص کو بھیج رہا ہوں اور میں نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ میری طرف تمھارے حالات تحریر کرے پس اگر اس نے مجھے لکھا کہ تمھارے گروہ اور تم میں سے صاحبانِ عقل و دانش کی رائے مجتمع ہے جسطرح کہ تمھارے خطوط سے معلوم ہوتا ہے تو میں تمھارے پاس آؤں گا ورنہ نہیں۔ والسلام!

پھر آپ نے مسلم بن عقیل کو بلایا اور انھیں قیس بن مسہر صیدادی، عبداللہ بن عمارہ سلولی اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ ارجی کے ساتھ روانہ کیا اور انھیں حکم دیا کہ یہ کام صیغہ راز میں رہے۔ پس مسلم کوفہ کی طرف چلے جب وہاں پہنچے تو مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر قیام کیا۔ شیعہ ان کے پاس آنے لگے۔ آپ نے ان کے سامنے امام حسینؑ کا خط پڑھا وہ سب کے سب رونے لگے۔ پھر وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہم آپ کے لیے تلوار زنی کریں گے یہاں تک کہ ہم سب مر جائیں۔ یہ خبر نعمان بن بشیر تک پہنچ گئی۔ اس نے خطبہ دیا اور کہنے لگا فتنوں اور خون بہانے سے بچو۔ نعمان ایک عافیت پسند شخص تھا پس عبداللہ بن مسلم بن سعید حضرمی نے جو بنی امیہ کا ساتھی تھا پکار کر کہا کہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے اس کی اصلاح سختی اور تشدد کے بغیر نہیں ہو سکتی اور تمھاری رائے تو کمزور قسم کے لوگوں والی ہے۔ نعمان نے کہا کہ میں اطاعت خدا میں کمزوری کو نافرمانی خدا میں قوت سے بہتر سمجھتا ہوں۔

عبداللہ نے یہ بات یزید کو لکھی۔ اس نے نعمان کو معزول اور ابن زیاد کو (کوفہ

کا) گورنر بنادیا۔ جب ابن زیاد کوفہ میں پہنچا تو اس نے مسلم بن عقیل کو تلاش کیا۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں انھیں شہید کر دیا اور ان کا سر ہانی بن عروہ کے سر کے ساتھ یزید کے پاس بھیجا اور یزید کو خط لکھا کہ حمد ہے اس خدا کے لیے جس نے امیر المومنین کا حق لیا۔ اور اس کے دشمن کو ٹھکانے لگایا۔ یزید نے اس کو خط کا جواب دیا۔ اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا تو نے ایک عقلمند آدمی والا کام کیا اور مضبوط دل اور شجاع کی طرح حملہ کیا اور تیرے متعلق جو مجھے ظن تھا اسے سچ کر دکھایا اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسینؑ عراق کی طرف متوجہ ہیں اس کے لیے دیکھ بھال کرنے والے اور سرحدوں کی رکھوالی کرنے والے معین کر اور ان سے پوری حفاظت کر لے اور جس پر برا گمان ہو جائے اسے قید کر دے جو مشتبہ ہو اس کا مواخذہ کر اور جو کچھ اچھا یا برا حادثہ پیش آئے اس کی مجھے اطلاع دے۔ والسلام۔

ہشام نے کہا ہے کہ امام حسینؑ مکہ سے مدینہ کی طرف بروز اتوار ۲۸ رجب ۶۰ ھ کو نکلے اور بروز جمعہ تین شعبان مکہ میں داخل ہوئے اور مکہ میں ماہ شعبان، رمضان، شوال اور ذیقعدہ کا مہینہ قیام کیا اور ۸ ذی الحجہ بروز منگل مکہ سے روانہ ہوئے۔ وہ ترویہ کا دن تھا کہ جس دن مسلم بن عقیل نے کوفہ میں ظہار کیا تھا۔

نیز ہشام بن محمد نے کہا ہے کہ امام حسینؑ نے قیس بن مسہر کو مسلم بن عقیل کی طرف روانہ کیا تا کہ آپ کے وہاں پہنچنے سے پہلے آپ کو اس کے حالات معلوم ہو جائیں آپ کو ان کے حالات معلوم ہو جائیں۔ قیس کو ابن زیاد نے گرفتار کر لیا اور ان سے کہا کہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر کذاب بن کذاب (معاذ اللہ) یعنی امام حسینؑ کو برا بھلا کہو۔ قیس منبر پر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اے لوگو میں امام حسینؑ کو مقدم حاضر میں چھوڑ آیا ہوں اور میں تمہاری طرف ان کا قاصد ہوں۔ پس خداوند عالم کذاب ابن کذاب ابن زیاد پر لعنت کرے۔ قیس کو قصر الامارہ سے پھینکا گیا اور وہ جاں بحق ہو گئے۔

عراق میں امام کا ورود

ابن زیاد نے عمر بن سعد سے کہا کہ اس شخص (حسینؑ) کی میرے لیے کفایت

کرو عمر آپ سے جنگ کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ ابن زیاد سے کہنے لگا مجھے اس سے معاف کرو۔ ابن زیاد نے کہا معاف نہیں کروں گا۔ اور ابن زیاد نے اسے رے اور خوزستان کی حکومت دے دی تھی۔ پس کہنے لگا کہ حسینؑ سے جنگ کرو ورنہ میں تمھیں معزول کر دوں گا عمر نے کہا مجھے ایک رات کی مہلت دی جائے ابن زیاد نے مہلت دے دی ابن زیاد نے مہلت دے دی۔ وہ سوچتا رہا۔ پس اس نے ولایت رے کو قتل حسینؑ پر ترجیح دی۔ جب صبح ہوئی تو ابن زیاد کے پاس گیا اور کہنے لگا میں حسینؑ سے لڑوں گا۔ محمد بن سیرین نے کہا کہ اس معاملے میں حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی کرامت ظاہر ہوئی۔ آپ کی ملاقات ایک دن عمر سعد سے ہوئی جب وہ نوجوان تھا تو آپ نے فرمایا وائے ہو تیرے لیے اے ابن سعد تیری کیا حالت ہوگی جبکہ تو ایسے مقام پر کھڑا ہوگا کہ تجھے جنت اور جہنم کا اختیار دیا جائے گا اور تو جہنم کی آگ کو ترجیح دے گا۔

واقدی کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ نے قادسیہ سے کوچ کیا تو آپ ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور اترنے کے لیے جگہ کا انتخاب کر رہے تھے کہ اچانک سواد لشکر تاریک رات کی طرح ظاہر ہوا۔ ان کے نشان گدھوں کے پر اور نیزے جنگل معلوم ہوتے تھے۔ وہ آکر آپ کے مدمقابل اترا اور تین دن تک آپ پر پانی بند کر دیا اور عبداللہ بن حصین ازدی نے پکار کر کہا اے حسینؑ پانی کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ گویا وسط آسمان ہے۔ خدا کی قسم آپ اس کا ایک قطرہ نہیں پی سکتے جب تک پیاس سے مر نہ جائیں۔ آپ نے عرض کی خدایا اسے پیاس کے ساتھ قتل کر اور اسے کبھی نہ بخشنا۔ وہ اس کے بعد پانی پیتا لیکن سیر نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا پیٹ پانی سے پھول گیا اور وہ پیاس سے واصل جہنم ہوا۔

عمرو بن حجاج نے پکار کر کہا اے حسینؑ! یہ وہ پانی ہے جسے کتے، خنزیر، گدھے اور بھیڑیے پیتے ہیں لیکن خدا کی قسم تم اس کا ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتے۔ جب تک (معاذ اللہ) جہنم میں کھولتا ہوا پانی نہ ہو۔ اس بات کا سننا امام حسینؑ کے لیے پانی نہ ملنے سے کہیں سخت تھا!

واقدی کہتا ہے کہ جب عمر سعد کے پاس شمر پہنچا تو عمر سعد نے اسے پکار کر کہا خدا کی قسم تیرے لیے اہلاً وسہلاً نہیں ہے اے مبروص خدا تیرے گھر کو قریب نہ کرے اور تیری ملاقات نہ ہو اور برا ہو اس چیز کا جو تو لے کر آیا ہے۔ پھر عمر بن سعد نے خط پڑھا اور کہنے لگا خدا کی قسم تو نے ابن زیاد کو اس کے ارادہ سے موڑ دیا ہے۔ وہ تو مان گیا تھا لیکن تو شیطان ہے جو کچھ تو نے کرنا تھا کیا ہے۔ شمر کہنے لگا اگر امیر کے حکم کی پیروی کرنی ہے تو ٹھیک ورنہ لشکر میرے حوالہ کرو۔ پس عمر سعد نے امام حسینؑ کی طرف کسی کو بھیج کر اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اپنا ہاتھ مرجانہ کے بیٹے کے ہاتھ پر کبھی نہ رکھوں گا۔

اور ہم نے ذکر کیا ہے اور ہمارے جد مادری ابوالفرج نے بھی کتاب منتظم میں بیان کیا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن حضرت امام حسینؑ کے اصحاب کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں۔ پس اس کے سامنے جناب عباسؑ عثمان اور جعفر علی ابن ابی طالبؑ کے فرزند نکلے اور کہنے لگے تو کیا چاہتا ہے تو وہ (ملعون) کہنے لگا اے ہماری بہن کے بیٹے تم امان میں ہو۔ ان حضرات نے کہا خدا تجھ پر اور تیری امان پر لعنت کرے کیا تو ہمیں امان دیتا ہے اور فرزند رسول کے لیے امان نہیں!

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ شمر کے اس قول کو کہ ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں سے مراد یہ ہے کہ شمر کا اشارا ام البنین بنت حزام کی طرف تھا جو کلابیہ خاندان سے تھیں اور شمر بھی اسی خاندان سے تھا۔

اور ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ام البنین جریر بن عبداللہ بن مخلد کلابی کی پھوپھی تھیں اسی لیے شمر بن ذی الجوشن نے ان کے لیے امان حاصل کی تھی۔

شہادت

ہشام کہتا ہے کہ عمر بن سعد جب مایوس ہو چکا تو اس نے پکار کر کہا اے اللہ کے شہسوار و سوار ہو جاؤ پس یہ لشکر آگے بڑھا اور جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ یہ مجھ سے

جنگ کرنا چاہتے ہیں تو اپنے اصحاب اور اعزا سے کہا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ اور مجھ سے جدا ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا خدا اس زندگی کو قبیح قرار دے جو آپ کے بغیر ہو اور یہ بات آپ کی بہن جناب زینب بنت علیؑ نے سن لی وہ کھڑی ہو گئیں' دامن چادر زمین پر خط دے رہا تھا۔ انھوں نے کہا ہائے افسوس کاش کہ موت نے میری زندگی ختم کر دی ہوتی۔ میرے باپ علیؑ میری ماں فاطمہؑ اور بھائی حسنؑ آج کے دن مجھ سے بچھڑ گئے آگے گزرے ہوئے بزرگوں کے جانشین اور اے باقی رہنے والوں کے فریادرس! پھر آپنے اپنے چہرے پر طمانچے مارے حسینؑ انھیں تسلی دیتے لیکن ان کے دل کو چین نہ آتا۔

پھر امام حسینؑ نے فرمایا اس زمین کو کیا کہا جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا کربلا اور اسے نینوا بھی کہتے ہیں۔ آپ آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کرب وبلا (یعنی دکھ اور مصیبت) مجھے میری نانی ام سلمیٰ نے بتایا تھا کہ جبرئیل رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تم اس وقت میرے پاس تھے' تم رونے لگے تو آپؐ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ میں نے تمھیں چھوڑ دیا اور رسول اللہؐ نے تمھیں اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا۔ پس جبرئیل نے کہا کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ جبرئیل نے عرض کی آپ کی امت عنقریب اسے قتل کر دے گی اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھا دوں جس میں یہ شہید ہوگا۔ فرمایا ہاں۔ ام سلمیٰ کہتی ہیں کہ جبرئیل نے زمین کربلا پر اپنے پر پھیلا دیے اور آپ کو وہ زمین دکھلا دی پس جب امام حسینؑ سے کہا گیا کہ یہ زمین کربلا ہے تو آپ نے اس کی مٹی کو سونگھا اور فرمایا خدا کی قسم یہی وہ زمین ہے جس کی خبر جبرئیل نے رسول کو دی تھی اور میں یقیناً اسی زمین میں شہید ہوں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور اس کو سونگھا اور فرمایا خدا کی قسم یہی وہ زمین ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں اس بات کو واقدی سے بیان کیا ہے اور کہا کہ رسول اللہ بیدار ہوئے تو آپ کے ہاتھ میں سرخ رنگ کی مٹی تھی۔

نیز ابن سعد نے شعبی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؑ جنگ صفین کو جاتے ہوئے جب کربلا سے گزرے اور نینوا جو فرات کے سامنے ہے اس کے پاس پہنچے تو

کھڑے ہو گئے آپ نے وضو کا پانی لانے والے سے کہا ابو عبداللہ کو بتاؤ (یا حسینؑ کے باپ کو بتاؤ) کہ اس زمین کا کیا نام ہے۔ اس نے کہا کربلا! پس آپ آبدیدہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ پھر فرمایا میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ گریہ کر رہے تھے۔ میں نے عرض کی کہ کس چیز نے آپ کو رلایا۔ آپ نے فرمایا ابھی جبریل میرے پاس آئے تھے انھوں نے بتایا کہ تحقیق میرا بیٹا حسینؑ فرات کے کنارے اس جگہ شہید کیا جائے گا جسے کربلا کہتے ہیں پھر جبریل نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور وہ مجھے سونگھنے کے لیے دی پس میری آنکھیں میرے قابو میں نہ رہیں اور وہ تر ہو گئیں۔

حسن بن کثیر اور عبد خیر نے روایت کی ہے۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ کربلا پہنچے تو آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا میرا باپ قربان ہو جائے ان پر کچھ جوان ہیں جو یہاں مارے جائیں گے، یہاں ان کے اونٹ بیٹھیں گے یہاں ان کے خیمے لگیں گے یہاں وہ شخص شہید ہوگا پھر آپ کا گریہ و بکا زیادہ ہو گیا۔

پس جب وہ رات آئی جس کی صبح آپ (حسینؑ) شہید ہوئے تو امام مظلوم تمام رات عبادت الٰہی میں مصروف رہے اور اپنے بھائی حسنؑ کے لیے دعائے رحمت کرتے رہے۔

جب صبح طلوع ہوئی وہ جمعہ کا دن اور دسویں محرم کی تاریخ تھی اور بعض کہتے ہیں کہ ہفتہ کا دن اور ۶۱ھ تھی۔ آپ نے اپنے اصحاب کو میمنہ اور میسرہ پر تیار کیا اور وہ ۴۵ سوار اور ایک سو پیادے تھے اور کچھ لوگ کہتے ہیں ستر سوار اور سو پیادے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ تیس پیادے تھے (لیکن یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ انصار چھوٹے بڑے سب ملا کر بہتر تھے)۔ آپ نے علم اپنے بھائی عباسؑ کو دیا خیمے اور اہل حرم اپنے پیچھے رکھے۔

پھر امام حسینؑ نے پکار کر کہا اے اہل کوفہ کیا یہ تمھارے خطوط نہیں جو تم نے میری طرف بھیجے اور مجھے دھوکا دیا۔ تمھارے عہد و پیمان کہاں گئے۔ کسی نے جواب نہ دیا اور

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پکارا اے شیث بن ربعی اے حجار بن حر اے قیس بن اشعث اے زید بن حرث اے فلاں اے فلاں کیا تم لوگوں نے مجھے خطوط نہیں لکھے تھے؟ وہ ملاعین کہنے لگے ہم نہیں جانتے کہ آپ کیا کہتے ہیں!

حر بن یزید الریاحی ان کے سرداروں میں سے تھے وہ کہنے لگے ہاں خدا کی قسم ہم نے آپ کی طرف خط لکھے اور آپ کو بلایا۔ خدا باطل اور اس کے ماننے والوں کو دور کرے خدا کی قسم میں دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دوں گا۔ پھر انھوں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اور حسینؑ کے لشکر میں داخل ہو گئے۔ پس حسینؑ نے ان سے کہا اہلاً و سہلاً تم خدا کی قسم دنیا اور آخرت میں حر ہو۔

پھر حر نے فوج شام کو پکار کر کہا وائے ہو تم پر تمہاری ماں تمھارے غم میں بیٹھے تمھیں وہ لوگ ہو جنھوں نے حسینؑ کو بلایا ہے۔ جب وہ تمھارے پاس آ گئے تو تم نے انھیں دشمن کے سپرد کر دیا اور وہ ایک قیدی کی طرح ہو کر رہ گئے اور تم نے انھیں اس بہنے والے پانی سے منع کیا جسے یہود و نصاریٰ اور مجوس پیتے ہیں اور جنگل کے سور جس میں لوٹتے ہیں۔ بہت برا سلوک کیا ہے تم نے محمدؐ کے اہلبیت اور ذریت کے ساتھ ان کے بعد اور اگر تم لوگوں نے اس کی مدد نہیں کی اور جس کے لیے قسمیں کھائی تھیں اسے پورا نہیں کیا تو اسے چھوڑ دو کہ وہ جہاں چاہے خدا کی زمین میں جا کر رہے کیا تم اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور کیا ان کے نانا محمدؐ کی نبوت کی تصدیق نہیں کرتے' کیا تمھیں قیامت کا یقین نہیں پھر حر نے حملہ کیا اور کہا:

اضرب فی اعناقکم با السیف   من خیر من حل منی و الخیف

میں تمہاری گردنوں پر اس شخص کی حمایت میں تلوار ماروں گا جو منی اور حنیف میں اترنے والوں میں بہتر ہے۔

حر نے ان میں سے ایک جماعت کو قتل کر دیا۔ پھر وہ زیادہ ہو گئے اور انھوں نے حر کو شہید کر دیا۔

واقدی کہتا ہے کہ لشکر حسینؑ کی طرف سب سے پہلے عمر سعد نے تیر پھینکا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ وہ ان کے قتل کرنے پر مصر ہیں تو آپ نے قرآن مجید اٹھایا اور اسے کھول کر اپنے سر پر رکھا اور بلند آواز سے فرمایا میرے اور تمھارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے نانا رسول اللہؐ ہیں۔ اے قوم کس بنا پر تم میرے خون کو حلال سمجھتے ہو۔ کیا میں تمھارے نبی کی دختر کا فرزند نہیں ہوں۔ کیا تمھیں میرے جد کا ارشاد میرے اور میرے بھائی کے متعلق نہیں پہنچا کہ یہ دونوں نوجوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔ اگر تم میری بات کی تصدیق نہیں کرتے تو جابرؓ زید بن ارقم اور ابو سعید خدری سے پوچھ لو' کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں۔ شمر ملعون نے پکار کر کہا اسی گھڑی تم ہاویہ میں وارد ہو گے (معاذ اللہ) حسینؑ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے میرے جد رسول اللہؐ نے خبر دی ہے اور فرمایا ہے میں نے دیکھا ہے گویا ایک کتا میرے اہلبیت کے خون کو پی رہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ تو وہی ہے۔ شمر کہنے لگا میں خدا کی ایک حرف پر عبادت کروں اور میری سمجھ میں نہ آئے کہ تم کیا کہتے ہو۔

پھر امام حسینؑ ملتفت ہوئے کہ آپ کا ایک بچہ پیاس سے رو رہا ہے آپ نے اسے اپنے ہاتھ پر اٹھایا اور فرمایا اگر مجھ پر تمھیں رحم نہیں آتا تو اس بچے پر رحم کرو پس ایک شخص نے اس بچے کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ پس حسینؑ نے فرمایا خدایا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو حکم فرما کہ جنھوں نے مجھے بلایا کہ ہماری مدد کریں گے اور اب وہ قتل کر رہے ہیں۔ فضا سے ایک آواز آئی اے حسینؑ اس بچے کی فکر نہ کرو جنت میں اس کو دودھ پلانے والی موجود ہے۔

حصین بن تمیم نے آپ کو ایک تیر مارا جو آپ کے ہونٹوں پر لگا اور آپ کے ہونٹوں سے خون بہنے لگا۔ حسینؑ نے فرمایا خدایا میں تیری بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں اس سلوک کی جو مجھ سے میرے بھائیوں' میری اولاد اور میرے اہلبیت سے کیا جا رہا ہے۔ پھر نماز ظہر کا وقت آیا تو آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نمازِ خوف ادا کی۔ آپ حالت نماز میں تھے کہ دشمن نے آپ پر سخت ترین حملہ کیا۔ پس زہیر بن قین نے حسینؑ کی حفاظت میں حملہ کر دیا۔ وہ کہتے تھے:

انا زهیر و انا بن القین　　ارد کم بالسیف عن حسینٔ

(میں زہیر قین کا بیٹا ہوں اور تمھیں حسینؓ سے تلوار کے ذریعے رد کروں گا)

امامؑ حسینؓ کو غنودگی آ گئی۔ بیدار ہوئے تو فرمانے لگے میں نے اسی وقت اپنے جد رسول اللہؐ کو دیکھا ہے وہ کہتے تھے بیٹا صبر کرو ابھی ہمارے پاس پہنچنے والے ہو۔ پھر شمر نے چیخ کر کہا کیا دیکھ رہے ہو اس پر حملہ کرو پس حصین بن تمیم نے آپ کے سر پر تلوار ماری جس سے آپ زمین پر گر پڑے اور زرعۃ بن شریک تمیمی نے آپ کے سر پر تلوار ماری جس سے اور آپ کے دائیں کندھے پر وار کیا اور اسے الگ کر دیا۔ سنان بن انس نے آپ کی ریڑھ کی ہڈی پر نیزہ مارا پھر وہ ملعون گھوڑے سے اترا اور ذبح کرنے کے بعد آپ کا سر جدا کر لیا اور آپ کے قاتل کے متعلق مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ چند اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ آپ کا قاتل سنان بن انس نخعی ہے۔ یہ قول ہشام بن محمد کا ہے دوسرا قول ہے کہ حصین بن تمیم نے آپ کو تیر مارا پھر گھوڑے سے اتر کر آپ کو ذبح کیا اور آپ کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا دیا تا کہ ابن زیاد کا قرب حاصل ہو اور تیسرا قول ہے کہ مہاجر بن اوس تمیمی نے آپ کو شہید کیا اور چوتھا یہ ہے کہ کثیر ابن عبداللہ اشجعی ہے اور پانچواں قول ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے آپ کو شہید کیا اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ سنان بن انس نخعی اور شمر بن ذی الجوشن نے آپ کو شہید کیا۔ اور جب سنان حجاج کے دربار میں داخل ہوا تو اس نے کہا تو قاتل حسینؓ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ حجاج نے کہا تجھے بشارت ہو کہ تو اور وہ ایک گھر میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ مورخین کہتے ہیں کہ حجاج کی زبان سے اس جملے سے اچھی بات کبھی نہیں سنی گئی۔ پھر انھوں نے آپ کے جسم کے زخم شمار کیے تو ۳۳ زخم نیزوں کے اور ۳۴ زخم تلوار کے تھے۔ آپ کے لباس میں ۱۲۰ سوراخ تیروں کے تھے۔ ان ملاعین نے آپ کا لباس اتار لیا۔ یہاں تک کہ آپ کا زیر جامہ بحر بن کعب تمیمی نے لیا قمیص اسحاق بن حویہ خضرمی نے اور آپ کی تلوار قلانس نہشلی نے لی اوپر کی چادر قیس بن اشعث کندی نے نعلین اسود بن خالد ازدی نے عمامہ جابر بن یزید نے اور ٹوپی مالک بن بشیر کندی نے لی اور عمر بن سعد نے کہا جو حسینؓ کا سر لے کر

آئے گا اسے ہزار درہم دیا جائے گا۔

اور عمر سعد نے یہ بھی کہا کون ہے جو ان کے سینوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرے۔ ان ملاعین نے آپ کی پشت اور سینہ کو گھوڑوں سے روندا۔ آپ کی پشت پر سیاہ نشانات نظر آئے' ان کے متعلق سوال کیا تو بتایا گیا کہ حسینؑ رات کے وقت مساکین مدینہ کے لیے کھانا لے کر جاتے تھے۔ فاطمہ بنت الحسین کی اوڑھنے والی چادر ایک ملعون نے چھین لی اور زیور دوسرے نے اور آپ کے اہل حرم اور بیٹیوں کی چادریں چھین کر انھیں ننگے سر کر دیا اور واقدی نے کہا ہے کہ سنان بن انس آیا اور بعض کہتے ہیں کہ شمر تھا اس نے عمر بن سعد کے خیمے کے دروازہ پر کھڑا ہو کر کہا:

اوقر رکابی فضه وذهبا — انا قتلت سید محببا

میری رکاب کو سونے چاندی سے بھر دے میں نے صاحب دربان سردار کو قتل کیا ہے۔

قتلت خیر الناس اما وابا — او خیر هم ان ینسون نسبا

میں نے اسے قتل کیا ہے جو ماں باپ کے لحاظ سے افضل اور حسب ونسب کے ذریعے سب سے بہتر تھا۔

ابن سعد نے پکار کر کہا کیا تو مجنون ہے۔ اگر ابن زیاد نے یہ اشعار سن لیے تو وہ تجھے قتل کر دے گا۔

اور ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ سنان بن انس نے ابن زیاد کے دروازہ پر آ کر یہ اشعار پڑھے تو اس نے اسے کچھ بھی نہ دیا۔

شہادت بنی ہاشم

ہشام بن محمد نے کہا ہے کہ آل ابو طالب میں سے جو جماعت شہید ہوئی ان میں سے حسین ابن علیؑ ہیں جنھیں سنان بن انس نے شہید' عباسؑ ابن علی کو زید بن رقاد نے' عباس کے بھائی جعفر' عبداللہ اور عثمان بھی شہید ہوئے ان سب کی والدہ ام البنین ہیں

جن کا ذکر ہم کر آئے ہیں۔ محمد بن علی شہید ہوئے ان کی والدہ کنیز تھی۔ ابوبکر بن علی شہید ہوئے ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بن دارم تھی، علی بن الحسین بن علی وہ علی اکبر ہیں ان کی والدہ لیلیٰ بنت مرہ ثقفیہ تھیں آپ کو مرہ بن سعد عبدی نے شہید کیا اور علی بن الحسینؑ (سجاد) کو بیمار سمجھ کے شہید نہ کیا گیا۔ عبداللہ بن حسین (علی اصغر) جن کی والدہ رباب بنت امراء القیس تھیں انھیں ہانی بن ثابت حضرمی نے شہید کیا اور عبداللہ بن حسن بن علی جن کی والدہ کنیز تھیں عبداللہ بن عقبہ غنوی نے شہید کیا اور عبداللہ بن حسن بن علی کہ جن کی والدہ کنیز تھیں انھیں سعد بن عمر بن نفیل ازدی نے شہید کیا۔ عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو عبداللہ بن قطبہ طائی نے شہید کیا۔ ان کی والدہ جمانۃ بنت مسیّب بن بخیہ تھی اور محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالبؑ کو شہید کیا گیا۔ ان کی والدہ حوط بنت حفصہ تمیمیہ تھی۔ جعفر بن عقیل شہید ہوئے ان کی والدہ ام البنین بن نفرہ تھی۔ ان کو بشر بن حوط صدانی نے شہید کیا۔ ان کے بھائی عبداللہ بن عقیل جن کی والدہ کنیز تھی ان کو عمر بن صبیح صیداوی نے شہید کیا اور ہم بیان کر آئے ہیں کہ مسلم بن عقیل کو ابن زیاد نے شہید کیا اور ان کی والدہ کنیز تھی اور عبداللہ بن مسلم بن عقیل شہید ہوئے ان کی والدہ رقیہ بنت علی تھیں اور رقیہ کی والدہ کنیز تھی۔ انھیں عمر بن صبیح صدادی نے شہید کیا اور محمد بن مسلم بن عقیل کہ جن کی والدہ کنیز تھی انھیں لقیط بن یاسر جہنی نے شہید کیا اور حسن بن حسن بن علی اور عمر بن حسن بن علی کو صغیر السن سمجھ کے چھوڑ دیا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اولاد ابوطالب میں سے سترہ افراد (میدانِ کربلا میں) شہید ہوئے۔ جن میں سات افراد اولاد علیؑ تھے حسینؑ، عباسؑ، جعفرؑ۔ عبداللہؑ۔ جعفرؑ۔ عثمانؑ اور ابوبکرؑ حسینؑ کے دو فرزند تھے علیؑ (اکبر) اور عبداللہؑ (اصغر) اور اولاد حسنؑ میں سے تین تھے ابوبکرؑ۔ قاسمؑ اور عبداللہؑ اور عبداللہ بن جعفر کے دو بیٹے عون اور محمد عقیل کی اولاد میں سے پانچ۔ مسلم، جعفر، عبداللہ، عبداللہ بن مسلم اور ان کے بھائی محمد بن مسلم۔ مدائنی نے ذکر کیا ہے کہ امام حسینؑ کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عقیل اور عون بن عقیل بھی شہید ہوئے۔ اس بنا پر وہ اکیس بنیں گے اور انھیں کے بارے میں سراقہ بن باہل کہتا ہے:

یاعین ابکی بعبرة وعویل   واندبی ان ندبت ال الرسول

اے آنکھ آنسو کے ساتھ گریہ کر اور اگر آل رسول پر ندبہ کرنا چاہتی ہے تو ندبہ کر۔

سبعة منهم لصلب علی   قد ابید و اوسبعه عقیل

ان میں سے سات علیؑ کے اور سات عقیل کے بیٹے فنا کے گھاٹ اتار دیے گئے۔

لعن اللّٰه حیث حل زیاداً   وابنه والعجوز ذات البعول

زیاد (خبیث) جہاں بھی ہو اس پر اس کے بیٹے پر اور کئی شوہروں والی بڑھیا پر خدا لعنت کرے۔ بڑھیا سے مراد سمیہ ہے جو بدکار تھی' اس کا واقعہ مشہور ہے اور بعض کہتے ہیں اس کا نام مرجانہ تھا۔

شعبی کہتا ہے سب سے پہلے ان میں سے حضرت عباسؑ پھر علی بن الحسینؑ شہید ہوئے اور جب علی اکبر میدان میں آئے تو انھوں نے یہ اشعار پڑھے:

انا بن الحسین بن علی   نحن و بیت اللّٰه اولی با النبی

من شمر و عمرو ابن زیاد

(میں حسین بن علی کا علی بیٹا ہوں خانہ خدا کی قسم ہم نبی اکرم کے زیادہ حقدار ہیں شمر' عمر اور حرامزادے ابن زیاد سے)

آپ کو ایک ملعون نے نیزہ مار کر شہید کیا تھا۔ ان کے بعد عون بن جعفر' پھر قاسم بن حسن پھر عبداللہ بن حسن' پھر عبداللہ بن علی پھر عثمان بن علی' پھر عبدالرحمٰن بن عقیل پھر محمد بن عبداللہ بن جعفر پھر خود حسینؑ شہید ہوئے۔ یہ سب یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ زہیر بن قین حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے (واقعات کربلا سے کم از کم واقفیت رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ شہداء کربلا کے واقعات جو اوپر بیان کیے گئے ہیں مجمل ہونے کے علاوہ تمام مورخین کے بیانات کے بھی خلاف ہیں۔ یہ واقعات کسی مفصل کتاب میں دیکھے جائیں مترجم) زہیر کی بیوی نے اس کے غلام سے کہا جاؤ اور اپنے آقا کو کفن پہناؤ۔

وہ غلام گیا تو دیکھتا ہے کہ حسینؑ کی نعش مبارک بے کفن پڑی ہے اس نے خیال کیا کہ اپنے آقا کو تو کفن پہناؤں اور حسینؑ کو اسی طرح چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا۔ پس اس نے آپ کو کفن پہنایا پھر دوسرا کفن زہیر کو پہنایا۔ محمد بن سعد نے محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا انیس جوان ایسے شہید ہوئے جو جناب فاطمہؑ سے ہیں اور یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد میں سے کافی حضرات شہید ہوئے۔ آپ کی شہادت نماز ظہر اور عصر کے درمیان جمعہ کے دن واقع ہوئی کیونکہ آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز خوف (ظہر) پڑھ لی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہفتہ کا دن تھا۔

سرہائے شہداء اور اسیران کربلا

ہشام بن محمد واقدی اور ابن اسحٰق کہتے ہیں پھر عمر سعد نے امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں کے سر اور آپ کی بیٹیاں اور جو بچے باقی رہ گئے تھے انھیں خولی بن یزید اصبحی کے ساتھ ابن زیاد کی طرف روانہ کیا۔ ان میں علی بن الحسینؑ بھی تھے جو کہ مریض تھے جب ان کا گزر امام حسینؑ کی لاش مبارک سے ہوا تو جناب زینب بنت علیؑ پکاریں وا محمداہ صلی علیک اللہ اسماء هذا حسینؑ مرسل بالعراء و بالاما و بناتک سبایا و ذریتک قتلی تسفی علیهم الصبایا محمداہ (افسوس ہے اے محمد مصطفیٰؐ آپ پر تو خداوند عالم نے درود و سلام کیا اور یہ حسینؑ ریگ صحرا اور خون میں نہائے میدان میں پڑے ہیں آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں اور آپ کی ذریت کو شہید کر دیا ہے۔ ان پر ہوا کے جھونکے خاک ڈال رہے ہیں اے محمدؐ! پس آپ نے یہ فقرات کہہ کر ہر دوست اور دشمن کو رلایا اور امام حسینؑ کے سر مبارک کے ساتھ ۹۲ سرہائے شہداء نیزوں پر بلند کیے گئے۔

اور مفردات بخاری میں ابن سیرین سے مروی ہے کہ جب سر حسینؑ ابن زیاد کے سامنے ایک طشت میں رکھا گیا اور وہ ملعون آپ کے دانتوں پر چھڑی مارتا اور آپ

کے حسن و جمال کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا اور اس کے دربار میں انس بن مالک بھی موجود تھے تو وہ رونے لگے اور کہا کہ یہ تو سب سے زیادہ رسول اللہؐ سے مشابہت رکھتے تھے اور آپ کی ریش مبارک پر وسمہ کا خضاب تھا اور بعض کہتے ہیں سیاہ رنگ سے خضاب کیا تھا اور ابن ابی دنیا نے روایت کی ہے کہ ابن زیاد کے دربار میں زید بن ارقم موجود تھے، انھوں نے کہا اپنی چھڑی کو اٹھا لے خدا کی قسم میں نے بہت دفعہ دیکھا کہ رسول اللہؐ ان دونوں ہونٹوں کے درمیان بوسے لیتے تھے۔ پھر زید رونے لگے۔ پس ابن زیاد نے ان سے کہا خدا تمہاری آنکھوں کو رلائے۔ اگر تم بڑھاپے کی وجہ سے سٹھیانہ گئے ہوتے تو میں تمھیں قتل کر دیتا۔ پس زید کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اے لوگو تم آج کے بعد غلام ہو گئے ہو تم لوگوں نے جناب فاطمہؑ کے بیٹے کو شہید کیا اور ابن مرجانہ کو اپنا امیر بنا لیا۔ خدا کی قسم یہ تم میں سے اچھے لوگوں کو قتل اور برے لوگوں کو غلام بنا کر رہے گا پس دوری ہے اس کے لیے جو ذلت و خواری، ننگ اور عار پر راضی رہے۔ پھر کہنے لگے اے ابن زیاد میں تجھے ایک حدیث سناتا ہوں جو اس سے بھی زیادہ سخت ہے میں نے رسولؐ اللہ کو دیکھا کہ آپ نے حسنؑ کو اپنے دائیں زانو پر اور حسینؑ کو بائیں زانو پر بٹھایا ہوا تھا۔ پھر آپ نے دونوں کے سر کے اگلے حصے پر ہاتھ رکھا پھر فرمایا خدایا میں ان دونوں اور صالح المومنین (امیر المومنین) کو تیری امان میں دیتا ہوں اے ابن زیاد کس طرح تو نے رسول اللہؐ کی امانت کا خیال رکھا اور ہشام بن محمد نے کہا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک ابن زیاد علیہ اللعن کے سامنے رکھا گیا تو اسے اس کے کاہن نے کہا کھڑا ہو جا اور اپنا قدم اپنے دشمن کے منہ پر رکھ دے پس وہ ملعون کھڑا ہو گیا اور اپنا نجس قدم آپ کے چہرۂ مبارک پر رکھا۔ پھر زید بن ارقم سے کہنے لگا کیسا سمجھتے ہو۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم میں نے رسولؐ اللہ کو دیکھا کہ وہ اپنا منہ اس مقام پر رکھتے تھے جہاں تو نے قدم رکھا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ یزید بن معاویہ کے ہاں زید بن ارقم کے ساتھ پیش آیا اور ابن جریر نے کہا ہے کہ یزید کے دربار میں ابو برزہ اسلمی تھے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

شعبی نے کہا ہے کہ ابن زیاد کے پاس قیس بن عبادہ موجود تھے تو ابن زیاد نے کہا تم میرے اور حسینؑ کے معاملے میں کیا کہتے ہو تو قیس نے جواب دیا کہ قیامت کے دن حسینؑ کے نانا، باپ اور ماں آئیں گے اور حسینؑ کی شفاعت کریں گے اور تیرا نانا باپ اور ماں آئیں گے اور وہ تیری شفاعت کریں گے۔ ابن زیاد آگ بگولا ہو گیا اور انھیں دربار سے نکال دیا۔

ہشام کہتا ہے کہ جب علی بن الحسین اصغر خواتین کے ساتھ یزید کے دربار میں پیش ہوئے آپ بیمار تھے تو ابن زیاد نے کہا یہ کیسے بچ گیا اسے بھی قتل کرو۔ تو زینب بنت علیؑ نے فرمایا اے ابن زیاد جتنے خون ہمارے بہا چکا ہے وہ تمھارے لیے کافی ہیں۔ اور اگر انھیں بھی قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی قتل کر دے اور حضرت علی (زین العابدین) نے فرمایا اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو دیکھ کہ ان عورتوں کا اور کون قریبی رشتہ دار ہے جو ان کے ساتھ رہے گا؟ ابن زیاد نے کہا یہ کام تمھارا ہے اور واقدی نے کہا ہے کہ علی بن الحسینؑ کو تو اس لیے انھوں نے چھوڑ دیا کہ جب ان کے باپ مارے گئے تو آپ بیمار تھے شمر ملعون آپ کے قریب سے گزرا تو کہنے لگا اسے بھی قتل کر دو اس لڑکے کے درپے نہ ہو جاؤ، پھر شمر سے کہا وائے ہو تجھ پر ان الحرم کے لیے کون ہوگا۔

اور ابن زیاد نے اس مجلس میں زینب علیا سے کہا حمد ہے اس خدا کی جس نے تمھیں رسوا کیا اور قتل کیا اور تمھاری بات کو جھوٹا کر دکھایا تو آپ نے فرمایا بلکہ حمد ہے اس خدا کی جس نے محمدؐ کی وجہ سے ہمیں کرامت و عزت بخشی، اور آپ کی وجہ سے ہمیں پاک کیا جو پاک کرنے کا حق ہے اور رسوا و ذلیل تو فاسق اور جھوٹا فاجر ہوتا ہے اور خداوند عالم نے ہمارے اہل بیت کے لیے شہادت لکھ دی تھی پس وہ اپنے قبر میں لیٹنے کی جگہ کی طرف بڑھے اور عنقریب خدا ہمیں اور تمھیں اکٹھا کرے گا اور اپنے سامنے ہمارا فیصلہ کرے گا۔

ابن ابی الدنیا کہتا ہے کہ پھر ابن زیاد نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا، خطبہ دیا اور کہنے لگا حمد ہے اس خدا کی جس نے کذاب ابن کذاب (معاذ اللہ) حسینؑ اور اس کے شیعوں کو قتل کیا پس عبداللہ بن عفیف ازدی کھڑے ہو گئے اور وہ سب کچھ چھوڑ کے مسجد

میں رہنے لگے تھے۔ان کی دائیں آنکھ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی معیت میں ضائع ہوگئی تھی۔انھوں نے کہااے مرجانہ کے بیٹے کذاب بن کذاب تو اور تیرا باپ اور وہ ہے جس نے تجھے حاکم بنایا ہے اے مرجانہ کے بیٹے کیا تم لوگ انبیاء کی اولاد کو شہید کرنے والے اور فاسقین والی باتیں بیان کرتے ہو۔

پس ابن زیاد نے کہا اس کو گرفتار کرلو۔عبداللہ علامت ازد کے ساتھ پکارے تو ان میں سے سات سو آدمی کود پڑے اور وہ انھیں لے کر گھر پہنچا آئے۔

پھر عمر بن سعد ابن زیاد کے دربار سے اٹھا اور اپنے گھر جارہا تھا وہ راستے میں کہتا جاتا تھا اس طرح سے کوئی نہیں پلٹا جیسے میں واپس آیا ہوں' میں نے ابن زیاد جیسے فاسق و فاجر کا بیٹا ہے کی اطاعت کی اور حاکم عادل کی نافرمانی کی ہے اور ایک شریف قرابت سے قطع رحمی کی ہے لوگوں نے بھی اسے چھوڑ دیا۔اور جب بھی لوگوں کے قریب سے گزرتا تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے اور اگر مسجد میں جاتا تو لوگ وہاں سے نکل جاتے اور جو بھی اسے دیکھتا اس پر لعنت بھیجتا پس وہ اپنے گھر میں رہنے لگا یہاں تک کہ فی النار والسقر ہوا۔ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے مرجانہ مادر ابن زیاد نے ابن زیاد سے کہا اے خبیث تو نے فرزند رسول کو شہید کیا ہے۔خدا کی قسم تو جنت کو کبھی دیکھ بھی نہیں سکتا۔ پھر ابن زیاد نے تمام سر کوفہ میں نیزوں پر نصب کیے۔یہ اسلام میں مسلم بن عقیل کے بعد پہلے سر تھے جو نصب کیے گئے اور وہ ستر سے زیادہ تھے۔

بعض نے کہا ہے کہ رباب بنت امراءالقیس زوجہ حضرت حسینؑ نے آپ کا سر مبارک اٹھایا اور اسے اپنی گود میں رکھا' اس کے بوسے لیے اور فرمایا:

واحسینا فلا نسیت حسینا اوقدۃ السنۃ الاعداء

ہائے حسینؑ میں کبھی حسینؑ کو نہیں بھولوں گی۔دشمن کے نیزے ان کی طرف بڑھے۔

غادروہ بکربلا جریضا لاسقی اللہ جانبی کربلا

ان کو کربلا میں پچھاڑ دیا گیا' اس جگہ کو خدا سیراب نہ کرے۔

اور عبید بن عمر کہتا ہے کہ میں نے اس قصر (قصر الامارہ کوفہ) میں عجیب بات دیکھی۔ میں نے دیکھا کہ حسین کا سر ابن زیاد کے سامنے رکھا ہوا تھا پھر میں نے دیکھا کہ ابن زیاد کا سر مختار کے سامنے رکھا تھا' پھر میں نے دیکھا کہ مختار کا سر مصعب بن زبیر کے سامنے رکھا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ مصعب بن زبیر کا سر عبدالملک بن مروان کے سامنے تھا۔ پوچھا گیا کہ یہ سب کچھ کتنی مدت میں ہوا۔ کہنے لگا تین سال۔ پس حیف ہے دنیا کے لیے جو یہاں تک پہنچا دیتی ہے۔ پھر ابن زیاد نے سروں کو دوسرے دن اتارا اور سرہائے شہداء اور قیدیوں کو شام کی طرف یزید بن معاویہ کے پاس روانہ کیا۔

سر مظلوم جانب دمشق

واقدی کہتا ہے ابن زیاد نے زجر بن قیس جعفی کو بلایا اور سرہائے شہداء اور جملہ اسیرانِ کربلا اس کے سپرد کیے اور اسے دمشق بھیجا۔ ربیعہ بن عمر بیان کرتا ہے میں یزید بن معاویہ کے پاس اس کے خواص کے ساتھ بیٹھا تھا' اچانک کہا گیا کہ زجر بن قیس دروازہ پر موجود ہے اور اذن چاہتا ہے۔ یہ گھبرا کر سیدھا ہو بیٹھا اور فوراً اسے حاضر ہونے کی اجازت دی۔ وہ داخل ہوا تو یزید نے پوچھا کہو کیا خبر لایا؟ زجر نے کہا جو تجھے مرغوب و محبوب ہے۔ تجھے بشارت ہو اللہ کی فتح و نصرت کی حسینؑ اپنے اہلبیت اور شیعوں کے ستر سواروں کے ساتھ ہم پر وارد ہوئے ہم نے ان پر امان اور ابن زیاد کے حکم کو قبول کرنا پیش کیا۔ انھوں نے انکار کر دیا اور جنگ کو ترجیح دی۔ اب ان کے جسم عریاں پڑے ہیں اور وہ جنگل میں پچھاڑ دیے گئے۔

تمام روایاتِ مشہورہ جو یزید کے متعلق موجود ہیں ان میں ہے کہ جب سر حسینؑ اس کے سامنے رکھا گیا تو اس نے اہل شام کو جمع کیا اور وہ سر مبارک پر خیزراں کی چھڑی مارتا اور ابن زبعری کے یہ اشعار پڑھتا:

لیت اشیاخی ببدر شهدوا   رقعة الخزرج من رقع الاسل

کاش میرے جنگ بدر والے بزرگ جنگ خزرج میں نیزوں کے پڑنے کے

وقت حاضر ہوتے۔

قد قتلنا القرن من ساداتهم وعدلنا قتل بدر فاعتدل

ہم نے اس کے سرداروں میں سے ایک سردار کو قتل کیا اور بدر کا بدلہ ہم نے برابر چکا لیا۔

شعبی نے کہا ہے کہ ابن زبعری کے اشعار میں یزید نے درج ذیل ابیات کا اپنی طرف سے اضافہ کیا:

لعبت هاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل

لست من خندف ان لم انتقم من بنی احمد ما کان فعل

بنی ہاشم نے ملک وسلطنت کے لیے کھیل کھیلا نہ کوئی خبر آئی تھی نہ وحی نازل ہوئی۔ میں قبیلہ خندف میں سے نہیں اگر میں نے اولاد احمد مجتبیٰ سے ان کے کیے ہوئے کا بدلہ نہ لیا۔

زہری کہتا ہے جب سرہائے شہداء آئے تو یزید سیر و سیاحت میں مصروف مقام جیرون میں تھا تو اس نے خود یہ اشعار کہے:

لما بدت تلک الحمول واشرقت تلک الشموس الی ابی جیرون

نعب الغراب فقلت صح اولا تصح فلقد قضیت من الغریم دیون

جب ظاہر ہوئے یہ اونٹ اور چمکے یہ آفتاب جیرون کے ٹیلوں پر تو فراق کا کوا بولنے لگا میں نے کہا تو چیخے یا چپ رہے میں نے اپنے قرضخواہ سے قرضے چکا لیے ہیں۔

مجاہد کہتا ہے خدا کی قسم لوگوں میں کوئی ایسا نہ تھا جو یزید کو لعنت ملامت اس کی عیب جوئی اور اس سے قطع تعلق کا اظہار نہ کرتا ہو۔

ابن ابی الدنیا کہتا ہے اس وقت یزید کے پاس ابوبرزہ اسلمی موجود تھے وہ اس سے کہنے لگے اپنی چھڑی کو اٹھا لے خدا کی قسم میں نے اکثر اوقات رسول اللہؐ کو اس لبوں کے بوسے لیتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور علی بن الحسینؑ (امام زین العابدینؑ) اور خواتین عصمت رسیوں میں

جکڑے کھڑے تھے۔ پس سید سجادؑ نے بآواز بلند کہا اے یزید تیرا کیا خیال ہے اگر رسول اللہؐ ہمیں اس طرح رسیوں میں جکڑا ہوا بے کجاوہ اونٹوں پر دیکھیں تو کیا کہیں؟ اس پر تمام لوگ رونے لگے۔

ہشام بن محمد نے اپنے باپ سے اس نے عبید بن عمر سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ قیصر روم کا سفیر دربار یزید میں حاضر تھا' وہ یزید سے دریافت کرنے لگا یہ کس کا سر ہے۔ یزید نے کہا حسینؑ کا۔ وہ کہنے لگا کون حسینؑ؟ یزید نے جواب دیا فاطمہؑ کا بیٹا۔ اس نے کہا کون فاطمہؑ؟ یزید نے کہا محمدؐ کی بیٹی۔ سفیر نے کہا محمدؐ تمہارا نبی؟ یزید نے کہا ہاں۔ سفیر نے پوچھا اس کا باپ کون تھا؟ یزید نے جواب دیا علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ اس نے کہا علی ابن ابی طالبؑ کون تھا؟ یزید نے کہا ہمارے نبی کا چچا زاد بھائی۔ تو اس نے کہا ہلاکت ہے تمھارے لیے اور تمھارے دین کے لیے۔ مسیح کے حق کی قسم تم لوگ نالائق ہو۔ ہمارے بعض جزیروں میں ایک گرجا ہے جس میں اس گدھے کا کھر رکھا ہوا ہے جس پر ہمارے سردار مسیح سوار ہوئے تھے۔ ہم لوگ ہر سال اطراف دنیا سے اس کی زیارت کے لیے جاتے ہیں اس پر نذریں مانتے ہیں اور اس کی تعظیم اسی طرح کرتے ہیں جسطرح تم لوگ خانہ کعبہ کی کرتے ہو۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ تم باطل پر ہو۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا اور دوبارہ اس کے پاس واپس نہ آیا۔

محمد بن سعد نے طبقات میں محمد بن عبدالرحمٰن سے بیان کیا ہے کہ میری ایک راس الجالوت (یہودی پادری) سے ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگا میرے اور داؤدؑ کے درمیان ستر نبی ہیں اور یہودی میری تعظیم اور احترام کرتے ہیں اور تم لوگوں نے نبی کی بیٹی کے فرزند کو قتل کر دیا ہے۔

عبدالملک بن ہاشم نے اپنی کتاب سیرت میں لکھا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ابو محمد عبدالملک بن ہشام نحوی بصری نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ جب ابن زیاد نے سر حسینؑ قیدیوں سمیت یزید کی طرف روانہ کیا وہ جس منزل پر قیام کرتے سر حسینؑ اس صندوق سے نکالتے جو اس سر کے لیے بنایا گیا تھا اور سر کو نیزے پر رکھ کر ساری رات صبح

کوچ کے وقت تک اس کی حفاظت کرتے رہتے اور پھر دوبارہ اسے صندوق میں رکھ کر اپنا سفر شروع کر دیتے۔ پس ایک ایسی منزل پر اترے کہ جہاں قریب ہی ایک گرجا تھا اس میں ایک پادری رہتا تھا۔ انھوں نے معمول کے مطابق سر مبارک صندوق سے نکال کر نیزے پر بلند کیا اور سر کی محافظت کرنے لگے اور نیزہ کو گرجا کی دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ پس جب آدھی رات ہوئی تو راہب نے دیکھا کہ سر انور سے لے کر آسمان تک نور کا ایک شعلہ بلند ہے۔ اس نے دیوار سے جھانک کر ان لوگوں سے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے ہم ابن زیاد کے آدمی ہیں۔ اس نے کہا یہ کس کا سر ہے؟ تو انھوں نے بتایا یہ سر حسین بن علی بن ابی طالب اور فاطمہ بنت رسول اللہؐ کے فرزند کا ہے اس نے کہا جو تمہارا نبی ہے انھوں نے کہا ہاں۔ راہب کہنے لگا تم بری قوم ہو اگر عیسیٰ مسیح کا کوئی بیٹا ہوتا تو ہم اسے آنکھوں پر بٹھلاتے۔ پھر وہ راہب ان سے کہنے لگا کیا میرے ساتھ ایک معاملہ کرو گے؟ کہنے لگے وہ کیسا؟ راہب نے کہا میرے پاس دس ہزار دینار ہیں وہ لے لو اور یہ سر مجھے دے دو کہ جتنی رات باقی رہ گئی ہے اس میں یہ سر میرے پاس رہے اور جب تم کوچ کرنے لگو تو اسے واپس لے لینا۔ انھوں نے کہا کیا حرج ہے۔ انھوں نے سر راہب کے حوالہ کیا اور اس نے دینار انھیں دے دیے۔ راہب سر لے گیا' اسے دھویا خوشبو لگائی اور اپنے زانو پر رکھ کر ساری رات بیٹھا روتا رہا۔ جب صبح نمودار ہوئی تو کہنے لگا اے سر میں اپنے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ کے جد امجد اللہ کے رسول ہیں اور میں آپ کا خادم اور غلام ہوں اور پھر جو کچھ گرجا میں اس کے پاس تھا وہ لے کر نکلا اور اہلبیت کی خدمت کرنے لگا!

ابن ہشام نے سیرت میں کہا ہے کہ پھر انھوں نے سر لیا اور چل پڑے جب دمشق کے قریب پہنچے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے آؤ یہ دینار آپس میں تقسیم کر لیں تا کہ یزید انھیں دیکھ کر ہم سے لے نہ لے۔ وہ تھیلیاں اٹھائیں۔ انھیں کھول کر دیکھا تو وہ دینار ٹھیکریاں ہو چکے تھے۔ ان کی ایک جانب یہ آیت تحریر تھی **ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون** یہ گمان نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے عمل سے غافل ہے۔ اور دوسری

جانب یہ آیت تھی و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی بازگشت کس طرف ہے۔ پس وہ تمام ٹھیکریاں انھوں نے نہر بردا میں پھینک دیں۔

ہشام بن محمد نے ذکر کیا ہے کہ جب خواتین عصمت وطہارت دربار یزید میں داخل ہوئیں تو اہل شام میں سے ایک شخص نے فاطمہ بنت حسینؑ کی طرف دیکھ کر یزید سے کہا کہ یہ لڑکی مجھے بخش دے کیونکہ یہ ہمارے لیے حلال ہیں۔ وہ شہزادی فریاد کرنے لگی، کانپنے لگی اور اپنی پھوپھی کے دامن سے لپٹ گئی۔ جناب زینبؑ نے بآواز بلند کہا یہ بات یزید کے بس کی نہیں اور نہ اسے کوئی حق حاصل ہے۔ یزید غصے میں آ کر کہنے لگا اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں۔ حضرت زینبؑ نے کہا۔ ہمارے قبلہ کے علاوہ کسی اور طرف منہ کر کے نماز پڑھ اور ہماری ملت کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کر لے پھر جو چاہے کرتا پھر۔ پس اس لعین کا غصہ یہ سن کر ٹھنڈا ہوا۔

سر مظلوم کہاں دفن ہوا؟

سر کے بارے میں مورخین کے درمیان مختلف اقوال ہیں۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ یزید نے قیدیوں کے ساتھ ہی مدینہ واپس کر دیا تھا پھر وہاں سے جسد اطہر کی طرف کربلا میں پلٹا دیا گیا اور جسم کے ساتھ دفن ہوا۔ ہشام وغیرہ نے یہی کہا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کی والدہ جناب فاطمہؑ کی قبر کے پاس دفن ہوا۔ یہ قول ابن سعد کا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب سر مدینہ میں پہنچا تو اس وقت مدینہ کا حاکم سعید بن عاص تھا اس نے سر مظلوم اپنے سامنے رکھا ناک پکڑی، پھر حکم دیا کہ اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر ان کی والدہ فاطمہؑ کے پاس دفن کیا جائے۔

شعبی نے لکھا ہے کہ مروان بن حکم مدینہ میں تھا اس نے سر مظلوم کو اٹھایا اور اپنے سامنے رکھا اور ناک کی ہڈی کو پکڑا اور یہ شعر کہا:

یا حبذا بروک فی الیدین ولونک الاحمر فی الخدین

کس قدر اچھی ہے ٹھنڈک تیری دونوں ہاتھوں میں اور تیرا سرخ رنگ رخساروں میں۔

خدا کی قسم عثمان موت کے دن میرے سامنے ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ سر حسینؓ دمشق میں ہے۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ سر حسینؓ دمشق میں خزانہ یزید میں پایا گیا۔ پس لوگوں اسے کفن دے کر باب الفرادیس کے پاس دفن کر دیا۔ بلاذری نے اپنی تاریخ میں اسی طرح ذکر کیا ہے کہ سر حسینؓ دمشق کے دارالامارہ میں ہے اور واقدی نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ سر حسینؓ مسجد رقعہ میں فرات کے کنارے ہے۔ رقعہ مشہور شہر ہے۔ یہ قول عبداللہ بن عمر وراق نے کتاب مقتل میں ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب سر حسینؓ یزید ابن معاویہ کے سامنے لایا گیا تو وہ کہنے لگا۔

سر عثمان کے بدلے یہ سر میں آل ابی معیط کے پاس بھیجوں گا اور وہ رقعہ میں تھے۔ وہ سر ان کے پاس بھیجا گیا۔ انھوں نے ایک گھر میں سر مبارک دفن کر دیا۔ پھر وہ گھر وہاں کی مسجد جامع میں داخل کر لیا گیا۔

پانچواں قول یہ ہے کہ خلفائے فاطمیین نے سر مبارک کو باب فرادیس سے عسقلان کی طرف منتقل کیا پھر وہاں سے قاہرہ منتقل کر دیا اور وہ سر وہیں قاہرہ میں ہے وہاں مشہد عظیم ہے جہاں زیارت کی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جہاں بھی ہو آپ کا سر مبارک یا جسم مبارک لیکن آپ دلوں میں ساکن اور اسرار و خواطر میں گھر کیے ہوئے ہیں۔

ہمارے بعض بزرگوں نے یہ اشعار ہمارے سامنے کہے:

لا تطلبوا المولی حسینً	بارض شرق او بغرب
وعوا الجمع وعرجوا	نحوی فمشهده لقلبی

آقائے حسینؓ کو زمین مشرق و مغرب میں تلاش نہ کرو۔ سب کو چھوڑ کر میری طرف آؤ کیونکہ آپ کی قبر میرے دل میں ہے۔

آپ کے سن مبارک میں چند مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی عمر ۵۶ برس ہے۔ یہ واقدی کا قول ہے کیونکہ آپ ۴ھ میں پیدا ہوئے تھے دوسرا قول یہ ہے کہ ۵۵ برس یہ سدی کا ہے اور تیسرا قول ۵۸ برس ہے۔

سر مبارک اور ان اونٹوں کا تذکرہ جن پر اسیران سوار تھے

(حذفِ اسناد کے ساتھ) مروان بن وصین سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جن اونٹوں پر حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تھے جب انھیں نحر کیا گیا تو کوئی بھی ان کا گوشت نہ کھا سکا۔ وہ ایلوے سے بھی زیادہ کڑوے تھے۔

واقدی کہتا ہے کہ جب سر حسینؑ اور اسیران کربلا مدینہ کے قریب پہنچے تو مدینہ میں کوئی بھی باقی نہ رہا سب چیخ و پکار کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔ زینب بنت عقیل بن ابی طالب اس حالت میں باہر آئیں کہ ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا' بال پریشان تھے وہ وامحمداہ فریاد کر رہی تھیں واحسیناہ وااخوتاہ وااہلاہ وامحمداہ۔ ہائے حسینؑ ہائے میرے بھائی ہائے میرے عزیز۔ پھر کہنے لگیں:

ماذا تقولون اذا قال النبی لکم   ماذا جعلتم وانتم اخر الامم

تم کیا جواب دو گے جب نبی اکرمؐ تم سے کہیں گے کہ یہ تم نے کیا کیا حالانکہ تم آخری امت تھے۔

باھلبیتی و اولادی امالکم   عھد اما انتم توفون بالذھم

تم نے میرے اہلبیت اور اولاد کے ساتھ کیا کیا' کیا وعدوں کا پاس نہیں کرتے کیا تم میثاقوں کی وفا نہیں کرتے۔

ذریتی و بنواعمی بمضیقہ   منھم اساری و قتلی خرجوا بدم

میری اولاد اور میرے رشتہ داروں کو ضائع کر دیا گیا۔ بعض قید اور بعض خون میں لت پت ہیں۔

ماکان ھذا اجزائی اذا نصحت لکم   ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحم

میری نصیحت کا یہ بدلا نہ تھا کہ تم میرے رشتہ داروں سے برا سلوک کرو۔

واقعہ کربلا کے سلسلے میں

جناب ام سلمہ، حسن بصری، ربیع ابن خشیم وغیرہ کے اقوال

ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب ام سلمیٰ کو شہادت حسینؑ کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا کیا ان لوگوں نے ایسا کیا ہے خداوند عالم ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے پر کرے پھر وہ رونے لگیں یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو گئیں۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ ام سلمہ نے کہا خداوند عالم اہل عراق پر لعنت کرے۔

زہری کہتا ہے کہ جب حسن بصری کو شہادت حسینؑ کی خبر ملی تو وہ رونے لگا یہاں تک کہ اس کی کنپٹیاں حرکت کرنے لگیں۔ پھر کہنے لگا کس قدر ذلیل ہے وہ امت جس نے اپنے نبی کی بیٹی کے فرزند کو شہید کیا ہے۔ خدا کی قسم حسینؑ کا سر ان کے جسم کے ساتھ دوبارہ ملحق کیا جائے گا اور حسینؑ کے جد بزرگوار پدر والا تبار ابن مرجانہ سے ضرور ان کا بدلہ لیں گے۔

زہری کہتا ہے کہ جب ربیع ابن خشیم کو شہادت حسینؑ کی خبر ملی تو وہ رو کر کہنے لگا بیشک انھوں نے ایسے نوجوانوں کو قتل کیا ہے کہ اگر رسول اللہؐ انھیں دیکھتے تو اظہار محبت کرتے اپنے ہاتھ سے انھیں کھانا کھلاتے اور اپنے زانو پر بٹھاتے۔

نیز ابن سعد نے ذکر کیا ہے اور زہری نے حسن بصری سے ذکر کیا ہے کہ حسن نے ذکر کیا کہ پہلی مصیبت جو عرب پر وارد ہوئی ہے وہ معاویہ کا زبردستی زیاد ابن ابیہ کو اپنا بھائی بنانا اور شہادتِ حسینؑ ہے۔

عامر شعبی کہتا ہے کہ جب عبداللہ بن زبیر کو شہادت حسینؑ کی خبر پہنچی تو اس نے مکہ میں خطبہ دیا اور کہا اور یاد رکھو کہ اہل عراق دھوکہ باز اور فسق و فجور کرنے والی قوم ہے اور یاد رہے کہ ان میں سے اہل کوفہ شریر ہیں۔ انھوں نے حسینؑ کو بلایا تھا تاکہ وہ ان پر

حکومت کریں۔ ان کے معاملات کو سیدھا کریں اور ان کے دشمن کے خلاف ان کی مدد کریں اور ارکانِ اسلام کو دوبارہ قائم کریں۔ جب حسینؑ ان کے پاس گئے تو ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کے ساتھ جنگ کرنے لگے اور ان سے کہا کہ فاجر ملعون ابن زیاد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھو تا کہ جو اس کی رائے ہو وہ اس کے مطابق آپ کے ساتھ سلوک کرے پس حسینؑ نے شریفانہ موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دی' خداوند عالم حسینؑ پر اپنی رحمت نازل کرے اور ان کے قاتل کو رسوا کرے ان کے قتل کا حکم دینے والے اور راضی ہونے والے پر لعنت کرے۔ کیا جو کچھ حسینؑ کے ساتھ معاملہ ہوا ہے اس کے بعد بھی کوئی ان پر اعتماد کر سکتا ہے اور ان بد کردار دھوکہ بازوں کے وعدہ پر اعتبار کر سکتا ہے۔ یاد رکھو خدا کی قسم حسینؑ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو کھڑے ہو کر عبادت کیا کرتے اور حسینؑ ان کے درمیان حکومت کرنے کے لیے فاجر ابن فاجر سے بہتر تھے۔ خدا کی قسم وہ قرآن کے بدلے گانے اور خوف خدا میں گریہ کرنے کے بدلے حدی خوانی اور روزے کی جگہ شراب خواری اور رات کو عبادت کی بجائے طنبورے اور ذکر الٰہی کی مجالس کے بجائے شکار کے پیچھے دوڑنے اور بندروں سے کھیلنا نہیں چاہتے تھے۔ ایسے شخص کو انھوں نے شہید کر دیا ہے۔ پس عنقریب یہ لوگ گمراہی کے گڑھے میں جا گریں گے۔ یاد رکھو خدا کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔ پھر وہ منبر سے اتر آیا۔

ابن عباس کا خواب!

(حذف اسناد کے ساتھ) عمار بن ابی عمار نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے دوپہر کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے بال پریشان وغبار آلود ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول اس شیشی میں کیا ہے۔ فرمایا حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں آج دن بھر یہ خون جمع کرتا رہا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم انتظار کرتے رہے۔ پس معلوم ہوا کہ اسی دن حسینؑ شہید ہوئے تھے اور بعض کہتے

ہیں۔ یہ خواب عمار بن ابی عمار نے دیکھا تھا۔

نوحہ جنات

زہری نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ میں نے جن کا نوحہ نہیں سنا تھا مگر اس رات جس میں حسینؑ شہید ہوئے تھے۔ میں نے ایک کہنے والے کو کہتے سنا۔

الا یا عین فا ختلفی بجهد ومن یبکی علی الشهداء بعدی

علی وهط تقودهم المنایا الی متحرفی ثوب عبد!

اے آنکھ پوری کوشش سے گریہ کر کیونکہ میرے علاوہ ان شہداء پر کون روئے گا۔ اس قوم پر گریہ کر جنھیں موت ایک جابر حاکم کی طرف کھینچ لے گئی جس نے غلام کا لباس پہنا ہوا ہے۔

ام سلمہ کہتی ہیں مجھے معلوم ہو گیا کہ بیشک حسینؑ شہید ہو گئے اور شعبی کہتا ہے کہ اہل کوفہ نے ایک کہنے والے کو رات کے وقت کہتے سنا:

ابکی قتیلا بکربلا مضرج الجسم با لاماء

میں کربلا میں شہید ہونے والے پر روتا ہوں جس کا جسم خون سے لت پت ہے۔

ابکی قتیلا الطغاة ظلما بغیر جرم سوی الوفاء

میں اس پر روتا ہوں جسے سرکش لوگوں نے ظلماً شہید کیا ہے جس کا جرم سوائے وفائے عہد کے کچھ نہ تھا۔

ابکی قتیلا بکی علیه من ساکن الارض والسماء

میں اس پر روتا ہوں جس پر آسمان و زمین کے رہنے والوں نے گریہ کیا ہے۔

هتک اهلوه واستحلوا ماحرم اللّٰه فی الاماء

اس کے ناموس کی بے حرمتی کی گئی اور ان سے وہ سلوک کیا جو کنیزوں سے بھی جائز نہیں۔

یـا بـابـی جسمه المعری الامن الدین والحیاء

میرا باپ قربان ہواس پر جس کا جسم دین وحیا کے علاوہ لباس سے بے نیاز تھا۔

کل الرزایا لها عزاء وما لذا الرزء من عزاء

ہر مصیبت پر صبر کیا جاسکتا ہے لیکن اس مصیبت پر صبر نہیں ہوسکتا۔

زہری کہتا ہے قول جن میں سے جو محفوظ رہ سکا یہ اشعار ہیں:

مسح النبی جبینه وله بریق فی الخدود

نبی اکرمؐ اس کی پیشانی کو چھوتے تھے اور اس کے رخسار چمکتے تھے۔

ابواه من علیا قریش وجده خیر الجدود

اس کے ماں باپ قریش کے بلند خاندان سے تھے اور اس کے جد بزرگوار بہترین جد تھے۔

قتلوک یابن رسول اللّٰه فاسکرنا رالخلود

اے فرزند رسول ان لوگوں نے آپ کو شہید کیا اور ہمیشہ کی آگ میں سکونت اختیار کی۔

اور ہشام بن محمد نے کہا کہ جب حسینؑ شہید ہوئے تو آپ کے قاتلوں نے آسمان سے کسی کہنے والے کو کہتے سنا:

ایها القاتلون جهلا حسینا البشر وابالعذاب والتنکیل

اے جہالت کی بنا پر حسینؑ کو قتل کرنے والے تجھے سخت عذاب و وبال کی بشارت ہو۔

کل اهل السماء یدعوا علیکم من بنی و مرسل و قبیل

تمام اہل آسمان تجھے بددعا کرتے ہیں وہ نبی ہوں یا رسول اور ہر قسم کے ملائکہ!

قد لعنتم علی لسلیمان بن داؤد و موسیٰ و صاحب الانجیل

سلیمان بن داؤدؑ حضرت موسیٰؑ وصاحب الانجیل عیسیٰؑ کی زبان پر تجھے لعنت کی گئی ہے۔

وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ اشعار بعض ملائکہ کہہ رہے ہیں۔

ہمارے بعض اساتذہ نے بیان کیا ہے کہ ابن ہبار یہ شاعر کا گزر کربلا سے ہوا تو وہ وہاں بیٹھ گیا۔ حسینؑ اور آپ کے اہل بیت پر گریہ کیا اور آپ کے متعلق فی البدایہ مرثیہ میں اشعار کہیں پھر وہ اسی جگہ سو گیا تو اس نے خواب میں جناب رسالت مآبؐ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے شخص خداوند عالم تجھے میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے بیشک خدا نے تجھے اس گروہ میں لکھ لیا ہے جس نے حسینؑ کی معیت میں جہاد کیا تھا!

وجہ شفق؟

ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ یہ سرخی شہادتِ حسینؑ سے پہلے آسمان پر نہیں دیکھی گئی تھی۔

اور میرے (مؤلف) جد مادری نے کتاب تبصرہ میں کہا ہے کہ انسان کا چہرہ غصہ کے وقت سرخ ہو جاتا ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ اس وقت غصہ میں ہے اور یہ ناراضگی کی علامت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ چونکہ مجسم نہیں ہے لہٰذا اس نے اپنے غیض و غضب کو قاتل حسینؑ کے متعلق آسمان پر شفق کی صورت میں ظاہر فرما دیا ہے اور جو صاف صاف اس امر کی دلیل ہے کہ یہ ظلم عظیم ہے۔ (عقل سلیم رکھنے والے سمجھتے ہیں)

اور میرے (مؤلف) جد مادری نے اسی کتاب میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب عباس جنگ بدر میں قید ہو گئے تو رسول اللہؐ نے ان کے کراہنے کی آواز سنی جس کے باعث آپ اس رات نہ سو سکے لیکن اس وقت آپ کی کیا حالت ہوتی اگر حسینؑ کے کراہنے کی آواز سن لیتے؟

نیز کہا ہے کہ جب جناب حمزہ کا قاتل وحشی مسلمان ہو گیا تو اس سے سرکار رسالتؐ نے فرمایا کہ تو اپنے چہرہ کو میرے سامنے سے ہٹا لے کیونکہ میں اسے کیسے رکھ سکتا ہوں جس نے دوستوں کو قتل کیا ہو؟ حالانکہ اسلام گزشتہ باتوں کو محو کر دیتا ہے۔ لیکن رسول خداؐ کس طرح دیکھ سکتے ہیں اسے جس نے حسینؑ کو ذبح کیا اور جس نے آپ کے قتل کا

حکم دیا اور آپ کے اہلبیتؑ کو اونٹوں پر سوار کیا؟

ابن سرین کہتا ہے کہ جب حسینؑ شہید ہوئے تو تین دن تک دنیا تاریک رہی پھر یہ سرخی ظاہر ہوئی۔

(حذف اسناد کے ساتھ) ہلال بن ذکوان سے روایت ہے کہ جب حسینؑ شہید ہوئے تو دو یا تین ماہ تک یہ کیفیت رہی کہ نماز صبح سے لے کر غروب آفتاب تک دیواروں پر گویا خون ملا ہوا ہے۔ ہم ایک سفر پر گئے وہاں بارش ہوئی تو اس کا اثر مثل خون ہمارے لباس پر باقی رہا۔

ابن سعد کہتا ہے کہ دنیا میں کوئی پتھر نہیں اٹھایا جاتا تھا مگر یہ کہ اس کے نیچے تازہ خون ہوتا تھا۔ آسمان سے خون کی بارش ہوئی تا آنکہ اس کا اثر کپڑوں کے پھٹ جانے تک باقی رہا۔

سدی کہتا ہے جب حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان نے گریہ کیا۔ اس کا گریہ اس کی سرخی تھی!

ابن سرین نے کہا ہے کہ جناب رسالت مآبؐ کی بعثت سے پانچ سو سال پہلے کا ایک پتھر ملا جس پر سریانی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا جب اس تحریر کو عربی میں منتقل کیا گیا تو وہ یہ تھی:

اترجوا امة قتلت حسینا — شفاعة جده یوم الحساب

کیا وہ امت قیامت کے دن حسینؑ کے جد کی شفاعت کی کوئی امید رکھ سکتی ہے جس نے حسینؑ کو شہید کیا۔

سلیمان بن یسار نے کہا ہے کہ ایک پتھر ملا جس پر تحریر تھا:

لا بدان تردد القیامة فاطمة — وقمیصها بدم الحسینؑ ملطخ

ضرور جناب فاطمہؑ میدان قیامت میں اس حالت میں روانہ ہوں گی کہ ان کی قمیص خون حسینؑ سے لتھڑی ہوئی ہوگی۔

ویل من شفاعه خصمائه — والصور فی یوم القیامه ینفع

اور روز قیامت صور پھونکا جائے گا تو ہلاکت اس شخص کے لیے جس کی سفارش کرنے والے دشمن ہوں۔

عبداللہ ابن عمر

امام احمد نے مسجد میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابن ابی نعیم سے روایت ہے وہ کہتا ہے میں ابن عمر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس سے سوال کرنے لگا کہ لباس میں مچھر کا خون لگا ہو تو وہ پاک ہے کہ نجس؟ ابن عمر نے اس سے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو اس نے کہا اہل عراق میں سے ہوں تو ابن عمر نے کہا اس کی طرف دیکھو کہ یہ مجھ سے خون کے متعلق سوال کرتا ہے حالانکہ ان لوگوں نے دختر رسول کے فرزند کو شہید کر دیا ہے اور میں نے حضورؐ کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔ یہ روایت مفردات بخاری میں سے ہے۔

یزید کا خط

واقدی۔ ہشام۔ ابن اسحٰق نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جب حسینؑ شہید ہو گئے تو عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ ابن عباس کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اس کی بیعت کریں اور کہا کہ میں یزید جیسے فاسق و فاجر سے زیادہ حقدار ہوں تمھیں میری سیرت اور یزید کی سیرت اور میرے باپ زبیر کی کارکردگیاں رسول اللہؐ کے ساتھ اور معاویہ کے کرتوت معلوم ہیں تو ابن عباس نے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ فتنہ کھڑا ہو گیا ہے اور خون خرابہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ مجھے ان معاملات سے کیا سروکار ہے میں مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔ یہ خبر یزید کو پہنچی تو اس نے ابن عباس کو خط لکھا۔

سلام علیک۔ امابعد تحقیق مجھے یہ خبر ملی ہے کہ منکر خدا نے حرم خدا میں تمھیں اپنی بیعت کی طرف دعوت دی ہے اور تم نے ہماری بیعت کی وفاداری میں انکار کر دیا ہے پس دیکھو جو لوگ تمھارے اہل بیت میں سے اور جو لوگ تمھارے پاس مختلف شہروں سے وارد ہوں انھیں اپنی بہترین رائے سے جو میرے اور ابن زبیر کے متعلق تم رکھتے ہو اس سے

مطلع کرو اور سوائے اس کے نہیں کہ ابن زبیر نے تمھیں اپنی اطاعت کے لیے بلایا تھا اور اپنی بیعت کی دعوت دی تھی تا کہ تم باطل میں اس کے مددگار اور گناہ میں اس کے شریک بنو۔ لیکن تم نے ہماری اطاعت کرتے اور ہمارے حق کو پہچانتے ہوئے ہماری بیعت کے ساتھ اپنا بچاؤ کیا۔ پس خداوند عالم تمھیں ذی رحم کی طرف سے بہترین جزا دے۔ جو صلہ رحمی کرنے والوں کو اور اپنے عہد و میثاق کی وفا کرنے والوں کو دیتا ہے۔ میں بہت کچھ بھول جاتا ہوں لیکن تمہاری نیکی نہیں بھولوں گا اور تم سے فوراً صلہ رحمی کروں گا جس کے تم اہل ہو۔ دیکھنا بلاد اسلام کے اطراف سے جو بھی تمھارے پاس آئے اسے ابن زبیر کی ملمع کاریوں سے ڈراؤ اور اس کی چرب زبانی سے بچاؤ کیونکہ وہ لوگ تمھاری بات کو زیادہ توجہ سے سنتے اور ان باتوں کی زیادہ اطاعت کرتے ہیں۔ والسلام!

پس ابن عباس نے (جواباً) اسے خط لکھا۔ میرے پاس تیرا خط پہنچا جس میں تو نے دعویٰ کیا ہے کہ میں نے تیرے حق کو پورا کرتے ہوئے ابن زبیر کی بیعت ترک کر دی ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے میں نے تیری تعریف کے مدنظر یا تیری محبت کے لیے ایسا نہیں کیا۔ تو سمجھتا ہے کہ حسینؑ اور بنی مطلب کے جوانوں کو قتل کرنا میں بھول جاؤں گا۔ جو خاک و خون میں غلطاں ریگستان میں بغیر لباس کے پڑے تھے اور جن پر ہوائیں خاک اڑا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے ان کے لیے ایک قوم کو بھیجا جس نے انھیں دفن کر دیا۔ میں سب کچھ بھول سکتا ہوں لیکن تیرا حسینؑ کو حرم رسولؐ اور حرم خدا سے زبردستی نکالنا اور تیرا ابن مرجانہ کو خط لکھنا اور اس میں حسینؑ کے قتل کا اسے حکم دینا' یہ سب تو نہیں بھول سکتا۔ میں خدا سے امید رکھتا ہوں کہ عنقریب وہ تجھے پکڑے گا جبکہ تو نے اس کے نبی محمدؐ کی عترت کو قتل کیا ہے اور ان کے قتل پر راضی ہوا ہے اور باقی رہا تیرا یہ کہنا کہ تو میری نیکی کو نہیں بھولے گا پس تو روک لے اپنی نیکی اور صلہ رحمی کو مجھ سے کیونکہ میں اپنی محبت کو تجھ سے روکے ہوئے ہوں اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ جو ہمارا حق تیرے پاس ہے تو اس میں سے بہت کم ہمیں دیتا ہے اور اس کا ایک بہت بڑا حصہ تو روکے ہوئے ہے۔ پھر تو مجھ سے تاکید کرتا ہے کہ میں لوگوں کو تیری اطاعت کی ترغیب دوں اور ابن

زبیر کی اطاعت سے باز رکھوں یہ تیرے کوئی باعث شرف نہیں۔ تو مجھ سے اپنی نصرت و مودت کے لیے کہتا ہے حالانکہ تو نے میرے چچا کے بیٹے اور اہلبیت رسول کو شہید کیا ہے جو ہدایت کے چراغ اور تاریکی کے ستارے تھے کہ جنھیں تیرے لشکروں نے تیرے حکم سے ایک ہی مقام پر پچھاڑ کر شہید کر دیا ہے۔

کیا تو بھول چکا ہے کہ تو نے اپنے آدمی حرم الٰہی کی طرف بھیجے تھے تا کہ وہ حسینؑ کو قتل کر دیں اور تو ہمیشہ ان کے پیچھے لگا رہا اور انھیں ڈراتا رہا یہاں تک کہ تو نے انھیں عراق کی طرف نکلنے کے لیے مجبور کر دیا (اور یہ تو نے) اللہ اس کے رسولؐ اور اس کے اہل بیتؑ کے ساتھ اپنی عداوت کی بنا پر کیا۔ وہ اہل بیتؑ کہ جن سے خدا نے رجس کو دور رکھا ہے اور انھیں پاک رکھا ہے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔ پس وہ لوگ ہم ہیں نہ کہ تیرے وہ آباءواجداد جو حق سے روگرداں سرکش اور کافر تھے فاجر و فاسق تھے جو اونٹ کے جگر اور گدھوں کے کھروں والے تھے، جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن تھے جنھوں نے رسول اللہؐ سے ہر مقام پر جنگ کی اور تیرا دادا اور باپ وہ تھے جنھوں نے لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جمع کیا تھا، اگر تو مجھ سے نکل گیا اور دنیا میں تجھ سے اپنے بدلے نہ چکا سکا تو مجھ سے پہلے بہت سے نبی قتل کیے گئے ہیں اور خدا نصرت کے لیے کافی ہے اور یہ بات تجھے ایک وقت گزر جانے کے بعد معلوم ہوگی، اس پر تو میری مودت و محبت کا مطالبہ کرتا ہے اور مجھے علم تھا جب کہ میں نے تیری بیعت کی تھی یہ بات میں نے نہیں کی تھی مگر یہ کہ میں جانتا تھا کہ میرے باپ اور چچا کی اولاد اس امر خلافت کی تجھ سے اور تیرے باپ سے زیادہ حقدار ہے لیکن تم لوگوں نے ظلم کیا اور دعویٰ کیا اور وہ چیز لے لی جو تمہارا حق نہ تھی اور تم نے اصل حقدار پر ظلم کیا ہے۔ مجھے اپنے پروردگار کی طرف سے یہ یقین ہے کہ وہ تمھیں اسی طرح عذاب دے گا جیسے اس نے قوم عاد و ثمود، قوم لوط اور اصحاب مدین کو کیا تھا۔

اے یزید تیرے عظیم ترین گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تو دختران رسول اطفال نبی اور حرم پیغمبر کو عراق سے شام تک قیدی بنا کر بے مقنع و چادر اس لیے لے گیا

تا کہ لوگوں کو ہمارے خلاف اپنی شوکت وعظمت اور قوت دکھائے اور یہ کہ تو نے ہم پر قہر و ظلم کیا ہے اور تجھے آل رسول پر غلبہ حاصل ہوا ہے اور اپنے زعم ناقص میں تو تو نے اپنے کافر و فاجر رشتہ داروں کا جو جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے بدلہ چکا لیا ہے اور اس انتقام کو ظاہر کر دیا جو تو اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھا اور ان کینوں کا اظہار کیا ہے جو عرصے سے تیرے دل میں اس طرح پوشیدہ تھے جیسے آگ چقماق کے سینے میں چھپی ہوتی ہے اور تو نے اور تیرے باپ نے خون عثمان کو تو ان حسد اور کینوں کے اظہار کا ایک وسیلہ بنایا ہے۔ پس ہلاکت ہے تیرے لیے یوم جزا کے فیصلہ کرنے والے کی طرف سے اور خدا کی قسم اگر تو میرے ہاتھ کے زخم سے محفوظ ہو گیا ہے تو تو میری زبان کے لگائے ہوئے چرکوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا تو کمزور رائے اور ہلاک ہونے والا ہے۔ تیرے لیے خاک ہے اور تو مذمت کیا گیا ہے اور تو اس خیال خام میں نہ رہنا کہ تو آج ہم پر فتحیاب ہو گیا ہے پس خدا کی قسم اگر میں تجھ پر آج فتح وظفر حاصل نہیں کر سکتا تو کل ضرور حاکم عادل کے سامنے مجھے فتح نصیب ہو گی۔ جو اپنے حکم میں ظلم و جور نہیں کرتا۔ اور عنقریب وہ بہت جلد دردناک عذاب سے تیرا مواخذہ کرے گا اور تجھے دنیا سے لعنت کیا ہوا دھتکارا ہوا اور گناہ گار اٹھا لے گا۔ پس زندہ رہ تیرا باپ نہ ہو جب تک تو چاہتا ہے کیونکہ جو کچھ تو کسب کر رہا ہے وہ خدا کے پاس بڑھ رہا ہے۔ اور سلام اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔

واقدی کہتا ہے کہ جب یزید نے یہ خط پڑھا تو اسے نخوت گناہ عارض ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ ابن عباس کو قتل کر دے لیکن ابن زبیر کے معاملہ نے اسے فرصت نہ دی اور جلد ہی پھر سختی کے ساتھ خدا نے اس کا مواخذہ بھی کر لیا۔

اولاد امام حسین علیہ السلام

۱۔ علی اکبر یہ جنگ کربلا میں باپ کے ساتھ شہید ہوئے ان کی کوئی اولاد نہیں۔ ان کی والدہ آمنہ بنت ابی فردہ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں اور آمنہ کی والدہ ابو سفیان بن حرب کی بیٹی تھی۔

۲۔ علی اصغر (زین العابدین ہیں) نسل انہی سے چلی ہے۔ آپ کی والدہ (شہر بانو) ایک شہزادی تھیں۔ زہری کہتا ہے کہ حضرت علیؑ (امام زین العابدین) اپنی والدہ کے اتنے فرمانبردار تھے کہ ایک پیالہ میں کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا اس بات سے ڈرتا ہوں کہ شاید میرا ہاتھ اس لقمہ کی طرف جس پر میری ماں کی نگاہ پڑ گئی ہے۔ پس میں کہیں عاق نہ ہو جاؤں۔

۳۔ حسینؑ کا ایک بیٹا جعفر تھا جس کی کوئی اولاد نہیں اور اس کی ماں سلافہ قضائیہ تھیں۔

۴۔ فاطمہ تھیں۔ ان کی والدہ ام اسحٰق بنت طلحہ بن عبید اللہ تھیں۔

۵۔ عبد اللہ (علی اصغر) جو باپ کے ساتھ یوم طف (کربلا) میں شہید ہوئے۔

۶۔ سکینہ۔ ان کی والدہ رباب بنت امراء القیس ہیں۔

فاطمہ بنت الحسین حسن بن حسن بن علی کے نکاح میں تھیں ان کی وفات ۱۱۷ھ میں مدینہ میں ہوئی۔

انتقام

زہری کہتا ہے کہ قاتلانِ حسینؑ میں سے کوئی ایسا نہیں بچا تھا جسے دنیا ہی میں عتاب نہ کیا گیا ہو یا وہ قتل ہوا یا اندھا ہو گیا۔ یا اس کا چہرہ سیاہ ہوا اور یا تھوڑی ہی مدت میں اس کی حکومت ختم ہو گئی۔

اور میرے (مؤلف) جد مادری نے کتاب المنتظم میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے بدلے ستر ہزار افراد کو قتل کیا تھا اور فرزند فاطمہؑ کے بدلے ستر ہزار اور ستر ہزار کو قتل کروں گا اور ایک روایت کے الفاظ ہیں آپ کی بیٹی کے بیٹے کے بدلے!

واقدی نے ابن رماح سے حکایت کی ہے اس نے کہا کہ کوفہ میں ایک اندھا بوڑھا رہتا تھا جو شہادت حسینؑ کے وقت وہاں موجود تھا۔ پس ہم نے اس سے اس کی آنکھوں کے ضائع ہونے کے متعلق اس سے سوال کیا تو وہ کہنے لگا کہ میں اس گروہ میں شامل تھا ہم دس آدمی تھے مگر میں نے نہ کسی پر تلوار چلائی تھی نہ کسی کو تیر مارا تھا۔ نہ کسی کو نیزہ لگایا تھا۔ جب حضرت حسینؑ شہید ہو گئے اور آپ کا سر نیزہ پر بلند کیا گیا تو میں واپس اپنے گھر لوٹ آیا۔ میں اس وقت تک صحیح و سالم تھا میری آنکھیں گویا دو ستارے تھے میں اس رات سویا تو میرے پاس حالت خواب میں کوئی آنے والا آیا اور کہنے لگا رسول اللہ تجھے بلا رہے ہیں۔ میں نے کہا مجھے۔ بھلا مجھے رسول اللہؐ سے کیا سروکار (یعنی وہ مجھے کیوں بلاتے ہیں؟) پس اس شخص نے میرا ہاتھ پکڑا اور جھڑک دیا۔ میرا کمر بند پکڑا اور مجھے اس جگہ لے آیا جہاں کچھ لوگ رسول اللہؐ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ آپ غمگین اور متحیر تھے۔ اپنی آستین الٹے ہوئے تھے اور آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ آپ کے سامنے چمڑے کا وہ ٹکڑا تھا جس پر لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے۔ میرے وہ دس ساتھی آپ کے سامنے ذبح ہوئے پڑے تھے۔ میں نے آپ پر سلام کیا تو آپ نے فرمایا خدا تجھے سلامتی نہ دے اور زندہ نہ رکھے۔ اے اللہ کے ملعون دشمن کیا تجھے مجھ سے بھی شرم و حیا نہ آئی تو نے میری ہتک کی اور میری عترت کو تہ تیغ کیا اور میرے حق کی رعایت نہ کی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ میں نے جنگ نہیں کی۔ فرمایا درست ہے لیکن تو نے ان کے لشکر کی سیاہی کو زیادہ تو کیا (یعنی ان کی کثرت تعداد کا سبب تو بنا) آپ کے دائیں طرف ایک طشت تھا جس میں خون حسینؑ تھا آپ نے فرمایا خدا تجھے سلامتی نہ دے بیٹھ جا۔ میں گھٹنوں کے بل آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے ایک سلائی لی اسے گرم کیا' پھر اسے میری آنکھ میں داخل کیا پس میں اندھا ہو گیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

ہشام بن محمد نے قاسم بن اصبغ مجاشعی سے حکایت کی ہے وہ کہتا ہے جب سروں کو کوفہ میں لایا گیا تو ایک سوار آیا جو سب لوگوں سے خوبصورت تھا اس نے اپنے گھوڑے کی گردن میں ایک لڑکے کا سر لٹکایا ہوا تھا جس کے ابھی داڑھی نہیں آئی تھی گویا

کہ وہ چودھویں کا چاند ہے۔ گھوڑا کنوتیاں بدلتا ہوا چلتا تھا۔ جب وہ اپنے سر کو جھکاتا تو نوجوان کا سر زمین سے جا لگتا۔ میں نے اس سے پوچھا یہ کس کا سر ہے اس نے کہا عباسؑ بن علی کا (ظاہراً یہ عباس بھی علیؑ کے فرزند تھے لیکن علم دار کے علاوہ تھے) میں نے کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا حرملہ بن کاہل اسدی۔ راوی کہتا ہے کچھ ہی دن گزرے تھے کہ میں نے دیکھا حرملہ کا چہرہ کوئلہ سے بھی زیادہ سیاہ تھا۔ میں نے اس سے کہا میں نے تجھے اس دن دیکھا تھا جس دن تو نے گھوڑے کی گردن میں سر باندھا ہوا تھا۔ عرب میں تجھ سے وجیہ چہرے والا کوئی نہیں تھا اور آج تجھ سے زیادہ بدہیبت اور روسیاہ چہرے والا کوئی نہیں ہے۔ پس وہ رونے لگا اس نے کہا خدا کی قسم اس دن سے لے کر جس دن میں نے وہ سر اٹھایا ہوا تھا اس دن سے ہر رات بلا ناغہ دو آدمی میرے پاس آتے ہیں اور میری بغلوں میں ہاتھ ڈال کر ایک بھڑکتی ہوئی آگ کے قریب لے جاتے ہیں اور مجھے اس میں دھکیل دیتے ہیں میں پیچھے ہٹنا چاہتا ہوں لیکن وہ آگ مجھے جھلسا دیتی ہے جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے پھر وہ ملعون بدترین حالت میں مرا۔

سدی نے حکایت بیان کی ہے کہ میں کربلا میں وارد ہوا میرے پاس تجارت کے لیے گندم تھی۔ ہم ایک شخص کے مہمان ہوئے اس کے پاس رات کا کھانا کھایا۔ پس ہم نے شہادت حسینؑ کا تذکرہ کیا کہ جو قتل حسینؑ میں شریک تھا وہ بری موت مرا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا میں تم سے جھوٹ نہیں کہتا کہ میں آپؑ سے جنگ کرنے والوں میں سے تھا لیکن مجھے اب تک کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ راوی کہتا ہے جب رات کا آخری حصہ آیا تو اچانک چیخ و پکار بلند ہوئی۔ ہم نے پوچھا کیا بات ہے تو انھوں نے بتایا کہ وہی شخص چراغ درست کر رہا تھا کہ اس کی انگلی جلنے لگی پھر وہ جلن اس کے جسم میں سرایت کر گئی ہے اور وہ جل گیا ہے۔ سدی کہتا ہے خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ وہ کوئلہ کی مثل بن چکا ہے۔

ابن زیاد

علماء تاریخ نے بیان کیا ہے کہ جب حسینؑ شہید ہو گئے تو وہ لوگ جنھوں نے

آپ امداد میں کوتاہی کی تھی حیران و پریشان ہوئے اور کفارے دینے لگے جب یزید بن معاویہ ۶۴ھ میں مر گیا تو کوفہ کے شیعوں میں حرکت پیدا ہوئی وہ اس کی زندگی میں اس سے ڈرتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ ان کا تحرک اس سال (شہادت سے) اور یزید کی موت سے پہلے تھا اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے۔

ہشام بن محمد نے لکھا ہے کہ جب حسینؑ شہید ہو گئے تو کوفیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ غمگین ہوئے انھوں نے سمجھا کہ ان کے لیے نجات کی کوئی صورت نہیں اور ان کے اس گناہ عظیم کو کوئی چیز نہیں دھو سکتی مگر یہ کہ وہ ان لوگوں کو قتل کریں جنھوں نے جناب حسینؑ کو شہید کیا تھا۔ یا خود سب کے سب انتقام خون حسینؑ کی راہ میں قتل ہو جائیں پس ان لوگوں نے سرداران کوفہ میں سے پانچ آدمیوں کو منتخب کیا۔ سلیمان بن صرو خزاعی صحابی رسول۔ مسیّب بن نجنہ فزاری جو حضرت علیؑ کے بہترین و معتمد اصحاب میں سے تھے۔ عبداللہ بن سعد بن نفیل ازدی۔ عبد بن والی تمیمی اور رفاعہ بن شداد بجلی۔ ان سب کا اجتماع سلیمان بن صرو خزاعی کے مکان پر ہوا۔ انھوں نے بالاتفاق ایک دوسرے سے عہد و پیمان کیے کہ وہ اہل شام سے خون حسینؑ کے انتقام کے سلسلے میں جنگ کے لیے بالکل تیار ہیں اور ۶۵ھ میں انھیں نخیلہ میں جمع ہونا ہوگا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ شہادت حسینؑ کے فوراً بعد ۶۱ھ کے اوائل ہی میں حرکت میں آ چکے تھے اور مال جمع کرتے رہے اور تیاریاں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ یزید اپنے کیے کو پہنچا۔ پھر اسی سال یزید کی موت کے پانچ ماہ بعد ماہ رمضان میں جمعہ کے دن مختار بن ابی عبیدہ کوفہ سے اٹھے اور جب ۶۵ھ میں داخل ہوا تو سلیمان بن صرد کوفیوں سمیت مقام نخیلہ میں جمع ہوئے۔ سلیمان کے ساتھ اٹھارہ ہزار آدمی کوفہ کے قسم کھا چکے تھے۔ لیکن صرف پانچ ہزار آدمی ان کے ساتھ رہے۔ جب انھوں نے شام جانے کا قصد کیا تو عبداللہ بن سعد نے کہا آپ شام جا رہے ہیں حالانکہ تمام قاتلین حسینؑ تو کوفہ میں ہیں عمر بن سعد اور لشکر کے باقی چاروں سردار یہیں مقیم ہیں۔ تو سلیمان نے کہا مگر جس نے لشکر جمع اور تیار کیا تھا وہ تو شام میں ہے۔ وہ فاسق بن فاسق ابن مرجانہ ہے اور ابن زیاد کو جب یزید کے مرنے کی خبر ملی تو وہ کوفہ سے بھاگ

کر شام میں چلا گیا تھا پس اس نے مروان بن حکم کی پناہ لی تھی اور مروان کو اس نے ہی خلیفہ بنایا تھا تو سلیمان نے کہا۔ جب ہم ابن زیاد کو قتل کر چکیں گے تو پھر قاتلین حسینؓ کی طرف پلٹیں گے۔ پھر سلیمان اپنے ساتھیوں سمیت روانہ ہوئے اور ان کا نام توابین (توبہ کرنے والے) رکھا گیا تھا۔ پس یہ لوگ چلتے رہے یہاں تک کہ چشمہ وردہ پر پہنچے جو مقام خابور میں ہے یہ قرقیسیا کے علاقہ کے قریب ہے۔ پس عبیداللہ ابن زیاد اہل شام کا لشکر لے کر ان کے مقابلے میں آ گیا۔ وہ لشکر مروان بن حکم نے تیار کر کے ابن زیاد کے ساتھ بھیجا تھا پس کئی دن تک ان کی جنگ ہوتی رہی حالانکہ یہ لوگ چار ہزار تھے اور ابن زیاد کے ساتھ تیس ہزار کا لشکر تھا۔ پھر ایک دن جنگ ہوئی تو دن کے ابتدائی حصے میں سلیمان کا پلہ بھاری تھا پھر آخر دن معاملہ الٹ گیا پھر سلیمان شہید ہو گئے اور ان کے ساتھی منتشر ہو گئے۔

ابن جریر نے لکھا ہے کہ جب ابن زیاد توابین سے فارغ ہوا تو اسے خبر ملی کہ مروان طاعون میں مر گیا ہے۔ یہ چلتا رہا یہاں تک کہ مقام جزیرہ میں پہنچا۔

ابن سعد وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ توابین میں سے جو لوگ باقی بچ گئے تھے وہ عراق لوٹ آئے۔ پس مختار نے خروج کیا اور بصرہ مدائن اور دوسرے شہروں سے امداد پہنچنے لگی اور ابراہیم بن مالک اشتر نخعی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور کوفی بھی ان کے ہمراہ ہو گئے۔ وہ پکارتے تھے اے خونِ حسینؓ کا بدلا لینے والے!

سلیمان بن صرد

ابن سعد نے کہا ہے کہ سلیمان تیسرے طبقے کے مہاجرین میں سے تھے ان کی کنیت ابوالمطرف ہے۔ رسول اللہؐ کے ساتھ رہے ان کا اصل نام یسار تھا۔ رسول اللہؐ نے سلیمان رکھا۔ ان کا سن کافی تھا' اپنی قوم کے بزرگ تھے' حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ جمل و صفین میں شریک ہوئے۔ یہ ان اشخاص میں سے تھے جنھوں نے حضرت امام حسینؓ کو کوفہ آنے کے لیے خطوط لکھے تھے۔ مگر یہ ابن زیاد کے ڈر سے امام حسینؓ کی معیت میں

جہاد نہ کر سکے۔ پھر یہ امام حسینؓ کی شہادت کے بعد آگے بڑھے لوگوں کو جمع کیا اور چشمہ وردہ پر ابن زیاد کی فوج سے لڑے۔ اہل شام کی فوج کا سپہ سالار حصین بن نمیر تھا۔ جنگ ہوئی تو سلیمان گھوڑے سے اتر پڑے۔ حصین نے انھیں تیر مار کر شہید کر دیا۔ جب یہ زمین پر گرے تو یہ فقرہ کہا **فزت برب الكعبه** رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ ان کے ساتھ میسب بن نجبہ بھی شریک ہوئے ان دونوں کے سر کاٹ کر مروان بن حکم کے سامنے پیش کیے گئے۔

ابن سعد کے بیان کے مطابق وقت شہادت سلیمان کی عمر ترانوے سال تھی جس ۶۶ھ شروع ہوا تو مختار نے امام حسینؓ کے خون کا بدلا لینے کا اعلان کر دیا۔ ابن زیاد اس وقت جزیرہ میں تھا۔ پھر مختار نے عبداللہ بن مطیع کو جو ابن زبیر کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا مکہ کی جانب روانہ کر دیا۔ اور قصر الامارۃ پر قبضہ کر لیا۔ پھر مختار نے ان لوگوں کو پکڑ کر قبیح ترین اور ہولناک طریقے پر قتل کرنا شروع کیا۔ جو امام حسینؓ کے خلاف جنگ میں شریک ہوئے تھے اور ان چھ ہزار افراد میں سے کسی کو بھی نہ بخشا جنھوں نے ابن سعد کی معیت میں امام حسینؓ سے جنگ کی تھی اور دریا پر قبضہ کیا تھا۔

مختار نے کچھ لوگوں کو خولی بن یزید اصبحی کی طرف بھیجا جو سر حسینؓ ابن زیاد کے پاس لے کر آیا تھا۔ وہ بیت الخلاء میں چھپ گیا تو ان لوگوں نے اس کی بیوی سے پوچھا کہ وہ کہاں ہے اس نے کہا بیت الخلاء میں۔ ان لوگوں نے اسے وہاں سے نکالا اس کا مثلہ کیا اور اسے جلا دیا۔ مختار نے کہا میں اس شخص کو ضرور قتل کروں گا جس کے قتل پر اہل آسمان اور اہل زمین راضی ہیں۔ مختار نے ابن سعد کو اس شرط پر امان دے رکھی تھی کہ وہ کوفہ سے باہر نہ جائے۔ ایک شخص عمر کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا کہ مختار یہ یہ باتیں کر رہا تھا۔ خدا کی قسم اس کی مراد تیرے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ پس عمر نے اپنے بیٹے حفص کو مختار کے پاس بھیجا۔ اس نے مختار سے کہا میرا باپ کہتا ہے کہ کیا آپ اس وعدہ کو پورا کریں گے جو ہم سے کیا گیا ہے۔ یا یہ کہا کہ وہ بات پوری کریں گے جو آپ کے اور ہمارے درمیان تھی۔

مختار نے حفص سے کہا بیٹھ جاؤ۔ پھر مختار نے دو شخصوں سے کوئی راز کی بات کہی۔ پھر وہ دنوں اس حالت میں لوٹے کہ ایک کے ہاتھ میں عمر بن سعد کا سر تھا۔ یہ دیکھ کر اس کا بیٹا حفص کہنے لگا کیا تم نے ابو حفص کو قتل کر دیا ہے؟ مختار نے کہا کیا تو اس کے بعد زندگی کی آرزو رکھتا ہے؟ یہ تیرے لیے کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا پس اس کی بھی گردن مار دی۔ مختار نے کہا عمر حسینؓ کے عوض ہے اور حفص علی بن الحسینؓ کے عوض۔ حالانکہ پھر بھی یہ برابر کا قصاص نہیں۔

پھر مختار نے کہا خدا کی قسم اگر قریش کے چار حصوں میں سے تین حصے بھی حسینؓ کے بدلے قتل کر دوں تو بھی کافی نہیں بلکہ ان کے ایک پورے کے برابر بھی نہیں ہو سکتے پھر بدترین طریقے پر شمر کو قتل کیا اور بعض کہتے ہیں شمر کو اسی طرح ذبح کیا جیسے اس نے امام حسینؓ کو ذبح کیا تھا۔ شمر مبروص تھا' اس کے سینے اور پشت کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا گیا۔

ابو سعد نے کہا ہے کہ شمر کا باپ جنابی کلابی تھا کہ جس کی کنیت ابو شمر تھی اور کہا گیا ہے کہ اس کی کنیت ابو نابغہ تھی اور اس کا نام ذوالجوشن تھا۔ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اسلام قبول کر لے۔ اس نے قبول نہ کیا' تو رسول اللہؐ نے فرمایا تجھے کیا چیز مانع ہے کہ تو اس امر کی ابتدا میں داخل ہو' وہ کہنے لگا میں نے دیکھا ہے کہ آپ کی قوم نے آپ کی تکذیب کی ہے اور آپ کو نکال دیا ہے اور آپ سے جنگ کی ہے۔ پس اگر آپ ان پر غالب آ گئے تو میں بھی آپ کی اتباع کر لوں گا اور اگر آپ کو غلبہ حاصل نہ ہوا تو میں اتباع نہیں کروں گا۔ پس آپ نے فرمایا عنقریب تجھے معلوم ہو جائے گا کہ مجھے ان پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے۔ ذوالجوشن کہتا ہے میں اپنی قوم میں تھا جب کوئی آتا تو ہم اس سے پوچھتے کیا خبر ہے؟ وہ کہتا کہ محمدؐ نے اپنی قوم پر فتح حاصل کر لی ہے۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ ذی الجوشن رسول اللہؐ کے پاس جنگ بدر سے آپ کی فراغت کے بعد حاضر ہوا اور ایک گھوڑا ہدیہ کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ جس کا نام عرجاء تھا لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ مختار نے تمام سر محمد بن حنفیہ کی خدمت میں بھیجے۔ پھر ابن زیاد آیا اور وہ تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ موصل میں اترا۔ پس مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو تین ہزار کا لشکر دے کر اس کے مقابلے کے لیے تیار کیا۔ بعض کا قول ہے کہ سات ہزار کا لشکر تھا۔ یہ ۶۹ھ کی بات ہے۔ پس ابراہیم کی ابن زیاد سے جنگ ہوئی اور اسے دریا کے کنارے قتل کیا۔ ابن زیاد کے لشکری قتل ہونے والوں کی نسبت دریا میں غرق ہونے والے زیادہ تھے۔ مورخین نے ابن زیاد کے قاتل میں اختلاف ہے۔

ابن جریر نے ابراہیم بن اشتر سے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس شخص کو موجزن نہر کے کنارے قتل کیا جس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ ابراہیم نے کہا میں نے اس کے جسم کو تلوار سے دو برابر کے ٹکڑے کر دیا اور بعض کہتے ہیں کہ اسے شریک بن جریر تغلبی نے قتل کیا اور بعض جابر یا جبر کو اس کا قاتل ٹھہراتے ہیں۔ ابن اشتر نے ابن زیاد کا سر مختار کے پاس بھیجا۔

پس مختار قصر الامارۃ میں جا کر بیٹھا اور تمام سر اس کے سامنے ڈال دیے گئے۔ مختار نے وہ سر وہاں ڈال دیے کہ جہاں امام حسینؓ اور ان کے اصحاب کے سر رکھے گئے تھے۔ مختار نے ابن زیاد کا سر وہیں نصب کیا جہاں امام حسینؓ کا سر نصب کیا گیا تھا۔ پھر دوسرے دن رحبہ میں اور سروں کے ساتھ ڈال دیا۔

عمار بن عمیر کہتا ہے میں مقام کناسہ میں سروں کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ لوگ کہنے لگے وہ آیا وہ آیا۔ پس اچانک ایک بہت بڑا سانپ آیا اور وہ تمام سروں کو چھوڑتا ہوا ابن زیاد کی ناک کے دونوں نتھنوں میں داخل ہوا اور باہر نکل کر کچھ دیر کو غائب ہو گیا۔ پھر دوبارہ آیا اور ویسا ہی کیا اور بعض کہتے ہیں کہ سانپ نے یہ عمل قصر الامارۃ میں یہ عمل مختار کے سامنے کیا تھا پس مختار نے کہا اسے چھوڑ دو اور ایک روایت میں ہے کہ یہ عمل وہ سانپ تین دن تک کرتا رہا۔

یزید بن معاویہ

علماء تاریخ نے حسن بصری سے ذکر کیا ہے کہ حسن نے کہا کہ تحقیق معاویہ میں ایسی برائیاں تھیں کہ اگر ان میں سے بعض تمام اہل زمین میں ہوئیں تو ان کے لیے کافی تھیں۔

۱۔ اس امر خلافت پر اس کا کود پڑنا۔

۲۔ مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر جاگیریں دے دینا۔

۳۔ ابن زیاد کو زبردستی اپنا بھائی بنالینا۔

۴۔ حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرنا اور

۵۔ یزید جیسے شخص کو لوگوں پر مسلط کرنا۔

اور حسن کہتا ہے کہ معاویہ خود کہا کرتا تھا اگر مجھے یزید سے محبت نہ ہوتی تو میں اپنی رشد و ہدایت کو دیکھ لیتا۔

اور میرے (مؤلف) جد مادری ابوالفرج نے کتاب رد علی المستعصب المانع من ذم یزید (یعنی متعصب عنادی کی رو میں جو یزید کی مذمت سے روکتا ہے) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے سوال کیا کہ یزید بن معاویہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ تو میں نے کہا کافی ہے اس کے لیے وہ چیز جس میں وہ ہے۔ تو اس نے کہا کیا تم اس پر لعنت کرنا جائز سمجھتے ہو؟ تو میں نے کہا وہ علماء جو متورع اور پرہیزگار ہیں کہ جن میں سے احمد بن حنبل بھی ہیں انھوں نے یزید کے متعلق وہ کچھ کہا ہے جو لعنت سے بھی زیادہ ہے۔

اور میرے (مؤلف) جد مادری نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) مہنا بن یحییٰ سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے یزید بن معاویہ کے متعلق سوال

کیا تو وہ کہنے لگا وہ وہی ہے جس نے کیا جو کچھ کیا ہے۔ میں نے کہا اس نے کیا کیا ہے؟ امام احمد نے کہا اس نے مدینہ میں لوٹ مار کی۔ میں نے کہا ہم اس سے حدیث (نقل) کر سکتے ہیں۔ کہنے لگے نہیں وہ اس لائق نہیں کسی کو نہیں چاہیے کہ اس سے حدیث تحریر کرے۔

اور میرے جد ابو فرج نے (حذفِ اسناد کے ساتھ) صالح بن احمد بن حنبل سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کچھ لوگ ہمیں یزید کی دوستی کی نسبت دیتے ہیں۔ تو انھوں نے کہا جس کا اللہ پر ایمان ہو وہ یزید سے دوستی رکھ سکتا ہے؟ میں نے کہا پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں کرتے؟ تو انھوں نے کہا تو نے مجھے کب کسی چیز پر لعنت کرتے دیکھا ہے اے بیٹا تو کیوں لعنت نہیں کرتا اس پر جس پر خدا نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ میں نے کہا اور خدا نے کہاں اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کی ہے تو انھوں نے کہا اپنے اس ارشاد میں **فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدو فی الارض و تقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنھم اللّٰہ فاصمنھم واعمی ابصارھم** (پس تحقیق تم قریب ہو کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو زمین میں فساد کرو گے اور اپنے ارحام سے قطع رحمی کرو گے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے۔ پس خدا نے انھیں بہرہ بنا دیا ہے اور ان کی آنکھیں اندھی کر دی ہیں۔) پس کیا کوئی فساد قتل سے بھی زیادہ عظیم ہے اور ایک روایت میں ہے جب صالح نے امام احمد سے سوال کیا تو انھوں نے کہا اے بیٹا میں کیا کہوں اس شخص کے بارے میں جس پر خدا نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے پھر گزشتہ واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

میرے (مؤلف) جد مادری نے کہا ہے کہ قاضی ابو یعلی نے ایک کتاب تصنیف کی ہے اور اس میں ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو مستحق لعنت ہیں اور ان میں یزید کا ذکر بھی ہے اور اسی کتاب میں کہا ہے کہ جو شخص یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتا ہے یا تو اسے اس بات کا علم نہیں اور یا وہ منافق ہے وہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالے اور بعض اوقات جاہلوں کو رسالت مآبؐ کے اس قول سے دھوکا دیتا ہے کہ مومن لعنت نہیں

کرتا۔ قاضی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ مومن اس پر جو مستحق لعنت نہ ہو اس پر لعنت نہیں کرتا۔

امام احمد نے مسند میں کہا ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) سائب بن خلاد سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے جو اہل مدینہ کو ظلماً ڈرائے خدا اسے ڈرائے گا اور اس پر اللہ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، جو کچھ اس نے خرچ کیا ہے یا عدل کیا ہے قیامت کے دن خداوند عالم اسے قبول نہیں کرے گا۔

بخاری نے کہا ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) بی بی عائشہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے سعد سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ اللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ اہل مدینہ سے کوئی مکر وفریب نہیں کرے گا مگر یہ کہ وہ اس طرح پگھل جائے گا کہ جیسے نمک میں پانی حل ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی حدیث مسلم نے بھی بیان کی ہے اور اس میں ہے کہ کوئی شخص اہل مدینہ کی برائی کا ارادہ نہیں کرے گا مگر یہ کہ خدا اسے جہنم کی آگ میں اس طرح پگھلائے گا کہ جس طرح قلعی پگھل جاتی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یزید نے اہل مدینہ کو ڈرایا اور اس کے رہنے والوں کو قید کیا۔ مدینہ کو لوٹا اور اسے مباح قرار دیا۔ اس واقعہ کا نام واقعہ حرہ ہے اور اس واقعہ کا سبب وہی ہے جو واقدی۔ ابن اسحٰق۔ ہشام بن محمد نے روایت کی ہے کہ شہادت حسینؑ کے بعد ۶۲ھ میں اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس گیا۔ پس ان لوگوں نے دیکھا کہ وہ شراب پیتا ہے، طنبوروں اور کتوں سے کھیلتا ہے۔ جب وہ واپس آئے تو علی الاعلان اس پر لعنت کرنے لگے، اس کی بیعت توڑ دی اور اس کے گورنر عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو نکال دیا اور وہ کہنے لگے ہم ایسے شخص کی طرف سے آئے ہیں جس کا کوئی دین و مذہب نہیں وہ شراب پیتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا۔ ان لوگوں نے عبداللہ بن حنظلہ غسیل کی بیعت کر لی اور حنظلہ کہتا ہے خدا کی قسم ہم نے یزید کے خلاف خروج نہیں کیا جب تک کہ ہمیں یہ خوف لاحق نہیں ہوا کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھر نہ مارے جائیں۔

وہ ایسا شخص ہے جو ماؤں بہنوں اور بیٹیوں سے بدفعلی کرتا ہے، شراب پیتا ہے

اور نماز نہیں پڑھتا اور اولادِ انبیاء کو قتل کرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر لوگوں میں سے کوئی میرا ساتھ دے تو میں یزید کے بارے میں خدا کے لیے بہترین امتحان دینے کو تیار ہوں پس یہ خبر یزید کو پہنچی تو اس نے مسلم بن عقبہ کو اہل شام میں سے ایک انبوہ کثیر کے ساتھ بھیجا پس اس نے مدینہ کو تین دن کے لیے مباح قرار دیا ابن غسیل اور اشرافِ مدینہ کو قتل کیا اور تین دن تک ان کے مال لوٹتا رہا اور ہتک حرمت کرتا رہا اور ابن سعد نے کہا کہ مروان بن حکم مسلم بن عقبہ کو اہل مدینہ کے خلاف بھڑکاتا تھا یہ بات یزید تک پہنچی تو اس نے مروان کا شکریہ ادا کیا اس کی قرب و منزلت بڑھا دی اور اسے مال بھی دیا۔ مدائنی نے کتاب حرہ میں زہری سے ذکر کیا ہے کہ حرہ کے دن کے مقتولین قریش مہاجرین و انصار اور اموال میں سے محترم بزرگ اشخاص سات سو تھے۔ غیر معروف' آزاد غلام اور عورتیں دس ہزار تھیں اور ان لوگوں نے خون میں ہاتھ رنگے۔ یہاں تک کہ خون قبر رسول تک پہنچے اور روضۂ رسول اور مسجد پُر ہوگئی۔ اور مجاہد کہتا ہے کہ حجرۂ رسول اور منبر رسول کی پناہ لی لیکن تلوار ان میں اپنا کام کرتی رہی۔

واقعہ حرہ ماہ ذی الحجہ ٦٣ھ میں ہوا اس واقعہ اور یزید کی موت میں تین ماہ کا وقفہ تھا۔ خدا نے اسے زیادہ مہلت نہ دی۔

ابوالحسن مدائنی نے ام ہشم بنت یزید سے ذکر کیا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں نے قریش کی ایک عورت کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ پس ایک حبشی اس کے سامنے آیا تو اس عورت نے اسے گلے لگا لیا اور اس کے بوسے لیے۔ میں نے اس سے کہا تجھے اس سے کیا سروکار ہے۔ تو وہ کہنے لگی یہ جنگ حرہ کے دن کا میرا بیٹا ہے اس کے باپ نے میرے ساتھ منہ کالا کیا اور میں نے اسے جنا۔ مدائنی نے ابوقرہ سے بھی ذکر کیا ہے' وہ کہتا ہے کہ ہشام بن حسان نے کہا کہ واقعہ حرہ کے بعد ایک ہزار عورتوں نے بغیر شوہر کے بچے جنے اور مدائنی کے علاوہ دیگر مورخین نے دس ہزار عورتیں کہی ہیں۔

شعبی نے کہا ہے کہ کیا یزید اس پر راضی نہیں تھا حالانکہ اس کا اس نے حکم دیا تھا اور مروان بن حکم کے کرتوت پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر مسلم بن عقبہ مدینہ سے مکہ کی طرف

روانہ ہوا اور راستے ہی میں مر گیا تو اپنا جانشین حصین بن نُمیر کو بنا گیا اور اس نے کعبہ کو منجنیقوں سے پتھر مارے اسے گرایا اور جلایا اور یزید کی موت کی خبر ماہ ربیع میں آئی خدا اس پر لعنت کرے۔

میرے (مؤلف) کے جد مادری نے کہا ہے کہ ابن زیاد کا امام حسینؑ سے جنگ کرنا اور عمر بن سعد اور شمر کو آپ کے قتل پر مسلط کرنا اور سرہائے شہداء کو اس کے پاس لے جانا کوئی تعجب خیز نہیں بلکہ تعجب تو اس پر ہے کہ یزید نے آپؑ کے سر سے برا سلوک کیا اور آپ کے دندانِ مبارک پر چھڑی لگائی۔ آل رسول کو قیدی بنا کر اونٹوں پر سوار کیا۔ اس نے ابن زبعری کے اشعار پڑھے کہ کاش میرے بدر والے بزرگ موجود ہوتے الخ اور اس نے سر حسینؑ مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ پس کیا جائز ہے کہ یہ عمل خوارج کے ساتھ بھی روا رکھا جائے۔ حالانکہ جملہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ خارجیوں اور باغیوں کو کفن دیا جائے۔ ان پر نماز پڑھی جائے اور انھیں دفن کیا جائے اور اگر اس کے دل میں زمانہ جاہلیت کے کینے اور بدر کی دشمنی نہ ہوتی تو سر حسینؑ کا احترام کرتا جبکہ سر اس کے پاس پہنچا تھا اسے چھڑی سے نہ مارتا اور عزت و احترام سے دفن کر دیتا اور آل رسول سے نیکی اور احسان کرتا۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ جو چیز اس کی بدطینتی پر دلالت کرتی ہے یہ ہے کہ اس نے ابن زیاد کو اپنے پاس بلایا اور بہت سا مال دیا۔ بہت گراں قدر تحفے دیے اور اپنی مجلس میں قرب اور اس کی قدر و منزلت کو بلند کیا‘ اسے اپنی بیویوں کے سامنے کیا‘ اپنا ندیم بنایا۔ ایک رات شراب پی اور مغنیہ سے کہا گاؤ پھر یزید نے برجستہ کہا:

اسقنی شربة تروی فوادی ثم مل فاسق مثلها ابن زیاد

مجھے ایسی شراب پلا جو میرے دل کو سیراب کرے پھر پیالہ پُر کر کے ویسا ہی ابن زیاد کو پلا۔

صاحب السرّ والامانة عندی والتسدید نغمی و جھادی

جو صاحب راز و امانت ہے میرے نزدیک اور میرے لیے مال غنیمت اور جہاد

کو درست کرتا ہے۔

فقاتل الخارجی اعنی حسینا وعبید الاعداء والحساد

جو خارجی کا قاتل ہے یعنی حسینؓ کا (معاذ اللہ) اور دشمنوں اور حاسدوں کو ہلاک کرنے والا ہے۔

اور ابن عقیل نے کہا منجملہ ان چیزوں کے جو یزید کے کافر و زندیق ہونے پر دلیل ہیں چہ جائیکہ اس پر سب ولعنت کرنا وہ اشعار ہیں کہ جن کے ذریعے اس نے اپنے الحاد اور خبث باطن اور برے اعتقاد کو واضح کیا ہے ان میں سے اس کا وہ قول ہے جو اس قصیدہ کی ابتدا میں ہے۔

علیة هاتی واعلنی و ترنمی بدلک انی لا احب التناجیا

اے علیہ آؤ اور بلند آواز سے گاؤ اور رقص کرو کیونکہ میں سرگوشی کو پسند نہیں کرتا۔

حدیث ابی سفیان قد ماسمی بها الی احد حتی اقام البوا کیا

یہ واقعہ ابوسفیان سے بیان کرو جبکہ وہ کوہ احد پر گیا اور رونے والی عورتوں کو مردوں پر کھڑا کیا۔

الاهات فاسقینی علی ذاک قهوة تخیر لعنسی کرماشا میا

خبردار وہ بات سناؤ اور اس کے ساتھ وہ شراب پلاؤ جسے شامی انگور سے عنسی نے منتخب کر کے بنایا ہے۔

اذا ما نظرنا فی امور قدیمة وجدنا حلالاً شربها متراليا

ہم جب ماضی کے حالات پر غور و فکر کرتے ہیں تو اس کا پینا ہمیشہ حلال پاتے ہیں۔

وان مت یا ام الحمیر افانکحی ولا تاملی بعد الفراق تلامیا

اور اگر میں مر جاؤں اے ام حمیر تو کسی سے نکاح کر لینا اور جدائی کے بعد ملاقات کی آرزو رکھنا۔

فان الذی حدثت عن یوم بعثنا　　احادیث طسم تجعل القلب ساهیا

یہ تجھے بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے لیے قبر سے اٹھنے کا دن ہے یہ پرانی باتیں ہیں جو دل کو غافل کر دیتی ہیں۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ انہی (کفریات) میں سے اس کا یہ قول بھی ہے:

ولو لم یمس الارض فاضل بردھا　　لما کان عندی سمعة فی التیمم

اور اگر شراب کے بچے ہوئے گھونٹ کی ٹھنڈک زمین کو نہ چھوتی تو میرے نزدیک تیمم میں زمین کو مسح کرنا درست نہیں تھا۔

اور انہی میں سے اس کا یہ قول بھی ہے:

معشر الندمان قوموا　　واسمعوا صوت الاغانی

اے ندیموں کی جماعت اٹھو اور گانے والی عورتوں کی آواز کو سنو۔

واشربوا کاس مداما　　واترکو ذکر المغانی

خالص شراب کا پیالہ پیو اور عبادت میں گنگنانے کا ذکر چھوڑ دو۔

اشغلتنی نغمه العیدان　　عن صوت الاذانی

طنبوروں کے نغمے نے مجھے اذان کی آواز سے بالکل بے نیاز کر دیا ہے۔

وتعوضت عن الحور　　خموداً فی الانسان

اور حور کے عوض میں نے شراب کے مٹکوں کو اپنا لیا ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سے اقوال ہیں جو میں نے دوسری کتاب میں یزید کے دیوان سے نقل کیے ہیں۔

انہی چیزوں کی وجہ سے تو ان کی حکومت اس امت کے لیے ننگ و عار ثابت ہوئی یہاں تک کہ ابو العلاء معری نے اسے امت پر ''ایک عیب'' کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اری الایام تفعل کل فکر　　فما انا فی العجائب مسترید

الیس قریشکم قتلت حسینا　　وکان علی خلافتکم یزید

میں دیکھتا ہوں کہ زمانہ بالکل انوکھے کام کرتا ہے پس میں عجائبات میں کوئی زیادہ تعجب نہیں کرتا کیا تمھارے قریش نے حسینؑ کو قتل نہیں کیا جبکہ تمہاری خلافت یزید کے قبضے میں تھی۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ جب میرے جد مادری ابوالفرج نے بغداد میں منبر پر امام ناصر اور اکابر علماء کے سامنے یزید پر لعنت کی تو سر پھروں کی ایک جماعت مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی اور چلی گئی تو میرے جد مادری نے کہا خبردار دوری ہے اہل مدین کے لیے جیسے قوم ثمود دور ہوگئی تھی۔

ہمارے بزرگوں نے اس دن کی حکایت بیان کی ہے کہ ایک جماعت نے میرے جد سے یزید کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا پوچھتے ہو اس شخص کے متعلق جو تین سال خلیفہ رہا۔ پہلے سال اس نے حسینؑ کو شہید کیا دوسرے سال اہل مدینہ کو خوف و ہراس میں مبتلا کیا اور تیسرے سال خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر مارے اور اسے منہدم کیا تو انھوں نے کہا ہم اس پر لعنت کرتے ہیں تو انھوں نے کہا پس یزید پر لعنت کرو۔

اور میرے جد مادری نے کتاب رد علی المتعصب العنید میں کہا ہے کہ حدیث میں اس شخص پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ جس نے وہ کام کیا ہے جو افعال یزید کا عشر عشیر بھی نہیں اور وہ احادیث ذکر کی ہیں بخاری اور مسلم نے صحیحین میں۔ جیسا کہ ابن مسعود کی حدیث ہے کہ رسول اکرمؐ نے عیب جوئی کرنے والی عورتوں اور لوگوں کے عیب تلاش کرنے والوں پر لعنت کی۔ اور ابن عمر سے حدیث ہے کہ اللہ نے عیب جوئی اور عیب تلاش کرنے والی عورت پر لعنت کی ہے اور اللہ نے بت بنانے والوں پر لعنت کی ہے اور جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے سود کھانے اور کھلانے والوں پر لعنت کی ہے۔ اور ابن عمر کی حدیث مسند میں ہے کہ شراب پر دس وجوہ کی بنا پر لعنت کی ہے اور اسباب میں بہت سی احادیث نقل کی گئی ہیں۔ حالانکہ یہ چیزیں یزید کے افعال سے کہیں کم ہیں جو کہ حسینؑ، ان کے بھائیوں اور اہل کا قتل کرنا، مدینہ کو لوٹنا، کعبہ کو گرانا اور اسے منجنیقوں سے پتھر مار گرانا اور وہ اشعار کہنا جو اس کے فاسد عقیدہ پر دلالت کرتے ہیں۔ جو شخص مزید

معلومات چاہتا ہے اس معاملہ میں اُسے وہ کتاب ابو الفرج دیکھنی چاہیے جس کا نام ''ردمتعصب العنید'' ہے۔

جعفری تحفتہ العوام (جدید مترجم)

مومنین با تمکین کی دیرینہ خواہش کا احترام کرتے ہوئے اللہ اور اس کے حبیب پاک نے بتصدق آل محمدؐ ہمیں یہ عزت بخشی کہ ہم یہ گرانقدر تحفہ مومنین کے حضور پیش کر رہے ہیں۔ یہ تحفہ ہر طرح سے مکمل جدید اور مترجم ہے۔ اس میں پیدائش سے لحد تک کے مسائل کو نہایت خوبی سے مجتہدین عظام خصوصاً'' آقائی الحاج سید روح اللہ خمینی کے فتوؤں کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔

اس میں آداب زندگی' آداب شب' کھانے کے آداب' آداب مہمان نوازی' غسل و لباس' سفر کی دعائیں' کتاب النکاح' کتاب الاولاد' عقیقہ کے مسائل' زیارت و زراعت' باغبانی' صنعت و حرفت' دعائیں برائے وسعت رزق' نماز حاجات' تمیز حلال و حرام' کتاب المیت' غسل میت' نماز میت' احکام قبر' تلقین میت' کتاب طہارت' کتاب الصلوٰۃ' کتاب الوارث' کتاب العقائد' فروعات دین' مسئلہ تقلید' نماز کے ضروری مسائل' اذان و اقامت' مختصر زیارات آئمہ' نماز تہجد' تعقیبات نماز پنجگانہ' اعمال شب جمعہ' اعمال ماہ محرم' اعمال روز عاشور' زیارت امام حسینؑ روز عاشور' دعائے علقمہ' اعمال ماہ صفر' ربیع الاول' اعمال ماہ رجب اور روزانہ کی دعائیں' اعمال ماہ شعبان' نیمہ شعبان' عریضہ حاجت' کتاب الصوم' حلال حرام روزے و دیگر مسائل' تاریخ وار ماہ رمضان کی دعائیں' اعمال شب قدر' احکام عید الفطر' نماز عیدین' احکام عید الضحیٰ' احکام عید غدیر' احکام عید مباہلہ' عید نوروز' اہم سنت نمازیں' اعتکاف' کتاب الزکوٰۃ' خمس' کتاب الزیارات' اہم مقامات مقدسہ عراق و ایران' زیارات دمشق' حج و مسائل حج تلبیہ' طواف' حج تمتع' قربانی' کتاب التحقیق' تحقیق ماتم و زنجیر زنی' نوحہ' تعزیہ' علم ذوالجناح وغیرہ و دیگر بہت سے مسائل مزید یہ کہ یہ برصغیر کا واحد تحفتہ العوام ہے جو ترجمے کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے کوئی تحفتہ العوام آپ کو مترجم نہیں ملے گا۔ آپ اپنے آرڈر سے مطلع فرمائیں۔

محمد بن حنفیہ

آپ کی کنیت ابوالقاسم اور بعض کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ ہے' وہ تابعین کے طبقہ اوّل میں سے ہیں۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔ امام احمد نے مسند میں (حذف اسناد کے ساتھ) کہا ہے کہ ہمیں محمد بن حنفیہ نے اپنے باپ حضرت علیؑ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ اگر آپ کے بعد میرا کوئی بیٹا پیدا ہو تو میں اس کا نام اور کنیت آپ کے نام اور کنیت پر رکھ لوں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پس رسول اللہؐ کی طرف سے حضرت علیؑ کو اجازت تھی۔

زہری کہتا ہے کہ محمد عقلمند ترین اور شجاع ترین اشخاص میں سے تھے۔ فتنوں اور جن جھگڑوں میں باقی لوگ پڑے تھے محمد ان سے کنارہ کش تھے اور کیسانیوں کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ محمد بن حنفیہ مرے نہیں بلکہ وہ جبل رضوی کی ایک گھاٹی میں مقیم ہیں اور ان کے ساتھ ان کے چالیس ساتھی بھی ہیں۔ جو اس شعب میں داخل ہوئے تھے۔ پس کسی کو ان کا علم نہیں وہ زندہ ہیں اور رزق کھاتے ہیں۔

ہشام کہتا ہے کہ محمد کو ابن زبیر نے قبہ زمزم میں مقید کر دیا تھا اور آپ کے ساتھ آپ کے قبیلے کے بزرگ اور بنی ہاشم کے گروہ میں سے بیس افراد کو قید کیا تھا کہ جنھوں نے ابن زبیر کی بیعت نہیں کی تھی اور ابن زبیر نے ان کے لیے ایک مدت مقرر کر دی تھی کہ اگر اس مدت کے اندر بیعت نہ کی تو انھیں آگ سے جلا دیا جائے گا اور آپ کے بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ آپ مختار کو پیغام بھیجیں اور اپنے حالات اور ابن زبیر نے جو دھمکی دی ہے اس کی اطلاع دیں۔ آپ نے اس مشورہ پر مختار کو خط لکھا اے اہل کوفہ ہمارا ساتھ نہ چھوڑنا جس طرح حسینؑ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ پس جب مختار نے خط پڑھا تو رو پڑے اشراف کوفہ کو جمع کیا' ان کے سامنے خط پڑھا اور کہا کہ یہ خط تمھارے مہدی اور

تمھارے نبی کے اہل بیت کے سردار کا ہے۔ انھیں قاصد اس حالت میں چھوڑ آیا ہے کہ وہ قتل ہونے اور جل جانے کے منتظر ہیں اور میں ابو اسحٰق نہیں ہوں۔ اگر میں نے ان کی مدد نہ کی اور میں لشکر کے پیچھے لشکر روانہ کروں گا۔ مثل سیلاب کے یہاں تک کہ کاہلیہ کے بیٹے (ابن زبیر) پر ہلاک ہوگی۔ پھر مختار نے عبداللہ جدلی کو ہزار شہسوار کے ساتھ روانہ کیا۔ پھر ہزار در ہزار کا لشکر چلا یہاں تک کہ مکہ میں گھس گئے اور پکارنے لگے اے حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے والے اور یہ اس وقت پہنچے کہ لکڑیاں قصبہ کے دروازے پر جمع ہو چکی تھیں اور مدت معینہ میں سے صرف دو دن باقی تھے۔ پس لوگوں نے قبہ کا دروازہ توڑ ڈالا۔ محمدؒ اور ان کے ساتھیوں کو نکالا اور محمدؒ پر سلام کیا اور کہنے لگے ہمارے اور اللہ کے دشمن (کہ جس نے کعبہ میں جنگ کو حلال سمجھا ہے) کے درمیان حائل نہ ہو جسے محمدؒ نے کہا میں اللہ کے حرم میں جنگ کو حلال نہیں سمجھتا۔ پھر پے در پے مختار کی طرف سے تعداد بڑھتی رہی یہاں تک کہ محمدؒ چار ہزار افراد کے ساتھ باہر نکلے اور مقام ایلہ میں جا کر دو سال قیام کیا اور ابن زبیر نے آپ کا گھر جلا دیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ محمد مقام طائف میں مقیم رہے اور یہی قول زیادہ مشہور ہے۔

ارشاداتِ محمدؒ

(حذفِ اسناد کے ساتھ) منذر ثوری سے روایت ہے وہ کہتا ہے محمد بن حنفیہ کہا کرتے تھے۔ وہ دانا نہیں جو اچھی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ کون ہے کہ جسے زندگی بسر کرنی ہی ہو اور خدا اس کے لیے کشائش اور نکلنے کا راستہ نہ قرار دے۔

اور یہ بھی ثوری نے کہا ہے کہ محمدؒ نے کہا جس کے نزدیک اپنا نفس عزت دار ہے اس کی آنکھوں میں دنیا حقیر و ذلیل ہو جاتی ہے اور یہ بھی ثوری نے کہا ہے کہ محمدؒ نے کہا کہ بیشک اللہ نے تمھارے نفوس کی قیمت جنت قرار دی ہے۔ پس جنت کے علاوہ کسی چیز سے انھیں نہ بیچو۔ نیز محمدؒ نے کہا ہر وہ کام جس میں رضائے الٰہی مطلوب نہ ہو وہ ختم و ہلاک ہونے والا ہے۔

ابو نعیم نے کتاب حلیہ میں ذکر کیا ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) حضرت علی بن الحسینؑ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ بادشاہ روم نے عبدالملک بن مروان کی طرف خط لکھا اسے تہدید کی اور دھمکی دی اور قسم کھائی کہ عنقریب میں تیری طرف ایک لاکھ کا لشکر خشکی کے راستے سے اور ایک لاکھ کا لشکر سمندر کے راستے سے بھیجوں گا ورنہ مجھے جزیہ ادا کر۔ پس عبدالملک نے حجاج کی طرف خط لکھا اور حجاج حجاز میں تھا۔ کہ تو محمدؑ بن حنفیہ کو قتل کی دھمکی دے اور اس کے جواب سے مجھے مطلع کر اور عبدالملک بہت کافی خوف زدہ تھا۔ پس جب عبدالمالک کا خط حجاج کے پاس پہنچا تو حجاج نے محمد کو خط لکھا۔ جس میں انھیں ڈرایا دھمکایا۔ تو محمد نے حجاج کو لکھا۔

امابعد پس تحقیق اللہ تعالیٰ تین سو ساٹھ نگاہ رحمت اپنی مخلوق پر ڈالتا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ ایک نظر رحمت میری طرف بھی کر دے اور تجھ سے مجھے محفوظ رکھے۔ پس حجاج نے آپ کا یہ جواب عبدالملک کو لکھ بھیجا اور عبدالملک نے وہی جواب بادشاہ روم کو لکھا تو بادشاہ روم نے لکھا کہ یہ کلام تجھ سے اور تیرے خاندان سے صادر نہیں ہوا بلکہ یہ اہل بیت نبوت کا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حجاج حجاز کا گورنر بن کر آیا تو محمدؑ نے عبدالملک کو خط لکھا اور کہا کہ حجاج وہ شخص ہے جسے تو جانتا ہے پس اس کے ہاتھ اور زبان کو مجھ پر مسلط نہ کر۔ پس عبدالملک نے حجاج کو خط لکھا اور اس میں ان سے تعرض کرنے سے منع کیا۔ پس طوافِ کعبہ میں ایک دن آمنا سامنا ہو گیا تو حجاج نے اپنے ہونٹوں کو دانتوں سے کاٹ کر کہا۔ اگر امیر المومنین (عبدالملک) نہ ہوتا تو میں یہ کرتا اور وہ کرتا! تو محمدؑ نے اس سے کہا تجھ پر وائے ہوائے حجاج تحقیق خدا کے لیے ہر دن پھر پہلا سا کلام کیا۔

ثوری نے کہا ہے کہ ایک دن محمدؑ نے اپنے ایک بیٹے سے کہا اگر تو باادب بننا چاہتا ہے تو ہر چیز کا بہترین حصہ لے لے اور اگر عالم بننا چاہتا ہے تو صرف ایک ہی فن پر اکتفا کر!

ثوری کہتا ہے علی بن الحسینؑ سے روایت ہے کہ اشتر نخعی نے جنگ صفین کے

دوران ایک دن محمدؒ حنفیہ سے کہا کہ آپ دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر حضرت امیر المومنینؑ کی مدح کیجئے اور آپ کے کچھ مناقب بیان کیجئے۔ پس محمد دونوں صفوں کے درمیان پہنچے اور امیر معاویہ کے لشکر کی طرف اشارہ کر کے کہا اے اہل شام اے نفاق کی ذریت اور آگ کے بچے ہوئے اور جہنم کا ایندھن دور ہو جاؤ چودھویں کے روشن اور واضح چاند سے اور نجم ثاقب سے' نفوذ کرنے والے نیزے سے' روشن ستارہ سے' ہلاک کرنے والی تلوار اور صراطِ مستقیم اور ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر سے جو بہت علم رکھتا ہے۔ قبل اس کے ہم تمھیں فی النار کر دیں یا تم پر لعنت کریں جس طرح یہود پر کی ہے اور خدا کا حکم جاری ہو کر رہتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ کس گھاٹی میں گھس رہے ہو یا کس ٹیلے پر چڑھ رہے ہو اور کہاں سرگرداں پھرتے ہو بلکہ وہ تیری طرف دیکھتے ہیں اور بصارت نہیں رکھتے کیا رسولؐ کے ہم پلہ کو تیروں کا ہدف بناتے ہو اور دین خدا کے رئیس و سردار سے چشمک کرتے ہو۔

پس اس کے بعد کون سی ہدایت کے رستے پر چلو گے اور کون سے پھٹے ہوئے کپڑے کو پیوند لگاؤ گے دور ہے دور ہے خدا کی قسم سبقت دینی میں وہ آگے بڑھ گیا اور وہ نشانہ پر تیر لگانے میں کامیاب ہو گیا اور انعام پر اس کا قبضہ ہے اور اس نے فصل خطاب پر اپنا حق ثابت کر دیا ہے' آنکھیں اس کی بلندی تک پہنچنے سے پہلے تھک گئیں اور گردنیں اس کی رفعت کو دیکھنے سے پہلے ٹیڑھی ہو گئیں وہ بلندی کی چوٹی پر بلند ہوا اور انتہائے مقصد تک پہنچ گیا۔ جو بھی قصد کرے وہ اس کی کوشش سے عاجز ہے اور اس کے لیے طلب کرنا دشوار ہے اور جس چیز کی وہ آرزو رکھتا ہے اور ضرورت سمجھتا ہے وہ اس سے فوت ہو گئی اور اس کی شجاعت کے مقابلے میں صاحب ہمت شجاع رُک جاتا ہے اور وہ شیر کی طرح بہادر شخص کی کوشش کو باطل کر دیتا ہے اور وہ کس طرح دور کی جگہ سے اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں انھیں ضرور جھک جانا چاہیے اور رک جانا چاہیے پس کیا تم رسولؐ کے دوست کی بیعت توڑتے ہو یا رسول کے بھائی پر سب وشتم کرتے ہو۔ حالانکہ وہ نسب میں رسول کا بھائی ہے۔ جب نسب بیان کریں اور جب مثال دیں تو وہ ہارون کی مانند ہے اور

جب امتحان کریں تو بہت بڑی طاقت کا مالک ہے جس نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی جب کہ باقی لوگ منحرف تھے اور اس کا ایمان شہرۂ آفاق تھا' جب ان لوگوں نے کفر کیا اور جب دشمن کے مقابلے سے باقی پیچھے ہٹے تو اسے بلایا گیا اور جب مشرکین نے اپنا عہد و میثاق توڑ دیا تو یہ ان کی طرف ان کے عہد و پیمان کو ختم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے اور ہجرت کی رات اس کو بستر پر سلایا گیا۔ جب باقی لوگ کم ہمت ہو گئے اور یہ جنگ احد کے دن ثابت قدم رہا جب کہ اور لوگ بھاگ گئے اور وقت وداع اسے اسرار و رموز کا امین بنایا گیا جب اوروں کو روک دیا گیا۔

هـذی المكارم لاقصبان من لبن   شيبا بماء فصارا بعد ابو الاء

یہ مکارم وفضائل ہیں نہ دودھ کے دو پیالے ہیں جو پانی سے ملا کر بعد میں پیشاب ہو گئے۔

اور وہ (علیؑ) کیسے الگ ہو سکتا ہے ہر رفعت و بلندی و ثنا سے حالانکہ وہ اور رسول اللہؐ ایک باپ کے فرزند ہیں اور ان دونوں کے آباء واجداد نجیب و شریف ہیں اور دونوں نے ایک ہی پیالے سے دودھ پیا ہے اور دونوں ایک ہی راستوں گھٹنیوں چلے ہیں۔ دونوں ایک درخت کے سایہ میں رہے ہیں اور دونوں کریم ترین اصل کی فرع ہیں۔ پس رسول اللہؐ رسالت کے لیے اور امیر المومنینؑ خلافت کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور علیؑ کے ذریعے خدا نے اسلام کی گرہ کو کھولا ہے یہاں تک کہ شرک کی تاریکی چھٹ گئی اور نفاق کی نخوت کا قلع قمع ہو گیا۔ یہاں تک کہ نفاق کا جوش خاموش ہو گیا اور جاہلیت کے نشان مٹ گئے اور ذلت وخواری کے پیچ کھل گئے اور ٹیڑھی قوم ایک دوسرے میں ضم ہو گئی اور گدلا پانی پینے کے قابل ہو گیا الخ۔ یہاں تک کہ فرمایا پس امیر المومنینؑ کے کس احسان میں شک کرتے ہو اور کس معاملہ میں دوسروں کو ان پر ترجیح دیتے ہو اور ہمارا پروردگار مہربان و مددگار ہے۔ ان چیزوں پر جو تم بیان کرتے ہو پس دونوں لشکروں میں کوئی باقی نہ رہا جس نے محمدؐ کے فضل و بزرگی کا اعتراف نہ کر لیا ہو۔

وفات محمدؑ بن حنفیہ

مورخین کے تین اقوال ہیں آپ کی وفات کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ مقام ایلہ پر وفات ہوئی اور دوسرا یہ کہ مدینہ میں اور آپ کی نماز جنازہ ابان بن عثمان نے پڑھائی۔ آپ کے بیٹے ابو ہاشم کی اجازت سے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے تیسرا قول یہ ہے کہ طائف میں وفات پائی۔ آپ کی وفات ۸۱ھ میں بہ عہد عبدالملک بن مروان ہوئی۔ آپ نے ۶۵ سال کی عمر پائی۔

اولاد

۱۔ ابو ہاشم۔ ان کا نام عبداللہ تھا۔ یہ آپ کے سب سے بڑے فرزند تھے اور بزرگ علماء میں سے تھے۔ سلیمان بن عبدالملک کے دربار میں گئے تو اس نے ان کی تعظیم کی پھر فلسطین کی طرف روانہ ہوئے۔ پس سلیمان نے کسی شخص کو بھیجا کہ ان کے راستے میں زہر آلود دودھ لے کر بیٹھے۔ جب ابو ہاشم نے اس دودھ کو پیا تو موت کا احساس ہوا۔ پس حمیمہ کی طرف عدول کیا۔ ان کی ملاقات محمد بن علی بن عبداللہ سے ہوئی اسنے انھیں بتایا کہ حکومت تمہاری اولاد میں چلے گی اور اسے حکومت دینے والوں کے خطوط دیے اور بتایا کہ کیا کرنا ہے۔ پھر وہیں حمیمہ میں زمین شراہ میں بلقا کی طرف ان کی موت واقع ہوئی۔ ابو ہاشم کے ایک بیٹے ہاشم تھے جس سے ان کی کنیت ابو ہاشم تھی۔

۲۔ محمد اصغر ان کی کوئی اولاد نہیں۔ ان دونوں کی ماں جلا کی بیٹی قبیلہ کنانہ سے تھیں۔

۳۔ محمد اکبر۔

۴۔ لبابہ ان دونوں کی ماں فاطمہ بنت محمد بن عبداللہ بن عباس تھیں۔

۵۔ علی۔ ان کی ماں ام عثمان بنت ابو جدیر قضاعیہ تھیں۔

۶۔ طالب۔ ۷۔ عون۔ ۸۔ عبیداللہ

یہ مختلف کنیزوں سے پیدا ہوئے۔

۹۔ ریطہ یہ یحیٰی بن زید بن علیؑ (زین العابدینؑ) کی ماں ہیں جو خراسان میں شہید ہوئے۔

۱۰۔ ام سلمہ یہ ایک کنیز سے تھیں اور محمد بن حنفیہ کی اولاد میں سے۔

۱۱۔ جعفر اکبر۔ ۱۲۔ علی۔

۱۳۔ حمزہ۔ ۱۴۔ جعفر اصغر۔

۱۵۔ حسن مختلف کنیزوں سے۔

۱۶۔ ابراہیم۔ ان کی والدہ مسرعہ بنت عماد بن شیبان بن جابر عوفیہ تھیں۔

۱۷۔ قاسم۔ ۱۸۔ ام ابیہا۔

۱۹۔ عبدالرحمٰن ان کی والدہ ام عبدالرحمٰن تھی اور اس کی ماں برہ بن عبدالرحمٰن بن حرث بن نوفل تھی۔

۲۰۔ جعفر اصغر۔ ۲۱۔ عون۔

۲۲۔ عبداللہ اصغر ان کی والدہ ام جعفر بن محمد بن جعفر ابن ابی طالب تھیں۔

۲۳۔ عبداللہ۔ ۲۴۔ رقیہ

۲۵۔ محمد ان کی ماں کنیز تھی۔ زبیر بن بکار نے کہا ہے کہ عبداللہ محمد کے بڑے بیٹے تھے اور انھیں کی کنیت ابو ہاشم تھی اور انھیں ہی سلیمان بن عبدالملک نے زہر آلود دودھ پلایا تھا۔

محمدؒ نے صحابہ کی ایک جماعت سے حدیث لی ہے اور معظم احادیث اپنے والد گرامی حضرت علیؑ سے لی ہیں۔

جناب خدیجہ اور فاطمۃ الزہرا علیہا السلام

واضح ہو کہ جناب خدیجہ خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی کی بیٹی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا نسب عدنان تک پہنچتا ہے اور خدیجہ کی والدہ فاطمہ بنت زائدہ قبیلہ رحم سے تھیں جو کہ فہر بن مالک کی اولاد میں سے تھا اور فاطمہ کی ماں ہالہ بنت عبد مناف تھیں۔ ہالہ کی ماں عرقہ تھی اس کا نام قلابہ بنت سعید تھا جو کہ لوی بن غالب کی اولاد سے ہے۔

واقدی نے کہا ہے کہ یہ خدیجہ باکرہ تھیں اور ورقہ بن نوفل کے ساتھ منسوب تھیں ورقہ ان کا چچازاد تھا پس ان کی شادی نہ ہو سکی۔ پس ان سے ابو ہالہ نے کہ جس کا نام ہند بن بناس تمیمی تھا تزویج کی پس ان سے ہند پیدا ہوئی' پھر ان سے عتیق بن عابد مخزومی نے شادی کی اور ان سے ایک لڑکی بنام ہند پیدا ہوئی اور خدیجہ کو ام ہند کہا جاتا تھا۔

ابن سعد نے واقدی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جناب خدیجہ رسولؐ اللہ سے عمر پندرہ سال بڑی تھیں۔

واقدی نے کہا ہے کہ خدیجہ صاحب شرف تھیں اور مال کثیر رکھتی تھیں۔ اپنا مال تجارت شام کی طرف بھیجا کرتی تھیں۔ پس ان کے تجارتی قافلے قریش کے تمام قافلوں کے برابر ہوتے تھے۔ یہ لوگوں کو اجیر بنا لیتیں اور کمیشن پر مال دیتی تھیں۔ پس جب رسول اللہؐ کی عمر ۲۵ سال ہوئی اس وقت آپ کو مکہ میں صرف امین کے نام سے ہی پکارا جاتا تھا تو خدیجہ نے کسی کو آپ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ آپ میرے تجارت کے قافلے کے ساتھ شام کی طرف میرے غلام میسرہ کے ساتھ جائیں۔ پس رسول اللہؐ نے ان کے مال تجارت کے ساتھ شام کا سفر کیا۔ خدیجہ کے غلام میسرہ نے دوران سفر آپ سے عجائبات

دیکھے اور دیکھا کہ بادل آپ پر سایہ کیے رہتا ہے۔ میسرہ نے جو کچھ دیکھا تھا خدیجہ سے بیان کیا پس جب آپ مکہ میں واپس آئے تو خدیجہ نے بھی آپ کے سر پر بادل کو سایہ کیے ہوئے دیکھا اُن شام سے واپس آنے کے دو دن بعد آپ سے شادی کر لی یہ شادی خدیجہ کے باپ نے کی اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے بھائی عمر بن خویلد نے اور بعض کے نزدیک ان کے چچا عمرو نے کی تھی اور زیادہ صحیح قول کی بنا پر اس وقت خدیجہ کی عمر ۴۰ سال تھی کیونکہ ان کی ولادت عام الفیل سے پندرہ سال پہلے ہوئی تھی اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ خدیجہ کے ساتھ ان کی شادی ان کے چچا عمرو ہی نے کی تھی۔

واقدی نے کہا ہے کہ خدیجہ کے والد تو فجار اوّل میں مر چکے تھے۔

خطبہ نکاح

مورخین نے کہا ہے کہ عقد کے وقت ابو طالب بنی ہاشم کے بزرگ و اشراف رسول اللہؐ کے چچا تشریف لائے آپ نے خطبہ پڑھا:

حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمیں ذریت ابراہیم اور اولاد اسمٰعیل اور معد کی چوٹی اور مضر کا عنصر قرار دیا ہے اور ہمیں اپنے گھر کا نگہبان اور حرم کی دیکھ بھال کرنے والا مقرر فرمایا۔ اور ہمارے لیے ایک ایسا گھر بنایا جہاں حج کیا جاتا ہے۔ امن والا حرم بنایا' ہمیں لوگوں کا حاکم قرار دیا۔ پھر تحقیق میرے بھائی کا فرزند یہ محمدؐ بن عبداللہ ایسا شخص ہے کہ جس سے کسی آدمی کا موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہر ایک پر ترجیح رکھتا ہے اور اگر اس کے پاس دولت دنیا کم ہے تو یہ ایک زائل ہونے والا سایہ اور نہ رہنے والی چیز ہے اور محمدؐ وہ ہے کہ جس سے فضل' نسب قرابت' سچائی اور امانت کو تم پہچانتے ہو۔ اس نے خدیجہ کی خواستگاری کی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ حق مہر بیس اونٹ' دس اوقیہ سونا' ایک غلام اور ایک کنیز تھا۔

فضائل خدیجہ

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ رسول اکرمؐ دل سے خدیجہ سے محبت و مودت فرماتے

ان کا احترام کرتے اور اپنے تمام امور میں ان سے مشورہ فرماتے تھے۔ وہ آپؐ کی بچی و زیر ومشیر تھیں۔ وہ پہلی خاتون ہیں جو آپؐ پر ایمان لائیں۔ ان کی زندگی میں آپؐ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔ اور ابراہیم بن ماریہ (جن کا تذکرہ کریں گے) کے علاوہ آپؐ کی تمام اولاد خدیجہ سے ہے۔

امام احمد نے مسند میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا کہ بنی اسرائیل میں سے بہترین عورت مریم بنت عمران اور اس امت کی عورتوں میں سے بہترین خاتون خدیجہؓ بنت خویلد ہیں۔

نیز صحیحین میں ابو ہریرہ سے حدیث منقول ہے وہ کہتا ہے کہ جناب جبرئیل رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے محمدؐ یہ خدیجہ آپ کی خدمت میں آ رہی ہیں پس انھیں ان کے رب کا سلام پہنچایئے اور جنت کے گھر کی خوشخبری دیجئے جو مجوف موتی سے بنا ہوگا جس میں سکون ہی سکون اور آرام ہی آرام ہے۔

نیز صحیحین میں ہے بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ مجھ پر رسول اللہؐ کی کوئی بیوی گراں نہیں گزری جتنا کہ خدیجہ گراں تھیں حالانکہ میں نے انھیں دیکھا تک نہیں تھا لیکن رسول اللہؐ ان کا بہت زیادہ تذکرہ کیا کرتے اور بعض اوقات کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے گوشت میں سے کچھ خدیجہ کی سہیلیوں کو ضرور بھیجتے۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں گویا دنیا میں خدیجہ کے علاوہ کوئی عورت ہی نہ تھی۔ پس آپؐ فرماتے تھے خدیجہ تھی اور بس وہی تھی اور میری اس سے صدیق اور پاک و پاکیزہ اولاد ہے۔

بی بی عائشہ سے ایک روایت میں ہے وہ کہتی ہیں ایک دن مجھے غیرت آئی پس میں نے کہا وہ تو ایک بڑھیا عورت تھی اور خدا نے اس کے بدلے آپ کو بہتر عورتیں دی ہیں۔ بی بی عائشہ کہتی ہیں پس رسول اللہؐ غضب ناک ہوئے یہاں تک کہ آپ کے سر کے اگلے بال حرکت کرنے لگے اور فرمایا خدا کی قسم خدا نے اس کے بجائے مجھے اچھی بیوی نہیں دی۔ بیشک وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائی جب لوگ کافر تھے اور اس نے میری

تصدیق کی جب باقی لوگ میری تکذیب کر رہے تھے۔ اس نے مجھے اپنے مال سے سیراب کیا جب لوگوں نے محروم قرار دیا تھا اور خداوند عالم نے اس سے مجھے اولاد عنایت کی جب کہ دوسری عورتوں کو اولاد سے محروم کیا۔ بی بی عائشہ کہتی ہیں پس میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کی قسم پھر کبھی خدیجہ کو برائی سے یاد نہیں کروں گی۔

ایک روایت میں بی بی عائشہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک دن رسول اللہؐ کو غضب ناک کیا اور میں نے لفظ خدیجہ کو تصغیر کے ساتھ خُدیجہ کہا تو آپ نے مجھے جھڑک دیا تو آپ نے کہا کہ مجھے خدیجہ کی محبت دی گئی ہے۔

زہری کہتا ہے ہمیں خبر ملی ہے کہ جناب خدیجہ نے رسول اللہؐ پر بے حساب رقم خرچ کی۔

وفات جناب خدیجہؑ

واقدی نے کہا ہے جناب خدیجہ کی وفات بعثت کے دس سال بعد ہوئی جبکہ ان کی عمر ۶۵ سال تھی۔ ابوطالبؑ کی وفات سے تین دن پہلے اور بعض کے نزدیک ایک مہینہ بعد میں ہوئی۔

حکیم بن حزام نے کہا ہے کہ ہم نے انھیں مقام حجون میں دفن کیا اور رسول اللہؐ ان کی قبر میں خود اترے اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم جاری نہیں ہوا تھا۔

ہشام نے کہا ہے کہ خدیجہ کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ماہ رمضان کی دس تاریخ کو ہوئی تھی۔

اولادِ خدیجہؑ

ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ آپ کی اولاد ذکور میں قاسم تھے اور انھیں سے حضورؐ کی کنیت تھی اور بعثت سے قبل دو سال کی عمر میں فوت ہو گئے تھے۔ عبداللہ تھے انھیں طیب بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی بعثت سے پہلے فوت ہو گئے تھے اور بعض کہتے ہیں ایک سال بعد۔

امام احمد نے مسند میں کہا ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب خدیجہ نے عرض کی اے رسول اللہؐ میرے جو آپ سے بچے پیدا ہوئے تھے وہ کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا جنت میں۔

اب رہیں زینب ان سے ابو العاص بن ربیع نے شادی کی۔ ابو العاص کا نام مقسم بن عبد العزی بن عبد الشمس تھا۔ وہ زینب کی خالہ ہالہ بنت خویلد خواہر خدیجہ کا لڑکا تھا۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے علی رکھا تھا وہ بچپن ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ زینب کی ابو العاص سے ایک لڑکی تھی جس کا نام امامہ تھا۔ اس سے حضرت علیؑ نے جناب فاطمہؑ کی وفات کے بعد شادی کی۔ بعض کہتے ہیں یہ شادی جناب سیدہؑ کی وصیت کی بنا پر تھی۔ زینب کی وفات ۸ھ میں ہوئی تھی۔

(روایاتِ مستند اور تاریخہائے معتبر سے یہ ثابت ہے کہ جناب فاطمہؑ کے علاوہ حضورؐ کی کوئی صاحبزادی حضرت خدیجہ سے نہیں تھی۔ اس کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ جناب فاطمہؑ کے علاوہ تمام لڑکیاں کافروں سے منسوب تھیں۔ حقیقت یہی ہے کہ جناب سیدہؑ کے علاوہ تمام لڑکیاں ربیبہ تھیں۔ مترجم)

ولادت جناب فاطمہؑ

جناب فاطمہؑ کی ولادت کے متعلق مورخین کا کہنا ہے کہ جناب سیدہ اس وقت پیدا ہوئیں جب کہ قریش بیت اللہ الحرام کو بنا رہے تھے بعثت سے پانچ سال پہلے (روایات شیعہ اس کے خلاف ہیں) اور حضرت علیؑ نے ان سے ہجرت کے دوسرے سال رمضان میں شادی کی اور رخصتی ماہ ذی الحجہ میں ہوئی۔

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابوبکر نے فاطمہؑ کی خواستگاری کی تو رسول اللہ نے فرمایا وہ کم سن ہے اور میں خدا کے فیصلے کا منتظر ہوں۔ پس عمر کی ابوبکر سے ملاقات ہوئی۔ تو ابوبکر نے اس بات کی خبر دی تو انھوں نے کہا رسولؐ نے تمھیں منع کر دیا ہے۔ پھر عمر نے

ان کی خواستگاری کی تو ان کو بھی آپ نے منع کر دیا۔ پھر علیؑ نے خواست گاری کی تو ان سے شادی کر دی اور فرمایا بیشک خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے کر دوں۔ پس حضرت علیؑ نے اپنا اونٹ اور گھر کی کچھ چیزیں فروخت کیں اور جناب فاطمہؑ سے شادی کر لی۔

ابن سعد نے کہا ہے ہمیں ابو رسا نے مجالد سے اس نے عامر سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے فاطمہؑ سے شادی کی حالانکہ میرے اور ان کے لیے مینڈھے کی کھال کے علاوہ کوئی فرش و بستر نہیں تھا۔ رات کو ہم اس پر آرام کرتے اور دن کو اس پر اونٹ کو چارہ کھلاتے۔ جناب فاطمہؑ کے علاوہ میری اور ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

امام احمد نے کتاب فضائل میں لکھا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ابی زید مدنی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب جناب فاطمہؑ کو حضرت علیؑ کے پاس بھیجا گیا تو آپ نے حضرت علیؑ کے پاس سوائے پھیلی ہوئی ریت، ایک تکیہ، ایک کوزہ اور ایک گھڑے کے علاوہ اور کچھ نہ پایا۔ پس رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کی طرف پیغام بھیجا کہ میں کچھ دیر بعد تمھارے ہاں آ رہا ہوں رسول اللہؐ آئے۔ آپ نے پانی منگوایا اس میں وہ دعائیں پڑھیں جو خدا نے چاہیں۔ پھر وہ پانی حضرت علیؑ کے سینے اور چہرے پر چھڑک دیا۔ پھر آپ نے فاطمہؑ کو بلایا۔ وہ اپنی چادر میں اس حالت میں حاضر ہوئیں کہ شرم سے پسینے پسینے ہو رہی تھیں۔ آپ نے سیدہؑ پر پانی چھڑکا اور ان سے کہا یاد رکھو میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو میرے خاندان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب اور عزیز تھا۔ پھر آپ وہاں سے باہر تشریف لائے اور فرمایا اب تم جانو اور تمہاری بیوی۔ ہمارے لیے دعا کرتے رہو۔ یہاں تک کہ آپ اپنے حجرہ میں واپس ہوئے۔

ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے فاطمہؑ کی خواستگاری کی تو رسول اللہؐ سیدہؑ کے پردے کے قریب ہوئے اور فرمایا علیؑ تمہارا رشتہ مانگتے ہیں۔ سیدہؑ خاموش ہو گئیں تو آپؐ نے حضرت علیؑ سے شادی کر دی۔

(حذف اسناد سے) ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں جب رسول اللہؐ نے فاطمہؑ کی شادی حضرت علیؑ سے کر دی تو سیدہؑ نے عرض کی آپ نے میری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو غریب ہے اور جس کے پاس کوئی مال دنیا نہیں تو رسول اللہؐ نے سیدہ سے کہا۔ کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ خدا نے اہل زمین میں سے صرف دو اشخاص کا انتخاب لیا ہے۔ ایک کو تیرا باپ اور دوسرے کو تیرا شوہر قرار دیا ہے۔

احمد نے مسند میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عائشہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جناب فاطمہؑ کی رفتار بالکل رسول اللہؐ سے مشابہ تھی۔ وہ رسول اللہؐ کے پاس تشریف لائیں آپ نے فرمایا مرحبا اے میری بیٹی۔ پھر حضورؐ نے انھیں دائیں طرف بٹھایا پھر کوئی بات بطور راز انھیں بتائی۔ تو وہ رونے لگیں تو میں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے تمھیں مخصوص قرار دیا ہے اور تم روتی ہو۔ پھر آپ نے ایک اور راز کی بات کہی تو وہ ہنسنے لگیں۔ عائشہ کہتی ہیں میں نے فاطمہؑ سے کہا کہ میں نے کبھی اتنا جلد خوشی اور رنج کا قرب آج جیسا نہیں دیکھا رسول اللہؐ نے تم سے کون سی راز کی بات کہی تھی؟ تو سیدہ نے کہا میں رسول اللہؐ کا راز فاش نہیں کر سکتی۔ جب آپ کی رحلت ہو گئی تو میں نے فاطمہؑ سے سوال کیا تو انھوں نے کہا آپؐ نے فرمایا تھا کہ جبریل ہر سال قرآن میرے سامنے ایک مرتبہ پیش کرتا تھا اور اس سال دو مرتبہ کیا ہے میں اس سے سمجھتا ہوں کہ میرا ابلاوا قریب آ گیا ہے اور میرے اہلبیت میں تم سب سے پہلے مجھ سے آ کر ملو گی۔ میں تیرا بہترین سلف ہوں پس میں رو پڑی۔ آپ نے پھر فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم اس امت کی عورتوں کی سردار ہو پس یہ بات تھی جس نے مجھے ہنسا دیا۔ یہ روایت متفق علیہ ہے اور مسلم و بخاری نے اس روایت کے علاوہ جناب فاطمہؑ سے کوئی روایت اپنی اپنی صحیحین میں نقل نہیں کی۔ اور (محدثین نے) کہا ہے کہ سیدہؑ نے رسول اللہؐ سے اٹھارہ حدیثیں اور بعض کے نزدیک اسی حدیثیں نقل کی ہیں مسلم نے مسرر بن مخرمہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جو بات اسے تردّد میں ڈالتی ہے وہ بات مجھے تردّد میں ڈالتی ہے اور جو چیز اسے تکلیف دے تو وہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔ پس جس نے

فاطمہؑ کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضب ناک کیا۔

ابو احمد نے کہا ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ نے فرمایا رسول اللہؐ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فاطمہؑ سے کہا۔ بیشک اللہ تیرے غضب ناک ہونے سے غضب ناک ہوتا ہے اور تیرے راضی ہونے سے راضی ہوتا ہے۔

ہمیں بہت سے محدثین نے اسماعیل بن احمد سمرقندی سے خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو بطنان عرش سے ایک منادی دے گا اے اہل موقف اپنی آنکھیں بند کرلو اور سر جھکا لو تا کہ فاطمہؑ بنت محمدؐ پل صراط سے گزر جائے۔

ابو نعیم نے کتاب حلیہ میں لکھا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابن اعبد سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے مجھے فرمایا کیا میں تجھے اپنے اور فاطمہؑ کے متعلق یہ خبر دوں وہ رسول اللہؐ کی بیٹی اور آپ کے گھر والوں سے سب سے زیادہ آپ سے مکرم و محترم تھیں۔ وہ میری بیوی تھی۔ اس نے اتنی چکی پیسی کہ اس کا ہاتھ زخمی ہو گیا اور مشک سے اتنی مرتبہ پانی بھرا کہ اس کی گردن میں نشان پڑ گیا۔ گھر میں جھاڑو دی یہاں تک کہ اس کے کپڑے میلے ہو گئے۔ ہانڈی کے نیچے آگ جلائی یہاں تک کہ اس سے اسے تکلیف ہوگئی۔ وہ آٹا گوندھتی تھی یہاں تک کہ اس کے سر کے بال طشت میں لگتے تھے۔

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہؑ سے کہا خدا کی قسم میں نے اتنا پانی بھرا ہے کہ میرے سینے میں تکلیف ہونے لگی ہے اور خداوند عالم نے تیرے باپ کے پاس کچھ قیدی بھیجے ہیں پس جا کر ان سے ایک کنیز طلب کرو۔ سیدہ نے فرمایا آٹا پیستے پیستے میرے ہاتھ بھی تھک چکے ہیں۔ پھر جناب رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انھیں اپنی تکالیف بتائیں تو آپ نے فرمایا کیا تم پسند نہیں کرتے کہ میں تمھیں ایسی چیز دوں جو تمھارے لیے اس سے بہتر ہو جس کا تم مطالبہ کرتے ہو۔ ہم نے کہا کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا تم دونوں ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر

پڑھا کرو اور جب بستر پر لیٹنے لگو تو تسبیح کیا کرو۔

ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک رات ہم نے کھانے کے بغیر بسر کی اور صبح بھی اسی طرح گزری۔ پس میں گھر سے نکلا تا کہ کوئی چیز تلاش کروں جس سے گوشت خریدوں۔ پس مجھے کچھ مل گیا جس سے میں نے گوشت خرید کیا۔ وہ فاطمہؑ کے پاس لے آیا انھوں نے پکایا۔ ہم نے رسول اللہؐ کو دعوت دی۔ آپ تشریف لائے اور فرمایا میری بیویوں کے لیے کچھ نکالو پس سیدہؑ نے رسولؐ کی نو بیویوں کے لیے اس ہنڈیا میں سے بھی نکالا۔ پھر آپ نے فرمایا اپنے باپ اور شوہر کے لیے نکالو پس سیدہؑ نے تعمیل حکم کی۔ پھر سیدہؑ نے اس کا ڈھکنا اٹھایا تو وہ ہنڈیا جوں کی توں پر تھی۔ اس سے ہم کھاتے رہے جب تک کہ خدا نے چاہا۔

ایثارِ اہل بیتؑ

علماء مفسرین نے کہا ہے کہ انہی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شره مستطیراً الخ وہ نذر کو پورا کرتے اور اس دن کا خوف رکھتے ہیں جس کی مصیبت پھیلی ہوئی ہوگی۔

ہمیں ابوالمجد محمد بن ابی المکارم نے خبر دی ہے (حذف اسناد سے) ابن عباس سے روایت ہے وہ آیت یوفون بالنذر کے بارے میں کہتے ہیں کہ حسنؑ و حسینؑ بیمار ہوئے پس ان کی عیادت کو رسول اللہؐ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ عمر و ابوبکر تھے اور تمام عرب نے ان کی عیادت کی۔ ان عیادت کرنے والوں نے کہا اے ابوالحسن کیا اچھا ہوتا کہ آپ اپنے بیٹوں کے لیے نذر مانتے اور جو نذر پوری نہ کی جائے اس کا تو کوئی فائدہ ہی نہیں۔ پس حضرت علیؑ نے کہا میں اللہ کے لیے نذر کرتا ہوں کہ اگر میرے بچے اس مرض سے صحت یاب ہو گئے تو میں شکریہ کے طور پر تین روزے رکھوں گا اور جناب فاطمہؑ نے بھی یہی کہا اور اس کنیز نے جس کا نام فضہ تھا یہی کہا پس دونوں شہزادوں نے لباس عافیت پہنا اور آل محمدؐ کے پاس دولت دنیا میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ پس حضرت علیؑ

شمعون یہودی کے پاس گئے اور اس سے تین صاع جو بہ طور قرض لیے پھر وہ یہ لے کر جناب سیدہؑ کے پاس آئے۔ پس سیدہؑ نے اس میں سے ایک صاع جو لے کر پیسے اور ان کی پانچ روٹیاں پکائیں ہر ایک کے لیے ایک روٹی اور حضرت علیؑ نے نماز مغرب رسول اکرمؐ کے ساتھ ادا کی پھر گھر میں تشریف لائے کھانا سب کے سامنے رکھا گیا تو ایک سائل یا مسکین آیا اور وہ دروازہ پر کھڑا ہو کر کہنے لگا تم پر سلام ہو اے اہلبیت محمدؐ! میں مسلمانوں کے مساکین میں سے ایک مسکین ہوں مجھے تم کھانا کھلاؤ خدا تمھیں جنت کے دستر خوانوں میں سے کھانا کھلائے گا۔ پس علیؑ نے اس کی آواز سنی تو فرمایا۔

فاطمہ ذات المجد و الیقین   یا بنت خیر الناس اجمعین

اے فاطمہؑ صاحبِ بزرگی ویقین اے تمام لوگوں سے بہترین شخص کی بیٹی

اما ترین البائس المسکین   قد قام بالباب لہ حنین

کیا تکلیف دہ مسکین کو نہیں دیکھتی کہ وہ دروازہ پر کھڑا ہے اور اس کا درد بھرا لہجہ ہے۔

یشکر الی اللّٰہ و یستکین   یشکر الینا جائع حزین

وہ اللہ کی بارگاہ میں شکوہ کر رہا ہے اور عاجزی ظاہر کر رہا ہے اور ہمارے پاس بھوکا اور محزون شکایت لے کر آیا ہے۔

کل امرء بکسبہ رھین   وفاعل الخیرات یستبین

ہر شخص اپنے کسب کا مرہون ہے اور اچھے کام کرنے والا واضح ہو جاتا ہے۔

موعدہ جنت علیین   حرمھا اللّٰہ علی الفسنین

اس کی وعدہ گاہ علیین کی جنت ہے کہ جسے اللہ نے بخیل پر حرام قرار دیا ہے۔

وللبخیل موقف مھین   تھوی الی النار والسجین

شراب الحمیم والغسلین

اور بخیل کے لیے ایک خوار کرنے والا موقف ہے جس سے وہ سجین کی آگ میں گر پڑے گا۔

پس جناب فاطمہؑ نے عرض کی:

اطعمہ ولا ابالی الساعة ارجوا اذا اشبعت ذامجاعة

میں ابھی اسے کھانا دیتی ہوں اور کوئی پرواہ نہیں کرتی اور جب میں بھوکے کو سیر کرتی ہوتو امید۔

ان الحق الاخیار و الجماعة واسکن الخلد ولی شفاعة

رکھتی ہوں کہ میں اخیار کے گروہ سے مل جاؤں اور جنت خلد میں سکونت پذیر ہوجاؤں اور مجھے حق شفاعت مل جائے۔

ابن عباس نے کہا ہے پس انھوں نے اس مسکین کو کھانا دے دیا اور اس دن اور رات انھوں نے سادہ پانی کے علاوہ کوئی چیز نہ چکھی! جب دوسرا دن ہوا تو جناب فاطمہؑ نے کچھ جو پیسے اور ان سے پانچ روٹیاں بنائیں۔ حضرت علیؑ نماز مغرب پڑھنے کے بعد گھر تشریف لائے۔ پس ایک یتیم آیا اور دروازہ پر کھڑے ہوکر اس نے کہا تم پر سلام ہو اے اہلبیت محمدؐ میں مہاجرین کی اولاد میں سے ایک یتیم ہوں میرا والد شہید ہوگیا ہے مجھے کھانا کھلاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمھیں رزق دیا ہے خدا تمھیں جنت کے دسترخوانوں میں سے کھانا کھلائے۔ پس حضرت علیؑ نے فرمایا:

فاطمہ بنت سید الکریم بنت نبی لیس بالذمیم

اے فاطمہ سید کریم نبی کی بیٹی وہ نبی جسے کسی قسم کا عیب نہیں لگایا جاسکتا۔

قد جاء نا اللّٰہ ھذا یتیم قد حرم الخلد علی اللئیم

ہمارے پاس خدا اس یتیم کو لایا ہے اور بیشک خدا نے جنت بخیل پر حرام قرار دی ہے۔

یخمل فی الحشر الی الجحیم شرابہ الصدید والحمیم

بخیل کو محشر میں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا جس میں پینے کے لیے پیپ اور گرم پانی ہوگا۔

ومن یجود الیوم فی النعیم شرابہ الرحیق والتسنیم

اور جو آج کے دن سخاوت کرے تو جنت نعیم میں اس کا شربت خالص شراب اور تسنیم ہوگا۔

جناب فاطمہؑ نے جواباً عرض کیا:

انی اطعمہ لا ابالی واوثر اللّٰہ علی عیالی

امسو جیاعٌ وھم اشبالی

میں اسے کھانا کھلاؤں گی اور پرواہ نہیں کروں گی اور میں خدا کو اپنے بچوں پر ترجیح دوں گی۔ خواہ وہ میرے بیٹے ہوتے ہوئے بھی بھوکے رات بسر کریں اور سارا کھانا یتیم کو دے دیا۔

پس جب تیسرا دن آیا تو فاطمہؑ نے باقی جو پیسے اور روٹیاں پکائیں پس حضرت علیؑ نماز مغرب کے بعد آئے پس ایک قیدی آیا وہ دروازہ پر رکا اور کہنے لگا تم پر سلام ہو اے اہلبیت محمد! میں اسیر و محتاج ہوں ہمیں قید کرتے ہو اور کھانا نہیں کھلاتے ہمیں کھانا کھلاؤ اس بچت سے جو خدا نے تمھیں رزق دیا ہے۔ اس کی آواز حضرت علیؑ نے سنی تو فرمایا:

فاطمہ یا بنت النبی احمد بنت نبی سید مسود

اے فاطمہؑ اے نبی احمد کی بیٹی اے نبی سید کی بیٹی جس کی سرداری تسلیم کر لی گئی ہے۔

منی علیٌ اسیرنا المقیّد من یطعم الیوم یجدہ فی غد

ہمارے مقید اسیر پر احسان کر جو آج کے دن کھانا کھلائے گا وہ کل اسے موجود پائے گا۔

عند العلی المساجد المجد من یزرع الخیرات سوف یحصل

بلند و بزرگ صاحب مجد خدا کے پاس اور جو خیرات کا درخت بوئے عنقریب اسے کاٹے گا۔

تو جناب سیدہؑ نے فرمایا:

لم یبق عندی الیوم غیر صاع　　　قد مجلت لفی مع الذراع

میرے پاس صرف ایک صاع باقی رہ گیا ہے میرے ہاتھ بازو سمیت تھک چکے ہیں۔

ابنائ واللّٰہ من الجیاع　　　ابوھما للخیر ذو اصطناع

خدا کی قسم میرے بچے بھوکے ہیں اوران کا باپ نیکی کرنا چاہتا ہے۔

پھر انھوں نے وہ کھانا اٹھا کر اس قیدی کو دے دیا۔ جب چوتھا دن ہوا تو حضرت علیؑ نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس حالت میں کہ دونوں بیٹوں کو اٹھائے ہوئے تھے جن کی حالت مرغ کے بچوں کی طرح تھی۔ جب رسول اللہؐ نے ان دونوں کو دیکھا تو فرمایا اور میری بیٹی کہاں ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ وہ محراب عبادت میں ہے۔ پس رسول اللہ کھڑے ہو گئے اور جناب سیدہؑ کے پاس تشریف لائے اور سیدہ کا شکم مبارک پشت سے لگ چکا تھا' بھوک کی شدت سے ان کی آنکھیں دھنس چکی تھیں۔ پس نبی کریمؐ نے فرمایا میں اللہ کی بارگاہ میں آل محمدؐ کے لیے فریاد کرتا ہوں کہ وہ بھوک سے مر رہے ہیں۔ پس جبرئیل نازل ہوئے اور وہ آیت پڑھ رہے تھے۔ یوفون بالنذر الخ

سورہ ھل اتیٰ (دھر)

ان میں سے خدا کا یہ قول ہے یشربون من کاس کان مزاجھا کافوراً (وہ پئیں گے ایسے پیالے سے جس میں کافور کا امتزاج ہوگا) اس میں کافور کا ذکر کیوں کیا گیا ہے حالانکہ پیا نہیں جاتا اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے ایک یہ کہ اس شراب کی سفیدی اپنے حسن میں اور خوشبو کی پاکیزگی اور ٹھنڈک میں کافور کی طرح ہوگی دوسرا یہ کہ کافور ہی جنت میں ایک چشمہ ہے۔ تیسرا یہ کہ چونکہ دنیا میں خوف کی گرمی ان پر غالب رہی تھی تو جنت میں کافور کو ملا دیا گیا۔

ان فضائل میں سے ایک ویطعمون الطعام علی حبہ بعض کہتے ہیں کہ ضمیرہ اللہ کی طرف لوٹتی ہے یعنی وہ کھانا اللہ کی محبت اور بعض کہتے ہیں محبت سے ثواب

مراد ہے اور بعض کہتے ہیں کھانے کی چاہ کے باوجود کیونکہ اس وقت انھیں کھانے کی ضرورت تھی اور ان میں سے اسی قول میں لایرون فیھا شمسا ولا زمھریرا زمہریر سے مراد چاند ہے نہ وہ جنت میں آفتاب دیکھیں گے اور نہ ماہتاب کو۔

ولیلة ظلامھا قد المتکبر   قطعتھا والزمھریر ماظھر

اور ایک ایسی رات تھی کہ جس کی تاریکی نے حملہ کیا اس کو میں نے عبور کیا حالانکہ اس کا چاند ظاہر نہیں ہوا تھا۔

اور ان میں سے خدا کا ایک یہ قول ہے اذا رعیتم حسبتم لولوء منشورا یعنی جنت میں غلمان کو دیکھے گا تو انھیں بکھرے ہوئے موتی خیال کرے گا۔ اگر آپ کہیں کہ بکھرے ہوئے کی جگہ منظوم موتی اچھے معلوم ہوتے ہیں تو جواب یہ ہے۔ گویا کہ وہ غلمان خدمت کے لیے پھیل جائیں گے۔ چونکہ دنیا میں ان ذوات مقدسہ نے تکالیف برداشت کی تھیں تو خداوند عالم نے جنت میں ان کے لیے خادم مقرر کر دیے ہیں اور ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ خداوند عالم نے تمام نعمات ولذاتِ جنت کا اس سورہ میں تذکرہ فرمایا ہے مثلاً درخت، نہریں، غلمان، کھانے، محلات اور جو چیزیں اس باب سے متعلق ہیں سوائے حور کے، یہاں تک کہ علماء کو ان اجزوں پر تعجب ہوا اور انھوں نے حور کے نہ ہونے کو عیب سمجھا تو ان سے کہا گیا کہ اس بات میں جناب سیدہؑ کے اعزاز ووقار کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یا یہ مقصد ہے کہ حوریں پھر بھی کنیزیں ٹھہریں اور کنیزوں کا ذکر آزاد خواتین کے مقابلے میں نہیں کیا جاتا میرے (مؤلف) کے جد مادری کو بغداد میں مجالس وعظ میں ۵۹۶ھ میں یہ اشعار کہتے سنا جو انھوں نے کتاب ''تبصرة المبتدی'' میں ذکر کیے ہیں وہ اشعار یہ ہیں:

اھوی علیا وایمانی محبته   کما مشرک دمه من سیفه وکفا

میں علیؑ سے عشق رکھتا ہوں اس کی محبت میرا ایمان ہے، کتنے مشرک ہیں جن کا خون اس کی تلوار سے بہا۔

ان کنت ویحک لم تسمع فضائله   فاسمع مناقبه من ھل اتی ولفی

تجھ پر وائے ہو اگر تو نے اس کے فضائل نہیں سنے تو سورہ ھل اتی اور آیت قل کفی سے سن۔

جناب فاطمہؑ کا رسول اللہؐ کے لیے نوحہ کرنا اور آپ کی فصاحت

سعدی نے اپنے بزرگوں سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب رسول اللہؐ کی رحلت ہوئی تو سیدہؑ آپ کا نوحہ پڑھنے کے لیے کھڑی ہوئیں' فرمایا:

ابی وا ابتاہ　　اجاب زباد عاہ

جنت الفردوس ماواہ　　من ربہ ما اوفاہ

اتی جبریل نعاہ

میرے بابا ہائے میرے بابا آپ نے رب کے بلاوے پر اجابت کی آپ کے رہنے کی جگہ جنت فردوس ہے وہ اپنے رب سے کس قدر قرب و منزلت رکھتے ہیں جبریل ان کی موت کی خبر لایا تھا۔

جب سرکار رسالت نے وقت وفات ہائے مصیبت کہا تو سیدہؑ نے کہا ہائے میرے باپ کی مصیبت' تو آپ نے فرمایا آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی دکھ و مصیبت نہیں!

اور جب سرکار رسالتؐ دفن ہو چکے تو سیدہ نے فرمایا اے انس تمھارے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ رسول اللہؐ پر مٹی ڈالو؟

شعبی نے کہا ہے کہ جب سیدہؑ کو ان کی میراث سے محروم کر دیا گیا تھا تو انھوں نے اپنے سر پر اوڑھنی سے پٹی باندھ لی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائیں اور رسول اللہؐ کے کچھ اوصاف بیان کیے۔ منجملہ آپ کے دیگر ارشادات کے یہ بھی تھا:

جس وقت بھی مشرکین کی طرف سے کوئی مصیبت اپنا منہ کھولتی یا شیطان کا سینگ ظاہر ہوتا تو آپ اپنے قدموں سے اس کی ناک رگڑ دیتے۔ اور اس کے شعلے اپنی تلوار سے بجھا دیتے اور اس کے سینگ کو اپنے پختہ ارادہ سے توڑ دیتے۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے ان کے لیے اپنے انبیاءؑ کے گھر اور اصفیاء و محبوب بندوں کی جائے قرار کو

پسند کیا تو دنیا نے تمہاری طرف اپنا سر بلند کیا۔ پس میں نے تمھیں اس حالت میں پایا کہ تم دنیا کی پکار کا جواب دینے لگے اور اس کے دھوکے اور غرور کی طرف دیکھنے لگے۔ یہ بات تم سے ہوئی حالانکہ عہد رسالت قریب اور مدت زیادہ نہ گزری تھی۔ اور (رسولؐ کی) جدائی کا ابھی زخم مندمل نہیں ہوا تھا پس کہاں سرگرداں پھر رہے ہو حالانکہ اللہ کی کتاب تمھارے درمیان موجود ہے۔ اے ابی قحافہ کے بیٹے کیا تم تو اپنے باپ کے وارث بنو اور میں اپنے باپ کی وارث نہ ہوسکوں۔ پس لے لو دنیا کی اس اونٹنی کو درانحالیکہ اس پر پالان رکھا ہوا ہے اور وہ مستحق مذمت ہے۔ پس بہترین حاکم حق تعالیٰ ہے اور وعدہ گاہ قیامت ہے اور ہر نبا کے لیے ایک جائے استقرار ہے اور عنقریب تمھیں معلوم ہو جائے گا۔ پھر سیدہؑ نے رسول اللہؐ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

قد کان بعدک ابناء وھنثة　　　لو کنت شاھد ھالم تکبر التوب

آپ کے بعد کچھ باتیں اور سخت مصیبت آ گئی اگر آپ موجود ہوتے تو یہ مصیبتیں نہ بڑھتیں۔

انا فقد ناک فقد الارض وابلھا　　　واعتیک اھلک لی اغتالک التوب

ہم نے آپ کو اس طرح مفقود پایا جیسے زمین سے بارش مفقود ہو اور تیرے اہلبیت کو ہلاک کرنے کی ٹھان لی گئی جب خاک نے آپ کو پوشیدہ کر دیا!

وقد و زئنا بما لمریرزہ احد من البریة لاعجم ولا عرب اور ہم پر ایسی مصیبت آ پڑی کہ ویسی مصیبت آج تک مخلوقات میں سے کسی عجم پر پڑی تھی نہ عرب پر۔ پھر سیدہؑ نے اس دنیا سے کنارہ کشی کر لی اور ہمیشہ رسول اللہؐ پر ندبہ اور گریہ کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے ساتھ جا ملحق ہوئیں۔

وفات جناب سیدہؑ!

مورخین نے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ کی وفات سے لے کر سیدہؑ بیمار رہنے لگیں اور ایک روایت ہے کہ جب سیدہؑ کو موت کا احساس ہوا تو انھوں نے ایک وصیت لکھی

اور اس پر زبیر ابن عوام اور مقداد بن اسود کو گواہ قرار دیا وہ وصیت حضرت علیؑ کو اور علیؑ کے بعد اپنی اولاد میں سے بڑے بیٹے کو اور منجملہ وصیتوں کے سات باغوں کے متعلق وصیت تھی (وہ باغ یہ تھے) ا۔حسنی ۲۔صافیہ ۳۔دلال ۴۔عواف ۵۔برمہ ۶۔تمیم اور ۷۔مال ام ابراہیم۔

آپ کے غسل کے متعلق مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) کہ ام سلمہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں سیدہؑ فاطمہ بیمار ہوئیں تو میں ان کی تیمارداری کرتی تھی۔ ایک دن صبح کے وقت وہ اچھی حالت میں تھیں حضرت علیؑ گھر سے باہر تشریف لے گئے تو مجھ سے کہنے لگیں اے اماں میرے لیے غسل کا اہتمام کرو میں نے تعمیل ارشاد کی آپ اٹھیں اور بہترین طریقے سے غسل کیا جیسا کہ کیا کرتی تھیں۔ پھر فرمایا کہ میرے نئے کپڑے لے آؤ۔ میں نے وہ کپڑے حاضر کیے آپ نے زیب تن فرمائے پھر فرمایا حجرہ کے درمیان فرش بچھا دو میں نے ویسا ہی کیا آپ اس پر لیٹ گئیں اور منہ قبلہ کی طرف کر لیا اور اپنا ہاتھ گردن کے نیچے رکھ لیا اور فرمایا۔ میں اس دنیا سے جا رہی ہوں اور غسل کر چکی ہوں پس مجھے کوئی غسل نہ دے اور آپ کی رحلت ہو گئی۔ پس حضرت علیؑ آئے میں نے انھیں اطلاع دی۔ وہ رونے لگے اور کہنے لگے ان کے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے پھر سیدہؑ کے اسی غسل کے ساتھ ان کا جنازہ اٹھایا' ان پر نماز ادا کی گئی اور دفن کر دیا۔ حضرت علیؑ نے مجھ سے فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ کو نہ بتانا میں نے کہا کہ نہیں بتاؤں گی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اسماء بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا اور زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے انھیں غسل دیا اور نماز پڑھائی اور رات کے وقت جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ جب حضرت علیؑ سیدہؑ کو دفن کر چکے تو یہ اشعار کہے:

لکل اجتماع من خلیلین فرقة   و کل الذی دون الفراق قلیل

ہر دو دوستوں کے اجتماع کے بعد فراق ہوتا ہے اور جدائی کے مقابل ہر مصیبت ہیچ ہے۔

وان افتقادی فاطماً بعد احمد   دلیل علی ان لایروم خلیل

اور میرا احمد مصطفیٰ کے بعد فاطمہ کو مفقود پانا دلیل ہے اس بات کی کہ کوئی دوست ہمیشہ رہنے والا نہیں۔

نیز یہ اشعار بھی آپ نے ارشاد فرمائے:

الا یا ایھا الموت الذی لیس تارکی   ارضی فقدا فیت کل خلیل

اے وہ موت جو مجھے چھوڑنے والی نہیں ہے مجھے راحت پہنچا کیونکہ تو نے میرے ہر خلیل و دوست کو فنا کر دیا ہے۔

ازاں بصیرا بالذین اجمھم   کانک تخر نحوھم بدلیل

میں تجھے بابصارت سمجھتا ہوں ان لوگوں کے بارے میں جنھیں میں دوست رکھتا ہوں گویا کسی رہبری کرنے والے کے ذریعے تو ان کا قصد کرتی ہے۔

پھر حضرت علیؑ رسول اللہؐ کی قبر کے پاس آئے اور کہا آپ پر سلام ہو اے اللہ کے رسول اور آپ کی بیٹی پر جو آپ کے جوار میں نازل ہو رہی ہے اور جو بہت جلدی آپ سے ملحق ہوئی ہے۔ میرا صبر اس کے فراق میں کم ہو گیا ہے اور میری قوت و طاقت میں کمزوری آ گئی ہے۔ ہاں البتہ آپ کی عظیم جدائی تاسی اور آپ کی سخت مصیبت میرے لیے تاسی اور اقتدا کے لیے کافی ہے پس ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہمیں اس کے پاس واپس جانا ہے پس امانت واپس لوٹا لی گئی اور گروی شدہ چیز واپس لے لی گئی۔ بہرحال میرا حزن و ملال آپ دونوں پر ہمیشہ رہے گا اور میری رات بیداری میں کٹے گی۔ یہاں تک کہ خداوند عالم میرے لیے بھی آپ کا وہ گھر پسند فرمائے جس میں آپ مقیم ہیں اور اس گندے اور گنہ گار کرنے والے گھر سے مجھے منتقل کر دے۔

اور امام احمد نے کتاب فضائل میں (حذف اسناد کے ساتھ) کہا ہے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے (علیؑ سے) فرمایا اے دو پھولوں کے باپ عنقریب تیرے دونوں رکن تجھ سے چھن جائیں گے پس جب رسول اللہؐ کی وفات ہوئی تو انھوں نے کہا یہ ان دونوں رکنوں میں سے ایک تھے اور جب حضرت

فاطمہؑ کی وفات ہوئی تو فرمایا اور یہ دوسرا رکن ہے۔
مورخین کا اختلاف ہے کہ سیدہؑ اور رسول اللہؐ کی وفات میں کتنے دن کا فاصلہ تھا۔ اس میں چند قول ہیں ایک یہ ہے کہ دس دن کم چھ مہینے کیونکہ سیدہ کی وفات بروز منگل کی رات تیسری ماہ رمضان ۱۱ ہجری میں ہوئی اور رسول اللہؐ نے ۱۱ ربیع الاوّل کو وفات پائی تھی۔ دوسرا قول تین ماہ کا ہے اور تیسرا دو ماہ اور دس دن ہے۔ اسی طرح آپ کے سن مبارک میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔
اور میں نے کتاب موالید اہل بیت میں دیکھا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا فاطمہ (اعلان نبوت کے) پانچ سال بعد پیدا ہوئیں اور اپنے والد بزرگوار کے ساتھ آٹھ سال مکہ میں قیام کیا اور دس سال مدینہ میں قیام رہا اور رسول اللہؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ کے ساتھ ستر دن گزارے اور ایک روایت ہے کہ چالیس دن گزارے۔ اور آپ کی جب وفات ہوئی تو ان کا سن مبارک اٹھارہ سال تھا۔ (اگرچہ مؤلف نے اس روایت کو غلط قرار دیا ہے لیکن گھر کی باتیں گھر والے بہتر جانتے ہیں)

اولاد امجاد

آپ کی اولاد حسنؑ و حسینؑ اور زینبؑ و ام کلثومؑ تھیں۔ پہلے حسنؑ پیدا ہوئے پھر حسینؑ پھر زینبؑ اور پھر ام کلثومؑ۔ پس زینبؑ کی شادی عبداللہ ابن جعفر سے ہوئی آپ سے عون اور عبداللہ پیدا ہوئے۔ آپ کی وفات اپنے شوہر کی زندگی میں ہوئی۔ اور ان (ام کلثومؑ) کے ساتھ عون بن جعفر نے شادی کی۔ عون کی آپ سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور عون فوت ہوئے تو ان کے بھائی محمد بن جعفر سے شادی کی۔ پھر محمد کے بعد عبداللہ بن جعفر سے نکاح ہوا اور عبداللہ کی زوجیت میں وفات پائی اور ابن اسحٰق نے حضرت علیؑ سے سیدہ فاطمہؑ کی اولاد میں مزید جناب محسن کا ذکر کیا ہے۔ جو بچپن میں (شہید) فوت ہوئے اور لیس بن سعد نے مزید ایک شہزادی بنام رقیہ جو صغر سنی ہی میں وفات پا گئی تھیں کو بیان کیا ہے۔

آئمہ علیہم السلام کا تذکرہ

امام احمد نے کتاب فضائل میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) علی بن ربیعہ نے کہا ہے کہ میں نے زید بن ارقم سے ملاقات کی تو ان سے کہا کیا آپ نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا تھا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک ان میں سے دوسری سے بڑی ہے۔ زید نے کہا ہاں میں نے آپ کو یہ کہتے سنا کہ میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑتا ہوں اللہ کی کتاب جو آسمان اور زمین کے درمیان ایک کھینچی ہوئی رسی ہے اور اپنی عترت جو میرے اہلبیت ہیں خبردار یہ ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے جب تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر حاضر نہ ہوں۔ خبردار دیکھنا کہ میرے بعد ان کے ساتھ تم کیا برتاؤ کرتے ہو۔

مسلم نے اپنی صحیح میں زید بن ارقم کی حدیث بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ہم میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے ایک پانی کے گڑھے کے قریب کہ جسے خم کہا جاتا تھا یا جسے خما پکارا جاتا تھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا۔ پس آپ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور وعظ و ذکر الٰہی بجالائے۔ پھر فرمایا امابعد اے لوگو سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد آئے اور میں اس کے بلاوے کا جواب دوں اور میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں نور اور ہدایت ہے پس اللہ کی کتاب کو مضبوط پکڑو اور اس سے متمسک ہو جاؤ۔ پس آپ نے کتاب خدا کی اقتدا پر اکسایا اور ترغیب دلائی پھر فرمایا اور میرے اہلبیت اور میں تمھیں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ اپنے اہل بیت کے معاملے میں یہ فقرہ دو مرتبہ فرمایا۔

پس حصین بن سیرہ نے زید بن ارقم سے کہا اور کون ہیں آپ کے اہل بیت اے زید۔ کیا آپ کی بیویاں آپ کے اہلبیت سے نہیں تو زید نے کہا ہاں آپ کی بیویاں اہل

خانہ ہیں لیکن اہل بیت تو وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

اور ایک روایت ہے کہ پس زید نے کہا نہیں خدا کی قسم عورت مرد کے ساتھ ایک زمانہ تک رہتی ہے پھر وہ اسے طلاق دے دیتا ہے پس وہ اپنے باپ اور قوم و قبیلے کے پاس چلی جاتی ہے لیکن آپ کے اہلبیت تو آپ کے وہ عزیز و اقارب ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

اور امام احمد نے کتاب فضائل میں (حذف اسناد کے ساتھ) کہا ہے حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے کرنے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم ان چار میں سے چوتھے ہو جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور حسنؑ و حسینؑ اور ان کی ماں اور ہماری اولاد و ذریت ہمارے پیچھے ہوگی اور ہمارے شیعہ ہم سب کے پیچھے ہوں گے۔

ایک روایت ہے کہ ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں پس جب ستارے جاتے رہے تو اہل آسمان بھی ختم ہو جائیں گے اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لیے امان ہیں۔ پس جب میرے اہلبیت اس دنیا سے اٹھ گئے تو اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔

اور ابو الفرج اصفہانی نے کتاب مرج البحرین میں اپنی سند کے ساتھ ابو ذر سے روایت کی ہے۔ ابو ذر کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے الگ رہا وہ غرق ہو گیا۔

حضرت علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالبؑ

اور وہ ابو الائمہ ہیں اور ان کی کنیت ابو الحسن اور لقب زین العابدین ہے اور رسول اللہؐ نے آپ کا نام سید العابدین رکھا تھا (جیسا کہ ہم آپ فرزند محمد کے حالات میں ذکر کریں گے) اور سجاد ذو الثفنات زکی اور امین ہے۔ ثفنات اونٹ کے ان اعضاء کو کہا جاتا ہے جو اسے بٹھانے کے وقت زمین پر لگتے اور سخت ہو جاتے ہیں چونکہ آپ طویل سجدے کرتے تھے لہٰذا آپ کے سجدۂ اعضاء پر گھٹے ہو جاتے تھے۔ آپ کی والدہ کنیز تھیں اور بعض کے نزدیک ان کا نام شاہ زناں تھا۔ آپ کی ولادت ۳۸ھ میں ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ ۳۷ھ ہے اور بعض کے نزدیک ۳۳ھ ہے۔ آپ تابعین کے طبقہ ثالثہ میں سے ہیں۔ آپ واقعہ کربلا میں اپنے والد کے ساتھ تھے لیکن چونکہ آپ بیمار تھے لہٰذا شہید نہیں ہوئے۔ واقعہ کربلا کے وقت آپ کی عمر ۲۳ سال تھی۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نسل کے منقطع ہونے سے خائف تھے۔ پس آپ نے جنگ صفین کے دن فرمایا جبکہ حسنؑ و حسینؑ کو جنگ میں سبقت کرتے ہوئے دیکھا اور بعض کہتے ہیں کہ صرف حسینؑ کو دیکھ کر فرمایا کہ میری طرف سے اس نوجوان کو روکو کہ وہ میری کمر کو نہ توڑ دے کیونکہ میں اسے موت سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ نسل منقطع نہ ہو جائے۔

ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ قابل وثوق، مامون، کثیر الحدیث، بلند مرتبہ، رفیع القدر، پرہیز گار، عابد اور خوف خدا رکھنے والے تھے۔

اور کہا ہے ابن عباس جب انھیں دیکھتے تو کہتے مرحبا اے حبیب فرزند حبیب

اور ابن سعد نے کہا ہے کہ آپ مہندی اور سیاہ خضاب لگاتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ صرف سیاہ خضاب ہی لگایا کرتے تھے اور ابن خلدون نے کتاب تذکرہ میں زہری سے

ذکر کیا ہے کہ وہ کہتا ہے عبدالملک بن مروان نے مدینہ سے حضرت علی بن الحسینؑ کو گرفتار کرایا' آپ کو زنجیر پہنائی اور آپ پر کچھ نگہبان مقرر کیے۔ زہری کہتا ہے میں نے ان نگہبانوں سے اجازت لی کہ میں آپ سے وداع ہولوں انھوں نے اجازت دے دی' میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا درآنحالیکہ بیڑیاں آپ کے پاؤں میں اور ہتھکڑیاں آپ کے ہاتھوں میں تھیں اور آپ ایک خیمہ میں تھے۔ میں رونے لگا اور عرض کی میں دوست رکھتا ہوں کہ آپ کی جگہ میں ہوتا اور آپ صحیح وسالم ہوتے تو فرمایا اے زہری کیا تیرا خیال ہے کہ جو چیزیں تو مجھ پر اور میری گردن میں دیکھ رہا ہے یہ مجھے کوئی ضرر پہنچا رہی ہیں اور اگر میں چاہوں تو یہ نہ رہیں اور یہ تو مجھے عذاب خدا یاد دلاتی ہیں۔ پھر آپ نے اپنے پاؤں بیڑیوں اور ہاتھ ہتھکڑیوں سے باہر نکال لیے۔ پھر فرمایا میں ان کے ساتھ مدینہ سے دو میل تک بھی نہیں رہوں گا۔ پس چار راتیں گزری تھیں کہ وہ نگاہبان جو آپ کے ساتھ تھے واپس مدینہ آئے اور آپ کو تلاش کرنے لگے۔ انھوں نے آپ کو نہ پایا تو میں نے ان سے سوال کیا وہ کہنے لگے کہ ہم آپ کو اپنی نگرانی میں سمجھتے تھے اور یہ کہ وہ اترے ہوئے ہیں اور ہم ان کے گرد انکی نگہبانی کر رہے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو وہ ہمیں نہ ملے اور بیڑیاں موجود تھیں۔

زہری کہتا ہے اس کے بعد میں عبدالملک کے پاس گیا اس نے آپ کے متعلق مجھ سے سوال کیا تو میں نے اسے بتایا وہ کہنے لگا جس دن نگہبانوں سے وہ گم ہوئے تھے میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا تجھے مجھ سے کیا سروکار ہے میں نے کہا کہ آپ میرے پاس قیام کیجئے تو فرمایا میں اسے پسند نہیں کرتا پھر آپ چلے گئے۔ پس خدا کی قسم میرا دل خوف سے بھر گیا۔

ابن ابی الدینا نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبدالرحمٰن بن حفص قرشی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ جب وضو کرتے تو آپ کا رنگ مبارک زرد ہو جاتا۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ کیا بات ہے جو وقت وضو آپ کا معمول بن گئی ہے۔ تو فرمایا کیا تمھیں معلوم ہے میں کس کے سامنے کھڑا ہونے کا قصد کر رہا ہوں ابن

سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ جب حضرت علی بن الحسینؑ چلتے تو آپ کے ہاتھ حرکت نہیں کرتے تھے۔ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کانپنے لگتے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیا ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا تمھیں کیا معلوم کہ میں کس سے مناجات کرنا چاہتا ہوں۔

اور ابن ابی الدینا نے کہا ہے (حذف اسناد سے) ابوالفرج اصفہانی نے بیان کیا کہ حضرت علی بن الحسینؑ کے گھر میں آگ لگ گئی تھی اس وقت آپ محراب عبادت میں تھے۔ لوگ کہنے لگے اے فرزند رسول آگ ہے آگ لیکن آپ بلا تردد عبادت میں مشغول رہے یہاں تک کہ آگ بجھ گئی۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ کو گھر کی آگ کی کوئی پرواہ نہ ہوئی تو فرمایا میں آخرت کی آگ بجھانے میں مصروف رہا۔

اور قرشی نے کہا ہے کہ ایک شخص حضرت علی بن الحسینؑ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا فلاں شخص آپ کو ناسزا کہہ رہا تھا آپ نے فرمایا میرے ساتھ اس کے پاس چلو وہ شخص آپ کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس کا گمان تھا کہ آپ اس سے انتقام لیں گے لیکن جب آپ اس کے پاس پہنچے تو فرمایا۔ اے فلاں جو کچھ تو نے میرے حق میں کہا ہے اگر حق تھا تو خدا مجھے معاف کرے اور اگر باطل تھا تو خدا تجھے معاف کرے۔

یہ بھی قرشی نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) کہ علی بن الحسینؑ اور حسن بن حسن کے درمیان کوئی منافشہ تھا پس حسن حضرت کے پاس آئے جبکہ آپ اپنے اصحاب کے زمرہ میں مسجد میں تشریف فرما تھے تو انھوں نے سب کچھ کہہ ڈالا اور آپ خاموش رہے اور حسن واپس چلے گئے لیکن رات کے وقت حسن علی بن الحسینؑ کے گھر آئے اور عذر و معذرت کی باتیں کرنے لگے۔ پس حسن باہر نکلے اور انھوں نے آپ کو گلے سے لگا لیا۔ دونوں رونے لگے یہاں تک کہ حاضرین سخت تعجب ہوا۔ پھر حسن نے کہا خدا کی قسم میں دوبارہ کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا جس سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ پس آپ نے فرمایا جو کچھ تم نے کہا ہے میں تم کو معاف کرتا ہوں۔

ابونعیم نے حلیہ میں ذکر کیا ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) آپ فرمایا کرتے

تھے دوستوں کا نہ ہونا منافرت ہے۔

اور حضرت امام محمد باقرؑ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا خدایا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے تو میرا ظاہر اچھا ہو اور میرا باطن برا ہو۔ خدایا جس طرح میں نے قصور کیا ہے اور تو نے میرے ساتھ احسان کیا ہے پس اگر مجھ سے وہ دوبارہ سرزد ہو تو دوبارہ بھی ایسا ہی کرنا۔

اور حضرت امام محمد باقر نے فرمایا کہ آپ نے فرمایا تحقیق ایک گروہ نے خدا کی عبادت اس کے خوف سے کی ہے۔ یہ غلاموں والی عبادت ہے اور ایک گروہ نے اس کی عبادت جنت کی رغبت میں کی ہے۔ یہ تاجروں والی عبادت ہے۔ ایک گروہ نے اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے عبادت کی ہے یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے۔

حضرت امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ آپ اپنی طہارت کے لیے پانی خود مہیا فرماتے تھے اور کسی کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ طہارت کے معاملے میں ان کی اعانت و مدد لے۔ پس جب رات کو اٹھتے تو پہلے مسواک کرتے پھر وضو فرماتے اور جو رکعتیں دن میں رہ جاتے انھیں رات میں پورا کرتے۔ رات دن میں آپ کا معمول ایک ہزار رکعتیں تھیں۔

(حذف اسناد کے ساتھ) امام محمد باقرؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا تعجب ہے تکبر اور فخر کرنے والے کے لیے کہ کل وہ ایک نطفہ تھا اور آنے والے دن مردار ہو جائے گا اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کے وجود میں شک کرتا ہے حالانکہ وہ اس کی پیدا کردہ تمام اشیاء کو دیکھتا ہے اور تعجب ہے اس پر جو دوبارہ پیدا کیے جانے میں شک کرتا ہے حالانکہ وہ پہلی مرتبہ پیدائش کو دیکھتا ہے اور تعجب ہے مجھے اس پر جو دار الفنا کے لیے تو عمل کرتا ہے اور بقا کے گھر کو چھوڑ دیتا ہے اور فرمایا جب آپ کے پاس کوئی سوال کرنے والا آتا تو فرماتے مرحبا اے شخص جو میرا توشہ آخرت کی طرف اٹھا کر لے جاتا ہے۔

ابو نعیم نے کتاب حلیہ میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) شیبہ بن نعامہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت سجادؑ لوگوں کو بخشش و عطا فرماتے اور جب آپ کی رحلت

ہوئی تو لوگوں کو معلوم ہوا وہ مدینہ کے سو خاندانوں کو پرورش فرماتے تھے۔

ایک روایت میں ہے انھیں یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ ان کا رزق کون لاتا ہے کیونکہ حضرت ان کی ضروریات رات کے وقت ان تک پہنچاتے تھے۔ پس جب ان کی رحلت ہوئی تو لوگوں نے اس سلسلے کو مفقود پایا۔

ایک روایت میں ہے کہ روٹیوں کا تھیلا اپنی پشت پر لاد کر رات کو لے جاتے اور تصدق فرماتے اور کہتے کہ چھپا کر صدقہ دینا غضب پروردگار کو رد کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اہل مدینہ کہا کرتے تھے کہ ہم صدقہ نامعلوم سے علی بن الحسینؑ کی وفات کے بعد ہی محروم ہوئے۔

ابن ابی الدینا نے کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) سفیان ثوری سے روایت ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ نے حج یا عمرہ کے لیے جانے کا قصد کیا تو آپ کی ہمشیرہ فاطمہ بنت الحسینؑ نے آپ کے لیے سامان سفر تیار کیا جس پر ہزار درہم خرچ کیے اور وہ آپ کے ساتھ روانہ کیا۔ پس جب آپ وادی حرہ کی پشت پر پہنچے تو اس کے متعلق حکم دیا کہ اسے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور ابن سعد نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) کہ علی بن الحسینؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنے والا مثل اس شخص سے ہے جو کتاب خدا کو پس پشت ڈال دے مگر یہ کہ اسے خوف شدید ہو۔ عرض کیا گیا وہ کونسا خوف ہے فرمایا کس جبار سرکش کا خوف ہو کہ وہ اس پر زیادتی کرے گا یا طغیان و سرکشی کرے گا اور ابن سعد کہتا ہے کہ آپ نے اپنا مال دو مرتبہ خدا کے نام پر تقسیم کیا۔ نیز کسی شخص نے آپ سے کہا آپ نے کس حالت میں صبح کی ہے۔ فرمایا ہم نے اپنی قوم میں اس طرح صبح کی ہے جس طرح بنی اسرائیل نے آل فرعون میں وقت گزارا کہ وہ ہمارے بیٹوں کو ذبح کرتے ہیں ہمارے سردار اور بزرگ کو منبروں پر سب و شتم کرتے ہیں اور ہمارے حق کو ہم سے روکے ہوئے ہیں۔

ابو نعیم نے کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ابن عائشہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے خلافت پر قابض سے پہلے حج کے موقع پر اس

نے کوشش کی کہ حجر اسود کو بوسہ دے لیکن اژدھام کی وجہ سے ممکن نہ ہوسکا اتنے میں علی بن الحسینؑ تشریف لائے جب لوگوں نے دیکھا تو وہ ایک طرف ہٹ گئے یہاں تک کہ آپ نے بہ اطمینان حجر اسود کو بوسہ دیا۔ جب ہشام نے یہ منظر دیکھا تو سخت متعجب ہوا اور اپنے ایک مصاحب سے غضبناک ہو کر پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے لاعلمی کا اظہار کیا لیکن فرزدق شاعر پاس ہی کھڑا تھا اس نے یہ سن کر کہا:

میں اسے پہچانتا ہوں اور فی البدیہہ یہ اشعار کہے:

هـذا الـذی تصرف البطحا و طاۃ والبیت یعرفه و الحل و الحرم

یہ وہ ہے جس کے نشان قدم کو بطحا کی وادی خانہ کعبہ اور حل وحرم جانتے ہیں۔

هـذا ابـن خیـر عبـاد اللّٰه کلهم هـذا لتـقـی الـنقی الطاهر العلم

یہ اس کا بیٹا ہے جو اللہ کے کل بندوں سے بہتر ہے یہ خود تقی نقی پاک اور علم اسلام ہے۔

یـکـا د یـمسـکـه عرفان راحته و کـن الـحطیم اذا ماجاء یستلم

جب یہ مس کرنے کے لیے آئے تو قریب ہے کہ رکن حطیم اس کی ہتھیلی کو پہچان کر تھام لے۔

اذا رایـت قـریـش قـائـل قائلها الٰی مـکـارم هـذا ینتهی الکرم

جب قریش اس کی طرف دیکھیں تو کہنے والا کہے گا کرم کی انتہا اس کے مکارم اخلاق پر ہے۔

ان عد اهل التقی کانوا ذوی عدد اوقیل من خیر اهل الأرض قیل هم

جب متقی لوگوں کو شمار کیا جائے جو کہ گنے چنے ہوتے ہیں یا یہ کہا جائے کہ اہل زمین میں سے بہتر کون ہے تو جواب آئے گا یہ ہیں۔

هـذا ابن فاطمه ان کنت جاهله بـجـده انبیـاء اللّٰـه قـد ختموا

یہ فاطمہ زہراؑ کا بیٹا ہے اگرچہ تو نہیں جانتا اور ان کے جد امجد پر انبیاء کا اختتام ہوا ہے۔

ولیس قولک ھذا من بضائرہ العرب تعرف ماانکرت و العجم

اور تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہیں ان کی منزلت کم نہیں کرتا تو جس کا منکر ہے اسے عرب اور عجم جانتے ہیں۔

یغضی حیا و لغیض من مھابتہ فما یعکم الاوھو یتبسم

وہ شرم وحیا سے آنکھیں جھکائے رکھتا ہے اس کی ہیبت سے لوگوں کی آنکھیں جھک جاتی ہیں حالانکہ وہ تبسم کے ساتھ کلام کرتا ہے۔

ینمی الی ذووۃ العزالتی قصرت عن ینلھا عرب الاسلام و الامم

وہ عزت کی چوٹی کی طرف بلند ہوتا ہے کہ جس کے حاصل کرنے سے اسلام اور دیگر امتوں کے عرب عاجز ہیں۔

من جدہ و ان فضل الانبیا لہ وفضل امۃ و انت لہ الامم

اس کے جد کے فضل وکمال کے مقابلہ میں تمام انبیاء کی فضیلت اور اس کی امت کے مقابلے میں تمام امتوں کی فضیلت پست و ہیچ ہے۔

ینشق نور الھدی عن صبح عزتہ کالشمس نیجاب عن اشراقھا الظلم

ہدایت کا نور آپ کی پیشانی کی صبح سے پھوٹتا ہے مثل سورج کے کہ جس کے آتے ہی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔

مشتقہ من رسول اللّٰہ بنعۃ طابت عناصرہ و الخیم و الشیم

آپ کے درخت کی لڑی رسول اللہؐ سے مشتق ہے آپ کے عناصر عادات و خصائل پاک و پاکیزہ ہیں۔

اللّٰہ شرفہ قدما و فضلہ جری بذاک لہ فی لوحہ القلم

قدیم زمانہ سے خدا نے اسے شرافت و فضل عطا کیا اور لوح پر قلم ان کے فضل و شرف سے جاری ہوئی۔

کلتا یدیہ غیاث عم نفعھما یستر کفان و لا یغم و اھما العدم

اس کے دونوں ہاتھ بارش ہیں جن کا نفع عام ہے وہ بارش برسا رہے ہیں اور

فقر و فاقہ انھیں متزلزل نہیں کرتے۔

سهل الخليقه لا يخشى بوادره　　　　بزينه اشنتان الخلق و الكظم

آسان خلق ہے اس کی جلد بازیوں کا خوف نہیں رہتا ان کو دو چیزیں زینت دیتی ہیں اچھی عادتیں اور غصہ کا پی جانا۔

حمال اثقال اقوام اذا قدحوا　　　　رحب الفضا اريب حين يعتزم

لوگوں کا بوجھ اٹھانے والا ہے اس کا صحن خانہ وسیع ہے جب کوئی کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو تجربہ کار ہے۔

عم البرية بالاحسان فانقشعت　　　　عنها العماية و الاملاق و الظلم

ان کا سکہ تمام مخلوق پر جاری ہے کیونکہ ان کے ذریعہ مخلوق سے فقر و فاقہ اور تاریکیاں دور ہوتی ہیں۔

من معشه جهم دين و بغضهم　　　　كفر و قربهم ملجا و معتصم

وہ ایک ایسے گروہ میں سے ہے جس کی محبت دین اور جس کا بغض کفر ہے اور ان کا قرب جائے پناہ اور بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

لا يستطيع جواد بعد غايتهم　　　　ولا يدا ينهم قوم و ان كرموا

کوئی شخص ان کی انتہا کی طاقت نہیں رکھتا اور کوئی کریم گروہ بھی ان کے کرم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اور بھی اشعار ہیں جنھیں بخوف طوالت چھوڑ دیا گیا ہے۔ (مترجم)

یہ ہے علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالبؑ پس ہشام آگ بگولا ہو گیا اور حکم دیا کہ فرزدق کو مقام عسفان میں جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے قید کر دیا جائے پس امام زین العابدینؑ نے ایک ہزار دینار فرزدق کے پاس بھیجے لیکن اس نے واپس کر دیے اور کہلا بھیجا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے میں اس وقت عشق خدا اور رسول میں سرشار تھا پس اس امر میں اجرت نہیں لوں گا۔ اس پر امامؑ نے فرمایا ہم ایسے اہلبیت ہیں کہ جو چیز ایک دفعہ دے دیں وہ واپس نہیں لیا کرتے۔ پس فرزدق نے قبول کر لیا اور ہشام کی ہجو لکھی۔

ابو نعیم نے زہری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں نے کوئی ہاشمی حضرت علی بن الحسینؑ سے افضل نہیں دیکھا۔ ابو حازم نے بھی یہی کہا ہے اس نے مزید کہا کہ آپ سے زیادہ فقیہ میں نے نہیں دیکھا۔

زہری نے بی بی عائشہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے حضرت علی بن الحسینؑ کو مقام ابراہیم میں سجدہ میں دیکھا وہ کہہ رہے تھے تیرا بندہ تیرے در پر ہے' تیرا محتاج تیری بارگاہ میں ہے' تیرا سائل تیرے در پر ہے' میں نے کسی آفت پر یہ الفاظ نہیں کہے مگر یہ کہ وہ دور ہوگئی۔

زہری کہتا ہے کہ آپ ایک دن مسجد سے نکلے تو آپ کے پیچھے ایک شخص ہو لیا۔ اس نے آپ پر سب وشتم کیا' آپ کے غلام اور موالی بھی عقب سے پہنچ گئے اور انھوں نے اس شخص کی تادیب کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا اُسے چھوڑ دو پھر اس سے ارشاد فرمایا خدا نے جن ہمارے عیوب پر پردہ ڈالا ہے وہ بہت زیادہ ہیں کیا تجھے کسی چیز کی ضرورت ہے کہ ہم تیری اعانت کرسکیں تو اس شخص کو شرم آ گئی۔ پس آپ نے اپنا کمبل اس پر ڈال دیا اور اسے ہزار درہم بھی عنایت فرمائے۔ پس وہ شخص اس واقعے کے بعد جب بھی آپؑ کو دیکھتا تو کہتا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپؑ فرزند رسول ہیں۔

ابن ابی الدینا نے کہا ہے کہ ہم سے ابوالحسین شیبانی نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ عمار بن یاسر کی اولاد میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت علی بن الحسینؑ کے پاس کچھ لوگ آئے ہوئے تھے۔ آپ کے خادم نے جلدی کی اور تنور سے کباب نکالے اور دوڑ کر حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ میں کباب کی سیخ تھی۔ حضرتؑ کے سامنے آپ کا ایک چھوٹا بچہ بیٹا ہوا تھا وہ سیخ اس پر گر پڑی۔ اس نے ایک چیخ ماری اور مر گیا۔ خادم حیران و مبہوت رہ گیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ تو نے یہ کام جان بوجھ کر تو نہیں کیا تو اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے۔ پھر حکم دیا کہ اس بچے کو دفن کر دیا جائے۔

ابو نعیم نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عمر بن دینار سے روایت ہے کہ

حضرت علی زین العابدینؑ محمد بن اسامہ بن زید کی بیماری میں اس کی عیادت کو گئے۔ محمد مضطرب ہو کر رونے لگا۔ حضرتؑ نے اس سے فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے تو اس نے عرض کی کہ میں مقروض ہوں۔ آپ نے فرمایا کتنا قرض ہے؟ عرض کیا پندرہ ہزار دینار! آپ نے فرمایا وہ میرے ذمے ہے۔

ابن ابی الدینا نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن الحسینؑ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے فرمایا اے بیٹا پانچ قسم کے اشخاص کی صحبت اختیار نہ کرنا اور کسی نہج سے ان کی رفاقت اختیار نہ کرنا۔

۱۔ فاسق کی صحبت کیونکہ وہ ایک لقمہ یا اس سے کمتر پر تجھے فروخت کر دے گا۔
۲۔ بخیل کی صحبت کیونکہ وہ تجھے اپنے مال سے اس وقت تک محروم کر دے گا کہ جس وقت تو اس کا محتاج ہو گا۔
۳۔ اور نہ جھوٹے شخص کی کیونکہ وہ بمنزلہ سراب ہے۔ تجھ سے قریب چیز کو بعید اور بعید کو قریب کر دے گا۔
۴۔ اور نہ بیوقوف کی۔ کیونکہ وہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا اور ضرر پہنچا بیٹھے گا۔
۵۔ اور نہ قطع رحم والے کے ساتھ کیونکہ میں نے کتاب خدا میں اسے کئی جگہ ملعون پایا ہے۔

شمالی نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن محمد نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے حرت علی بن الحسینؑ کو ایک رات نماز میں یہ مناجات کرتے ہوئے سنا۔ ہمارے معبود اور ہمارے آقا و مولا! اگر ہم اتنا روئیں کہ ہماری آنکھوں کی پلکیں گر پڑیں اور اتنا چیخ و پکار کریں کہ ہماری آوازیں ہمارا ساتھ چھوڑ دیں اور اتنا قیام کریں کہ ہماری ٹانگیں جواب دے جائیں اور اتنا رکوع کریں کہ ہمارے جوڑ ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور اتنے سجدے کریں کہ ہماری آنکھوں کے ڈھیلے باہر آ جائیں۔ جب تک زندہ رہیں ہم تیرا ذکر کرتے رہیں یہاں تک کہ ہماری زبانیں تھک جائیں تب بھی ہم اس کے برابر نہیں ہو سکتے کہ ہم اپنے گناہوں میں سے ایک گناہ کو مٹا سکیں۔

وفات

آپ کی وفات کے سلسلے میں تین قول ہیں: ایک یہ کہ آپ نے ۹۴ھ میں وفات پائی۔ دوسرا یہ کہ ۹۲ھ میں۔ تیسرا یہ کہ ۹۵ھ میں۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (امامیہ کے نزدیک ۲۵ محرم ۹۵ھ ہے)

اولاد

ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ آپ کی کئی اولادیں تھیں۔ ۱۔ حسن درج۔ ۲۔ حسین اکبر درج۔ ۳۔ محمدؒ باقر اور وہ ابوجعفر فقیہ ہیں اور نسل انہی سے چلی ہے اور اگلے صفحات میں ان کا تذکرہ کیا جائے گا۔ ۴۔ عبداللہ ان سب کی والدہ ام عبداللہ بنت حسنؑ بن علیؑ ہیں۔ ۵۔ عمر۔ ۶۔ زید جو کوفہ میں شہید ہوئے اور ہم عنقریب ان کا تذکرہ کریں گے۔ ۷۔ علی۔ ۸۔ خدیجہ۔ ان کی والدہ کنیز تھی۔ ۹۔ حسین اصغر۔ ۱۰۔ ام علی اس کا نام علیہ تھا ان کی والدہ کنیز ہے۔ ۱۱۔ کلثوم۔ ۱۲۔ سلیمان۔ ۱۳۔ ملیکہ یہ سب بھی کنیز سے تھے۔ ۱۴۔ قاسم۔ ۱۵۔ ام الحسین۔ ۱۶۔ ام البنین۔ ۱۷۔ فاطمہ یہ مختلف کنیزوں سے تھے اور بعض نے عبیداللہ کو بھی شمار کیا ہے۔

شہادت زیدؒ

مورخین نے آپ کے خروج کی وجہ وسبب میں اختلاف کیا ہے۔ پہلے ابن سعد نے واقدی سے ذکر کیا ہے کہ زید بن علی ہشام کے پاس تشریف لے گئے۔ پس اس کے سامنے اپنے قرض کثیر اور حوائج کا ذکر کیا تو اس نے ان میں سے کسی چیز کو پورا نہ کیا۔ اور ہشام نے ان سے سخت کلامی کی۔ راوی کہتا ہے آپ ہشام کے دربار سے نکلے اور کہا کوئی شخص زندگی کو نہیں چاہتا مگر یہ کہ وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ پھر زید کوفہ کی طرف گئے اور وہاں کا عامل ہشام کیطرف سے یوسف بن عمر تھا۔ واقدی کہتا ہے کہ آپ کا قرض پانچ لاکھ درہم تھا۔ جب آپ شہید ہو گئے تو ہشام نے کہا کاش ہم نے ان کا قرض ادا کر دیا ہوتا اور یہ

بات آسان تھی اس سے جو ہوئی ہے۔

واقدی کہتا ہے ہشام بن عبدالملک کو یہ خبر پہنچی کہ زید کوفہ میں مقیم ہیں تو اس نے یوسف بن عمر کو لکھا کہ زید کو مدینہ کی طرف بھیج دو کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اہل کوفہ اسے خروج پر آمادہ نہ کر دیں کیونکہ زید کی زبان میں مٹھاس ہے اور ساتھ ساتھ وہ رسول اللہؐ سے اپنا قرب بھی بتاتے رہتے ہیں۔ پس یوسف بن عمر نے کسی شخص کو زید کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ آپ مدینہ کی طرف چلے جائیں لیکن زید لیت ولعل کرتے کوئی آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔ زید نے کوفہ میں پانچ ماہ قیام کیا۔ یوسف اس وقت مقام حیرہ میں تھا۔ اس نے پیغام بھیجا کہ آپ کو ضرور مدینہ جانا پڑے گا۔ آپ مدینہ کے قصد سے نکلے اور بہت سے لوگ آپ کے پیچھے ہولیے۔ وہ کہتے تھے کہ آپ کہاں جاتے ہیں حالانکہ آپ کے ساتھ ہم میں سے ایک لاکھ اشخاص موجود ہیں جو آپ کی نصرت میں تلوار چلائیں گے۔ وہ زید سے اسی قسم کی باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ وہ کوفہ پلٹ آئے۔ پس ان کی ایک جماعت نے زید کی بیعت کر لی جن میں سلمہ بن کہیل اور منصور بن خزیمہ تھے۔ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ زید سے داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے کہا کہ اے ابن عم یہ لوگ آپ کو کہیں دھوکہ نہ دیں آپ کے اہلبیتؑ آپ کے لیے بدرجہ اتم عبرت ہیں اور ان کا انھیں چھوڑ دینا تمھارے لیے کافی ہے وہ زید سے یہ باتیں کر رہے تھے یہاں تک کہ زید قادسیہ تک آ گئے۔ پس لوگ برابر کہتے رہے کہ آپ واپس چلیے۔ آپ مہدی ہیں اور داؤد کہتے کہ ایسا نہ کرنا یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے آپ کے باپ اور بھائیوں کو قتل کیا تھا اور وہ کام کیے جو نا قابل بیان ہیں۔ پس ان میں سے پندرہ ہزار اشخاص نے کتاب خدا، سنت رسول، ظالمین سے جہاد کرنے، مظلوموں کی مدد کرنے، محروم لوگوں کے حقوق دلانے اور اہلبیت کی ان کے دشمنوں کے خلاف نصرت کرنے پر زید کی بیعت کی۔ پس آپ اسی حالت میں سترہ مہینے پوشیدہ طور پر رہے اور لوگ شہروں اور بستیوں سے ان کے پاس آتے۔ پھر آپ نے لوگوں کو خروج کی اجازت دے دی تو بیعت کرنے والوں میں سے کچھ لوگ منحرف ہو گئے اور جو ان کے ساتھ تھے انھیں زید نے ہدایت کی کہ یکم صفر

۱۲۲ھ کو خروج کرنا ہے۔ جس وقت آپ نے خروج کیا آپ کے ساتھ دو سو بیس آدمی تھے۔ تو زید نے کہا سبحان اللہ وہ قوم کہاں گئی۔ انھوں نے کہا کہ انھیں مسجد میں محصور کرلیا گیا ہے۔

عمر بن یوسف اہل شام کا لشکر لے کر آیا۔ پس جنگ شروع ہوئی۔ زید اور ان کے بھائیوں کو شکست ہوئی۔ ایک تیر زید کی پیشانی پر لگا۔ زید گر پڑے۔ انھیں اٹھا کر ایک گھر میں لے گئے۔ تیر آپ کی پیشانی سے نکالا گیا جس سے آپ کی وفات ہوگئی ان کے جسم اطہر کو ایک نہر کے قریب لائے۔ نہر کے پانی کو روک کر ایک گڑھا کھودا گیا اس میں انھیں دفن کر کے اوپر سے پانی جاری کر دیا گیا۔ لوگ متفرق ہو گئے۔ آپ کا بیٹا یحییٰ بن زید روپوش ہوگیا۔ جب ان کی تلاش ختم ہوئی تو یحییٰ زید کے ماننے والوں کی ایک جماعت کے ساتھ خراسان کی طرف چلے گئے۔ یوسف بن عمر کے پاس ان لوگوں میں سے ایک شخص جو زید کے دفن کے وقت حاضر تھے لایا گیا اس نے آپ کی قبر کا نشان بتایا تو یوسف نے ان کا سر کاٹ کر ہشام کو شام بھیجا اس نے اسے دمشق کے دروازہ پر نصب کیا اور یوسف بن عمر نے زید کا جسم کوفہ میں سولی پر لٹکایا (اور وہ لٹکا رہا) یہاں تک کہ ہشام بن عبدالملک ملعون مر گیا۔ ولید اس کی جگہ خلیفہ بنا اس کے حکم سے زید کا بدن جلا دیا گیا اور بعض نے کہا ہے کہ ہشام نے ہی جلایا تھا۔

جب بنی عباس کو بنی امیہ پر فتح حاصل ہوئی تو عبدالصمد بن علی نے اور بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن علی نے ہشام بن عبدالملک کی قبر کھودی تو اس کا جسم صحیح سالم پایا۔ پس اس پر اسی کوڑے لگائے اور زید کے بدلے اس کے بدن کو جلا دیا۔

وقت شہادت زید کی عمر ۴۲ سال تھی۔ زید اہل مدینہ کے تابعین کے طبقہ ثالثہ میں سے تھے آپ نے علم حدیث اپنے والد اور ایک گروہ سے لیا ہے۔ آپ کی والدہ کنیز تھیں۔

خروج یحییٰؒ بن زیدؒ

ہشام بن محمد نے کہا ہے کہ جب زید بن علی شہید ہو گئے تو یحییٰ بن زید ہشام کے پاس دمشق چلے گئے اور دمشق میں رہے یہاں تک کہ ہشام مر گیا اور ولید بن یزید بن عبدالملک بادشاہ بنا (تو یحییٰ خراسان کی طرف چلے گئے) اور یوسف بن عمر نے نصر بن سیار کو جو کہ خراسان کا حاکم تھا یحییٰ کے متعلق لکھا اور یہ کہ وہ جریش عمرو بن داؤد بن صالح کے پاس ہیں پس جریش کے پاس سے انھیں گرفتار کر لو پس نصر بن سیار نے کچھ لوگ بھیج کر جریش کے ہاں سے یحییٰ کو گرفتار کر لیا حالانکہ جریش نے آپ کی موجودگی سے انکار کر دیا تھا۔ اس پر جریش کو نصر نے چھ سو کوڑے لگائے تھے۔ پھر نصر نے ولید کو ایک خط لکھا اور یحییٰ کے واقعہ کی خبر دی۔ تو ولید نے لکھا کہ یحییٰ کو چھوڑ دو انھیں امان دے دو۔ یحییٰ کو نصر نے بلایا اور اس بات کی اصلاع دی۔ فتنہ سے ڈرایا اور انھیں چھوڑ دیا۔ پھر یحییٰ پہلے سرخس اور پھر جوز جان کی طرف گئے۔ وہاں ان کے پاس کوئی ستر آدمی جمع ہو گئے اور بعض کہتے ہیں سات سو آدمی، یحییٰ نے خروج کر دیا۔ نصر نے ان کے مقابلے میں عمر بن زرارہ کو دس ہزار کا لشکر دے کر بھیجا۔ جنگ ہوئی تو انھیں یحییٰ بن زید نے شکست دے دی اور عمر بن زرارہ قتل ہو گیا۔ پھر ایک جماعت کثیرہ کے ساتھ سورہ بن محمد کندی یحییٰ کے مقابلے میں آیا۔ جنگ ہوئی تو عیسیٰ بن سلیمان غزی کے غلام نے یحییٰ کے چہرے پر تیر مارا جس سے آپ زمین پر گر پڑے۔ پس ان لوگوں نے آپ کا سر کاٹ لیا اور بدن کو لٹکا دیا اور ولید کو اس کی اطلاع لکھ بھیجی تو ولید نے جواب میں لکھا کہ عراق کے بچھڑے کو جلا دو اور اس کی راکھ دریا میں بہا دو۔ پس لوگوں نے آپ کے بدن کو اتار کر جلا دیا اور خاکستر کو پانی اور ہوا میں اڑا دیا۔

واقدی کہتا ہے کہ یحییٰ کی والدہ ریطہ بنت ابوہاشم بن محمد بن علی بن ابی طالب تھیں۔ زید بن علی کی اولاد میں سے عیسیٰ، حسین اور حسین کا نام مکفوف تھا۔ زید کا ایک بیٹا محمد بھی تھا ان سب کی ماں کنیز تھی۔ یحییٰ بن زید کی شہادت ۱۲۵ھ میں واقع ہوئی۔

حضرت محمد باقر علیہ السلام

وہ بزرگوار ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ ہیں' ان کی والدہ ام عبداللہ حسن بن علی علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں۔ آپ کو باقر کثرتِ سجدہ کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ سجدہ نے آپ کی پیشانی کو نہایت کشادہ کر دیا اور وسیع کر دیا تھا اور بعض کے نزدیک کثرتِ علم کی وجہ سے آپ کو باقر کہا گیا ہے اور جوہری نے کہا ہے تبقّر بمعنی وسعت علمی ہے۔ اور یہ بھی جوہری نے کہا ہے کہ محمد بن علی بن الحسینؑ کو باقر وسعت علمی کی بنا پر کہا گیا اور شاکر و ہادی بھی آپ کے القاب ہیں۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ حضرت محمدؑ مدینہ کے طبقہ ثالثہ کے تابعین میں سے ہیں آپ عالم عابد ثقہ تھے۔

آپ سے ابوحنیفہ وغیرہ اماموں نے اخذ روایت کیا ہے۔

اور عطا کہتا ہے کہ میں نے کسی کے مقابلے میں علماء کو علم میں حقیر نہیں دیکھا جتنا ابوجعفر کے پاس دیکھا ہے۔ میں نے حکم کو آپ کے سامنے اس طرح دیکھا جیسے کوئی مغلوب ہوتا ہے حکم سے مراد حکم بن عینیہ ہے جو کہ اپنے زمانہ کا عالم جلیل و فاضل جلیل تھا!

اور مدائنی نے جابر بن عبداللہ کے متعلق روایت کی ہے کہ حضرت ابوجعفر محمد بن علی احادیث لکھنے والوں کے پاس تشریف لائے جب کہ وہ صغیر السن تھے۔ جابر نے آپ سے عرض کی رسول اللہؐ نے آپ کو سلام کہا ہے۔ جابر سے پوچھا گیا کہ یہ کیا سلسلہ ہے تو انھوں نے کہا کہ میں ایک دن رسول اللہؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور حسینؑ آپ کی گود میں تھے۔ ان سے آپ پیار و محبت فرما رہے تھے۔ پس فرمایا اے جابر (اس سے) ایک مولود پیدا ہوگا جس کا نام علی ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا کہ سید العابدین کھڑے ہوں پس اس (حسینؑ) کا بیٹا کھڑا ہوگا۔ پھر اس علیؑ سے ایک بیٹا پیدا ہو

گا جس کا نام محمد ہے۔ پس اے جابر اگر تیری اس سے ملاقات ہو جائے تو انھیں میری طرف سے سلام کہنا۔

اور ایک روایت ہے کہ حضرت ابوجعفرؒ جابر کے پاس تشریف لے گئے اس کے بعد کہ جابر کی بینائی جاتی رہی تھی۔ پس آپ نے جابر پر سلام کیا تو جابر نے کہا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں محمد بن علی بن الحسین ہوں تو جابر نے کہا ذرا میرے قریب تشریف لائیے۔ جب آپ قریب گئے تو جابر نے آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لیے۔ پھر آپ سے کہا کہ رسول اللہؐ نے آپ پر سلام کیا ہے اور وہ واقعہ بیان کیا۔ یہ جابر بن عبداللہ ۷۸ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے اور اہل عقبہ میں سے وہ آخری فوت ہونے والے ہیں۔

ارشادات

ابونعیم نے حلیہ میں کہا ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) حضرت محمد بن علی سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا بجلیاں مومن اور غیر مومن پر پڑتی ہیں لیکن ذکر خدا کرنے والے پر نہیں پڑتیں اور ابونعیم نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) منصور کہتا ہے کہ میں نے حضرت محمد بن علیؑ کو کہتے سنا کہ تونگری اور عزت مومن کے دل میں چکر لگاتی رہتی ہیں جب وہ اس جگہ ہوتی ہیں کہ جہاں توکل ہوتا ہے تو اس کو اپنا ملجا و ماویٰ بنا لیتی ہیں۔

اور ابونعیم نے کہا ہے (حذفِ اسناد کے ساتھ) کہ جابر جعفی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت محمد بن علیؑ نے فرمایا کہ مجھ میں کچھ خزانہ جمع کیا گیا ہے اور میرا دل ہر وقت مشغول رہتا ہے۔ میں نے کہا اس کا کیا سبب ہے؟ تو انھوں نے فرمایا اے جابر جس کے دل میں خالص دین خدا داخل ہو جائے تو وہ غیر سے مشغول کر لیتا ہے اے جابر دنیا کچھ نہیں اور نہ کچھ ہو سکتی ہے۔ یہ وہ نہیں ہے مگر کپڑا کہ جسے تو نے پہن لیا یا لقمہ جسے تو نے کھا لیا یا سواری جس پر تو سوار ہوا۔ یا عورت جس سے تو نے مباشرت کی۔ اے جابر تحقیق مومنین کو اس میں باقی رہنے کا اطمینان نہیں ہے۔ اور آخرت کے آجانے

سے وہ امن میں نہیں اور انھیں ذکر خدا سے وہ فتنہ بہرہ نہیں کر سکتا جسے انھوں نے اپنے کانوں سے سنا ہے اور نورِ خدا سے انھیں وہ زینت اندھا نہیں کر سکتی جسے انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے پس وہ ابرار لوگوں کے ثواب پر کامیاب ہو گئے ہیں۔ تحقیق اہل دنیا اہل تقویٰ میں سے کم خرچ اور تیرے لیے زیادہ معاون و مددگار ہیں۔ اگر تو بھول جائے تو وہ تجھے یاد دلاتے ہیں۔ اور اگر تجھے یاد ہو تو وہ تیری اعانت کرتے ہیں۔ وہ خدا کے حقوق کو زیادہ بیان کرنے والے اور اللہ کے حکم پر زیادہ قیام کرنے والے ہیں۔ پس دنیا کو اس منزل کی طرح فرض کر کہ جس میں تو اترا اور پھر وہاں سے کوچ کر گیا' یا اس مال کی طرح سمجھ کر جسے تو نے حالت خواب میں پایا اور جب تو بیدار ہوا تو اس میں سے کچھ بھی تیرے پاس نہیں تھا۔ اور اللہ کو یاد رکھ ان چیزوں کی رعایت کرنے میں جن کی رعایت وحفاظت اس نے تجھ سے چاہی ہے اور وہ اس کا دین اور حکمت ہیں۔

ابو نعیم نے کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) آپ نے فرمایا کسی شخص کے دل میں کچھ تکبر نہیں ہوتا مگر یہ کہ جتنا تکبر آتا ہے کم ہو یا زیادہ اتنی ہی عقل کم ہو جاتی ہے۔

ابو نعیم کہتا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) آپ نے فرمایا کمینے کا ہتھیار اس کی بدزبانی ہے۔

ابو نعیم کہتا ہے (حذف اسناد سے) آپ نے فرمایا خدا کی قسم ایک عالم کی موت ابلیس کو ستر عابدوں کی موت سے زیادہ عزیز ہے۔

ہمیں کئی اشخاص نے حافظ عبدالوہاب سے خبر دی ہے (حذفِ اسناد سے) آپ نے فرمایا کوئی آنکھ اپنے آنسو میں (خوفِ خدا سے) نہیں ڈبڈبائی مگر یہ کہ خداوند عالم اس آنکھ والے کے چہرے پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے اور اگر وہ آنسو رخسار پر بہہ جائے تو اس چہرہ کو قیامت کے دن ذلت وخواری نہیں ڈھانپے گی اور ہر چیز کا کچھ نہ کچھ بدلا ہے سوائے آنسو کے کہ خداوند عالم ان کو گناہوں کے دریاؤں کا کفارہ بنا دیتا ہے اور اگر کوئی رونے والا ایک امت میں ہو تو خداوند عالم اس امت پر جہنم کی آتش حرام کر دے گا۔

اور قرشی نے کہا ہے (حذف اسناد سے) حضرت محمد بن علی کا غلام یہ کہتا ہے کہ میں اپنے آقا کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوا۔ جب آپ مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور بیت الحرام کو دیکھا تو رونے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تحقیق لوگ آپ کی طرف دیکھتے ہیں۔ پس کاش کہ آپ اپنی آواز کو بلند نہ کرتے (یعنی گریہ موقوف کرتے) پھر آپ رو پڑے اور فرمایا وائے ہو تجھ پر میں کیوں نہ گریہ کروں ہوسکتا ہے خداوند عالم میری طرف نظر رحمت فرمائے اور اس نظر کی وجہ سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں پھر آپ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم میں نماز پڑھی۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو وہ جگہ آنسوؤں سے تر تھی۔ وہی غلام کہتا ہے کہ آپ جب ہنستے تو فرماتے خدایا مجھ پر ناراض نہ ہونا!

اور ابونعیم کہتا ہے (حذفِ اسناد سے) کہ حضرت محمد بن علیؑ نے فرمایا کہ میرا ایک بھائی تھا جس کی قدر و منزلت میری نظر میں عظیم تھی اور یہ عظمت اس لیے تھی کہ اس کی نظر میں دنیا حقیر تھی۔

اور قرشی کہتا ہے کہ جناب محمد بن علیؑ کا خچر گم ہو گیا عرض کی بار الٰہا اگر تو اسے واپس پلٹا دے تو میں تیری ایسے محامد سے تعریف کروں گا کہ جنھیں تو پسند فرمائے گا آپ کے فرزند حضرت جعفرؑ فرماتے ہیں کہ وہ خچر مل گیا تو آپ نے صرف الحمد للہ کہا۔ میں نے اس کے متعلق پوچھا تو فرمایا کیا میں نے کوئی کسر چھوڑی ہے؟ تمام حمد خدا تعالیٰ کے لیے قرار دی ہے۔

ابونعیم۔ نے ابوحمزہ سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت محمد بن علیؑ نے فرمایا کہ کوئی چیز اس سے زیادہ محبوب نہیں کہ اس سے سوال کیا جائے اور قضاء و قدر کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ اچھی چیزوں میں سے زیادہ جلدی ثواب دینے والی چیز کسی سے نیکی اور عدل کرنا ہے اور برائیوں میں زیادہ جلدی عتاب لانے والی بغاوت ہے اور انسان کے معیوب ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اسے لوگوں میں وہ عیب نظر آئے جس کے

متعلق ناواقف ہے اور انھیں اس چیز کا حکم دے جس کے کرنے کی خود طاقت نہیں رکھتا اور بغیر کسی مقصد کے اپنے ہم جلیس کو تکلیف پہنچائے۔

ابو حمزہ کہتا ہے کہ ہمیں عبداللہ بن ولید نے کہا وہ کہتا ہے کہ ہم سے حضرت محمد بن علیؑ نے فرمایا کیا تم میں سے ایک شخص دوسرے کی جیب اور آستین میں ہاتھ ڈال کر جو چاہے نکال سکتا ہے ہم نے کہا کہ نہیں تو فرمایا پھر جاؤ تم ایک دوسرے کے بھائی نہیں ہو جیسا کہ خیال کرتے ہو۔

راوی کہتا ہے کہ آپ اپنے بھائیوں کے پاس حاضر ہوتے انھیں بہترین کھانا کھلاتے بہترین لباس پہناتے انھیں درہم عنایت کرتے اور بھائیوں کے ساتھ بیٹھنے سے طول و رنجیدہ نہ ہوتے اور فرماتے تھے برا بھائی وہ ہے جو تیری تونگری میں تیرے حقوق کی رعایت اور غربت میں قطع تعلقی کرے۔

وفات

آپ کی وفات میں تین مختلف اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ یہ قول واقدی نے ذکر کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ ۱۱۴ھ میں وفات ہوئی یہ فضل بن وکین کا قول ہے اور تیسرا یہ کہ ۱۱۸ھ میں ہوئی اسی طرح سن مبارک میں بھی تین اقوال ہو جاتے ہیں۔ ۵۸۔ ۵۷ اور ۷۳ سال۔ پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

حضرت جعفر بن محمدؑ نے فرمایا۔ میں نے اپنے والد کو ان کی پھوپھی فاطمہ بنت الحسینؑ والدہ عبداللہ بن حسن (مثنیٰ) سے کہتے سنا کہ میری عمر ۵۸ سال ہے پس اسی سال آپ فوت ہوئے اور آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے اسی قمیص میں کفن دیا جائے جس میں میں عبادت کیا کرتا تھا آپ کو آپ کے والد کے ساتھ بقیع میں دفن کیا گیا۔[1]

[1] صحیح ترین قول یہ ہے کہ جناب محمد باقرؑ کو ہشام بن عبدالملک نے ولید ابن مغیرہ کے ذریعے شہید کرا دیا۔ ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ کو ۵۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت محمد باقرؑ کی اولاد

ا۔جعفر۔۲۔عبداللہ تھے۔ان دونوں کی والدہ ام فردا بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں۔ابراہیم ان کی ماں ام حکیم بنت اسد بن مغیرہ تھی۔زینب ان دونوں کی ماں کنیز تھی۔ام سلمہ بھی ایک کنیز سے تھیں۔آپ کی نسل حضرت جعفر سے چلی۔

تاریخ کی مستند کتب

تاریخ السلام از مولانا نجم الحسن کراروی صاحب

تاریخ اعثم کوفی از اعثم کوفی

تاریخ احمدیؒ از نواب احمد حسین پریانواں

تاریخ ابو الفداء از عماد الدین ابو الفداء

جعفر بن محمد علیہ السلام

جعفر بن محمد بن علی بن الحسینؑ بن علی ابن ابی طالب۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور ابو اسمٰعیل بھی کہا گیا ہے۔ آپ کے القاب صادق' صابر' فاضل اور طاہر ہیں۔ آپ کے القاب میں سے زیادہ مشہور صادق ہے۔ یہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ آپ کی والدہ ام فروا بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ آپ طلب جاہ کے بجائے عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ ابو نعیم نے حلیہ میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) کہ عمرو بن مقدام سے مروی ہے وہ کہتا ہے میں جب حضرت جعفر بن محمد کی طرف دیکھتا تھا تو مجھے یقین ہو جاتا تھا کہ آپ اولادِ انبیاء میں سے ہیں۔

نیز ابو نعیم نے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ جعفر بن محمد نے فرمایا اے سفیان جب خداوند عالم تجھ پر کسی نصیحت کا انعام کرے اور اگر تم اس نعمت کی بقا اور دوام کو مدنظر رکھتے ہو تو اللہ کی زیادہ حمد وثنا کیا کرو اور اس کا شکریہ ادا کیا کرو کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے لئن شکرتم لا زیدنکم اگر میرا شکریہ ادا کرو تو میں اور زیادہ کروں گا اور جب رزق میں تجھے کمی نظر آئے تو زیادہ استغفار کیا کرو کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے استغفروا ربکم الخ یعنی اپنے رب سے طلب بخشش کرو۔ وجعل لکم جنت فی الاخرۃ ویجعل لکم انھاراً اور آخرت میں تمھارے لیے باغات اور نہریں ہیں۔ اے سفیان جب تجھے بادشاہ یا اس کے کسی کارندے سے حزن وخوف ہو تو لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم زیادہ پڑھا کرو۔ کیونکہ یہ کشائش کی چابی اور جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور حلیہ میں اس نے اپنی اسناد سے صیاح بن بسطام تک سلسلہ پہنچایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جناب جعفرؑ اتنا کھانا کھلاتے کہ آپ کے اہل وعیال کے لیے کچھ بھی باقی نہ رہتا!

کہتا ہے کہ آپ سے حرمت سود کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا تا کہ لوگ ایک دوسرے سے احسان کرنا نہ چھوڑیں۔

نیز کتاب حلیہ میں کہا ہے کہ حضرت جعفر نے اپنی بعض اولاد کو وصیت فرمائی کہ اے بیٹا میری وصیت کو قبول کر اور میری بات کو یاد رکھ کیونکہ اگر اسے یاد رکھا تو سعادت کی زندگی بسر کرے گا اور شہادت کی موت یا قابل تعریف موت کو پائے گا اے بیٹا جو قناعت کرے اس پر جو اس کے لیے تقسیم کر دیا گیا ہے تو وہ مستغنی رہے گا اور جو غیر کے مال کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے وہ فقیر مرے گا اور جو راضی نہ ہو اس پر جو خدا نے اس کے لیے تقسیم کیا ہے تو اس نے خداوند عالم کو اس کی قضا وقدر میں متہم قرار دیا ہے اور جو اپنے نفس کی غلطی کو حقیر سمجھے وہ اپنی غلطی کو عظیم سمجھتا ہے جو دوسرے کے عیب کی پردہ دری کرے تو اس کے گھر کے عیوب کی پردہ دری ہوگی۔ جو بغاوت کی تلوار میان سے نکالے اسی سے قتل کیا جائے گا اور جو اپنے مومن بھائی کے لیے کنواں کھودے خدا بہت جلدی اسے اس میں گرائے گا۔

جو جاہلوں کے ساتھ آمد ورفت رکھتا ہے وہ ذلیل ہو جائے گا اور جو علماء سے میل جول رکھتا ہے اس کی عزت وتوقیر ہوگی اور جو برائی کی جگہوں میں جاتا ہے وہ متہم ہو جائے گا۔ اے بیٹا حق بات کہو اگر چہ حق کڑوا ہے تمھارے فائدہ کے لیے ہو یا نقصان کے لیے اور چغل خوری سے بچو کیونکہ اس سے لوگوں کے دلوں میں بغض کی زراعت ہوتی ہے اور جب تو سخاوت کا طلب گار ہو تو اسے مضبوطی سے پکڑ۔

اور ابونعیم نے حلیہ میں ذکر کیا ہے کہ ابو جعفر منصور کے چہرہ پر مکھی آ کر بیٹھی اس وقت حضرت جعفر صادقؑ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ بار بار آ کر بیٹھتی یہاں تک کہ منصور تنگ آ گیا۔ تو منصور کہنے لگا اے ابوعبداللہؑ خدا نے مکھی کو کیوں پیدا کیا؟ حضرت جعفرؑ نے فرمایا تا کہ جبار لوگوں کو اس کے ذریعے ذلیل کرے۔ ابوجعفر بہت خفیف ہوا اور غصہ میں کچھ کہہ نہ سکا۔

آپ کے پاس کوفہ اور بصرہ کے درمیانی علاقہ کا ایک شخص ہمیشہ آیا کرتا تھا۔

پس اس کا آنا منقطع ہو گیا۔ آپ نے اس کے متعلق سوال کیا تو ایک شخص کہنے لگا وہ تو نبطی ہے مقصد اس کا یہ تھا کہ وہ آپ کی نظر میں گر جائے تو حضرت جعفرؑ نے فرمایا انسان کی اصل اس کی عقل ہے اس کا حسب نسب اس کا دین ہے اور ان کی شرافت تقویٰ ہے اور لوگ اولادِ آدم ہونے میں برابر ہیں۔

اور یہ بھی ثوری نے کہا ہے کہ میں نے حضرت جعفرؑ کو یہ کہتے سنا کہ عافیت سے رہنا بہت دشوار ہے۔ یہاں تک کہ اس کا مفہوم ہی چھپ گیا ہے۔ پس اگر کسی چیز میں سلامتی ہو سکتی ہے تو اس حالت میں ہے کہ اسے کوئی نہ پہچانے اور اگر یہ بات نہ ملے تو اسے لوگوں سے الگ رہنا چاہیے۔ اگر چہ یہ بات خمول (یعنی کسی کا اسے نہ پہچاننا) کے مثل نہیں اور اگر الگ رہنے میں عافیت نہ ہو تو پھر خاموشی اختیار کرے اور سعید و نیک بخت تو وہ شخص ہے جو اپنے نفس میں خلوت محسوس کرے اور اس سے مشغول ہو۔

اور ہمیں بہت سے لوگوں نے عبدالوہاب سے خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبداللہ بن فضل بن ربیع نے اپنے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ابو جعفر منصور ۱۴۴ھ میں حج کرنے آیا۔ پس مدینہ کی طرف گیا تو مجھ سے کہنے لگا کہ کسی کو جعفر بن محمد کی طرف بھیجو جو انھیں سختی اور درشتی کے ساتھ میرے پاس لے آئے خدا مجھے قتل کرے اگر میں نے اسے قتل نہ کیا۔ وہ کہتا ہے کہ ربیع نے اس معاملہ میں تغافل سے کام لیا تا کہ وہ بھول جائے لیکن اس نے اپنی بات دوبارہ دہرائی۔ پھر اس نے لیت ولعل میں ڈال دیا۔ تیسری مرتبہ وہ سخت کلامی پر آ گیا۔ پس ربیع نے کسی کو حضرت جعفرؑ کے پاس بھیجا آپ تشریف لائے تو ربیع کہتا ہے کہ میں نے عرض کی اے ابو عبداللہ میں آپ کو ذکر الٰہی یاد دلاتا ہوں کیونکہ اس نے آپ کو ایک امر عظیم کے لیے بلایا ہے اور میں گمان نہیں رکھتا کہ آپ بچ کر جا سکیں تو حضرت جعفرؑ نے فرمایا **لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم**۔ پھر آپ ابو جعفر کے دربار میں تشریف لے گئے اور سلام کیا لیکن اس (خبیث) نے سلام کا جواب نہ دیا اور کہنے لگا اے دشمن خدا (معاذ اللہ) تجھے اہل عراق نے اپنا امام بنا لیا ہے اور تیرے پاس وہ اپنے مال کی زکوٰۃ لے آتے ہیں اور تم الحاد کرتے ہو۔ میری

سلطنت میں حیلے اور بہانے بنانا چاہتے ہو خدا مجھے قتل کر دے اگر میں نے تمھیں قتل نہ کیا۔ آپ نے فرمایا اے امیر وقت حضرت سلیمانؑ کو بادشاہی دی گئی تو انھوں نے شکر ادا کیا اور حضرت ایوب کو مصائب میں مبتلا کیا گیا تو انھوں نے صبر کی اور یوسفؑ پر ظلم کیا گیا تو انھوں نے بخش دیا اور تو بھی اسی صنف (جسے بادشاہی ملی ہے) میں سے ہے تو ابو جعفر کچھ دیر کو سر نیچے کیے رہا۔ پھر سر اٹھا کر کہنے لگا میری طرف آیئے میری طرف آیئے اے ابا عبداللہ آپ بالکل بری الذمہ، سلیم الظرف اور دھوکا نہ دینے والے ہیں۔ آپ کو خدا صلہ رحمی کی جزا دے بلکہ افضل ترین جزا دے۔ جو صاحبانِ رحم میں سے کسی کو دیتا ہے۔ پھر اس نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ اونچی جگہ بٹھایا اور آپ کو عطر سے اتنا معطر کیا کہ آپ کی داڑھی سے قطرات گرنے لگے۔ پھر آپ کو اپنے فرش پر اپنے ساتھ بٹھایا اور قریب کیا پھر کہا خدا کی حفظ و امان میں تشریف لے جایئے۔ اے ربیع ابا عبداللہ کو ان کا انعام اور خلعت پہنچا دو۔

ربیع کہتا ہے کہ میں حضرت جعفرؑ سے جا کر ملا اور میں نے کہا کہ میں نے آپ کے آنے سے پہلے عجیب حالت دیکھی اور آپ کے آنے کے بعد تو زیادہ عجیب بات تھی۔ مجھے بتایئے کہ آپ نے اس کے ہاں جانے کے وقت کون سی دعا پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا میں نے وہ دعائیں پڑھی تھیں جن کی تعلیم مجھے میرے والد نے میرے دادا سے اور انھوں نے اپنے باپ سے دی۔ میں نے عرض کی وہ کون سی دعا ہے تو آپ نے فرمایا وہ یہ ہے:

اللھم احرسنی بعینک التی لاتنام و کنفنی بکنفک الذی لا یرام اویضام واغفرلی بقدرتک علی ولا اھلک وانت رجائی اللھم انک اکبر واجل ممن اخاف واحذر اللھم بک ادفع فی نحرہ واستعیذ بک من شرہ۔

اور ہمیں عبدالوہاب بن علی خوخی نے خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابن

وہب کہتا ہے کہ میں نے لیث بن سعد کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ۱۱۳ھ میں حج کیا۔ پس جب میں نے مسجد میں نماز عصر پڑھی تو کوہ ابوقبیس پر چڑھ گیا' اچانک وہاں ایک شخص کو بیٹھے پایا' جو دعا مانگ رہا تھا کہہ رہا تھا یا رب اے پالنے والے' اے پالنے والے (یہ الفاظ اس نے کئی بار دہرائے) یہاں تک کہ اس کی سانس ختم ہوگئی۔ پھر کہا یا رحیم یہاں تک کہ سانس ختم ہوئی پھر کہا یا ارحم الراحمین یہاں تک کہ سانس ختم ہوئی پھر کہا اے میرے معبود میں انگور چاہتا ہوں پس مجھے وہ کھلا۔ خدایا میرا لباس پرانا ہوگیا ہے مجھے نیا لباس پہنا۔ لیث کہتا ہے کہ اس کی دعا ابھی تمام نہیں ہوئی تھی کہ میں نے انگوروں کی ایک ٹوکری دیکھی حالانکہ اس وقت روئے زمین پر کہیں انگور نہ تھے اور اچانک دو چادریں رکھی ہوئی دکھائی دیں کہ ایسی چادریں میں نے دنیا میں نہیں دیکھی تھیں۔ پس اس نے کھانا چاہا تو میں نے کہا کہ میں بھی تمھارے ساتھ شریک ہوں تو اس نے کہا کس طرح؟ میں نے جواب دیا جب آپ دعا کر رہے تھے تو میں آمین کہتا تھا۔ تو اس نے کہا آگے ہو جا اور کہا پس میں آگے بڑھا اور انگور کھانے لگا۔ میں نے ان سے بہتر انگور کبھی نہیں کھائے تھے۔ ان میں بیج نہیں تھا ہم نے اتنے کھائے کہ سیر ہو گئے۔ لیکن اس ٹوکری میں کسی قسم کا تغیر و تبدل پیدا نہیں ہوا۔ پس فرمایا ان میں سے ذخیرہ نہ کرنا اور چھپانا نہیں۔ پھر ایک چادر خود اٹھائی اور دوسری مجھے دی تو میں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ پس اس نے ایک بہ طور تہ بند باندھی اور دوسری کی ردا بنالی۔ پھر وہ چادریں جو اس نے پہلے پہنی ہوئی تھیں انھیں لے کر کوہ ابوقبیس سے اترا پس مقام سعی میں ایک شخص اسے ملا اور وہ کہنے لگا اے فرزند رسولؐ مجھے لباس پہنائیے خدا آپ کو لباس پہنائے کیونکہ میں بے لباس ہوں۔ وہ چادریں اسے دے دیں تو میں نے اس سائل سے سوال کیا کہ جس بزرگ نے چادریں دی تھیں یہ کون صاحب ہیں۔ اس نے کہا یہ جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ لیث کہتا ہے پھر میں نے انھیں تلاش کیا تا کہ ان سے کوئی حدیث سنوں لیکن یہ میرے نصیب میں نہ تھا۔

آپ کے مکارم اخلاق میں سے ایک وہ چیز ہے جس کا ذکر زمخشری نے ربیع

الابرار میں سقرانی غلام رسول اللہؐ سے کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ منصور کی خلافت کے زمانہ میں بادشاہ کی طرف سے انعام واکرام دیا جا رہا تھا۔ میری سفارش کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ میں دربار کے دروازہ پر متحیر کھڑا تھا کہ اچانک جعفر بن محمد تشریف لائے۔ میں نے اپنی حاجت کا تذکرہ آپ سے کیا۔ پس آپ دربار میں گئے جب باہر نکلے تو میرا عطیہ آپ کے ہاتھ میں تھا پس وہ مجھے عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ نیکی ہر شخص سے اچھی ہے لیکن تجھ سے اس کا ہونا زیادہ اچھا ہے بہ سبب اس منزلت کے جو تجھے ہم سے حاصل ہے اور برائی ہر شخص سے بری ہے لیکن تجھ سے ہونا زیادہ برا ہے۔ اس نسبت کی وجہ سے جو تجھے ہم سے حاصل ہے اور یہ بات حضرت جعفر صادقؑ نے اسے اس لیے فرمائی تھی کیونکہ وہ شراب پیتا تھا۔

تو یہ آپ کے اخلاق کا کرشمہ تھا کہ آپ اس سے کھلے دل سے ملے اس کی حاجت برآری کی۔ اس کی حالت کو جاننے کے باوجود اسے وعظ و نصیحت کنایہ کے طور پر کیا اور یہ اخلاق انبیاء میں سے ہے۔

اور ثوری نے گزشتہ سند سے کہا ہے کہ میں نے حضرت جعفر بن محمد سے عرض کی۔ اے فرزند رسولؐ آپ نے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ فرمایا اے سفیان زمانہ خراب اور دوست متنفر ہو گئے ہیں پس میں نے سمجھا ہے کہ علیحدگی کی زندگی ہی میں سکون ہے۔ پھر آپ نے فرمایا:

ذهب الوفا ذهاب امس الذهاب فالناس بين مخاتل وحوارب

يغشون بينهم المودة والصفا وقلوبهم محشوة بعقارب

(وفا گزرے ہوئے کل کی طرح ختم ہو گئی ہے پس لوگ دھوکہ باز اور اپنی حاجت برآری والے رہ گئے ہیں جو آپس میں محبت اور خلوص کا مظاہرہ کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل بچھوؤں سے پُر ہیں)

واقدی کہتا ہے کہ حضرت جعفرؑ اہل مدینہ کے پانچویں طبقہ کے تابعین میں سے ہیں۔

وفات

واقدی نے کہا ہے کہ آپ نے ابوجعفر منصور کی خلافت کے زمانہ میں ۱۴۸ھ میں وفات پائی اور بقیع میں اپنے باپ اور دادا کے پاس دفن ہوئے۔ ان کی قبروں پر رخامہ قسم کا پتھر ہے جس پر لکھا ہے:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ عبید الاحم و محی الرحم

(ابتدا کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ حمد ہے اس خدا کے لیے جو امتوں کو ہلاک اور بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ یہ قبر ہے فاطمہؑ بنت رسول اللہ کی جو عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں اور قبر ہے علی بن الحسینؑ محمد بن علیؑ اور جعفر بن محمد علیہم السلام کی۔ آپ کے سن مبارک میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ۶۵ سال ہے اور دوسرا ۵۵ سال ہے اور واقدی کہتا ہے ۷۱ سال ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کو زہر سے شہید کیا گیا۔ (منصور دوانقی نے عامل مدینہ کے ذریعے آپ کو زہر دلوایا آپ ۱۵ شوال ۱۴۸ھ کو شہید ہوئے)

اولاد

۱۔ موسیٰ کاظم۔ انھیں سے نسل چلی ہے۔ ۲۔ محمد۔ انھیں ان کے حسن و جمال کی بنا پر دیباج کہا جاتا تھا۔ ۳۔ اسحٰق۔ یہ دیباج کے پدری مادری بھائی ہیں۔ ۴۔ علی۔ انھوں نے مکہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ زمانہ ۲۰۳ھ خلافت مامون کا زمانہ تھا۔ پھر مامون کو ان پر فتح حاصل ہوئی اور انھیں معاف کر دیا اور خراسان کی طرف بلا لیا۔ پس وہیں رہے یہاں تک کہ ۲۰۳ھ میں ان کی وہیں وفات ہوئی۔ بعض ۲۰۴ھ میں کہتے ہیں۔

واقدی نے کہا ہے کہ علی کی بیعت اہل حجاز و تہامہ نے کر لی تھی اور ان کا معاملہ سخت ہو گیا تھا۔ پس اسی سال معتصم نے حج کیا اور انھیں گرفتار کر کے مامون کے پاس بھیج دیا۔ اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ یہ علی عبادت گزار تھے۔ ہمیشہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور کبھی کوئی لباس ایسا نہ ہوتا جو واپسی آپ کے بدن پر

ہوتا۔(یعنی جو مانگتا تھا اسے دے دیتے تھے)

ہشام کہتا ہے کہ جب علی کا جنازہ نکلا تو اس وقت ماموں سوار تھا جب جنازہ دیکھا تو پیادہ پا ہو گیا اور ان کے جنازہ کو کندھا دیا۔

حضرت جعفرؑ کی اولاد میں پانچویں اسمٰعیل ہیں کہ جن کی طرف اسمٰعیلیہ منسوب ہیں۔ وہ لنگڑے تھے۔ یہ اسمٰعیلیوں کے جداعلیٰ ہیں کہ جن تک پہنچ کر ان کا نسب منتہی ہوتا ہے۔

۶۔علی۔ ۷۔عبداللہ۔ ۸۔اسحاق اور ۹۔ام فردہ۔

محمد بن سعد نے طبقات میں آپ کی اولاد کی ترتیب اس سے مختلف نقل کی ہے:

۱۔اسمٰعیل اعرج۔ ۲۔عبداللہ۔ ۳۔ام فردہ ان سب کی والدہ دختر حسین اثرم بن حسن بن علی ابن ابی طالبؑ تھیں۔ ۴۔حضرت موسیٰ جنھیں ہارون نے بغداد میں اپنے غلام سندی کے پاس قید کر رکھا تھا۔ آپ نے اس کی قید میں ہی وفات پائی۔ ۵۔اسحٰق۔ ۶۔علی۔ ۷۔محمد۔ ۸۔فاطمہ۔ ان فاطمہ سے محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے شادی کی تھی اور فاطمہ کی والدہ کنیز تھی۔ ۹۔یحییٰ۔ ۱۰۔عباس۔ ۱۱۔فاطمہ صغرا۔ یہ مختلف کنیزوں سے تھیں۔ نسل موسیٰ کاظم علیہ السلام سے چلی ہے۔

حضرت موسیٰ بن جعفرؒ

وہ حضرت موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں آپ کے القاب کاظم، ماموں، طیب اور سید ہیں اور کنیت ابوالحسن ہے، آپ کی عبادت اور اس میں مشقت اور رات بھر کھڑے ہو کر عبادت کرنے کی وجہ سے عبد صالح کہا جاتا ہے۔ آپ کی والدہ اندلس کی تھیں اور بعض کہتے ہیں بربر کی رہنے والی تھیں۔ ان کا نام حمیدہ تھا۔

آپ سخی اور حلیم الطبع تھے۔ آپ کو کاظم اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب کسی کی طرف سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ اس کے پاس مال بھیجتے تھے۔ مدینہ میں ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے اور بعض ۱۲۹ھ کہتے ہیں آپ اہل مدینہ کے ساتویں طبقہ کے تابعین میں سے ہیں۔ (صحیح تاریخ ولادت ۷ صفر ۱۲۸ھ ہے)

ہمیں ابو محمد بزاز نے خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) شقیق بلخی نے کہا ہے کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کے لیے گیا۔ میں جب مقام قادسیہ میں اترا تو اچانک مجھے ایک حسین چہرہ نظر آیا جو بہت گندم گوں تھا اس کے اوپر اونی کپڑے تھے۔ ایک چادر اس نے اوڑھی ہوئی تھی، پاؤں میں نعلین تھی۔ وہ لوگوں سے الگ تھلگ بیٹھا تھا۔ میں نے دل میں کہا یہ نوجوان صوفی بننا چاہتا ہے کہ لوگوں کے لیے بار بنا رہے۔ خدا کی قسم میں آپ کے پاس جاؤں گا اور اسے سرزنش کروں گا۔ پس میں اس کے قریب گیا۔ جب مجھے آتے دیکھا تو کہا اے شقیق بہت سے گمانوں سے اجتناب کرو پس میں نے اپنے دل میں کہا یہ تو خدا کا کوئی نیک بندہ ہے جس نے میرے دل کا راز بتا دیا ہے میں اس کے پاس جاؤں گا اور کہوں گا کہ مجھے معاف کر دے لیکن وہ میری آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ پس جب ہم مقام واقصہ پر پہنچے تو وہ وہاں نماز پڑھ رہا تھا اور اس کے اعضاء و جوارح (خوف خدا

سے) مضطرب تھے اور اس کے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ میں اس کے پاس جاؤں گا اور اس سے معذرت طلب کروں گا۔ میں نے اپنی نماز کو مختصر کیا اور سوچا اے شقیق! (انی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اهتدی) تحقیق میں بخشنے والا ہوں اس شخص کو جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے پھر طلب ہدایت کرے۔ میں نے کہا یہ شخص تو ابدال میں سے ہے۔ اس نے میرے دل کی بات دو دفعہ بتائی ہے۔ پس جب ہم مقام زبال پر اترے تو وہ کنویں کے اوپر کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک ڈولچی تھی جس کے ذریعے وہ پانی لینا چاہتا تھا۔ وہ ڈولچی کنویں میں گر پڑی۔ اس نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا تو میرا پالنے والا ہے جب میں پیاسا ہوتا ہوں، تو میری قوت ہے جب مجھے کھانے کی خواہش ہوتی ہے۔ اے میرے مالک میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے۔

شقیق کہتا ہے خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی بلند ہو رہا ہے پس اس نے اپنا ڈول اٹھایا اسے پُر کیا اور وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر وہ وہاں کے ریت کے ایک ٹیلہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے ریت اٹھا کر اس ڈول میں ڈالنے لگا اور اسے پینے لگا تو میں نے کہا خداوند عالم نے جو کچھ آپ پر رزق اور انعام کیا ہے اس کے پس خوردہ میں سے مجھے بھی عنایت کیجئے۔ پس آپ نے فرمایا اے شقیق خدا کی ظاہر اور باطن نعمتیں ہم پر ہر وقت جاری رہتی ہیں پس اپنے پالنے والے کے متعلق اچھا گمان کیا کرو۔ پھر وہ ڈول مجھے دیا، میں نے اس میں سے پیا تو اس میں ستو اور شکر تھی کہ خدا کی قسم جس سے زیادہ لذیذ اور خوشبودار میں نے کبھی نہیں پیا تھا۔ پس میں خوب سیراب ہو گیا۔ حتی کہ مجھے کھانے پینے کی خواہش نہ تھی۔ پھر اس شخص کو میں نے نہ دیکھا یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہوا۔ پس ایک رات میں نے آدھی رات کے وقت قبہ سراب کے پاس خضوع و خشوع کے اور گریہ و بکا کے ساتھ اسے نماز پڑھتے دیکھا۔ وہ رات کے ختم ہونے تک اسی حالت میں رہا۔ جب صبح طلوع ہوئی تو اپنے مصلے پر بیٹھ کر تسبیح پڑھنے لگا۔ پھر نماز صبح کے لیے کھڑا ہوا اور خانہ کعبہ کے ساتھ چکر لگائے۔ وہ باہر نکلا تو میں بھی اس کے پیچھے چلا۔ تو

اچانک اس کے خادم وغلام موجود تھے۔ اب وہ ایک دوسرے ہی عالم میں تھا۔ لوگوں نے اس کے گرد گھیرا ڈال لیا اور اس پر سلام کرنے لگے اور تبرک لینے لگے۔ میں نے ان میں سے بعض سے پوچھا کہ یہ کون ہے تو اس نے کہا یہ موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ تو میں نے کہا یہی تو مجھے تعجب تھا کہ ایسے معجزات وکرامات ایسے سید کے علاوہ اور کسی سے ظاہر نہیں ہو سکتے۔

مورخین نے کہا ہے کہ آپ کا قیام مدینہ میں تھا اور پیدا بھی وہیں ہوئے تھے۔ آپ کو محمد مہدی (خلیفہ عباسی) بغداد لے گیا اور وہاں قید رکھا پھر مدینہ واپس بھیج دیا۔ یہ سب اس خوابکے جو اس نے دیکھا تھا۔

وہ خواب خطیب نے تاریخ بغداد میں فضل بن ربیع سے اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے۔ ربیع کہ جب مہدی خلیفہ نے حضرت موسیٰ بن جعفر کو قید کیا تو عالم خواب میں حضرت علیؑ کو دیکھا آپ نے اس سے فرمایا اے محمد **فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدو فی الارض و تقطعوا ارحامکم** (الآیہ) یعنی کیا یہ قریب ہے کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو زمین میں فساد کرو گے اور اپنے ارحام سے قطع رحمی کرو گے۔ ربیع کہتا ہے ہے کہ رات کے وقت ہی مہدی نے کسی کو میری طرف بھیجا۔ میں گھبرا گیا۔ میں اس کے پاس آیا تو وہ مندرجہ بالا آیت کو پڑھ رہا تھا۔ مہدی کا لحن بہت اچھا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ موسیٰ بن جعفر کو میرے پاس لے آؤ میں آپ کو لے آیا تو مہدی نے آپ سے معانقہ کیا اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور کہا میں نے امیر المومنینؑ کو ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ وہ یہ آیت پڑھ رہے تھے تو کیا آپ مجھ سے قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ آپ مجھ پر اور میری اولاد میں سے کسی ایک پر میرے بعد خروج نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے کبھی ایسا نہیں کیا اور نہ میری ایسی عادت ہے تو مہدی نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر کہنے لگا اے ربیع انھیں تین ہزار دینار دو اور انھیں گھر پہنچادو۔

ربیع کہتا ہے کہ میں نے آپ کو گھر بھیجنے کا سارا انتظام راتوں رات مکمل کر لیا اور علی الصبح ہی انھیں روانہ کر دیا۔

مدائنی کہتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ مدینہ میں رہے یہاں تک کہ مہدی اور ہادی کی وفات ہوئی اور ہارون رشید حج کے لیے آیا پس موسیٰ بن جعفر کے ساتھ قبر رسالت مآب کے ہارون ملا۔ ہارون نے نبی علیہ السلام کو خطاب کر کے گرد و پیش کے لوگوں پر فخر کرتے ہوئے کہا السلام علیک یا بن العم اے چچا کے بیٹے آپ پر میرا سلام ہو۔ تو موسیٰ بن جعفرؑ قبر کے قریب تشریف لائے اور کہا السلام علیک یا ابتائے بابا آپ پر میرا سلام ہو۔ اس پر ہارون کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ پھر کہنے لگا خدا کی قسم اے ابوالحسن واقعاً یہ فخر اور حقیقی شرف آپ ہی کے لیے ہے۔ پھر آپ کو اپنے ساتھ بغداد لے گیا اور وہاں آپ کو ۱۷۷ھ میں قید کر دیا۔ آپ اس قید میں ۱۸۸ھ تک رہے اور ماہ رجب میں بحالت قید وہیں وفات پائی۔

زمخشری نے ربیع الابرار میں ذکر کیا ہے کہ ہارون حضرت موسیٰؑ سے کہا کرتا تھا کہ فدک لے لیجئے لیکن آپ لینے سے انکار کرتے پس جب ہارون نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا اس کے پورے حدود کے بغیر نہیں لوں گا۔ ہارون نے پوچھا اس کی حدود کون سی ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کی پہلی حد عدن ہے تو ہارون کا چہرہ بگڑ گیا۔ کہنے لگا دوسری حد! فرمایا دوسری حد سمرقند ہے تو اس کا چہرہ اور متغیر ہوا کہنے لگا تیسری حد۔ فرمایا افریقہ تو ہارون کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور کہا اور چوتھی! تو فرمایا سیف البحر جو خزر اور آرمینیہ کے قریب ہے تو ہارون نے کہا پھر ہمارے لیے تو کچھ بھی باقی نہ رہا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ میری جگہ لینا چاہتے ہیں تو جناب موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا کہ میں نے تو تجھے بتا دیا تھا کہ اگر میں فدک کی حد بندی بیان کروں تو تو واپس نہیں کرے گا پس اس وقت سے ہارون نے آپ کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا اور آپ کو ٹھکانے لگانے کی ٹھان لی۔

خطیب نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے موسیٰ بن جعفرؑ نے قید خانہ سے ہارون کو پیغام بھیجا کہ میری تکلیف کا کوئی دن نہیں گزرتا مگر یہ کہ تیری راحت و آرام کا ایک دن گزر جاتا ہے یہاں تک کہ ہم سب ایسے دن کی طرف پہنچیں گے کہ جس کے لیے ختم ہونا نہیں۔ جس میں باطل پرست گھاٹے میں ہوں گے۔

مورخین نے آپ کے سن مبارک کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ایک قول

۵۵ سال ہے۔ دوسرا ۵۴ تیسرا ۵۷ چوتھا ۵۸ اور پانچواں ۶۰ سال ہے۔ آپ قبرستان قریش میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر مطہر ظاہر بہ ظاہر ہے وہاں زیارت کی جاتی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ ۱۸۳ھ میں فوت ہوئے۔ (آپ کی ولادت ۱۱ ذیقعدہ ۱۶۸ھ اور تاریخ وفات ۱۷ صفر ۲۰۳ھ ہے)

اولاد

مورخین نے کہا ہے کہ آپ کے بیس فرزند اور بیس ہی بیٹیاں ہیں:

ا۔ علیؑ جو امام تھے۔ ۲۔ زید انھوں نے مامون کے خلاف خروج کیا تھا۔ مامون کو زید پر فتح ہوئی تو زید کو ان کے بھائی موسیٰ رضاؑ کے پاس بھیجا پس آپ نے زید کو سرزنش کی۔ ۳۔ ابراہیم۔ ۴۔ عقیل۔ ۵۔ ہارون۔ ۶۔ حسن۔ ۷۔ عبداللہ۔ ۸۔ عبید اللہ۔ ۹۔ اسمٰعیل۔ ۱۰۔ عمر۔ ۱۱۔ احمد۔ ۱۲۔ جعفر۔ ۱۳۔ یحییٰ۔ ۱۴۔ اسحٰق۔ ۱۵۔ عباس۔ ۱۶۔ حمزہ۔ ۱۷۔ عبدالرحمٰن۔ ۱۸۔ قاسم۔ ۱۹۔ جعفر اصغر۔ ۲۰۔ بعض کے نزدیک محمد بھی ہے۔ ۲۱۔ خدیجہ۔ ۲۲۔ ام فروہ۔ ۲۳۔ اسماء۔ ۲۴۔ علیہ۔ ۲۵۔ فاطمہ کبریٰ۔ ۲۶۔ فاطمہ صغریٰ۔ ۲۷۔ فاطمہ وسطی۔ ۲۸۔ آپ کی چار بیٹیوں کے نام فاطمہ تھے۔ ۲۹۔ ام کلثوم۔ ۳۰۔ آمنہ۔ ۳۱۔ زینب۔ ۳۲۔ ام عبداللہ۔ ۳۳۔ زینب صغرا۔ ۳۴۔ ام القاسم۔ ۳۵۔ حکیمہ۔ ۳۶۔ اسماء صغریٰ۔ ۳۷۔ محمودۃ۔ ۳۸۔ امامہ۔ ۳۹۔ میمونہ۔ مختلف ماؤں سے۔

(جناب امام موسیٰ کاظمؑ کی صحیح ترین تاریخ ولادت ۷ صفر ۱۲۸ھ ہے۔ ہارون رشید آپ کے وجود کو برداشت نہ کر سکا اور بغداد میں قید کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد سندی ابن شاہک کے ذریعے آپ کو زہر دے دیا یہاں تک کہ قید خانہ ہی میں وفات ہوئی۔ آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ کی ہتھکڑی اور بیڑی کٹوائی گئی۔ آپؑ کی تاریخ شہادت ۲۵ رجب ۱۸۳ھ ہے)

امام علی بن موسیٰؑ

وہ ابوالحسنؒ علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں ان کا لقب ولی دوفی ہے۔ آپ کی والدہ کنیز تھیں جن کا لقب اخیزراں[1] ہے۔

واقدی کہتا ہے کہ آپ ثقہ تھے۔ بیس سال سے کچھ عمر زیادہ تھی کہ مسجد رسول میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ وہ اہل مدینہ کے آٹھویں طبقہ کے تابعین میں سے ہیں۔

عبداللہ بن احمد نے کتاب انساب القریشین میں ذکر کیا ہے کہ وہ نسخہ سند جسے علی بن موسیٰ رضاؑ روایت کرتے ہیں اپنے باپ موسیٰؑ سے وہ اپنے باپ جعفرؑ سے وہ اپنے باپ محمدؑ سے وہ اپنے باپ علیؑ سے وہ اپنے باپ حسینؑ سے وہ اپنے باپ علیؑ سے وہ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں۔ اگر کسی مجنون پر پڑھ دیا جائے تو وہ صحیح و سالم ہو جائے۔

واقدی نے کہا ہے جب ۲۵۵ھ میں مامون نے کسی کو آپ کے پاس بھیج کر آپ کو مدینہ سے خراسان بلایا تا کہ اپنے بعد کے لیے آپ کو ولی مقرر کرے اور آپ کو لے جانے والا فرناس خادم اور ابن ابی ضحاک تھا۔ پس جب آپ نیشاپور پہنچے تو آپ کے استقبال کے لیے نیشاپور کے علماء باہر آئے۔ مثلاً یحییٰ بن یحییٰ۔ اسحٰق بن راہویہ۔ محمد بن رافع۔ احمد بن حرب۔ وغیرہ تا کہ آپ سے حدیث سنیں اور روایت لیں اور تبرک حاصل کریں۔ پس آپ نے نیشاپور میں ایک مدت قیام فرمایا۔ مامون اس وقت مقام مرو میں تھا۔ پھر مامون نے آپ کو بلوایا اور اپنی وفات کے بعد کے لیے ولی عہد مقرر کیا۔ اور رضائے آل محمد آپ کا نام رکھا اور دراہم و دنانیر پر آپ کا نام نقش کیا' اطراف مملکت میں آپ کی بیعت کے لیے لکھا اور سیاہ لباس ترک کر کے سبز لباس پہنا اور اپنی بیٹی ام حبیب کی شادی مامون نے آپ سے کی' نیز آپ کے بیٹے محمد بن علی سے اپنی بیٹی ام

[1] اسم گرامی نجمہ ہے۔ ام البنین کے نام سے معروف تھیں۔ (اعلام الوریٰ)

الفضل کی شادی کی، خود مامون نے حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے شادی کی۔

اس عہد نامہ کی نقل جسے مامون نے آپ کے لیے اپنے دست خاص اور انشا سے لکھا

وہ عہد نامہ بہت طویل ہے جسے عام مورخین نے اپنی تواریخ میں لکھا ہے (مؤلف) میں نے اسے مختصر کر کے لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ خط ہے جسے عبداللہ بن ہارون "امیر المومنین" نے ابوالحسن علی بن موسیٰ (رضائے آل محمد اپنے بعد اپنے ولی) عوام کے لیے لکھا ہے۔ اما بعد پس بیشک اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دین کے طور پر چن لیا اور اس کے لیے اپنے بندوں میں سے کچھ رسولوں کے انتخاب کیا جو اس کی رہبری کرتے اور ان کا اول، آخر کی بشارت دیتا تھا اور بعد میں آنے والا گزرے ہوئے کی تصدیق کرتا تھا یہاں تک کہ سلسلہ نبوت رسولوں کے فترت کے اور علم کے مٹ جانے اور وحی کے منقطع ہو جانے اور حجت خدا کے نہ ہونے اور قیامت کے قریب کے زمانہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔ پس خداوند عالم نے آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کیا اور آپ کو امتوں کے خلاف رسولوں کا شاہد اور گواہ بنایا۔ اور آپ پر ایسی کتاب نازل کی جو عزت والی اور بزرگ ہے۔ کہ جس کے پاس باطل نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے، جو ایک باحکمت اور لائق حمد ذات کی بھیجی ہوئی حلال و حرام واردات واحکام میں اتری ہے جس میں جنت کا وعدہ جہنم کی دھمکی، خوف تہدید اور زجر وحذر کیا گیا ہے اور بہت زیادہ ڈرایا ہے تا کہ اس کی حجت بالغہ اس کی مخلوق میں سے صحیح وسالم اور مریض پر قائم ہو جائے تا کہ جو ہلاک ہو تو دلیل کے ساتھ اور جو بچ جائے وہ بھی دلیل کی بنا پر اور بیشک خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پس آپ نے اللہ کے پیغامات پہنچائے اور اس کے نجات کے راستے کی طرف اس طریقے سے بلایا جیسے اسے حکم تھا۔ حکمت وموعظہ حسنہ اور مجادلہ احسن کے ساتھ پھر جہاد وسختی کے ساتھ بلایا یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کی اور آپ کے لیے وہ چیز

پسند کی جو اللہ کے پاس ہے تو دین کا قیام و برقراری خلافت کے ساتھ کر دی جب کہ آپ کے ساتھ رسالت کو ختم کر دیا۔ پس اس کے بندوں کے امور کا نظام اتمام اعزاز اور قیام امر الٰہی اس میں اطاعت کے ساتھ ہے کہ جس کے ذریعہ فرائض خدا' حدود الٰہی شرائع اسلام اور سنن دین قائم کیے جاتے ہیں۔ اور خلافت کے ذریعے ہی دشمنانِ دین سے جہاد کیا جاتا ہے اور خدا نے ہی اس کے لیے کچھ خلفاء قرار دیے (طویل عبارت کے بعد ہے) اور جب سے خلافت میرے سپرد ہوئی ہے میں ہمیشہ اس فکر میں رہا کہ اس کا معاملہ کس کے سپرد کر کے جاؤں اور کوشش میں تھا کہ اس کا ولی عہد کسے بناؤں پس میں نے اس کا اہل کسی کو نہ پایا سوائے ابو الحسن علی بن موسیٰ رضاؑ کے جب کہ میں نے ان کا فضل فائق اور علم نافع اور ان کے ظاہر و باطن کی پرہیز گاری اور دنیا اور اہل دنیا سے دوری اور آخرت کی طرف میلان اور ان کا آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا دیکھا اور یہ بات میرے نزدیک پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے اور مجھے یقین کامل ہو چکا ہے کہ جس پر تمام اخبار اور زبانوں کا اتحاد ہے پس میں نے ان کے لیے عہد نامہ کا عقد منعقد کر دیا ہے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اللہ کے اختیار کے ساتھ' اس معاملہ میں مسلمانوں کی بھلائی دیکھتے ہوئے شعائر دین کو قائم رکھنے کو چاہتے ہوئے اور جس دن لوگ عالمین کو پالنے والے خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے اس دن سے نجات حاصل کرنے کے لیے۔

اور یہ عبداللہ نے اپنے خدا کے ہاتھ لکھا جب کہ نو دن ماہ رمضان کے باقی رہتے تھے ۲۰۱ھ میں اور میرے گھر والوں' خواص' میری اولاد' میرے عزیز و اقارب' میرے لشکر اور غلاموں نے بیعت کر لی ہے اللّٰھم صل علی محمد و اٰلہ۔ والسلام!

حضرت علی رضاؑ نے اس کے پیچھے تحریر فرمایا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد و آلہ الطاہرین۔ میں کہتا ہوں' میں علی بن موسیٰ بن جعفر ہوں۔ کہ "امیر المومنین" نے خدا اس کی درستی میں اعانت کرے اور اسے ہدایت کی توفیق دے ہمارے اس حق کو پہچانا کہ جس سے اس کا غیر جاہل تھا اور اس نے ان ارحام کو ملا دیا جنھیں منقطع کر دیا گیا تھا اور ان نفوس کو مامون قرار دیا کہ جنھیں ڈرایا گیا تھا

بلکہ انھیں تلف ہو جانے کے بعد زندہ کر دیا ہے۔ اللہ کی رضا کو چاہتے ہوئے نہ کسی دوسرے کی اور عنقریب خدا شکر گزاروں کو جزا دے گا۔ وہ نیکی کرنے والوں کی اجرت کو ضائع نہیں کرے گا اس نے اپنا عہد اور امر حکومت اپنے بعد میرے لیے قرار دیا۔ الخ

پھر یہ عہد نامہ اطراف مملکت میں کعبہ کے پاس اور قبر رسول و ممبر رسول کے پاس پڑھا گیا اور اس پر مامون کے خواص اور بزرگ علماء کی گواہیاں ثبت کی گئیں۔ پس منجملہ ان گواہیوں کے فضل بن سہل کی گواہی بھی تھی۔ اس نے اپنے قلم سے لکھا تھا۔ میں امیر ملک عبداللہ مامون اور ابوالحسن علی بن موسیٰ بن جعفر پر گواہی دیتا ہوں اس چیز کے ساتھ کہ جس کی وجہ سے ان دونوں نے مسلمانوں کے لیے اپنے اوپر رحمت قائم کر لی ہے اور جاہلوں کے شبہہ کو دور کر دیا ہے۔ عبداللہ بن طاہر نے بھی یہی گواہی لکھی۔ یحییٰ بن اکثم قاضی نے حماد بن ابوبکر صوی وزیر مغربی بشر بن معتمر اور خلق کثر نے بھی گواہیاں ثبت کیں۔

مورخین نے کہا ہے کہ جب مامون نے یہ عہد نامہ لکھا تو بنی عباس بغداد میں اس کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ اسے خلافت سے (اپنے زعم میں) اتار دیا اور ابراہیم بن مہدی کو خلیفہ بنالیا۔ مامون اس وقت مرو میں تھا۔ اور بنی عباس کے پیروکاروں سے دل اس سے متنفر ہو گئے اور جب مامون مرو سے دوبارہ بغداد کو حاصل کرنے کے لیے چلا اور مقام سرخس میں پہنچا تو کچھ لوگوں نے حمام میں فضل بن سہل پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ علی بن موسیٰ بیمار ہو گئے۔ جب مامون طوس پہنچا تو حضرت علی بن موسیٰ کی وفات ۲۰۳ھ میں طوس میں واقع ہوئی۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ حمام تشریف لے گئے جب اس سے باہر نکلے تو ایک طبق پیش کیا گیا جس میں زہر آلود انگور تھے جن میں زہر آلود سوئی داخل کی گئی تھی۔ پس آپ نے وہ کھائے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ۴۹ سال تھی۔ آپ کو ہارون رشید کے قریب دفن کیا گیا۔

پھر مامون بغداد میں آیا اور اس میں ۲۰۴ھ میں داخل ہوا۔ اس نے اور اس

کے ساتھیوں نے سبز لباس پہنا ہوا تھا۔اسی طرح ان کے علم بھی سبز تھے۔ مامون بغداد کی طرف حسن بن سہل کو بھیج چکا تھا۔اس نے ان کو شکست دی۔ ابراہیم بن مہدی روپوش ہو گیا اور مامون قصر رصافہ میں اترا۔

جولی کہتا ہے کہ بنی عباس زینب دختر سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس جمع ہوئے اور وہ بزرگی اور سرداری میں منصور کے برابر تھی۔ پس ان لوگوں نے اس سے خواہش کی کہ وہ مامون کے پاس جائے اور اس سے مطالبہ کرے کہ وہ سبز لباس کو ترک کر کے سیاہ لباس پھر سے استعمال کرے اور اپنے ارادہ کو بدل دے۔ پس زینب مامون کے پاس گئی تو وہ اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوا اسے مرحبا کہا اور اس کی عزت وتوقیر بجالایا۔ وہ کہنے لگی امیر المومنین تحقیق تو اولاد ابوطالب جو کہ تیرے عزیز ہیں کے ساتھ نیکی کرنے کی زیادہ قدرت رکھے گا جب کہ اقتدار تیرے ہاتھ میں ہو بہ نسبت اس کے کہ امر خلافت تیرے غیر یا انھیں کے ہاتھ میں چلا جائے۔ پس لباس سبز کو ترک کر دو اور اپنے خاندان کے لباس کی طرف عود کرو اور کسی شخص وامر خلافت میں طمع کی گنجائش نہ دوں پس مامون کو اس کے کلام سے تعجب ہوا اور اس سے کہنے لگا اے پھوپھی خدا کی قسم آپ کے کلام سے زیادہ کسی کلام نے میرے دل پر اثر نہیں کیا اور نہ زیادہ اس مقصد کے قریب تھی جو میرا ارادہ تھا اور میں ان کے معاملہ کا فیصلہ تمہاری عقل پر چھوڑتا ہوں۔ وہ کہنے لگی وہ کیا ہے تو مامون نے کہا کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ابوبکر رسول اللہؐ کے بعد خلیفہ ہوا تو اس نے بنی ہاشم میں سے کسی شخص کو کہیں کا حاکم نہیں بنایا۔ کہنے لگی ہاں۔ تو اس نے کہا پھر عمر خلیفہ ہوا تو بھی ایسا ہی ہوا پھر عثمان خلیفہ وا تو وہ عبدالشمس کی اولاد کی طرف متوجہ ہوا پس انھیں تمام شہروں کا حاکم بنایا اور بنی ہاشم میں سے ایک کو بھی حکومت نہ دی۔ پھر حضرت علیؑ خلیفہ ہوئے تو وہ بنی ہاشم کی طرف متوجہ ہوئے اور عبداللہ بن عباس کو بصرہ، عبیداللہ بن عباس کو یمن، معبد کو مکہ اور قثم بن عباس کو بحرین کا حاکم بنایا اور کسی ایسے شخص کو باقی نہ چھوڑا جو عباس کی طرف منسوب نہ ہوتا تھا۔ پس یہ ان کا احسان ہماری گردنوں پر تھا۔ میں نے اس کا بدلا ان کی اولاد کو دیا۔ جو کچھ میں نے کیا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگی اے بیٹا کیا کہنا تیرا

لیکن مصلحت تیرے چچا زاد بھائی کے لیے ہے جو اولادِ ابو طالبؑ میں سے ہیں اس میں ہے جو میں نے تجھے کہا ہے۔ تو مامون نے کہا وہی ہوگا جو تم چاہتی ہو۔

پس بنی عباس کو اکٹھا کیا اور سیاہ لباس منگوا کر پہنا' سبز لباس کو ترک کیا اور باقی لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ یعنی بغداد میں صرف آٹھ دن سبز لباس پہنا گیا تھا۔ صولی نے ذکر کیا ہے کہ مامون حضرت علیؑ سے محبت کرتا تھا۔ اس نے اطرافِ مملکت میں لکھ کر بھیجا تھا کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ رسول اللہؐ کے بعد افضل مخلوق ہیں اور یہ کہ معاویہ کا ذکر خیر سے نہ کیا جائے اور جو معاویہ کو اچھائی کے ساتھ یاد کرے اس کا خون و مال مباح ہے۔ صولی کہتا ہے کہ مدح حضرت علیؑ میں مامون کے یہ اشعار ہیں:

الامام علی حب الوصی ابی الحسن	وذالک عندی من عجائب ذی الزمن
خلیفة خیر الناس والاول الذی	اعان رسول اللّٰہ فی السر والعلن

(میں ابوالحسن وصی رسول کی محبت میں ملامت کیا جاتا ہوں اور یہ بات میرے نزدیک عجائبات میں سے ہے۔ وہ علیؑ سب لوگوں میں سے بہترین شخص کے خلیفہ و جانشین تھے اور وہی پہلے فرد ہیں جنھوں نے رسول اللہ کی پوشیدہ اور بہ ظاہر مدد کی ہے)

اور مامون کے اشعار میں سے یہ شعر ہیں:

لا تقبل توبة من تائب	الایحبّ ابن ابی طالب
اخو رسول اللّٰہ حلف الهدی	والاخ فوق الخل والصاحب
ان مال ذو النصب اے جانب	ملت من الشیح اے جانب
اکون فی ال نبی الهدیٰ	خیر نبی من نبی غالب
جهم فرض نودی به	کمثل حج لازم واجب

ترجمہ: کسی شخص کی توبہ علی ابن ابی طالبؑ کی محبت کے بغیر قبول نہیں ہو سکتی۔

وہ رسول اللہؐ کے بھائی اور صاحب ہدایت تھے اور بھائی دوست اور صحابی سے بلند ہوتا ہے اگر ناصبی کسی طرف مائل ہو تو میں شیعہ کے ساتھ دوسری طرف جھکوں گا۔

میں نبی ہادی کی آل کے ساتھ رہوں گا وہ نبی جو اولادِ غالب میں سے تھا۔

آل نبی کی محبت فرض وواجب ہے جیسے ہم حج واجب کی طرح ادا کرتے ہیں۔

حضرت علی بن موسیٰ رضا کی مدح میں ابونواس کہتا ہے:

قیل لی انت اوحد الناس فی ... کل کلام من القال بدیه

لک فی جوهر الکلام فنون ... نیشو الدرفی یدی مجنیه

فعل ماترکت مدح ابن موسیٰؑ ... والخصال التی تجهن فیه

قلت لا اهتدی طرح امام ... کان جبریل خادم لابیه

ترجمہ: مجھ سے کہا گیا کہ تو ہر فی البدیہ کلام میں گفتگو کرنے کے لحاظ سے وحید زمانہ ہے۔ تیرے لیے جوہر کلام میں کئی فن ہیں جن سے چننے والے کے ہاتھ میں موتی بکھر جاتے ہیں۔ تو نے موسیٰ کے فرزندوں کی مدح اور ان میں جو خصال جمع ہیں ان کا تذکرہ کیوں چھوڑ دیا۔ تو میں نے کہا اس امامؑ کی مدح کی مجھ میں طاقت نہیں کہ جبرئیل جس کے باپ کے خادم تھے۔

اولاد

۱۔ محمد امام ابوجعفر ثانی ۔۲۔ جعفر ۔۳۔ ابومحمد حسن ۔۴۔ ابراہیم اور ۵۔ ایک بیٹی۔

امام محمد جواد

محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علیؑ بن الحسین بن علی ابن ابی طالب ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ اور بعض کہتے ہیں ابوجعفر تھی۔ ان کی ولادت ۱۹۵ھ میں اور وفات ۲۲۰ھ میں ہوئی، ان کی عمر ۲۵ سال تھی۔ وہ اپنے علم، تقویٰ اور زہد وسخاوت میں اپنے باپ کی طرح تھے۔ جب آپ کے والد فوت ہوئے تو آپ مامون کے پاس تشریف لائے اس نے آپ کی عزت وتکریم کی اور وہ کچھ دیا جو آپ کے والد گرامی کو دیتا تھا۔ اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح بھی آپ کے ساتھ کیا جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔

مورخین نے اختلاف کیا ہے کہ آیا یہ شادی آپ کے والد کی وفات سے پہلے ہوئی تھی یا بعد میں! شیعہ امامیہ ایک طویل روایت بیان کرتے ہیں کہ مامون نے جب آپ کی شادی کی تو محمد جواد کی عمر سات سال اور کچھ مہینے تھی اور یہ کہ خطبہ نکاح آپ ہی نے پڑھا۔ بنی عباس مامون کے خلاف بھڑکے، انھوں نے قاضی یحییٰ بن اکثم کو رشوت دی۔ تاکہ وہ کچھ مسائل بنا کر پیش کرے۔ جن میں محمد جواد کی غلطی معلوم ہو اور ان کا امتحان کیا جائے اور یہ کہ محمد جواد نے سب مسائل کا جواب شافی دیا۔ یہ حدیث طویل ہے جسے مفید نے کتاب ارشاد میں ذکر کیا ہے۔ آپ کا لقب مرتضیٰ اور قانع تھا۔ آپ کی وفات ۵ ذی الحجہ کو بغداد میں ہوئی اور اپنے جد بزرگوار موسیٰ بن جعفر کے پہلو میں قبرستان قریش میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر معلوم ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے[1] آپ کی والدہ سکینہ تھیں۔ کئی اولادیں تھیں جن میں مشہور امام علیؑ (نقی) ہیں۔

---

[1] آپ کی تاریخ ولادت ۱۰ رجب ۱۹۵ھ اور تاریخ شہادت ۲۹ ذیقعدہ ۲۲۰ھ ہے آپ کو معتصم عباسی نے زہر دیا۔

حضرت ہادی (علی نقیؑ)

جناب علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اوران کی کنیت ابوالحسن عسکری ہے آپ عسکری کے لقب سے اس لیے مشہور ہیں کیونکہ جعفر متوکل نے آپ کو مدینہ سے بغداد اور وہاں سے سامرہ کی طرف بھیجا۔ آپ وہاں بیس سال کئی مہینے رہے۔ آپ کے القاب متوکل اور نقی ہیں آپ کی والدہ کا نام سمانہ غربیہ ہے۔

مورخین کا کہنا ہے کہ متوکل نے آپ کو مدینہ سے بغداد اس لیے بلایا تھا کہ متوکل حضرت علیؑ اوران کی اولاد سے بہت بغض رکھتا تھا۔ اسے خبر ملی کہ مدینہ میں امام علی نقیؑ کا مقام بہت اونچا ہے اور یہ کہ لوگ آپ کی طرف بکثرت مائل ہیں جس سے اسے ایک خوف لاحق ہوا۔ اس نے یحییٰ بن ہرثمہ کو بلایا' اس سے کہا کہ مدینہ جاؤ اوران کے حالات کا معائنہ کرواور انھیں ہمارے پاس لے آؤ۔

یحییٰ کہتا ہے پس میں مدینہ گیا اور جب مدینہ میں داخل ہوا تو اہل مدینہ کی چیخ و پکار اتنی زیادہ بلند ہوئی کہ ویسی چیخ و پکار اہل مدینہ نے کبھی نہیں سنی تھی۔ (یہ سب کچھ علی نقیؑ پر تشدد کی وجہ سے تھا) گویا لوگوں پر ایک قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ کیونکہ آپ اہل مدینہ پر بہت کچھ احسانات کرتے اور مسجد میں رہتے تھے۔ ان کا میلان دنیا کی طرف بالکل نہ تھا۔ یحییٰ کہتا ہے کہ میں اہل مدینہ کو سکون و اطمینان کی تلقین کرتا اور قسمیں کھاتا کہ مجھے ان حضرت کے متعلق کوئی برا حکم نہیں دیا گیا اور حضرت پر کسی قسم کا کوئی خوف نہیں' پھر میں نے آپ کے گھر کی تلاشی لی تو اس میں چند صحیفوں' دعاؤں اور کتب علمی کے علاوہ کچھ نہ پایا۔ پس آپ کی عظمت میری نظروں میں بیٹھ گئی اور میں خود ان کی خدمت کرتا اوران سے اچھا برتاؤ کرتا۔ پس جب میں انھیں لے کر بغداد پہنچا تو پہلے پہل اسحاق بن ابراہیم طاہری

کے پاس گیا۔ وہ بغداد کا حاکم تھا۔ تو اس نے مجھ سے کہا اے یحییٰ تحقیق یہ وہ شخص ہے جسے رسول اللہؐ نے جنم دیا ہے (یعنی فرزند رسول ہے) اور متوکل کو تو جانتا ہے۔ اگر تو نے اسے ان کے خلاف اکسایا تو وہ انھیں قتل کر دے گا۔ اور قیامت کے دن رسول اللہؐ تیرے دشمن ہوں گے تو میں نے کہا خدا کی قسم میں نے ان سے امر جمیل کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔

پھر میں آپ کو لے کر سامرہ میں گیا اور سب سے پہلے وصیف ترکی سے ملا اور اسے خبر دی کہ آپ آ گئے ہیں۔ اس پر اس نے کہا خدا کی قسم اگر ان کا بال بھی بیکا ہوا تو اس کا مواخذہ (بروز قیامت) تجھ سے ہی کیا جائے گا۔

یحییٰ کہتا ہے مجھے تعجب ہوا کہ کس طرح وصیف کی بات اسحاق کے قول کے موافق تھی۔

پس جب میں متوکل کے پاس گیا تو اس نے آپ کے متعلق سوال کیا۔ میں نے آپ کی حسن سیرت، سلامتی طریق اور ورع و پرہیز گاری کی خبر دی اور یہ کہ میں نے آپ کے گھر کی تلاشی لی تو مجھے سوائے مصاحف اور کتب علمی کے کچھ نہ ملا اور اہل مدینہ آپ پر خوف اور ڈر محسوس کرتے تھے۔ پس متوکل نے آپ کی تکریم کی اور زیادہ احسان کیا اور سامرہ میں اپنے قریب ہی رہنے کو مکان دیا۔

یحییٰ بن ہرثمہ کہتا ہے اس واقعہ کے کچھ دن بعد متوکل بیمار ہو گیا اور نذر مانی کہ اگر شفایاب ہوا تو دراہم کثیرہ صدقے کرے گا۔ جب صحت یاب ہو گیا تو فقہاء سے اس بارے میں سوال کیا (کہ کتنے درہم صدقے دوں) لیکن ان سے عقدہ کشائی نہ ہو سکی۔ اس نے پھر کسی کو حضرت علی نقیؑ کی خدمت میں بھیجا اور سوال کیا۔ آپ نے فرمایا ۸۳ دینار صدقہ کرے۔ تو متوکل نے کہا یہ فتویٰ آپ نے کہاں سے دیا۔ فرمایا خداوند عالم کے اس قول سے لقد نصر کم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین (بیشک خدا نے تمھیں مواطن کثیرہ اور حنین کے دن نصرت عنایت کی) اور مواطن کثیرہ یہی بنتے ہیں۔ پس متوکل اور تمام فقہاء نے اس جواب پر تعجب کیا۔

متوکل نے آپ کی خدمت میں مال کثیر بھیجا اور کہا کہ اس جواب کی بنا پر آپ

جتنا چاہیں صدقہ کیجئے۔

اور ابوالحسن مسعودی نے کتاب مروج الذہب میں ذکر کیا ہے کہ متوکل کے پاس کسی نے چغلی کی کہ علی بن محمدؑ کے گھر میں اہل قم کے شیعوں کے خطوط اور ہتھیار ہیں اور وہ حکومت کے خلاف خروج کرنے والے ہیں۔ پس متوکل نے ترک فوجوں کی ایک جماعت آپ کے گھر بھیجی پس ان لوگوں نے رات کے وقت اچانک آپ کے گھر پر حملہ کیا لیکن انھیں وہاں کچھ نہ ملا اور آپ کو ایک بند کمرے میں پایا۔ آپ نے اون کی ایک قمیص پہنی ہوئی تھی اور بغیر فرش کے ریت اور کنکریوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور قرآن مجید کی آیات تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ کو اسی حالت میں متوکل کے پاس لایا گیا۔ ان ترکوں نے متوکل سے کہا ہمیں ان کے گھر کوئی چیز نہیں ملی اور انھیں ہم نے قبلہ رو بیٹھے قرآن پڑھتے پایا ہے۔ متوکل اس وقت مجلس شراب میں تھا پس حضرت کو اس کے سامنے پیش کیا گیا جبکہ کاسہ شراب متوکل کے ہاتھ میں تھا۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو اس پر ایک ہیبت طاری ہوگئی فوراً آپ کی تعظیم کی' اپنے پہلو میں بٹھایا اور وہ پیالہ آپ کو پیش کیا جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم میرے گوشت اور خون میں کبھی شراب داخل نہیں ہوئی۔ پس مجھے اس سے معاف کرو۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا کچھ اشعار پڑھیے آپ نے فرمایا میں شعر بہت کم کہتا ہوں تو متوکل نے کہا کچھ نہ کچھ ضرور سنایئے تو حضرت علی نقیؑ نے یہ اشعار پڑھے:

باتوا علی تلک الاجبال تحرسهم   غلب الرجال فما اغنتهم القلک

واستنزلوا بعد عزمن معاقلهم   واسکنوا حضرا یابئس مانزلوا

ناواهم صارخ من بعد دفنهم   این الاساور او التیجان والحلل

این وجوه التی کانت منعمة   من دونها تضرب الاستاد والکلال

فاصفح القبر عنهم فیه سائله   تلک الوجوه علیها الدود یقتتل

قد لمال ما اکلوا دهراً وماشربوا   فاصبحو بعد طول الاکل قد اکلوا

ترجمہ: رات گزاری ان لوگوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر کہ ان کی حفاظت کر

رہے تھے موٹی گردن والے اشخاص پس پہاڑوں کی چوٹیاں انھیں بے پرواہ نہ کرسکیں۔
عزت وتوقیر کے بعد ذلت کے ساتھ ان قلعوں سے نیچے اتارے گئے اور مٹی کے گڑھوں
میں سکونت دی گئی کس قدر بری جگہوں میں اتارے گئے ہیں۔ انھیں دفن ہو جانے کے
بعد ایک شخص نے چیخ کر کہا' کہاں ہیں کنگن تاج اور لباس! کہاں ہیں وہ چہرے جو ناز اور
نعمتوں سے پلے تھے کہ جن کے سامنے حریری پردے لٹکے ہوئے ہوتے تھے۔ پس سوال
کرنے والے کو واضح طور سے قبر سے جواب ملا ان چیزوں پر حشرات الارض ڈیرا ڈالے
ہوئے ہیں جو ایک دوسرے کو مارتے ہیں۔ کتنے طویل زمانہ تک یہ لوگ کھاتے اور پیتے
رہے پس اب ان کو کھایا جاتا ہے۔

پس متوکل رونے لگا یہاں تک کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی'
حاضرین بھی رونے لگے۔ متوکل نے آپ کو چار ہزار دینار دے کر عزت وتکریم کے
ساتھ آپؑ کو رخصت کیا۔

یحییٰ بن ہبیرہ کہتا ہے کہ فقہا نے متوکل کے سامنے مذاکرہ کیا کہ کس نے
حضرت آدمؑ کا سر مونڈا تھا لیکن ان پر اس کا انکشاف نہ ہو سکا کہ کس نے مونڈا تھا تو
متوکل نے کہا کہ کسی کو علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ کی طرف بھیجو اور انھیں اس مجلس میں بلایا جائے
آپ تشریف لائے تو آپؑ سے سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا مجھے میرے والد نے اپنے
جد بزرگوار سے انھوں نے اپنے جد سے انھوں نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی' آپ
نے فرمایا کہ خداوند عالم نے جبرئیل امین کو حکم دیا کہ جنت کے یواقیت میں سے ایک
یاقوت لے جائے۔ پس جبرئیل وہ یاقوت لے کر آئے اور وہ آدمؑ کے سر پر پھیرا۔ جس
سے ان کے بال جھڑ گئے۔ پس جہاں تک اس یاقوت کا نور پہنچا وہ جگہ حرم ہوگئی اور یہ
روایت موضوعاً رسول اللہؐ سے بھی نقل ہے۔

(آپ کی متفقہ تاریخ ۵ رجب ۲۱۴ھ ہے اور تاریخ وفات ۳ رجب ۲۵۴ھ آپ کو معتز عباسی نے زہر سے شہید
کیا)

وفات

حضرت علی بن محمد بن علی بن موسیٰ رضاؑ نے جمادی الآخر ۲۵۴ھ میں سامرہ میں وفات پائی۔ آپ مدینہ میں ماہ رجب ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ وقت وفات آپ کا سن مبارک چالیس سال تھا۔ آپ کی وفات معتز باللہ کے زمانہ میں ہوئی۔ آپ سامرہ میں دفن ہوئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کو زہر سے شہید کیا گیا۔

اولاد

آپ کی اولاد میں سے امام حسن عسکریؑ ہیں۔

حضرت حسن عسکریؑ

وہ جناب حسن بن علی بن محمد بن موسیٰؑ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔

آپ کی والدہ کنیز ہیں جن کا نام سوسن ہے۔ آپ کی کنیت ابومحمد ہے۔ آپ کو عسکری بھی کہا جاتا ہے۔ آپ ۲۳۱ھ میں سامرہ میں پیدا ہوئے اور سامرہ میں ہی ۲۶۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کا سن مبارک ۲۹ سال تھا۔ یہ معتمد علی اللہ کا زمانہ حکمرانی تھا۔ آپ عالم ثقہ تھے۔ آپ اپنے باپ دادا سے روایت کی ہے۔ آپ کے احادیث میں سے شراب کے متعلق آپ کی حدیث عجیب وغریب ہے۔

میرے (مؤلف) کے جد مادری ابوالفرج نے اپنی کتاب مسمی تحریم خمر میں ذکر کیا ہے اور میں نے ان کے خط سے ہی نقل کیا ہے اور انھیں کہتے بھی سنا کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے عبداللہ بن عطا ہروی کو کہتے سنا کہ وہ کہتا ہے میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے محمد بن علی بن حسین علوی کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتا ہے میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے حسن بن علی عسکری کو کہتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار علی بن محمدؑ کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے علی بن محمدؑ کو کہتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے پدر عالی قدر موسیٰؑ کو کہتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت جعفر بن محمد کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو شاہد بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد محمد بن علیؑ کو فرماتے ہوئے سنا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد بزرگوار علی بن حسینؑ کو کہتے ہوئے سنا۔ وہ فرماتے ہیں

کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد بزرگوار علی ابن ابی طالبؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا' وہ فرماتے ہیں میں اللہ کو شاہد بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے محمد رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا' وہ فرماتے ہیں کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے میکائیل کو کہتے ہوئے سنا' وہ کہتا ہے میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اسرافیل کو کہتے ہوئے سنا' وہ کہتا ہے میں نے لوح محفوظ پر' خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ وہ کہتا ہے میں نے خداوند عالم کو ارشاد فرماتے سنا کہ شراب پینے والا بت پرست ہے۔ جہاں میرے جد مادری نے یہ حدیث نقل کی ہے کتاب تحریم الخمر میں تو کہا ہے کہ ابونعیم فضل بن وکین کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح اور ثابت ہے کہ جسے عترتِ طیبہ طاہرہ نے روایت کیا ہے اور ایک جماعت نے بھی روایت کیا ہے جن میں ابن عباس' ابوہریرہ' انس اور عبداللہ بن ابوروفی اسلمی وغیرہ ہیں۔

وفات

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت حسن بن علیؑ کی وفات ۲۶۰ھ میں ہوئی ہے۔

اولاد

آپ کی اولاد میں سے حضرت امام محمد ہیں۔

(آپ کی والادت ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ کو ہوئی اور معتمد عباسی کے حکم سے سامرہ میں بوقت صبح بروز جمعہ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ زہر دیا گیا)

حضرت حجت مہدی علیہ السلام

وہ جناب محمد بن حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمد بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور ابوالقاسم ہے۔ وہ جناب خلف حجت صاحب الزمان قائمؑ منتظر اور تالی ہیں اور وہ جناب آخری امام ہیں۔

ہمیں عبدالعزیز بن محمود بن بزاز نے ابن عمر سے حدیث بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا آخری زمان میں میری اولاد میں سے ایک شخص خروج کرے گا جس کا نام میرا نام اور جس کی کنیت میری کنیت ہے۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم و جور سے پُر ہوگی۔ پس یہ جناب وہی مہدی ہیں یہ حدیث مشہور ہے۔

ابوداؤد اور زہری نے حضرت علیؑ سے اسی مفہوم کی حدیث نقل کی ہے۔ اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر زمانہ میں سے صرف ایک دن بھی باقی رہ جائے تو بھی خدا میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرے گا اور اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث نقل کی ہیں۔ آپ کو دو ناموں والا کہا جاتا ہے۔ محمد اور ابوالقاسم۔ کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ کنیز تھیں جن کا نام صیقل ہے۔

سدی نے کہا ہے کہ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ جمع ہوں گے پس نماز کا وقت آئے گا تو حضرت مہدیؑ حضرت عیسیٰؑ کہیں گے آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ تو حضرت عیسیٰؑ کہیں گے کہ آپ نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ پس حضرت عیسیٰؑ امام مہدیؑ کے پیچھے ماموم ہو کر نماز پڑھیں گے۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں اگر حضرت مہدیؑ حضرت عیسیٰؑ کے پیچھے نماز پڑھتے تو جائز نہ ہوتا اور اس کی دو وجہیں ہیں:

۱۔ یہ کہ حضرت مہدیؑ نماز میں ماموم ہونے کی وجہ سے امامت سے نکل جاتے اور تابع ہو جاتے (حالانکہ آپ امام اور متبوع ہیں) اور

۲۔ یہ کہ چونکہ سرکار رسالت مآبؐ فرما چکے تھے کہ لا نبی بعدی اور تمام شریعتیں فسخ ہوگئی تھیں۔ پس اگر عیسیٰؑ مہدیؑ کو نماز پڑھاتے تو لانبی بعدی والا ارشاد غبار شبہہ سے گدلا ہو جاتا۔

تمام امامیہ (اثنا عشریہ) کا اعتقاد یہ ہے کہ خلف حجت موجود ہیں، وہ زندہ ہیں رزق کھاتے ہیں اور آپ کی حیات پر کئی دلائل سے استدلال کرتے ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ کئی لوگ ہیں جو طویل عمر ہیں مثلاً خضرؑ و الیاسؑ کیونکہ معلوم نہیں کہ ان کی کتنی عمر ہے اور وہ دونوں ہر سال اکٹھے ہوتے ہیں۔ یہ ان کے کچھ بال لیتا ہے اور وہ ان کے اور توراۃ میں ہے کہ ذوالقرنین تین ہزار سال زندہ رہے اور مسلمان کہتے ہیں کہ ڈیڑھ دو ہزار سال!

محمد ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ عوج بن عنق تین ہزار چھ سو سال زندہ رہا۔ وہ حضرت آدمؑ کی گود میں پیدا ہوا اور عناق اس کی ماں تھی اور اسے حضرت موسیٰؑ بن عمران نے قتل کیا تھا۔ اس کا باپ سیمان تھا اور ضحاک کہ جس کا نام بیواسب ہے ہزار سال زندہ رہا اور اسی طرح طہمورث بھی!

اور انبیاء میں سے بہت سے افراد ہیں جو ایک ہزار یا اس سے زیادہ سال زندہ رہے مثلاً آدمؑ نوحؑ شیثؑ اور اسی قسم کے انبیاء اور قینان نو سو سال زندہ رہا۔ مہلائیل آٹھ سو سال زندہ رہا۔ نفیل بن عبداللہ سات سو سال اور سطیح کاہن کہ جس کا نام ربیعہ بن عمرو تھا چھ سو سال، عامر بن حزاب پانچ سو سال زندہ رہا یہ عرب کا بادشاہ تھا۔ اسی طرح تیم اللہ بن ثعلبہ اور اسی طرح سام بن نوح یعنی یہ لوگ پانچ سو سال زندہ رہے اور بعض تین سو سال کہتے ہیں اور ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگ طویل عمر زندہ رہے۔

(آپ کی والدہ کا اسم گرامی نرجس خاتون ہے۔ آپ کی ولادت ۱۵ شعبان ۲۵۶ھ کو ہوئی۔ ۲۶۰ھ سے غیبت صغریٰ میں آ گئے اور ۱۵ شعبان ۳۲۹ھ سے غیبت کبریٰ شروع ہوئی)

مدح آئمہ علیہم السلام

تمام آئمہ کی مدح کو ابوالفضل یحییٰ بن سلامہ حصکفی نے اپنے مشہور قصیدہ میں یکجا کیا ہے۔ جو مجھے بغداد کے بہت سے اساتذہ نے سنایا ہے۔ حصکفی بغداد میں آیا تھا اور زکریا تبریزی خطیب سے اس کی ملاقات ہوئی اور اسے اپنا کلام سنایا جس میں یہ قصیدہ بھی تھا۔ حصکفی میافارقین کے علاقہ کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں پیدا ہوا۔ اس قصبہ کا نام طبری تھا۔ اس کی نشو ونما حصن کیفا میں ہوئی پھر یہ میافارقین کی طرف منتقل ہو گیا۔ یہ ایک عالم اور نثر و نظم میں فصیح و بلیغ تھا۔ اس کی وفات ۵۵۳ھ میں ہوئی۔

قصیدہ خاصا طویل ہے یہاں صرف وہی اشعار نقل کیے جاتے ہیں جن میں آئمہ اہلبیتؑ کا واضح تذکرہ موجود ہے۔

وسائل عن حب اهل البيت هل　　　اقرا علانابه ام امجد

اور کتنے ہی لوگ محبت اہلبیت کے متعلق سوال کرتے ہیں کیا علی الاعلان بتاؤں یا انکار کروں۔

هيهات ممزوج بلهي ودمي　　　جهم وهو الهدى والرشد

لیکن انکار کرنا عبث ہے کیونکہ ان کی محبت میرے گوشت و خون میں جاری و ساری ہے وہ راشد تھے۔

حيدرة وحسنان بعده　　　ثم عليٌ وابنه محمدٌ

حیدرؑ ہیں ان کے بعد حسنینؑ ہیں۔ پھر علی اور ان کے بیٹے محمدؑ ہیں۔

جعفر الصادقٌ و ابن جعفرٌ　　　موسىٌ و يتلوه على السيد

جعفر صادقؑ اور جعفر کے بیٹے موسیٰؑ اور ان کے بعد سردار علیؑ ہیں۔

اعنى الرضى ثم ابنه محمدٌ　　　ثم عليٌ وابنه المسدد

میری مراد رضاؑ ہیں پھر ان کے بیٹے محمدؑ پھر علیؑ اور ان کے صالح بیٹے۔

الحسنؑ التالی ویتلوتلوہ — محمد بن الحسنؑ المفتقد

حسنؑ پچھلے ہیں اور ان کے بعد محمدؑ بن حسنؑ غائب ہیں۔

فانهم ائمتی و سادتی — وان لحانی معشر و فندد

پس یہ میرے امام اور سید ہیں اگر چہ لوگ مجھ پر لعنت کریں اور کم عقل کہیں۔

ائمهة اکرم بـه ائمة — اسمائهم مسطورة تطرد

وہ امام ہیں اور کتنے اچھے امام ہیں ان کے نام لکھے ہوئے عام الاستعمال ہیں۔

هم حجيح اللّٰه علی عباده — وهم اليه نهج و مقصد

وہ اللہ کی حجتیں ہیں اس کے بندوں پر اور وہ اس تک پہنچنے کا راستہ اور مقصد ہیں۔

کل النهار و صوم لربهم — فی الدياجی رکع و سجد

وہ سارا دن روزہ دار ہیں اپنے رب کے لیے اور تاریکی شب میں رکوع و سجود کرتے ہیں۔

قوم اتی فی هل اتی مديحهم — هل شک ذالک الاملحد

یہ وہ لوگ ہیں جن کی مدح سورہ ہل اتیٰ میں آئی ہے اور اس میں کافر کے علاوہ کسی کو شک نہیں۔

قوم لهم فی کل ارض مشهد — لابل لهم فی کل قلب مشهد

یہ وہ لوگ ہیں جن کی ہر زمین میں قبر ہے نہیں بلکہ ہر دل میں قبر ہے۔

قوم منی ومشعر ان لهم — والمردتان لهم والمسجد

یہ وہ لوگ ہیں کہ منیٰ و عرفات و مشعر انہی کے لیے ہیں صفا و مروہ و مسجد بھی انہی کے واسطے ہیں۔

قوم لهم مکه والابطح والحنيف — وجمع والبقيع الغرقد

یہ لوگ ہیں جن کے لیے مکہ بطحا، حنیف جمع جنت البقیع سب کچھ ہیں۔

قوم لهم فضل و مجد باذخ — يعرفه المشرک والموحد

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے بلند زندگی ہے جسے مشرک وموحد جانتا ہے۔

ما صدق الناس والا تصدقوا   مانکوا دافطر واوعیدر

نہ لوگ سچ بولتے نہ صدقہ دیتے نہ حج کے افعال بجالاتے نہ فطرہ وعید کرتے۔

ولا غزرا واوجبوا مجادلا   صلوا ولا صامو ولا تعبدوا

نہ جنگ کرتے نہ حج کو واجب سمجھتے نہ نماز وروزہ وعبادات بجالاتے۔

لولا رسول اللّٰہ وھو جدھم   یا حبذالوالد والولد

اگر رسول اللہؐ نہ ہوتے جو کہ ان آئمہ کے جد بزرگوار ہیں کیا بہترین باپ اور

اولاد ہے۔

ومصرع الطف فلا اذکرہ   وفی الحشلعنہ لصیب یقد

اور کربلا کے مقتولوں کو تو میں یاد ہی نہیں کرسکتا کہ دل میں ایک آگ جل رہی

ہے۔

یری الفرات بن رسول اللّٰہ کامیا   یلقی الروی وابن الاعی یرد

دریائے فرات کو فرزند رسول دیکھ رہا تھا وہ پیاسا مارا گیا اور حرامزادہ پیتا رہا۔

حسبک یا ھذا وحسب من بغی   علیھم یوم المعاد الصمل

اے فلانے تیرے اور جوان پر بغاوت کرے اس کے لیے قیامت کے دن

خدائے بے نیاز کافی ہے۔

یااھلبیت المصطفی یا عدتی   ومن علی حبھم اعتمد

اے اہل بیت مصطفیٰ میرے زادراہ اور وہ کہ جن کی محبت پر مجھے بھروسہ ہے۔

انتم الی اللّٰہ عند اوسیلتی   فکیف اشقی وبکم اعتضد

کل اللہ کے پاس تم بھی میرا وسیلہ ہو پس میں کس طرح بدبخت ہوسکتا ہوں

جبکہ آپ سے مدد طلب کرتا ہوں۔

ولیکم فی الخلدحی خالد   والضدفی ناریظی مخلد

تمہارا دوست ہمیشہ خلد میں زندہ رہے گا اور دشمن ہمیشہ آگ کے شعلوں میں جلتا

رہے گا۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

بـاربـعـة اسـمـاء کـل مـحـمـد و اربـعـة اسـمـاء کـل عـلـی

چار ناموں کا واسطہ جو محمدؐ ہیں اور دوسرے چار نام جو علیؑ ہیں ان کا واسطہ

بـالـحـسـنـيـن الـسـيـديـن و جعفر و مـوسـیٰ اجرنی اننی لهم ولی

اور حسنینؑ کا صدقہ جو سردار ہیں اور جعفر موسیٰ کی وجہ سے مجھے پناہ دے میں ان کا موالی ہوں۔

میں کہتا ہوں امام کے لیے شرط ہے کہ وہ معصوم ہوتا کہ وہ غلطی میں مبتلا نہ ہو اور کسی اصلاح کرنے والے کا محتاج نہ ہو۔ ورنہ تسلسل غیر متناہی لازم آئے گا اور تسلسل محال ہے اور چونکہ یہ اللہ کی حجت ہیں اس کے بندوں پر اور حجت کی شرط یہ ہے کہ وہ ہر عیب سے پاک ہو۔

فوق بلگرامی کی اہم تصانیف

اسوۃ الرسول (اول)	سراج المبین فی تاریخ امیر المومنین
اسوۃ الرسول (دوئم)	ذبح عظیم
اسوۃ الرسول سوئم)	ماثر الباقریہ
اسوۃ الرسول (چہارم)	آثار جعفریہ
الزہراؑ	در مقصود

صفات واخلاق آئمہ طاہرینؑ

اب ذکر کیا جاتا ہے ان واقعات کا جو ان کی ذریت ان کے اچھے اخلاق اور بہترین صفات میں ہم تک پہنچے ہیں:

حکایت

ہمیں عبدالملک مظفر بن غالب حری نے اپنی سند سے بیان کی ہے کہ عبداللہ بن مبارک ایک سال حج کر رہا تھا اور ایک سال جہاد کرتا تھا اور یہ کام اس نے پچاس سال تک کیا' وہ کہتا ہے کہ جب وہ سال آیا جس میں حج تھا تو میں اپنی آستین پانچ سو دینار ڈالے اور اونٹوں کی منڈی کی طرف کوفہ روانہ ہوا تا کہ اونٹ خرید کروں۔ پس میں نے ایک عورت کو ایک مزبلہ پر دیکھا کہ وہ ایک مردار بطخ کے پر کھینچ رہی ہے۔ میں اس کی طرف بڑھا اور کہا یہ کیا کر رہی ہو تو اس خاتون نے کہا اے اللہ کے بندے ایسی بات نہ پوچھو جو تمہارا مقصود نہیں۔ یہ کہتا ہے کہ اس کے کلام سے میرے دل پر کچھ اثر ہوا اور میں اصرار کرنے لگا تو اس نے کہا اے خدا کے بندے تو نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں اپنا بھید تیرے سامنے ظاہر کروں اور میں اولادِ علیؑ سے ہوں' میری چار یتیم بیٹیاں ہیں کہ تھوڑا عرصہ ہوا ان کا باپ مر گیا ہے اور آج چوتھا دن ہے کہ ہم نے کچھ نہیں کھایا لہٰذا ہمارے لیے اب مردار حلال ہے پس اسی لیے میں نے یہ بطخ اٹھائی ہے کہ اسے صاف کر کے اپنی بیٹیوں کے پاس لے جاؤں تا کہ یہ ہمارا پیٹ بھر سکے۔ میں نے اپنے دل میں کہا وائے ہو تجھ پر اے مبارک کے بیٹے تو اس بات سے غافل کیوں ہے؟ میں نے اس خاتون سے کہا اپنی گود پھیلا۔ اس نے دامن پھیلایا تو میں نے وہ دینار اس کی چادر میں ڈال دیے۔ اور وہ سر نیچا کیے ہوئے میری طرف دیکھتی رہی۔ میں سیدھا اپنے گھر چلا آیا خدا نے اس سال میرے دل سے حج کی خواہش محو کر دی' پھر میں اپنے وطن چلا گیا۔ اور وہیں رہا یہاں

تک کہ لوگ حج سے فارغ ہو کر لوٹے۔ میں بھی اپنے پڑوسیوں اور دوستوں کے استقبال کے لیے نکلا۔ پس جسے بھی میں کہتا تھا کہ خداوند عالم تیری دعا قبول اور تیری کوششوں کو مشکور فرمائے تو وہ میرے متعلق بھی یہی الفاظ کہتا اور کہتا کیا فلاں مقام پر تم ہمارے ساتھ نہ تھے۔ اکثر حاجیوں نے مجھ سے اسی قسم کے الفاظ کہے۔ میں اسی کشمکش و پیچ میں رات کو سو گیا۔ میں نے عالم رویا میں رسول اللہؐ کو عالم خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں اے عبداللہ تعجب نہ کر چونکہ تو نے میری اولاد میں سے ایک مصیبت زدہ خاتون کی فریاد رسی کی پس میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی ہے کہ وہ تیری صورت میں ایک فرشتہ پیدا کرے جو تیری طرف سے ہر سال قیامت تک یہ عمل کرتا رہے۔ اب تم چاہو حج کرو یا نہ کرو۔

یہ حکایت ایک دوسرے طریقے سے بھی منقول ہے اور وہ یوں ہے کہ اس ابن مبارک کا چھوٹا سا لڑکا بعض سادات کے گھر گیا۔ پس اس نے انھیں دیکھا کہ وہ گوشت کھا رہے ہیں لیکن اس بچے کو کھانا نہ دیا۔ وہ روتا ہوا اپنے باپ کے پاس آیا۔ ابن مبارک نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگا میں فلاں شخص کے گھر گیا وہ بطخ کا گوشت کھا رہے تھے لیکن مجھے نہیں دیا۔ وہ سادات اس کے پڑوسی تھے۔ پس عبداللہ نے کسی کو بھیجا جس نے جا کر انھیں ملامت کی تو اس بڑھیا نے پیغام بھیجا کہ تو نے ہمیں اپنے حالات کو ظاہر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تحقیق کہ مکان کا مالک فوت ہو گیا ہے اور کچھ یتیم بچے چھوڑ گیا ہے۔ ہمیں پانچ دن ہو گئے ہیں کہ ہم نے کھانا نہیں کھایا۔ اور آج میں ایک مزبلہ کی طرف گئی تو وہاں ایک مردار بطخ دیکھی۔ میں اسے اٹھا لائی اور صاف کیا۔ اور تیرا بیٹا اس وقت ہمارے پاس آیا جب ہم اسے کھا رہے تھے۔ میرے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ میں اسے یہ مردار کھلاتی۔ جب کہ اسے حلال مل سکتا ہے اور اس میں حلال کی مقدرت ہے۔ پس ابن مبارک رو پڑا اور انھیں پانچ سو دینار بھیجے اور اس وجہ سے وہ اس سال حج کو نہ جا سکا اور خواب دیکھا۔

حکایت

مجھ سے ابو محمد عبدالوہاب مقری نے بیان کیا کہ میرے ایک پڑوسی نے بیان کیا

کہ میرا ایک دوست تھا اولادِ حسینؑ میں سے جو نہایت مفلوک الحال تھا میں اس سے سلوک کرتا رہتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ایک سال حج کے لیے گیا اور جب واپس آیا تو اس کی حالت کچھ بہتر ہو چکی تھی۔ میں نے اس کے بارے میں اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا میں نے اس سال حج کیا ہے میں فقیر تھا اور پیدل چل رہا تھا پس میں تین دن اس حالت میں رہا۔ مجھے کھانا بھی نہ ملا۔ میں چل رہا تھا کہ میرے پاؤں سے کوئی چیز ٹکرائی۔ وہ ایک تھیلی تھی جسے میں نے اٹھالیا۔ اسے کھولا تو اس میں ہزار دینار تھے پس میں نے دل میں کہا کہ اس میں تصرف کر اور اس سے کھانا خرید کر۔ نفس بہت مصر رہا لیکن میں نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم جب تک اس کی ملکیت ظاہر نہ ہو۔ پس میں نے اچانک ایک منادی کو ندا کرتے سنا' میں نے اس کے مالک سے کہا تم کیا دو گے اس شخص کو جسے وہ ملی ہے۔ کہنے لگا کیا دوں۔ میں نے کہا سو دینار۔ کہنے لگا کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ ایک دینار کہنے لگا کہ نہیں ایک دینار بھی نہیں دے سکتا۔ میں نے وہ تھیلی اس کی طرف پھینک دی۔ پس اس نے میری طرف دیکھا اور پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا بغداد کا۔ کہنے لگا کیا کام کرتے ہو۔ میں نے کہا کچھ بھی نہیں میں ایک سیّد ہوں میرے لیے کوئی کاریگری نہیں۔ اس نے کہا کس کی اولاد میں سے ہو میں نے کہا اولادِ حسینؑ میں سے۔ کہنے لگا تجھے کون پہچانتا ہے میں نے کہا حاجی لوگ۔ پس ایک گروہ آیا جس نے مجھے پہچانا۔ پس اس نے وہ تھیلی میری طرف پھینک دی اور کہنے لگا لے جاؤ۔ تو میں نے اس سے کہا تم تو ایک دینار دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔ یا اب سارے دے رہے ہو کہنے لگا تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ میرے پاس امانت تھی جو خراسان کی طرف سے آئی ہے اور اس کے مالک نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ صرف اس سید کو دوں جو اولادِ حسینؑ ہو۔ اور تم ایسے ہی ہو۔ پس میں نے وہ تھیلی لے لی اور میرے حالات درست ہو گئے۔

حکایت

میں نے عبداللہ بن احمد مقدسی سے ۶۴ھ میں پڑھا وہ کہتا ہے کہ میں نے کتاب ملتقط میں پڑھا اور ملتقط میرے جد مادری ابوالفرج کی کتاب ہے وہ کہتا ہے کہ

بلخ میں ایک شخص اولادِ علیؑ میں سے رہتا تھا اس کی ایک بیوی اور چند لڑکیاں تھیں، وہ شخص فوت ہوگیا۔ اس کی بیوی کہتی ہے کہ میں شماتت اعدا کے خوف سے بلخ سے نکل کر سمرقند کی طرف اپنی بیٹیوں کو لے کر روانہ ہوئی جب ہم اتفاقاً سخت سردی کے وقت وہاں پہنچے، میں نے اپنی لڑکیوں کو ایک مسجد میں بٹھایا اور خود شہر کو چلی تا کہ ان کے کھانے کے لیے کوئی انتظام کروں۔ میں نے ایک جگہ لوگوں کو ایک شیخ کے گرد جمع دیکھا تو اس کے متعلق سوال کیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ رئیس شہر ہے۔ پس میں یہ سن کر اس کے نزدیک گئی اور اس سے اپنے حالات بیان کیے تو وہ کہنے لگا گواہ لے آؤ کہ تم اولادِ علیؑ ہو پھر وہ میری طرف متوجہ نہ ہوا۔ میں مایوس ہو کر مسجد کی طرف آ رہی تھی کہ راستے میں ایک شیخ کو ایک چبوترے پر بیٹھے ہوئے دیکھا اس کے گرد بھی کچھ لوگ جمع تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا ضامن البلاد (شہر کا داروغہ) ہے اور یہ مجوسی ہے۔ میں نے کہا شاید ہماری مصیبت اس سے دور ہو سکے۔ میں اس کے پاس گئی اور اپنی حالت بتائی اور جو شیخ البلاد کے ساتھ واقعہ گزرا تھا وہ بھی بیان کیا اور یہ کہ میری بیٹیاں مسجد میں بیٹھی ہیں اور ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے وہ گزارہ کر سکیں۔ پس اس نے اپنے خادم کو آواز دی، وہ آیا تو اس سے کہنے لگا کہ اپنی مالکہ سے جا کر کہو کہ وہ اپنا برقعہ اوڑھ کر آئے۔ پس وہ خادم اندر گیا۔ اس کے ساتھ ایک عورت باہر نکلی جس کے ساتھ کنیزیں تھیں۔ وہ شخص اپنی بیوی سے کہنے لگا اس عورت کے ساتھ جاؤ اور اس کی بیٹیوں کو گھر میں لے آؤ۔ وہ عورت میرے ساتھ اور میری بیٹیوں کو اپنے گھر لے گئی۔ انھوں نے اپنے مکان میں ہمارے لیے علیحدہ ایک جگہ کا بندوبست کیا۔ ہمیں حمام کرا کر بہترین لباس پہنائے اور بہترین کھانے کھلائے۔ پس ہم نے بڑی اچھی حالت میں رات گزاری۔ جب آدھی رات ہوئی تو شیخ البلاد (رئیس شہر) مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہے اور لوائے حمد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر سایہ فگن ہے اچانک اسے ایک زمرد سبز کا محل وقصر نظر آیا تو اس نے پوچھا یہ قصر کس کا ہے؟ تو اس سے کہا گیا کہ یہ مسلمان موحد شخص کے لیے ہے پس وہ رسول اللہ کی خدمت میں گیا آپ پر سلام کیا تو آپ نے منہ پھیر لیا۔ اس نے یہ دیکھ کر کہا کہ

اے رسولِ خداؐ آپ مجھ سے منہ پھیر رہے ہیں حالانکہ میں مردِ مسلمان ہوں تو آپ نے فرمایا کیا تو بھول گیا ہے وہ بات جو تو نے اس سیدانی کے لیے کہی تھی اور یہ قصر اس شیخ کا ہے جس کے گھر میں اس وقت وہ سیدانی ہے۔ پس وہ شخص خواب سے بیدار ہوا اور وہ منہ پر طمانچے مارتا اور روتا تھا۔ پس اس نے اپنے غلام سارے شہر میں پھیلا دیے اور خود بھی شہر میں اس سیدانی کی تلاش میں پھرنے لگا۔ پس اسے خبر ملی کہ وہ تو مجوسی کے گھر میں ہے۔ وہ اس مجوسی کے یہاں آیا اور کہنے لگا کہ وہ علویہ کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ میرے پاس ہے تو اس نے کہا کہ میں اسے لے جانا چاہتا ہوں۔ اس مجوسی نے کہا یہ نہیں ہو سکتا شیخ البلاد نے کہا ہزار دینار لے لو اور وہ سیدہ میرے سپرد کر دو۔ اس نے کہا خدا کی قسم نہیں میں لاکھ دینار پر بھی سپرد کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو کہنے لگا کہ جو خواب تو نے دیکھا وہی میں نے بھی دیکھا ہے اور جو محل و قصر تو نے دیکھا ہے وہ میرے لیے بنایا گیا ہے تو اپنا اسلام جتلاتا ہے حالانکہ خدا کی قسم میں اور میرے گھر والے اس وقت تک نہیں سوئے جب تک کہ ہم سب اس علویہ کے ہاتھ پر مسلمان نہیں ہوئے اور اس کی برکتیں ہم پر برابر نازل ہو رہی ہیں۔ میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا ہے اور انھوں نے مجھ سے فرمایا ہے کہ وہ قصر تیرے اور تیرے گھر والوں کے لیے ہے بہ سبب اس احسان کے جو تو نے علویہ کے ساتھ کیا ہے۔ تم اہلِ جنت میں سے ہو اور خدا نے تمھیں ازل ہی میں مومن پیدا کیا ہے (یعنی علمِ خدا میں تھا کہ تم مومن ہو جاؤ گے)

حکایت

اسی تاریخ میں میں نے عبداللہ بن مقدسی نے پڑھا اور اس نے کہا کہ میں نے کتاب جوہری میں ابن ابی الدینا سے منقول پایا کہ ایک شخص نے رسول اللہؐ کو عالم خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ فلاں مجوسی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو وہ دعا قبول ہو گئی ہے۔ لیکن وہ شخص اس پیغام کو پہنچانے سے جھجکا۔ کہ کہیں وہ مجوسی یہ خیال نہ کرے کہ میں اس سے مذاق کر رہا ہوں۔ اس شخص کے پاس مال دنیا بہت کافی تھا۔ پس اس نے رسول اللہؐ کو دوبارہ سہ بارہ دیکھا۔ تو وہ صبح کے وقت اس مجوسی کے پاس آیا اور اس

سے علیحدگی میں کہا کہ میں رسول اللہ کا قاصد ہوں تیری طرف اور وہ تجھے کہہ رہے ہیں کہ وہ دعا قبول ہوگئی ہے تو اس مجوسی نے کہا مجھے پہچانتے ہو اس نے کہا کہ ہاں۔ میں دین اسلام اور نبوت محمدؐ کا منکر تھا۔ اس نے کہا میں یہ جانتا ہوں۔ لیکن انھوں نے مجھے تین مرتبہ پیغام دیا تو اس مجوسی نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد الرسول اللہ (پس گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں) اس نے اپنے اہل خانہ اور ساتھیوں کو بلایا اور ان سے کہنے لگا۔ میں گمراہی میں تھا اور اب حق کی طرف لوٹا ہوں پس تم بھی اسلام قبول کرو اور جو اسلام لے آئے تو جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اس کا ہے اور جو انکار کرے وہ میرا مال میرے حوالہ کردے۔ وہ کہتا ہے کہ ان لوگوں نے اور اس کے گھر والوں نے اسلام قبول کیا اور اس کی ایک بیٹی کی شادی اس کے پوتے سے ہوگئی تھی پھر وہ مجھ سے کہنے لگا کیا تمھیں معلوم ہے کہ وہ کون سی دعا تھی۔ میں نے کہا کہ نہیں اور میں تجھ سے ابھی اس دعا کے متعلق سوال کرنے والا تھا تو اس نے کہا جب میں نے اپنی بیٹی کی شادی کی تو کھانا تیار کیا اور لوگوں کو دعوت دی پس ان لوگوں نے میری دعوت قبول کی اور ہمارے پڑوس میں کچھ غریب سادات رہتے تھے۔ پس میں نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وسط خانہ میں میرے لیے ایک چٹائی بچھا دو۔ وہ کہتا ہے میں نے ان کی ایک بچی کو اپنی ماں سے کہتے سنا کہ اماں ہمیں اس مجوسی نے اپنے طعام کی خوشبو سے تکلیف پہنچائی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے ان کے لیے بہت سا کھانا' لباس اور درہم بھیجے۔ جب انھوں نے یہ چیزیں دیکھیں تو وہ بچی اوروں سے کہنے لگی خدا کی قسم ہم یہ کھانا نہیں کھائیں گے جب تک کہ ہم اس کے لیے دعا نہ کرلیں۔ پس ان خواتین نے اپنے ہاتھ بلند کیے کہ خدا تجھے (مجوسی کو) ہمارے جد بزرگوار کے ساتھ محشور کرے۔ ان میں سے بعض نے آمین کہی۔ پس یہ وہ دعا تھی جو قبول ہوگئی ہے۔

حکایت

ہمیں ہمارے جد مادری ابوالفرج نے اپنی اسناد سے خبر دی ہے اور سند کا سلسلہ ابن خصیب تک پہنچایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں سیدہ مادر متوکل کا منشی تھا۔ میں دفتر میں بیٹھا

تھا کہ اس کا ایک چھوٹا نوکر آیا۔ وہ مادر متوکل کی طرف سے آیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھی جس میں ہزار دینار تھا اور وہ کہنے لگا کہ سیدہ تجھ سے کہتی ہے کہ اسے مستحقین میں تقسیم کر کیونکہ یہ میرا پاکیزہ ترین مال ہے اور جن لوگوں میں تقسیم کرے ان کے نام بھی لکھ کر بھیج دے تا کہ جب اس قسم کا مال میرے پاس ہو تو میں انہی لوگوں پر صرف کروں۔

ابن خصیب کہتا ہے کہ میں نے اپنے دوستوں کو جمع کیا اور ان سے مستحقین کے متعلق سوال کیا۔ پس انھوں نے کچھ اشخاص کے نام بتائے اور میں نے ان میں تین سو دینار تقسیم کیے بقیہ میرے پاس آدھی رات تک باقی رہے۔ اچانک کسی نے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا میں نے کہا کون ہے کہنے لگا فلاں سید علوی ہوں، وہ میرا پڑوسی تھا۔ پس میں نے کہا یہ ایک مدت سے میرا پڑوسی ہے اور کبھی میرے پاس کوئی مطلب لے کر نہیں آیا۔ میں نے اسے اجازت دی۔ وہ اندر داخل ہوا۔ میں نے اسے مرحبا کہا اور اس سے کہا کہ آپ کو اس وقت کیا ضرورت لاحق ہوئی ہے تو اس نے کہا کہ ابھی اولاد رسول میں سے ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے اور میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ میں اسے دے سکوں۔ (ابن خصیب کہتا ہے) پس میں نے اس سید علوی کو ایک دینار دیا۔ وہ اس نے لے کر میرا شکریہ ادا کیا اور چلا گیا۔ جب وہ دروازہ پر پہنچا تو میری بیوی روتی ہوئی باہر آئی اور مجھ سے کہنے لگی تجھے شرم نہیں آتی کہ یہ شخص تیرے پاس آیا اور تو نے اسے صرف ایک دینار دیا ہے حالانکہ اس کے استحقاق کو تو جانتا ہے۔ اسے سب رقم دے دے۔ وہ کہتا ہے اس کے کلام نے میرے دل پر اثر کیا اور میں اس کے پیچھے گیا اور وہ تھیلی اسے دے دی پس اس نے لے لی اور چلا گیا۔ پس جب میں گھر کی طرف پلٹا تو میں بہت پشیمان ہوا۔ اور میں نے کہا ابھی یہ خبر متوکل تک پہنچ جائے گی، چونکہ وہ اولادِ علیؑ سے بغض رکھتا ہے اس لیے مجھے قتل کر دے گا۔ میری بیوی مجھ سے کہنے لگی۔ ڈرو مت اور خدا پر اور ان کے جد بزرگوار پر بھروسہ رکھو۔ پس میں اسی حالت میں تھا کہ اچانک دق الباب ہوا۔ مشعلیں اور شمعیں ان کے ہاتھ میں تھیں اور وہ کہہ رہے تھے کہ سیدہ تجھے بلا رہی ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں گھبراہٹ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دور چلتا تھا کہ پے در پے غلام چلے آ رہے تھے انھوں

نے ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں داخل کیا یہاں تک کہ مجھے ام متوکل کے پردہ کے پاس کھڑا کر دیا۔ مجھ سے خادم نے کہا کہ سیدہ اس پردہ کے پیچھے ہیں۔ یہ کہتا ہے میں نے اور متوکل کے رونے کی آواز سنی' وہ گریہ وزاری کرتی اور کہتی کہ خداوند عالم تجھے اور تیری بیوی کو جزائے خیر دے پس اس کا کیا مطلب ہے۔ احمد کہتا ہے کہ میں نے گزشتہ واقعہ اسے سنایا' وہ روتی جاتی تھی۔ پس اس نے کچھ دینار اور لباس مجھے دیے اور کہا کہ یہ سید علوی کے لیے ہیں اور یہ تیری بیوی کے لیے اور یہ تیرے لیے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ مال ایک لاکھ درہم کے قریب تھا۔ پس وہ مال لے کر سیدھا میں سید علوی کے گھر پہنچا۔ دروازہ کھٹکھٹایا اس نے فوراً اندر سے پکار کر کہا۔ لے آؤ اے احمد جو کچھ تمھارے پاس ہے۔ وہ روتا ہوا باہر آیا۔ میں نے اس کے رونے کا سبب پوچھا۔ جواب میں اس نے کہا کہ تم سے رخصت ہو کر جب میں گھر میں داخل ہوا تو میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ یہ تیرے پاس کیا ہے۔ میں نے اسے تمام قصہ سنایا تو اس نے کہا اٹھو ہم نماز پڑھیں اور سیدہ' احمد اور اس کی بیوی کے لیے دعا کریں۔ پس ہم نے نماز پڑھی اور دعا کی۔ پھر میں سویا تو رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا۔ وہ فرما رہے تھے کہ میں نے ان کا شکریہ ادا کر دیا ہے اس احسان کے بدلے جو انھوں نے تیرے ساتھ کیا اور اب وہ جو کچھ لے کر آئیں گے وہ بھی قبول کر لینا۔

حکایت

یہ حکایت مسعودی نے اپنی تاریخ میں اسحاق بن ابراہیم بن مصعب سے نقل کی ہے۔ وہ بغداد کی پولیس کا افسر تھا۔ اس نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا' وہ فرما رہے ہیں کہ قاتل کو چھوڑ دے' وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے اپنے عملے سے پوچھا تو انھوں نے کہا ہمارے پاس ایک شخص ہے جو قتل میں متہم ہے پس انھوں نے اسے حاضر کیا تو اسحٰق نے کہا کہ مجھے سچی بات بتا کہ اس نے کہا بتاتا ہوں۔ ہم ایک جماعت تھے جو ہر رات اکٹھے ہو کر شراب پیتے تھے۔ کل رات ہمارے پاس وہ بڑھیا آئی جو ہمارے ہاں آیا جایا کرتی تھی اور ہمارے لیے عورتیں مہیا کیا کرتی تھی۔ ہم گھر میں داخل ہوئے۔ اس بڑھیا کے ساتھ

ایک لڑکی تھی جو حد درجہ حسین تھی جب وہ لڑکی وسط خانہ میں آئی اور ہمیں اس حالت میں دیکھا جس میں ہم تھے تو اس نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوگئی۔ پس میں اسے ایک کمرہ میں لے گیا جب اسے افاقہ ہوا تو میں نے اس سے سوال کیا تو وہ کہنے لگی اے نوجوان میرے بارے میں اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! واقعتاً مجھے اس بڑھیا نے دھوکا دیا ہے اور مجھے بتایا ہے کہ اس کے پاس ایسا موزا ہے کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں اس نے مجھے شوق دلایا کہ میں اسے ضرور دیکھوں پس میں اس کے قول پر بھروسہ کرتے ہوئے چلی آئی تا کہ وہ موزہ دیکھوں۔ پس وہ اچانک مجھے تمھارے پاس لے آئی۔ حالانکہ میں سید زادی ہوں۔ میرے جد بزرگوار رسول خداؐ اور میری مادر گرامی جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ ہیں۔ پس میرے بارے میں ان کا لحاظ کرو۔ یہ کہتا ہے پس میں اپنے ساتھیوںؑ کے پاس گیا انھیں اس کے حالات بتائے اور ان سے کہا کہ اس سے تعرض نہ کرو۔ پس گویا کہ میں نے انھیں اس پر برانگیختہ کر دیا تھا۔ پس وہ اس کی طرف جانے کے لیے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے جب تو اس سے اپنا مقصد پورا کر چکا تو اب ہمیں اس سے باز رکھنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اس کی مدد کے لیے کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ پس ہم گتھم گتھا ہو گئے یہاں تک کہ مجھے کافی زخم آ گئے اور میں ان میں سے اس کی طرف جھپٹا جو اس کے بارے میں سب سے زیادہ حریص تھا۔ اس پر جھپٹا اور اسے قتل کر دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس لڑکی کو سب سے بہ عافیت چھٹکارا دلا دیا اور صحیح وسالم اسے اس مکان سے نکال دیا۔ پس میں نے اسے کہتے ہوئے سنا کہ وہ میرے بارے میں کہہ رہی تھی خدا تیری پردہ پوشی کرے جس طرح تو نے میری پردہ پوشی کی اور خدا تیرے مدد کرے جس طرح تو نے میری مدد کی۔ پڑوسیوں نے چیخ و پکار سنی تو وہ گھر میں داخل ہوئے۔ اس وقت چھری میرے ہاتھ میں تھی اور وہ شخص اپنے خون میں لت پت پڑا تھا۔ پس مجھے اسی حالت میں تمھارے پاس لایا گیا۔ تو اسحٰق کہنے لگا میں تیرے اس گناہ کو معاف کرتا ہوں جو تجھ سے ہوا اور اللہ اور رسول کے صدقہ میں تجھے بخشتا ہوں۔ تو وہ شخص کہنے لگا مجھے اس کے حق کی قسم ہے کہ جس کے صدقہ میں تو مجھے بخش رہا ہے میں اس کی نافرمانی دوبارہ نہیں کروں گا۔ والحمد للہ والصلوۃ والسلام علی محمد و

آلہ وسلم!

حکایت

میرے (مؤلف) جد مادری نے عبیداللہ سے بیان کیا' وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو عامر واعظ کو کہتے ہوئے سنا: میں ایک دن مسجد رسول اللہؐ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک سیاہ رنگ غلام آیا وہ ایک رقعہ لے کر آیا۔ میں نے رقعہ لے کر کھولا اس میں لکھا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خداوند عالم تجھے غور و فکر کے ساتھ قصہ گوئی کرنے سے نفع دے اور عبرت کے ساتھ مانوس رہنے کا تجھ پر احسان کرے اور خلوت میں رہنے کی محبت کے لیے تجھے انتخاب کر لے اے ابو عامر میں تیرے بھائیوں میں سے ایک ہوں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم مدینہ میں آئے ہو پس میں اس سے خوش ہوا اور مجھے تمہاری زیارت کی خواہش پیدا ہوئی۔ مجھے شوق ہے کہ تمہارے ساتھ بیٹھوں اور تمہاری باتیں سنوں۔ وہ شوق اتنا زیادہ ہے کہ اگر میرے اوپر ہوتا تو سایہ ڈال دیتا اور اگر میرے نیچے ہوتا تو مجھے اٹھا لیتا۔ پس میں اس کا واسطہ دے کر تم سے سوال کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں فصاحت و بلاغت بخشی ہے کہ وصال کے پروں کے ساتھ اپنی زیارت سے مجھے ملحق کر دو اور ایک روایت میں ہے کہ میں تمہاری زیارت چاہتا ہوں لیکن خداوند عالم نے کئی آزار کی وجہ سے معذور کر دیا ہے۔ والسلام!

ابو عامر کہتا ہے کہ میں اس قاصد کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا یہاں تک کہ وہ مجھے مسجد قبا کے پاس لے آیا اور مجھے ایک وسیع لیکن غیر آباد گھر میں لے گیا۔ کہنے لگا یہاں رک جاؤ تاکہ میں اجازت لے لوں۔ پس میں رک گیا تو وہ غلام اندر گیا اور فوراً باہر آیا اور کہنے لگا اب اندر تشریف لائیے۔ پس میں اندر گیا۔ ایک تنہا کمرہ اس خرابہ میں تھا کہ جس کا دروازہ کھجور کی شاخوں سے بنایا گیا تھا۔ ایک بوڑھا شخص قبلہ رو بیٹھا تھا جسے تو والہانہ محبت الٰہی کی بنا پر دکھی خیال کرتا اور خوفِ خدا سے محزون خیال کرتا۔ اس کا حزن اس کے چہرہ سے نمایاں تھا اور رو رو کر اس کی آنکھیں ختم ہو چکی تھیں۔ اس کی پلکیں زخمی ہو چکی تھیں۔ میں نے اس پر سلام کیا اس نے جواب دیا۔ پھر حرکت کی تو معلوم ہوا کہ وہ نابینا اور بہت

زیادہ بیمار ہے۔ پس مجھ سے کہنے لگا اے ابو عامر خدا تمھارے دل کو گناہوں کے میل سے صاف کر دے اور تمہاری عقل میں چشمہ حکمت جاری کر دے۔ میرا دل ہمیشہ سے تمہارا مشتاق تھا اور تمھارے وعظ کو سننے کا شائق تھا۔ خدا نے تجھے اس کے لیے نور کر کے بھیجا ہے جس کی بیماری سے تمام طبیب عاجز ہیں اور واعظین جس کی شفا سے مجبور ہیں اور مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارا مرہم زخموں کے لیے نفع مند ہیں پس کمی نہ کرو خداوند عالم تم پر رحم کرے۔ تریاق کے ڈالنے میں اگرچہ اس کا ذائقہ کڑوا ہے کیونکہ میں ایسے اشخاص میں سے ہوں جو دوا کے درد پر صبر کر سکتے ہیں کیونکہ مجھے شفا کی امید ہے۔ ابو عامر کہتا ہے کہ میں نے ایسا منظر دیکھا ہے کہ جس نے مجھے حیران کر دیا اور ایسا کلام سنا جس نے مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا۔ پس کافی طویل فکر کی۔ پھر کچھ کلام میسر آ سکا۔ میسر ہونے پر اس کے حصول کی صعوبات کچھ کم ہوگئیں۔ پس میں نے کہا اے بزرگ اپنے دل کی آنکھ کو آسمان کی سمت کر اور اپنی معرفت کے کانوں کو کھول تو دنیا ہی میں حقیقت ایمان کے ساتھ تجھے جنت نظر آئے گی اور تو ان چیزوں کا مشاہدہ کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو عطا کی ہیں۔ پس ان دونوں گھروں میں کتنا فرق ہے کیا دونوں فریق موت میں برابر نہیں۔ ابو عامر کہتا ہے پس وہ کراہنے لگا اور چیخ و پکار کرنے لگا۔ بلند آواز سے رونے لگا۔ جھک گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم تمہاری دوا میری بیماری کے لیے مفید ثابت ہوئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ تمھارے پاس میری شفا ہے مزید کہو خدا تم پر رحم کرے۔ پس میں نے اس سے کہا اے بھائی بیشک خداوند عالم تیرے بھید کو جاننے والا ہے اور تیری مخفی بات پر مطلع ہے۔ وہ تیری خلوت کے وقت تمھیں دیکھتا ہے جب کہ تو اس کی مخلوق سے چھپتا ہے اور اس کے سامنے گناہ کرتا ہے پس اس نے ایک اور چیخ ماری جو پہلی سے بھی سخت تھی پھر کہنے لگا کون میرے فقر و فاقہ کا ضامن ہے اور کون میرے گناہوں اور غلطیوں کو معاف کرے گا۔ تو ہی ہے اے میرے مولا اور تیری طرف میرا ملجا و ماویٰ ہے۔ پھر وہ گر کر مر گیا۔

ابو عامر کہتا ہے کہ میں پریشان ہو گیا اور کہنے لگا میں نے اپنے نفس پر کتنا بڑا ظلم کیا ہے۔ پس ایک لڑکی گھر سے نکلی۔ اس نے اون کی قمیص اور بالوں کی بنی ہوئی اوڑھنی پہن رکھی تھی۔ کثرتِ سجدہ سے اس کی ناک اور پیشانی بری طرح متاثر تھی۔ اور طویل قیام

کی وجہ سے اس کا رنگ زرد ہو گیا تھا اور اس کے پاؤں متورم ہو گئے تھے۔ پس وہ کہنے لگی خدا کی قسم کیا اچھا کام کیا تو نے عارف لوگوں کے دلوں کی ہدایت کرنے والے اور محزون اشخاص کے دکھوں کو دور کرنے والے عالمین کا پالنے والا تیرے اس مقام کو نہ بھولے۔ اے ابو عامر یہ شخص میرا باپ تھا یہ بیس سال سے بیماری میں مبتلا تھا۔ اس نے اتنی نماز پڑھی کہ پیوند خاک ہو گیا اور اتنے روزے رکھے کہ کمر ٹیڑھی ہو گئی۔ خوف خدا میں اتنا رویا کہ آنکھیں کھو بیٹھا۔ یہی تجھ سے ملنے کی اللہ سے دعا کیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ میں ابو عامر کی مجلس میں ایک مرتبہ حاضر ہوا اس نے میری مردہ فکر کو زندہ اور میری نیند کو کم کر دیا تھا اور اگر دوبارہ اس سے سن لوں تو وہ مجھے قتل کر دے گا۔ پس اے واعظ خدا تجھے جزائے خیر دے اور جو حکمت تجھے خدا نے دے رکھی ہے اسے سودمند کرے۔ پس تحقیق تو نے اسے راحت و آرام میں پہنچا دیا ہے اس مصیبت سے جس میں وہ مبتلا تھا۔ پھر وہ اس ناتواں بوڑھے پر گر پڑی اس کی آنکھوں کے بوسے لیتی اور کہتی تھی اے بابا اے وہ انسان جسے اپنے گناہوں پر گریہ کرنے کے لیے نابینا کر دیا تھا وہ میرا باپ ہے۔ اے بابا اے وہ جسے اپنے پالنے والے کے عذاب کے خوف نے بے جان کر دیا۔ وہ میرا باپ تھا اے میرے بابا ہمیشہ خوفِ خدا میں گریاں رہنے والے اور ہمیشہ استغفار اور توبہ کرنے والے اے اے یاد دلانے والوں کے اور خطیبوں کے مقتول، اے وعظ کرنے والوں اور صاحبان حکمت و دانش کے پچھاڑے ہوئے۔ ابو عامر کہتا ہے کہ میں نے اس لڑکی سے اے اپنے حالات پر رونے والی اور مرنے والے پر گریہ و بکا کرنے والی تیرا باپ اپنے راستے پر چلا گیا ہے اور وہ جزا کے گھر میں پہنچ چکا ہے اور جو کچھ اس نے عمل کیا ہے دیکھ لیا ہے اور وہ عمل اس کتاب میں حساب شدہ ہے جو تیرے رب کے پاس ہے پس حساب کرنے والے کے لیے قرب الٰہی ہے اور برے کام کرنے والا حزن و ملال کے گھر میں وارد ہوگا۔ پس اس لڑکی نے بھی باپ کی طرح چیخ ماری اور مسجد مصطفیٰ کی طرف دوڑ کر گئی اور نماز سے صبر حاصل کیا۔ الخ

تمت بالخیر


www.UmmulBaneen.com
www.UmmulBaneen.com